فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۲۳

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

فتاوی

علماء ہند

جلد-۲۳

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲۳)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جولائی ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب النکاح

بسم الله الرحمن الرحيم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾

(سورة الروم:21)

عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال:

''أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ،وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي''.

(صحیح لمسلم،باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ،رقم الحدیث:1401)

قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَبَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

''تَنَاكَحُوا تَكْثُرُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ حَتَّى بِالسَّقْطِ''.

(معرفة السنن والآثار،باب الترغیب فی النکاح،رقم الحدیث:13448)

عن أنس بن مالک قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

''إذا تزوج العبد فقد کمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی''.

(شعب الإیمان،فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیہ من العون،رقم الحدیث:5100)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

''خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ''.

(سنن الترمذی،باب فی فضل أزواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،رقم الحدیث:3895)

فہرست عناوین

رشتہ کا انتخاب اور منگنی

نمبر شمار	عناوین	صفحات

انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح

اجازت نکاح کے احکام

ایجاب وقبول کے احکام

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الشکر

نحمدہ و نصلي علی رسولہ الکریم اما بعد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَاءِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ** (النور:۳۲) ”تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے“۔

اس سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات، آپؐ کا اسوہ اور صحابہ کا عمل ہماری رہ نمائی کرتا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: **أَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيسَرُهُ مَئُونَةً** (احمد:۲۴۵۲۹) ”سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو“۔ عام طور سے نکاح کے موقع پر بہت خرچ کیا جاتا ہے، دل کے ارمان نکالے جاتے ہیں، پر تکلف دعوتیں ہوتی ہیں، بڑی تعداد میں دولہا، دلہن اور رشتہ داروں کے جوڑے تیار کیے جاتے ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح کو سب سے بہتر قرار دیا ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو اور جو سب سے زیادہ آسانی سے انجام پائے۔

الحمدللہ ہمارے مجلس کے مفتیان عظام نے یہ عظیم پیغام سنایا کہ فتاویٰ علماء ہند کی تیئسویں جلد تیار ہوگی ہے۔ اس جلد میں نکاح کی شرعی حیثیت رشتہ کا انتخاب اور منگنی انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح تعدد ازدواج اجازت نکاح ایجاب وقبول کے احکام مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

یہ عاجز بندہ اس عظیم مجموعہ کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق پر اپنے کریم مولا کا شکر گزار ہے۔ یہ سنت الٰہی ہیکہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔ الحمدللہ سابقہ جلدیں ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہو رہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہو رہے ہیں۔

مجھے بیحد مسرت ہو رہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی وفقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب و محترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں علماء کرام ومفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ منظمۃ السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کر رہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی وفقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کر دیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصا علماء کرام ومفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
ا رمحرم الحرام ۱۴۴۲ھ

تاثرات

مکرم ومحترم جناب شمیم احمد ودیگر اراکین منظمۃ السلام العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

ہم اولاً ''منظمۃ السلام العالمیہ'' کے قیام اور اس عظیم ترین تاریخی اور مفیدات کے بیڑا اٹھانے پر آپ جملہ اراکین منظمہ کو اور خصوصاً مرتب فتاوی حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی صاحب زید مجدہٗ کو صد ہزار مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

تصنیف، تالیف اور تحقیق وافتاء کے میدان میں کام کرنے والوں کو جس کام کا شدت سے انتظار تھا اور جس عظیم کام کی تمنا ہمارے اسلاف کرام کو رہی ہے بحمد للہ آج یہ کام شروع ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی، جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور کام کرنے والوں کو صحت وعافیت کے ساتھ تکمیل کا حوصلہ بخشے۔

محترماً! آپ نے اس کتاب کی اشاعت کا جو طریقہ اختیار فرمایا ہے یہ بھی نہایت قابل قدر ولائق تشکر ہے، کہ جو کام ماضی میں حکومتوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ اور شاہی خزانے سے مفید کتب علمیہ کی نشر واشاعت کی جاتی تھی، آج ملت کے افراد، فرداً فرداً اپنی سعادت سمجھ کر انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے نیک جذبات اور اس عظیم قربانی کو قبول فرمائیں، نیز کار خیر میں شریک ہر فرد کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

''فتاوی علماء ہند'' کی اشاعت کے وقت آپ نے ''دار العلوم چھاپی، گجرات'' کو مقدم فرمایا اس پر ہم خدام دار العلوم آپ کے بے حد ممنون ہیں، ہمارے اس ادارے میں فارسی، اور حفظ کے علاوہ عربی کی تعلیم دورۂ حدیث تک ہے، نیز دار الافتاء اور تدریب الافتاء کے شعبے بھی سرگرم عمل ہیں، فجزاک اللّٰہ خیرا واحسن الجزاء

دعوات صالحہ میں یاد فرمائیں گے۔

فقط والسلام

مہتمم دار العلوم چھاپی

حضرت مولانا نظام الدین مولانا غلام رسول صاحب خاموش زید مجدکم

۱۲/ ذی القعدہ ۱۴۳۷ھ

۲۴/ اگست ۲۰۱۶ء

مکرمی جناب مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی حفظہ اللہ

مشرف فتاوی علماء الھند، منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبئی الھند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ فتاوی علماء الھند کی تین جلدیں ۴، ۵، ۶ عزت افزا ہوئیں، عجلت میں سرسری دیکھا ہوں۔ خدمت علوم وفنون اور رہ نمائی امت کے سلسلے میں آپ حضرات کی جہود و مساعی حیرت انگیز اور قابل رشک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی زندگیوں اور علم وحکمت میں برکت عطا فرمائے، بڑے کام کا آپ نے بیڑا اٹھایا ہے، اللہ اس کی تکمیل کی راہ آسان فرمائے۔ آمین

آپ کی تحقیقات وحواشی نے فتاوی کو مزید معتبر اور مستند بنا دیا۔ جزاکم اللہ خیرا

ادارے کے تمام ذمی دار حضرات کی طرف سے آپ سب کی خدمت میں خلوص ومحبت کے ساتھ ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔ مسئولین کی نظروں سے گزار لینے کے بعد عمر لائبریری میں یہ کتب قیمہ جمع کر دی جائیں گی تاکہ اس کا افادہ اور استفادہ عام ہو جائے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا، پہلی تین جلدیں دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں۔ شکریہ

والسلام

حفیظ الرحمن اعظمی عمری

ناظم جامعہ دارالسلام عمرآباد

تاریخ 4/نومبر 2019

دعائیہ کلمات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وصحبہ اجمعین

ہمارے اکابر علمائے دیوبند کو اللہ رب العزت نے تمام دینی شعبوں میں غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے مثلاً شعبۂ علم میں جو گہرائی وبصیرت اور لیاقت ومہارت عطا فرمائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اور ان اکابر علماء کی علمی میراث سے اہل علم ہر دور میں استفادہ کرتے چلے آئے ہیں۔ اس علمی میراث کے شعبۂ فنِ فقہ میں جو سرمایہ موجود ہے اس کا اک اہم حصہ فتاویٰ کی کتب ہیں، جن میں کتبِ فقہ میں ذکر کردہ مسائل کا خارجی انطباق یا معاصر تطبیق کو بیان کیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں ہر فن کے مجموعے تیار کرنے کا رجحان اور ذوق پروان چڑھتا جا رہا ہے جس کی افادیت اور سہولت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اس لیے ضرورت تھی کہ ان متداول اور متعارف فتاویٰ کا بھی مستند مجموعہ ترتیب دیا جائے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ العالی اور ان کے رفقاء ومعاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے فتاویٰ علماء ہند کے نام سے مشہور مستند ومعتمد فتاویٰ کو موسوعہ کی شکل میں جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا جس پر سب حضرات تحسین وتبریک کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ اس مفید اور نادر کام کو اخلاصِ عمل کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا ہے کہ یہ مجموعہ عند اللہ مقبول اور عند الناس مفید ہو، اللہ تعالیٰ اس گراں قدر مستحسن علمی خدمت پر ان سب حضرات کو دنیا وآخرت میں بہترین جزاء عطا فرمائیں اور اپنے فضلِ خاص سے مغفرت ورحمت کا وسیلہ بنا دے۔ آمین

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ و بعد

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔قرآن مجید میں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جا بجا نکاح کے لئے ترغیب دی گئی ہے۔ نکاح انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں انبیاء کرام (علیہم السلام) کی سنت میں سے ہیں: حیاء، خوشبو، مسواک اور نکاح"۔ (ترمذی، ج:۱،ص:۲۰۶)

نکاح کرنے سے دین اور دنیا کے بہت سے کام درست ہوجاتے ہیں اور مال کا جو مقصود اصلی ہے، یعنی راحت اور بےفکری، وہ اس مرد کو نصیب نہیں ہوتی جس کی بیوی نہ ہو اور اس عورت کو بھی یہ راحت وآرام نصیب نہیں ہوتا، جس کا خاوند نہ ہو۔اس لیے مال ہونے کے باوجود شادی نہ کرنے والے مرد وعورت کو اس حدیث میں مسکین کہا گیا ہے۔

رب کریم کے لاکھوں انعامات واحسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف وکرم سے اس نااہل سراپا جہل ونابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی تیئسویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

نکاح کی شرعی حیثیت رشتہ کا انتخاب اور منگنی انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح تعدد ازدواج کے احکام اجازت نکاح کے احکام ایجاب وقبول کے احکام۔سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات ومسائل دلائل وشواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہوسکے۔

چنانچہ فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئ ہے۔اس کے بعد اس علمی وفقہی مجموعے کو مزید توثیق وتائید کے لئے ملک وبیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ موثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہورہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا وثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہو سکے۔میں شکر گزار ہوں اپنے علماء ومفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکر گزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات ودعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں۔دعا گو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔آمین۔

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی

۱۵ رمحرم الحرام ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونتوب إليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله، فلا مضل له،ومن يضلل فلا هادى له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له،القائل:﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾وأشهد أن سيدنا ونبينا محمدًا عبده ورسوله، القائل:"تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم"و"استوصوا بالنساء"و"خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي"،صلى الله عليه وعلى آله وصحابته ومن دعا بدعوته واهتدى بهديه إلى يوم الدين.وبعد:

نکاح کرنا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے،کوئی قوم ازدواج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔اس سے شہوانیت،جس کو ہر مہذب ذہن بُرا سمجھتا ہے،بےلگام ہونے سے رک جاتی ہے اوران وجوہات کا انسداد ہوجاتا ہے،جو حیوانات کو ایسا مشتعل کردیتے ہیں،جن سے ان کو نقصان پہنچتا ہے۔اگر آپ ان جانوروں پر غور کریں جو جوڑے کی شکل میں رہتے ہیں اور دیکھیں کہ اس جوڑے کا ہر فرد کس طرح دوسرے کی مدد کرتا ہے اور جوڑا بن کر رہنے کی وجہ سے کہ کس طرح دوسرے جانورں کی شہوت سے محفوظ رہتے ہیں تو آپ بلا تامل یہ کہہ اُٹھیں گے کہ ازدواج ایک ضروری اور زنا ایک شرمناک عمل ہے،جو انسان کو جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گرادیتا ہے،حالانکہ حیوانات کا درجہ انسان سے بہت نیچے ہے۔نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے،جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہوجاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوجاتے ہیں؛اس لیے اولاد جب جوان ہوجائے تو نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا چاہیے،خصوصاً لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت بُرا ہے اور اس میں تاخیر کرنے سے اولاد سے اگر کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کا وبال باپ پر ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء امت نے فرمایا ہے کہ:(۱)اگر شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا سخت خطرہ ہو اور وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس کے ذمہ نکاح کرنا فرض ہے۔(۲)جس شخص کو گناہ سے بچنے کی امید ہو؛لیکن شہوت غالب رہتی ہو،اس کی وجہ سے بےچینی رہتی ہو،ساتھ ہی وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔(۳)اگر شہوت میں اعتدال ہو،معصیت میں ابتلا کا اندیشہ نہ ہو اور مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو نکاح کرنا سنت ہے۔(۴)جس شخص کے پاس فی الحال نکاح کے سارے اسباب موجود ہوں؛مگر آئندہ چل کر خرچ واخراجات میں دشواری کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کو نکاح کرنا مستحب ہے۔(۵)اگر نکاح کا مقصد بیوی پر ظلم وزیادتی کرنا ہو اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا حرام ہے؛اس لیے کہ نکاح نفس کی حفاظت اور حصول اولاد کے لیے مشروع ہوا ہے،نہ کہ ظلم وزیادتی کرنے کے لیے۔(۶)جس کو اس درجہ تو ظلم وزیادتی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو؛ بلکہ اس سے بچنا ممکن ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے "**فتاویٰ علماء ہند**" کی نکاح سے متعلق "جلد-۲۳" کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی،احقر نے اس جلد میں نکاح کی شرعی حیثیت،رشتہ کا انتخاب،انبیاء کرام کی شادی،تعدد ازدواج،اجازت نکاح اور ایجاب وقبول اور نکاح متعلق کے دیگر مسائل کو شامل کیا ہے،سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ(۲۲رویں)میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کردیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔امید ہے کہ علما،ائمہ،اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے،احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی،احادیث نبوی،صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کو اہتمام کیا ہے،جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہوگئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکر گزار ہوں،جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔(آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن،پھلواری شریف،پٹنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

نکاح کی شرعی حیثیت

نکاح کا معنی اور قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال:

سوال: نکاح کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ اور لفظ نکاح قرآن میں کتنی بار استعمال ہوا ہے؟

(قاری، ایم، ایس خان، اکبر باغ)

الجواب

نکاح کا اصل معنی دو چیزوں کے ملانے کے ہیں، اسی مناسبت سے یہ لفظ عقد نکاح کے لیے بھی بولا جاتا ہے، کہ عقد ہی کے ذریعہ رشتہ جڑتا ہے اور مرد وعورت کے اتصال کے لیے بھی۔ فقہا کے یہاں اس میں اختلاف ہے کہ اصطلاحِ شرع میں اس لفظ کی اصل مراد عقدِ نکاح ہے، یا مرد وعورت کا تعلق، احناف کے نزدیک اس کے اصل معنی مرد وعورت کے جنسی تعلق کے ہیں۔(۱)

قرآن مجید میں یہ لفظ ۲۳ / بار استعمال ہوا ہے، قرآن مجید کے انڈکس ''**المعجم المفهرس لألفاظ القرآن**''، میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔(۲) (کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۲۹۳)

(۱) ليس لناعبادة شرعت من عهد الآدم إلى الآن ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان (هو) عندالفقهاء (عقد يفيد ملك المتعة)أى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعى.(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۳-٤، دارالفكربيروت)

(۲) المعجم المفهرس لألفاظ القرآن: ص: ۷۱۸

قرآن میں جن مقامات پر نکاح کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں، پوری آیت کے اس کو ذکر کیا جارہا ہے۔(انیس)

☆ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (سورة النساء:22)

☆ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (سورة الاحزاب:49)

☆ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (سورة البقرة:230)

☆ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورة االبقرة:221) ==

ضرورت عقد نکاح:

سوال (۱) جب کہ زرخرید کنیز کے ساتھ مباشرت کرنا روا ہے تو پھر عقد کی کیا ضرورت ہے؟

(۲) مہر کیوں تعیین کیا جاتا ہے؟

(۳) زوجہ منکوحہ اور کنیز زرخرید میں کیا فرق ہے؟

== ☆ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (سورة النساء:22)

☆ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِى مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِى مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (سورة الاحزاب:53)

☆ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِى النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتَابِ فِى يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِى لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا (سورة النساء:127)

☆ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَائَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (سورة الممتحنة:10)

☆ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة النساء:25)

☆ الزَّانِى لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (سورة النور:3)

☆ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورة البقرة:232)

☆ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (سورةالنور:3)

☆ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِى الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا (سورة النساء:3)

☆ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة النساء:25) ==

الجواب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محتاج بقاء نوع کا پیدا کیا ہے اور بقاء نوع بدون مصاحبت مرد وزن کے غیر ممکن ہے، پس احتیاج بقاء نوع مقتضی ہوئی اصطحاب مرد وعورت کو۔ اس اصطحاب کی کئی صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ نہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ مختص ہو، نہ کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ؛ بلکہ ہر مرد کو ہر عورت سے صحبت حلال ہو اور ہر عورت کو ہر مرد کا متمکن کر دینا مباح ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ مختص ہو اور عورت مرد کے ساتھ؛ یعنی ایک عورت ایک مرد کے پاس رہے۔

تیسری صورت یہ کہ مرد تو عورت کے لیے مختص ہو؛ یعنی سوائے اس مرد کے دوسرے مرد کو صحبت حلال نہ ہو؛ لیکن عورت اس کے لیے منفرد مختص نہ ہو؛ بلکہ تعدد نسواں جائز ہو۔

چوتھی اس کا عکس؛ یعنی عورت مرد کے لیے منفرد ہو؛ یعنی سوائے اس عورت کے دوسری سے صحبت حلال نہ ہو او رمرد منفرد نہ ہو؛ بلکہ تعدد رجال جائز ہے۔

ان چاروں صورتوں میں پہلی صورت تو بالکل خلافِ عقل ہے؛ کیوں کہ مرد میں بالطبع شہوت وغیرہ رکھی ہے اور درصورت تعدد رجال کے یقیناً ان میں تجادل وتقاتل (جھگڑا اور قتل) کی نوبت پہونچے گی اور یہ امر مخل تمدن وعمارت عالم ہے، لہذا یہ دونوں صورتیں حرام ٹھہریں۔

== ☆ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (سورة القصص:27)

☆ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورة البقرة:221)

☆ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (سورة النور:32)

☆ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (سورة الاحزاب:50)

☆ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (سورة البقرة:235)

☆ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة النور:33)

☆ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورة النور:60)

دوسری صورت بالکل موافق عقل ہے کہ اس میں نہ عورتوں میں عناد وفساد کا احتمال، نہ مردوں میں جائز ٹھہری۔
تیسری صورت اگر چہ بظاہر خلاف عقل معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ وہ مفضی ہے طرف تنازع وتمانع عورتوں کے، یہ بھی جائز نہ ہوتی؛ لیکن چوں کہ عورتوں کو بوجہ ضعیف قوت علمیہ وعملیہ مردوں کی برابر تمدن میں دخل نہیں؛ اس لیے ان کے بغضاء وشحناء کو مضر سمجھا گیا اور جتنا کچھ ضرر کا احتمال تھا، اس کا تدراک وحدت قہر یہ زوج کے ساتھ کیا گیا، اس کو قوام وحاکم بنایا کہ ان دونوں کو سلک اتفاق صوری ہی میں منسلک رکھے، لہذا یہ صورت بھی جائز ٹھہری۔ پس مدار عدم جواز کا عدم اختصاص رجال او رمناط جواز کا اختصاص رجال ہوا۔ پس اختصاص رجال ایک امر مطلوب ومطمح نظر ٹھہرا، اس اختصاص کی صورتیں عقلاً متنوع ومتعدد ہیں؛ لیکن بشہادت فطرت سلیمہ عادلہ اس سے بہتر کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی کہ مرد وزن سے بواسطہ، یا بلا واسطہ اس اختصاص کا اقرار علیٰ رؤس الاشہا دلیا جائے؛ تا کہ دوسرے مردوں کی طمع اس عورت سے قطع ہو جائے اور نوبت جدال وقتال کی نہ پہونچے، اس صورت کا نام شرعاً عقد نکاح ہے اور چوں کہ یہ اختصاص بوجہ ترجیح اس مرد کے اور ابناء جنس پر ایک امر مہتم بالشان ہے، اس کے اظہار اہتمام وایضاح اعتناء کے لیے قدرے مال مرد کے ذمہ واجب کیا گیا، جس کا صرف وبذل عرفاً دلیل اہتمام مبذول علیہ کی ہے؛ تا کہ اختصاص کی ایک وجہ وجیہ متعین ہو جائے اور بباعث ارغبیت واحبیت مال وتعذر انفاق اس کے کے دیگر ابناء نوع اس اختصاص پر غبطہ نہ کریں، اس کا نام مہر ہے، پس یہ متممات اختصاص میں سے ہوا، اسی وجہ سے یہ رسم قبل بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی عرب میں شائع تھی اور شارع علیہ السلام نے بھی اس کو برقرار رکھا و نیز فائدہ نکاح کا کہ معاشرت ومعاونت ہے، تام نہیں ہوتا، جب تک کہ ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے توطین نفس حاصل نہ ہو اور یہ اطمینان نہ ہو کہ یہ مجھ سے جدا نہ ہوگا، پس مرد کی دلجمعی تو اس طور سے کی گئی کہ عورت کے ہاتھ سے اختیار فراق کرلیا گیا، اب عورت کی توطین کی یہ صورت تو نہیں ہوسکتی کہ مرد کو بھی مجاز ومختار فراق کا نا بنایا جائے؛ کیوں کہ اس صورت میں عورت کا اسیر (غلام) ہو جائے گا اور یہ منافی اس کی قوامیت کے ہے، پس مناسب ہوا کہ اس کے ذمہ کچھ مال واجب کیا جائے کہ عادةً وقت فراق کے اس کا مطالبہ شدت سے ہوتا ہے پس ہر وقت مرد کو اندیشہ رہے گا کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا تو اپنے حق کا سخت تقاضا کرے گی اور اس خیال سے بدون کسی ضرورت شدیدہ کے فراق پر اقدام وجرأت نہ کرے گا، یہ صورت توطین عورت کی ہے۔ پس یہ دوسری مصلحت ہوگی مشروعیہ مہر کی و نیز منکوحہ جو لخت جگر و پارہ دل اپنا اولیاء کی ہے، اس کا مفت سفت مالک ہونا موجب زیادت حزن ان کے ہے، پس اس قدرے مال کہ بالطبع محبوب ومرغوب ہے، اس کے عوض میں مرد کے ذمہ واجب ٹھہرایا گیا کہ موجب شکیبائی اولیاء کا ہو کہ ایک محبوب ہمارا گیا، ایک محبوب اس کا گیا۔ یہ تیسری مصلحت ہوئی مشروعیہ مہر کی، و نیز مجاناً تملک میں ابتذال وارتذال بضع کا ہے، جو منافی تکرم بنی آدم ہے، لہذا اظہاراً لشرف المحل مال واجب کیا گیا، اس کی قدر وخطر ظاہر ہو، یہ چوتھی مصلحت ہے مشروعیت مہر کی، و نیز توافق زوجین کے لیے ضروری

ہے کہ ایک دوسرے کی مراعات ومدارات کیا کرے اور طبعاً رعایت محسن کی بہت ملحوظ ہوتی ہے، سومحسنیت مرد کی تو بوجہ تحمل نفقہ وکسوت اس کی کے ممکن ہے؛ لیکن محسنیت عورت کی بسبب عاجز واسیر ہونے کے غیر متصور، لہذا امرد پر مال وا جب کیا گیا کہ اگر عورت محسن بنا چاہے تو اپنا حق، یا اس سے مؤخر کردے، یا کلاًّ یا بعضاً معاف کردے اور یہ احسان جالب رعایت مرد کا ہو، یہ پانچویں مصلحت ہوئی مشروعیت مہر میں، جب معلوم ہو چکی وجہ ضرورت عقد نکاح ومہر کی، اب سننا چاہیے کہ اپنی مملوکہ سے عقد مہر کی ضرورت کیوں نہیں، صرف مالک ہو جانا کافی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہو چکا کہ ضرورت عقد اور اس کے متمم یعنی مہر کی بنا بر اختصاص مذکورہ کے ہے، پس جس جگہ یہ اختصاص مقصود ہوگا، خواہ حرہ (آزاد) سے، یا کسی کی کنیز (باندی) سے وہاں عقد بھی ضروری ہوگا، جہاں یہ اختصاص مقصود نہ ہوگا، عقد کی بھی ضرورت نہ ہوگی اور کنیز کے مالک ہونے سے مثل دیگر اموال تجارت کے مقصود صرف ملک رقبہ ہے، یہ اختصاص جو موضوع الملک المتعہ ہے مقصود نہیں، ورنہ چاہیے تھا کہ جس جگہ یہ مقصود حاصل نہ ہوتا تملک ہی جائز نہ ہو، جیسا کہ منکوحہ میں، چوں کہ اختصاص ملک متعہ مقصود ہے؛ اس لیے جو عورت محل حل وطی کا نہ ہو، جیسی محارم ومعتدۃ الغیر وودات الزوج وغیرہ اس عورت سے نکاح ہی صحیح نہیں ؛لأن الشیء إذا خلا من مقصوده انتفی، حالاں کہ باوجود عدم حل وطی کے بھی تملک جائز ہے، جیسے رضاعی بہن کو، یا مشرکہ، یا مجوسیہ کو یا غلام کو خریدنا کہ شرعاً محل حل وطی کے نہیں، جب باوجود حرمت وطی کے بھی تملک جائز ہے تو معلوم ہوا کہ مقصود اس سے اختصاص مذکور نہیں۔

نیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو مملوکہ کا چند مالکوں میں مشترک ہونا جائز نہ ہوتا، جیسا کہ منکوحہ واحدہ کا ناکحین متعدد ین کے نکاح میں آنا بوجہ مذکورہ بالا جائز نہیں، حالاں کہ شرکت اس کی ملک میں جائز ہے، ونیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو چاہیے تھا کہ اپنی مملوکہ کا درصورت بقاء ملک کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہ ہو، جیسا کہ اپنی منکوحہ کا درصورت بقاء نکاح کے کسی سے نکاح جائز نہیں کہ منافی اختصاص ہے، حالاں کہ اپنی مملوکہ کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے۔ پس جب معلوم ہوا کہ اس سے وہ اختصاص مقصود نہیں، لہذا نہ عقد کی ضرورت نہ اس کے متمم یعنی مہر کی حاجت اگر کسی جگہ مملوکہ سے وطی حلال ہے تو تبعاً لملک الرقبہ حلال ہے، خواہ وہ ملک رقبہ بالمال ہو مثل بیع کے، یا بلا مال ہو، مثل ارث وہبہ کے؛ کیوں کہ اضعف اقویٰ کے تابع ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو اور تفصیل اس کے موانع کی کتب فقہ میں مع الدلیل مذکور ہے۔ بعد سننے اس تقریر کے غالب ہے کہ ناظرین نے تینوں سوالوں کا جواب سمجھ لیا ہوگا؛ مگر بقدر ضرورت ہم بھی اس تقریر کو ان سوالوں پر مطابق کردیں، پس سمجھنا چاہیے کہ سوال اول سے اگر یہ غرض ہے کہ جب اپنی کنیز کے ساتھ صرف زرخرید ہونے سے مباشرت جائز ہے، پھر اس سے عقد نکاح کی کیا حاجت ہے؟ تو ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ اپنی کنیز سے خواہ وہ زرخرید ہو، یا مجاناً، اس کی ملک میں آ گئی ہو، بوجہ نہ مقصود ہونے اختصاص مذکور کے عقد کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ اگر کہیں تملک میں شبہ ہو تو احتیاطاً بوجہ شبہ مقصودیت اختصاص کے نکاح کرنا اولیٰ ہے۔

فی الدر المختار: (و) حرم (نکاح) المولی (أمته و) العبد (سیدته) لأن المملوکیة تنافی المالکیة، نعم لو فعله المولیٰ احتیاطاً کان حسنا، آہ. (۱)

اوراگر یہ غرض ہے کہ غیر کی کنیز کے ساتھ عقد کی کیا حاجت ہے، یا یہ غرض ہے کہ جیسے کنیز کا تملک حل وطی کے لیے کافی ہے، علیٰ ہذا القیاس منکوحہ کو مہر دے دینا کافی ہو، حاجت نکاح کی نہ ہو تو ان دونوں سے عقد ضروری ہونے کی وجہ وہی مقصودیت اختصاص ہے، یہ جواب ہوا پہلے سوال کا، دوسرا سوال تعین مہر کا ہے، اس کی پانچ وجوہ او پر مذکور ہو چکیں۔

تیسرا سوال بھی مثل اول کے مجمل ہے، اگر اس سے غرض فرق پوچھنا ہے، ان دونون کے معنی میں تو وہ فرق ظاہر ہے کہ منکوحہ مملوکہ بملک متعہ ہوتی ہے اور امۃ مملوکہ بملک رقبہ اور اگر غرض دریافت کرنا اس فرق کا ہے کہ کنیز تو خریدنے سے حلال ہو جاتی ہے اور منکوحہ سوق مہر سے بدون عقد کے حلال نہیں ہوتی تو بنا اس فرق کی وہی مقصود ہونا ملک متعہ کا منکوحہ میں اور مقصود ہونا ملک رقبہ کا نہ ملک متعہ کا امتہ میں ہے، جس کو ہم تین دلیلوں سے او پر ثابت کر چکے ہیں اور اگر ان سوالات سے کچھ اور مقصود ہے تو بیان لازم ہے کہ اس کا جواب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ دیا جائے۔

هذا ما القی فی القریجة واللّٰہ أعلم بحقیقة أسرار الشریعة.

۱۳۰۴ھ (امداد: ۱۳/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۹۲/۲)

نکاح کا مقصد اور اُس کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کا کیا مقصد ہے؟ نکاح کیوں مشروع کیا گیا ہے؟ اسلام میں نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح کا مقصد عفت و پاک دامنی اور اولاد کا حصول ہے اور نکاح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور احادیثِ شریفہ میں نکاح کو نصفِ دین قرار دیا گیا ہے، اِس کے ذریعہ نکاح اور نفس کی حفاظت میں بہت مدد ملتی ہے، اِس اعتبار سے نکاح میں عبادت کا پہلو غالب ہے اور اُس کو نوافل سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا تزوج العبد فقد کَمُل نصف الدین، فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی. (شعب الإیمان للبیهقی: ۳۸۳/٤، رقم: ٥٤٨٦، دار الکتب العلمیة بیروت)

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من رزقه اللّٰہ امرأةً صالحةً فقد أعانه علی شطر دینه، فلیتق اللّٰہ فی الشطر الباقی. (شعب الإیمان للبیهقی: ۳۸۳/٤، رقم: ٥٤٨٧، دار الکتب العلمیة بیروت)

---

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب النکاح: ۴۳/۳ ـ ٤٤، دار الفکر بیروت، انیس

عن معقل بن يسار رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبی داؤد، رقم: ۲۰۵۰،دار الفكر بيروت، سنن النسائی رقم:۳۲۲۷،دار الفكر بيروت)

وهو سنة من سنن الرسول صلی الله عليه وسلم، قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "النكاح سنتی فمن رغب عن سنتی فليس منی"، بل هو سنة من سنن الأنبياء السابقين، قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ وقد كان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أعظم قدوة للخلق فی الزواج، كما فی غيره من الأفعال المحمودة ، فأكثروا من الزواج وأوصوا به ، ولم يذكر المؤرخون أن أحداً من الأنبياء عاش بلا زواج سوی يحيیٰ وعيسیٰ عليهما وعلی نبينا أفضل السلام. (حاشية الدر المختار، كتاب النكاح: ۵۸/۴-۵۹،زكريا، للشيخ عادل أحمد عبد الموجود)

ليس لنا عبادة شُرعت من عهد آدم إلی الآن، ثم تستمر فی الجنة إلا النكاح والإيمان. (الدر المختار)

حتی قالوا: إن الاشتغال به أفضل من التخلی لنوافل العبادات، أی الاشتغال به ومايشتمل عليه من القيام بمصالحه وإعفاف النفس عن الحرام، وتربية الولد ونحو ذٰلك. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۵۷/۴،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۳۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۰/۸-۳۱)

شرعاً نکاح کی حقیقت:

سوال: سوال بے حد طویل ہے۔ خلاصۂ سوال جواب سے ظاہر ہے۔ سائل نے مطبوعہ نکاح نامہ رجسٹر کا ایک صفحہ نقل کر کے سوال کے ساتھ منسلک کر رکھا ہے؟ (۱)

الجواب ______________ حامداً ومصلياً

شرعاً نکاح کی حقیقت بس اتنی ہے کہ ایک طرف سے ایجاب ہو جائے، دوسری طرف سے قبول اور یہ دو گواہوں کے سامنے ہو، جو دونوں مرد ہوں، یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ہوں، اس طرح شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (۲)

جو صورت سوال میں مذکور ہے، نکاح اس طرح بھی ہو جائے گا؛ مگر یہ تمام کیفیت نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت، ہاں خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ (۳) اگر لڑکی بالغہ نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی نکاح کرے گا، (۴) اور اگر بالغہ ہو تو اس

---

(۱) اصل استفتاء کی یہی عبارت ہے، اس کے علاوہ مزید کچھ نہیں؟

(۲) **"النكاح ينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر، وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا،الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، ۲۱، ۲۲، سعيد)**

(۳) **ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه فی مسجد يوم جمعة.(الدر المختار، كتاب النكاح:۸/۳، دار الفكر بيروت)**
فإن عقد الزواج من غير خطبة جاز، فالخطبة مستحبة غير واجبة.(الفقه الاسلامی وأدلته، المبحث الخامس، مندوبات قعد الزواج وما يستحب له: ۶۶۱۸/۹،رشيديه)

(۴) **وللولی انكاح الصغير والصغيرة.(تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی:۶۵/۳، رشيديه)**

کی اجازت سے نکاح کیا جائے،(۱) اور اپنی طرف سے وکیل بھی بنا سکتی ہے،(۲) گواہوں کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ لڑکی کے محرم ہوں، نہ وکیل کے لیے محرم ہونا ضروری ہے، غیر شخص کو بھی بنانے کا حق ہے، مثلاً چچازاد بھائی۔

خطبہ کے لیے کھڑا ہونا بھی ضروری نہیں اور ''النکاح من سنتی'' (۳) وغیرہ احادیث اگر نہ پڑھی جائیں، تب بھی خطبہ ادا ہو جائے گا۔

تین مرتبہ ایجاب وقبول کرانا زائد بات ہے، ایجاب ایک دفعہ بھی کافی ہے۔ طلوع، زوال، غروب کے وقت بھی نکاح صحیح ہے۔ رجسٹر میں درج کرنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، طریقۂ مذکورہ پر (وکیل، گواہ وغیرہ کے نام لکھنا) یہ قانونی چیز ہے کہ بوقتِ ضرورت عدالت میں کام دے سکے اور نزاع کو ختم کرنا آسان ہو جائے، نفسِ نکاح بغیر اندراج رجسٹر کے بلا تکلف درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۶۳-۴۶۵)

نکاح کے فضائل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت والا سے گزارش ہے کہ نکاح کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرما کر ممنون فرمائیں؟

(المستفتی: محمد شعیب میرٹھی)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوعِ انسانی کے لیے ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان چاہے مرد ہو، یا

---

(۱) ''عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم: ''لا تنكح الأيم حتى تستأمر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن، الخ''. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب الولی فی النكاح واستيذان المرأة الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قديمی)(صحيح البخاری، باب فی النكاح، رقم الحديث: ۶۹۷۰/صحيح لمسلم، باب استئذان الثيب فی النكاح بالنطق، رقم الحديث: ۱۴۱۹/سنن ابن ماجة، باب استئمار البكر والثيب، رقم الحديث: ۱۸۷۱/سنن أبی داؤد، باب فی الاستئمار، رقم الحديث: ۲۰۹۲/سنن الترمذی، رقم الحديث: ۱۱۰۷/سنن النسائی، رقم الحديث: ۳۲۶۵، انیس)

''قال فی المحيط: والسنة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح بأن يقول: ان فلانا يخطبک أو يذكرک، فكستت: وان زوجها بغير استئمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها، آه. وهو محمل النهی فی حديث مسلم: ''لا تنكح الأيم حتى تستأمر، الخ''. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۹، رشيديه)

(۲) ''يصح التوكيل بالنكاح وان لم يحضره الشهود''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس فی الوكالة بالنكاح وغيرها: ۱/۲۹۴، رشيديه)

(۳) عن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم: ''النكاح من سنتی، فمن لم يعمل بسنتی، فليس منی''. (سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب ما جاء فی فصل النكاح، رقم: ۱۳۳۱، قديمی)

عورت، دونوں کوسکون کی زندگی حاصل ہوتی ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے انسانی زندگی کے اندر سکون اور راحت کے واسطے ایک دوسرے کے لیے زندگی کا ساتھی پیدا فرمایا ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ شادی کے بعد میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے کیا سکون حاصل ہوتا ہے اور مزید اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے درمیان محبت ومودت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ آیتِ کریمہ ملاحظہ فرمایئے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ (سورة الروم: ٢١)

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تم ہی میں سے جوڑا پیدا فرمایا ہے؛ تا کہ تم اس کے پاس جا کر سکون حاصل کرسکو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان پیار ومحبت اور مہربانی کا ذریعہ بنایا۔)

آقائے نامدار سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے؛ اس لیے کسی مسلمان کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني. (ابن ماجة، باب ما جاء في فضل النكاح، النسخة الهندية: ١٣٣، دارالسلام، رقم: ١٨٤٦)

(ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے، جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا ہے وہ میرے طریقہ پر نہیں۔)

اور دوسری حدیث شریف میں یہ فرمایا:

فمن رغب عن سنتي فليس مني. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، النسخة الهندية: ٤٤٩/١، بيت الأفكار، رقم: ١٤٠١)

(ترجمہ: لہٰذا جو شخص میری سنت سے گریز کرتا ہے تو وہ میرے طریقے سے ہٹا ہوا ہے۔)

نیز نکاح انسانی زندگی کی تکمیل اور سکون وراحت کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین عبادت بھی ہے، چناں چہ حدیث پاک میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے نکاح کرلیا تو اس نے اپنے دین کو دو حصہ کر کے ایک حصہ کی تکمیل کرلی، باقی دوسرے حصہ کے بارے میں اللہ کی مرضی اور احکام خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے حلال وحرام سے بچ کر تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من رزقه الله امرأة صالحة فقد أعانه أعلى شطر دينه، فليتق الله في الشطر الثاني. (المعجم الأوسط: ٥٢٢/١، دارالفكر بيروت، رقم الحديث: ٩٧٦، مجمع الزوائد: ٢٧٣/٤، دارالكتب العلمية بيروت)

(ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے نیک بیوی عطا فرمائی تو یقیناً اللہ نے اس کے نصف دین پر مدد فرمائی ہے؛ لہٰذا آئندہ باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔)

اور دوسری روایت میں ہے:

إذا تزوج العبد فقد كمل نصف الدين، فليتق الله فى النصف الباقي. (شعب الإيمان: ٣٨٣/٤، دار الكتب العلمية بيروت، رقم الحديث: ٥٤٨٦)

(ترجمہ: جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو یقیناً وہ اپنے آدھے دین کو مکمل کر لیتا ہے؛ لہٰذا باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرا کرے۔)

اس لیے آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام نے شادی کے لائق جوانوں کو بار بار ترغیب دی کہ تم میں سے جو بھی نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ ضرور نکاح کر لیا کرے؛ اس لیے کہ نکاح کے ذریعہ سے نگاہ اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبداللّٰه بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، الخ: ٤٤٩/١، بيت الأفكار، رقم: ١٤٠٠، صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من استطاع منكم الباءة فليتزوج، الخ، النسخة الهندية: ٧٥٨/٢، رقم: ٤٨٧٥، ف: ٥٠٦٦، سنن الترمذى، أبواب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٢٠٦/١، دار السلام رقم: ١٠٨١)

(ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے، وہ ضرور نکاح کر لے؛ اس لیے کہ نکاح بدنگاہی اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔) واللہ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵ ربجمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ (رجسٹر خاص) (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۸۵/۱۲-۴۸۸)

فوائدِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں نکاح کے فوائد مفصل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟ (المستفتی: عبیداللہ بھاگلپوری)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

علامہ علاء الدین حصکفی اور علامہ ابن عابدین شامی علیہما الرحمہ نے نکاح کے چھ فوائد بیان فرمائے ہیں:

(۱) جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے نیک اعمال اور عبادت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے؛ لیکن دو عبادتیں ایسی

ہیں، جن کا سلسلہ دنیا سے جنت تک باقی رہتا ہے: (۱) ایمان (۲) نکاح کہ جس طرح دنیا میں نکاح کے ذریعہ سے ازدواجی زندگی کا سلسلہ رہتا ہے، اسی طرح جنت میں بھی میاں بیوی کی رفاقت کی زندگی کا سلسلہ رہے گا۔

(۲) نکاح انسانوں کی پیدائش اور وجود کا ذریعہ ہے۔

(۳) نکاح امت محمدیہ کی کثرت کا ذریعہ ہے۔

(۴) اشتغال بالنکاح تخلی بالعبادات سے افضل ہے؛ یعنی ترک دنیا اختیار کر کے تنہائی کی عبادت کے مقابلہ میں نکاح کر کے اجتماعی اور شہری زندگی گزارنا زیادہ افضل ہے۔

(۵) نکاح کے ذریعہ سے بدنگاہی اور بری نظر سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

(۶) نکاح کے ذریعہ شرمگاہ کی حفاظت اور حرام کاری سے بچ کر پاک دامنی کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

"ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان".

وتحته في الشامية: "أن كلا منهما سبب لوجود المسلم والإسلام ... إن الاشتغال به أفضل من التخلي لنوافل العبادات، أي الاشتغال به، وما يشتمل عليه من القيام بمصالحه، وإعفاف النفس عن الحرام، وتربية الولد، ونحو ذلك. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، كراتشي: ۳/۳، زكريا: ٤/٥٧) **فقط والله سبحانه وتعالىٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ (رجسٹر خاص) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۴۸۸-۴۸۹)

مستحباتِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بندہ نکاح کا ارادہ رکھتا ہے؛ لیکن اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ نکاح میں کیا کیا چیزیں مستحب، یا مسنون ہیں؟ ان کو ذکر فرمادیں تو عین نوازش ہوگی؟

(المستفتی: مجیب الرحمٰن میرٹھی)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

علمانے لکھا ہے کہ نکاح کے وقت جانبین میں کچھ امور کا خیال رکھنا مستحب اور افضل ہے، لازم نہیں، چناں چہ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ نے ''الدرالمختار مع الشامی، زکریا: ۴/ ۶۷ میں ایسی سولہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، جن کا لحاظ رکھنا نکاح کے وقت میں مستحب اور افضل ہے:

(۱) نکاح سے پہلے اس کا اعلان اور شہرت کرنا۔

(۲) نکاح سے پہلے ایک خطبہ پڑھنا، یہ مسنون ہے، لازم نہیں، لہٰذا بغیر خطبہ کے بھی نکاح صحیح ہوجائے گا۔

(۳)　نکاح کی مجلس مسجد میں قائم کرنا۔

(۴)　اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن نکاح کرنا۔

(۵)　کسی عالم دین سے نکاح پڑھوانا۔

(۶)　دیندار گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہونا؛ لہٰذا فاسق اور بد دین مسلمانوں کی گواہی میں بھی نکاح صحیح ہوسکتا ہے۔

(۷)　اگر ضرورت پڑے تو قرض لے کر نکاح کرنا؛ لیکن شرط یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کا پختہ ارادہ ہو۔

(۸)　شادی سے پہلے بیوی کو ایک نظر دیکھ لینا، یہ شریعت میں مستحب اور افضل کام ہے؛ لیکن ہمارے معاشرہ میں اس کو بُرا مانا جارہا ہے۔

(۹)　بیوی کی عمر شوہر کے مقابلہ میں کم ہونا افضل ہے؛ لیکن اگر زیادہ عمر والی عورت سے نکاح کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔

(۱۰)　خاندانی اعتبار سے بیوی کا شوہر کے مقابلہ میں کمزور ہونا۔

(۱۱)　عزت اور شرف کے اعتبار سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا بڑھا ہوا ہونا۔

(۱۲)　مالی حیثیت سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا فائق ہونا۔

(۱۳)　بیوی کے اخلاق شوہر کے مقابلہ میں فائق ہونا؛ تاکہ بیوی سے شوہر کی محبت زیادہ ہوجائے۔

(۱۴)　ادب واحترام میں بیوی کا شوہر سے فائق ہونا؛ اس لیے کہ شوہر کا مرتبہ بیوی سے اونچا ہوتا ہے۔

(۱۵)　عفت و پاک دامنی کے اعتبار سے بیوی کا شوہر سے فائق ہونا؛ تاکہ اجنبیوں سے کنارہ کش ہوکر صرف شوہر کے ساتھ تعلق رہے۔

(۱۶)　حسن وجمال کے اعتبار سے بیوی کا شوہر پر فائق ہونا، تاکہ شوہر کی نگاہ ہر طرف سے یکسو ہوکر بیوی پر قائم رہے، یہ ساری چیزیں درمختار کی عبارت میں موجود ہیں، اس کا مطلب خیز ترجمہ ہم نے یہاں نقل کردیا ہے، ہوسکتا ہے کہ ان امور میں سے کسی سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچ جائے۔

”**ويندب إعلانه، وتقديم خطبة، وكونه في مسجد، يوم جمعة، بعاقد رشيد، وشهود عدول، والاستدانة له، والنظر إليها قبله، وكونها دونه سنا، وحسبا، وعزا، ومالا، وفوقه خلقا، وأدبا، وورعا، وجمالا**“. (الدر المختار، کراتشي: ۳/۸، زکریا: ٤/٦٦-٦٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ رجب ۱۴۳۶ھ (رجسٹر خاص) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۸۹-۴۹۱)

نکاح کے لیے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت میں کون سی صفات اور خوبیاں ہونی چاہیے، جس کی بنا پر آدمی اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے؟ اور طریقہ شرعی حنفی شادی کا کیا ہے؟

بینوا بالتفصیل توجروا عند الجلیل　　(المستفتی: شہزاد گل شیوہ، ۱۹۷۵/۴/۸ء)

الجواب

حدیث شریف میں مسطور ہے کہ عورت سے جمال، مال، حسب (جاہ) اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے؛ لیکن مسلمان کے لیے مناسب یہ ہے کہ دینداری کو ملحوظ رکھے۔ (متفق علیہ)(۱)

نیز باکرہ، (۲) شوہر کے ساتھ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننی والی عورت سے نکاح کرے۔ (۳) بلوغت کے بعد شادی کرے، رسم ورواج سے بچیں، (۴) اور شادی کے بعد ولیمہ کرے۔ (۵) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۳-۳۷۲/۴)

---

(۱) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدینها، فاظفر بذات الدین تربت یداک. (متفق علیه)(رواه البخاری(رقم: ٥٠٩٠) ومسلم (كتاب الرضاع،ص: ٥٣-٥٤) وابوداؤد (٤٧/٢) والنسائی (٦٨/٦)وابن ماجه (رقم: ١٨٥٨) والبیهقی (٧٩/٧) وأحمد (٤٢٨/٢) والدارقطنی (٣٠٣/٣). (بلوغ المرام: ٣٢٥، كتاب النكاح)

(۲) قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:علیكم بالأبكار فإنهن أعذب أفواها وأنتق أرحاما وأرضی بالیسیر. (رواه ابن ماجة مرسلا)(مشكاة المصابیح: ٢٦٨/٢، كتاب النكاح،الفصل الثانی)(ابن ماجة،باب تزویج الأبكار، رقم الحدیث: ١٨٦١،انیس)

عن زر عن عبداللّٰه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:تزوجوا الأبكار، فإنهن أعذب أفواها وأنتق أرحاما وأرضی بالیسیر. (المعجم الكبیر للطبرانی،رقم الحدیث: ١٠٢٤٤،انیس)

(۳) عن معقل بن یسار قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: تزوجوا الودود الولود فإنی مكاثر بكم الامم.(رواه أبوداؤد والنسائی) (مشكاة المصابیح: ٢٦٧/٢،كتاب النكاح،الفصل الثانی)(سنن أبی داؤد،باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء،رقم الحدیث: ٢٠٥٠،المستدرک للحاكم،كتاب النكاح،رقم الحدیث:٢٦٨٥،انیس)

(۴) عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم : "الغناء ینبت النفاق فی القلب كما ینبت الماء الزرع".(رواه البیهقی فی شعب الإیمان)(مشكاة المصابیح،كتاب الآداب،قبیل باب حفظ اللسان والغیبة والشتم ،ص: ٤١١،ط:قدیمی)(شعب الإیمان للبیهقی،رقم الحدیث: ٤٧٤٦،انیس)

قال الملا علی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ تحته : قال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه ، وسماعه مكروه ، وإن كان سماعه من الأجنبیة، كان أشد كراهة. (مرقاة المفاتیح،كتاب الأداب،باب البیان والشعر،الفصل الثالث،(رقم الحدیث : ٤٨١٠) :٥٥٧/٨،رشیدیه،انیس)

"وكره كل لهو".وقال ابن عابدین:"والإطلاق شامل لنفسی الفعل و استماعه،كالرقص والسخریة والتصفیق ... فإنها كلها مكروهة ،لأنها زی الكفار".(ردالمحتار،كتاب الحظر والإباحة،فصل فی البیع : ٣٩٥/٦،ط:سعید،انیس)

(۵) وفی الهندیة: وولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة وهی إذا بنی الرجل بامراته ینبغی أن یدعو الجیران والأقرباء والأصدقاء ویذبح لهم ویصنع لهم طعاما وإذا اتخذ ینبغی لهم أن یجیبوا.(الفتاویٰ الهندیة: ٣٤٣/٥، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات)

==

== وقال الملا علی قاری: (قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: شر الطعام طعام الولیمۃ) لأنہ کان من عادتھم مراعاۃ الاغنیاء فیھا وتخصیصھم بالدعوۃ وایثارھم وتطییب الطعام لھم ورفع مجالسھم وتقدیمھم وغیر ذلک مما ھو الغالب فی الولائم... والحاصل أنہ لیس شر الطعام لذاتہ بل لما یعرض لہ غالبا من سوء حالاتہ وصفاتہ. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ: ۲۵۳/۶، باب الولیمۃ)(عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ:مَا هَذَا؟ قَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. (صحیح البخاری،باب کیف یدعی للمتزوج،رقم الحدیث: ۵۱۵۵/صحیح لمسلم،باب الصداق،رقم الحدیث: ۱۴۲۷،انیس)

عقد(نکاح)کے آداب:

پہلاادب: یہ ہے کہ نکاح سے پہلے پیغام بھیجا جائے،لڑکے والے لڑکی کے ولی سے اورلڑکی والے لڑکے کے ولی سے اپنے اپنے شہر کے دستوراور طریقے کے مطابق گفتگو کریں۔

دوسرا ادب: یہ ہے کہ عقد نکاح میں پہلے ایجاب وقبول کے ساتھ باری تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جائے،مثلاً ولی (احناف کے نزدیک یہاں گواہی کے لیے اسلام شرط ہے،خواہ گواہ پرہیز گار ہو، یا فاسق۔ان کا فسق کھلا ہوا ہو، یا چھپا ہوا۔البتہ دونوں گواہ مرد ہوں، یا ایک مرد اور دوعورتیں ہوں۔ دونوں کا آزاد وبالغ اور عاقل ہونا بھی ضروری ہے۔(شرح وقایہ: ۹/۲،انیس) عقد میں یہ کہے: ”الحمد للّٰہ والصلاۃ علی رسول اللّٰہ زوجتک ابنتی فلانۃ“ (حمد وصلوٰۃ کے بعد میں اپنی بیٹی فلاں کی شادی تجھ سے کرتا ہوں)اورشوہر یہ الفاظ کہے:”الحمد والصلاۃ علی رسول اللّٰہ قبلت نکاحھا“ (حمد وصلوٰۃ کے بعد میں نے اس کا نکاح قبول کیا)(یندب تقدیم خطبۃ قبل عقد النکاح.(النھر الفائق،کتاب النکاح: ۱۷۶/۲،دار الکتب العلمیۃ بیروت،انیس) مہر کی وضاحت بھی ہونی چاہیے،مہر معین ہواورکم ہو،حمد وصلوٰۃ خطبہ سے پہلے بھی مستحب ہے۔

تیسرا ادب: یہ ہے کہ لڑکی کواس کے ہونے والے شوہر کے متعلق بتلا دینا چاہیے،اگر چہ وہ کنواری ہی کیوں نہ ہو،(عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:لا تنکح الأیم حتٰی تستأمر ولا تنکح البکر حتٰی تستأذن ...(صحیح البخاری،رقم الحدیث: ۴۸۴۳،والصحیح لمسلم،رقم الحدیث: ۱۴۱۹،انیس)الفت ومحبت قائم رکھنے اور ازدواجی رشتہ کی استواری کے لیے ایسا کرنا مناسب ہے،یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھ لینے کی اجازت دی ہے؛ بلکہ مستحب قرار دیا ہے۔(عن أنس بن مالک أن المغیرۃ بن شعبۃ أراد أن یتزوج امرأۃ فقالہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذھب فانظر إلیھا فإنہ أحریٰ أن یودم بینکما،ففعل فتزوجھا،فذکر من موافقتھا.(سنن ابن ماجۃ،باب النظر الی المرأۃ إذا أراد أن یتزوجھا: ۵۹۹/۱،رقم الحدیث: ۱۸۶۵،انیس)

چوتھا ادب: یہ ہے کہ نکاح کے وقت ان گواہوں کے علاوہ جن کا وجود نکاح کی صحت کے لیے ضروری ہے او راہل علم وفضل بھی موجود ہوں۔(عن عائشۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالغربال(أی الدف).(سنن ابن ماجۃ،باب إعلان النکاح: ۹۰/۳،رقم الحدیث: ۱۸۹۵،انیس) ==

== **پانچواں ادب**: یہ ہے کہ نکاح سے یہ نیت کرے کہ میں سنت کی اتباع،(﴿ولقد أرسلنا رسلاً من قبلک،وجعلنا أزواجا وذرية﴾ ... هٰذه الآية تدل على الترغيب في النكاح والحض عليه وتنهٰى عن التبتل وهٰذه سنة المرسلين،كما نصت عليه هٰذه الآية،انيس)عفّت وعصت کی حفاظت،افزائش نسل اوران تمام فوائد کے حصول کے لیے نکاح کررہا ہوں، جو نکاح سے مقصود ہونے چاہئیں۔(من تزوج فقد استكمل نصف الإيمان فليتق الله،في النصف الثاني.(المعجم الوسيط: ۳۳۲/۷،رقم الحديث: ۸۷۹٤)/تزوجوا فإني مكاثربكم الأمم.(السنن الكبرٰى للبيهقي،باب الرغبة، في النكاح: ۱۲۵/۷،رقم الحديث: ۱۳٤۵۷.انیس) میرا یہ نکاح محض خواہش نفس کی پیروی کے لیے نہیں ہے اور نہ کوئی دنیاوی فائدہ پیش نظر ہے،اگرچہ بغیر نیت کے نکاح خواہش نفس اور دنیاوی ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتا ہے، پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم اس طرح کی نیت کر کے اپنا ثواب ضائع کریں۔(إنما الأعمال بالبينات،وإنما لكل امرئ مانوٰى فمن كانت هجرته إلٰى دنيا يصيبها أوامرأة ينكحها،فهجرته إلٰى ما هاجرإليه.(صحيح البخاري،باب كيف كان بدء الوحي: ٦/١،رقم الحديث: ١.انیس) اکثر امورحق خواہش نفس کے موافق ہوتے ہیں۔(فأقم وجهک للدين حنيفا فطرت الله التي فطرالناس عليها.(سورة الروم: ۳۰،انیس)حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے الفاظ میں امرحق اور خواہش نفس کی مطابقت سونے پرسہاگہ ہے اور یہ کوئی محال یا تعجب خیز بات بھی نہیں کہ دین کا حق اور نفس کی خواہش دونوں ہی کسی امر کی علت قرار پائیں۔

چھٹا ادب: یہ ہے کہ نکاح مسجد میں منعقد ہو،(إعلنوا هٰذه النكاح وجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدف الخ.(سنن الترمذي،باب ماجاء في إعلان النكاح: ۳۹۰/۳،رقم الحديث: ۱۰۸۹،انیس)اس نیک کام کے لیے شوال کا مہینہ زیادہ بہتر ہے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عقد بھی شوال میں کیا اورخلوت بھی اسی مہینے میں فرمائی۔(مسلم شریف)(تزوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم في شوال وبنىٰ بي في شوال،فأي نساء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان أحضى بي عنده مني؟وكانت عائشة تستحب أن تدخل نسائها في شوال.(الصحيح لمسلم،باب استحباب التزوج في شوال: ۱۰۳۹/۲،رقم الحديث:۱٤۲۳،انیس)

منکوحہ کے احوال:

شادی کے لیےلڑکی کے انتخاب سے پہلے دو پہلو پیش نظر رہنے چاہئیں، ایک یہ کہ اس لڑکی سے ازروئے شرع نکاح جائز ہے،یانہیں؟ دوم یہ کہ اس لڑکی کے ساتھ زندگی اچھی طرح گزرسکتی ہے، یانہیں؟ جہاں تک لڑکی کے انتخاب میں شرعی پہلے مدّنظر رکھنے کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ لڑکی نکاح کے تمام موانع سے خالی ہو، نکاح کے انیس مانع ہیں۔ذیل میں ہم ان کی الگ الگ تفصیل عرض کرتے ہیں:

(۱) یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہ ہو۔(﴿والمحصنٰت من النساء الا ماملكت أيمانكم﴾يعني السبي، قال أبوبكر:قوله(حرمت عليكم﴾عموم في جميع مايتناوله الإسم حقيقة.(أحكام القرآن للجصاص: ۱۵۵/۲،دارالكتب العلمية بيروت/﴿والمحصنٰت من النساء الا ماملكت أيمانكم﴾أي وحرم عليكم من الأجنبيات المحصنات وهن المزوجات إلا ماملكت أيمانكم.(تفسير ابن كثير، ۲۲٤/۲،دارالكتب العلمية بيروت)/أمانكاح منكوحة الغير،الخ،فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقدأصلا.(ردالمحتار،باب المهر: ٤۸۲/۲،انیس) ==

== (۲) یہ کہ کسی دوسرے شوہر کی عدت میں نہ ہو، چاہے وفات کی عدت ہو، یا طلاق کی، یا شبہ سے وطی ہونے کی وجہ سے استبراءِ رحم کے لیے وقت گزار رہی ہو، یہی حکم اس باندی کا ہے، جو کسی کی ملک میں ہو اور آقا کے حمل سے برأت منظور ہو۔ (أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فم ينعقد أصلا (إلى أن قال) ولهذا لايجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى،الخ.(ردالمحتارفصل في المحرمات: ۴۸۲/۲ ـانيس)

(۳) یہ کہ کوئی کلمہ کفر زبان سے نکل جانے کی وجہ سے مرتد نہ ہوگئی ہو۔

(۴) یہ کہ مجوسی نہ ہو۔ (وحرم نكاح الوثنية بالاجماع، وفي الفتح:ويدخل فيه عبدة الاوثان وعبدة الشمس،الخ،وكل مذهب يكفربه معتقده.(ردالمحتارفصل في المحرمات: ۳۹۷/۲،انيس)

(۵) یہ کہ بت پرست اور زندیقیہ نہ ہو، کسی غیر آسمانی کتاب یا پیغمبر کو ماننے والی نہ ہو، اسی میں وہ عورتیں بھی داخل ہیں جو اباحت پسند ہیں یعنی اس فرقے میں شامل ہیں جو حرام کو حلال سمجھتا ہے، یا ایسے امور کا اعتقاد رکھتی ہے جن کا اعتقاد شریعت کی نظر میں کفر ہے، ایسی تمام عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔

(۶) یہ کہ ایسی کتابیہ نہ ہو، جس نے اہل کتاب کا دین تحریف وتبدیل کے بعد اختیار کیا ہو، یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اختیار کیا ہو، اور نسباً بنی اسرائیل میں سے نہ ہو، اگر یہ دونوں خصلتیں کسی عورت میں پائی جائیں گی تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا؛ لیکن اگر صرف بنی اسرائیل میں سے نہ ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ (احناف کا مسلک کچھ مختلف ہے، اگر وہ عورت کتابیہ ہونے سے پہلے مسلمان تھی تو اس کا نکاح ناجائز ہوگا، لأنها تكون مرتدة حينئذ، اور اگر کتابیہ ہونے سے پہلے غیر مسلمہ تھی تو اس سے نکاح جائز ہے؛ مگر غیر مستحسن ہے؛ اس لیے منع کیا جاتا ہے اور نسب کے فرق سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص:۲۹۱)

(۷) یہ کہ لونڈی نہ ہو؛ لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ نکاح کرنے والا آزاد، زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت سے نکاح کرنے پر قادر ہو، ہاں اگر ان میں سے پہلی شرط یا آخر کی دو شرطیں مفقود ہوں تو باندی سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ (احناف کے نزدیک آزاد مرد غیر کی لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے؛ لیکن آزاد عورت پر لونڈی لانا جائز نہیں ہے، ہاں اس کے برعکس ہوسکتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص:۲۹۱)

(۸) یہ ہے کہ شوہر کی ملک یمین منکوحہ پر ثابت نہ ہو، نہ اس کے جز پر اور نہ کل پر۔

(۹) یہ کہ منکوحہ ان عزیزوں میں سے نہ ہو، جن سے نکاح کرنا حرام ہے، مثلاً ماں، نانی، دادی، بیٹی، پوتی، نواسی، بہن، بھتیجی، بھانجی اور ان سب کی اولاد، پھوپھی اور خالہ، لیکن مؤخر الذکر دونوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔

(۱۰) یہ کہ کسی عورت سے رضاعت کی بنا پر حرمت ثابت نہ ہو، جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہی رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں؛ لیکن رضاعت کی حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب پانچ بار دودھ پیے۔ پانچ سے کم میں امام شافعیؒ کے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب بچے کے منہ میں دودھ چلا گیا تو رضاعت ثابت ہوگئی چاہے تھوڑا دودھ گیا ہو، یا بہت۔ اسی طرح اگر بچے نے چھاتی سے دودھ پیا ہو، یا چھاتی سے نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا ہو، تب بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ (فتاوی عالمگیری: ۳۵۶/۲)

(۱۱) یہ کہ اسی عورت سے حرمتِ مصاہرت (دامادی) نہ ہو، مثلاً یہ کہ شوہر نے منکوحہ کی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کرلیا ہو، یا شبہ عقد میں ان سے وطی کرچکا ہو، یا اس کی ماں، دادی یا نانی سے نکاح کرلیا ہو، یا شبہ عقد میں ان سے وطی کرلی ہو، محض عقد کرلینے سے اس عورت کی ماں حرام ہوجاتی ہے اور اگر عقد کے ساتھ ساتھ وطی بھی کرلی ہو تو اس کی اولاد بھی حرام ہوجاتی ہے۔ (سوتیلی اولاد سے نکاح درست نہیں ہے چاہے بیوی اس کے پاس رہ چکی ہو یا نہ رہی ہو ہر طرح نکاح حرام ہے۔ (درمختار: ۱۹۲/۲) یا یہ کہ اس سے پہلے شوہر کے باپ، یا بیٹے نے اس عورت سے نکاح کیا ہو۔ ==

== (۱۲) یہ کہ وہ عورت جس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے، پانچویں نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ اس کے نکاح میں پہلے چار عورتیں موجود ہیں تو اب پانچویں سے نکاح جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر ان چار میں سے ایک مر جائے، یا اسے طلاق دے دے تو اب اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

(۱۳) یہ کہ اس عورت کو نکاح کرن والے نے پہلے تین طلاقیں نہ دی ہوں، اگر یہ صورت پیش آئی ہو تو جب تک کوئی دوسرا مرد نکاح صحیح کے بعد اس سے صحبت نہ کرے، اس وقت تک پہلے شوہر سے دوبارہ جائز نہیں ہوگا۔

(۱۴) یہ کہ وہ عورت، یا مرد نکاح کا احرام باندھے ہوئے نہ ہوں۔ نکاح حرام سے آزاد ہونے کے بعد ہی صحیح ہوتا ہے۔ (حالت احرام میں حنفیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہے، شب باشی سے منع کیا جاتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص:۲۹۰)

(۱۵) یہ کہ شوہر کے نکاح میں اس عورت کی بہن، پھوپھی، یا خالہ پہلے سے نہ ہوں؛ کیوں کہ ایسی عورتوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے، جن میں اس طرح کی قرابت ہو کہ ان میں سے ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری سے اس کا نکاح صحیح نہ ہو۔

(۱۶) یہ کہ شوہر نے اس سے لعان نہ کیا ہو؛ کیوں کہ ایسی عورت لعان کے بعد شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔

(۱۷) یہ کہ عورت ثیبہ صغیرہ نہ ہو؛ کیوں کہ اس کا نکاح اب بلوغ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ (احناف کے نزدیک ثیبہ صغیرہ کا نکاح بلوغ سے پہلے صحیح ہے، بشرطیکہ اس کے ولی کروائیں، ورنہ ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص:۲۹۵-۲۹۶)

(۱۸) یہ کہ یتیم نہ ہو، کیوں کہ یتیم بچی کا نکاح بھی بلوغ کے بعد صحیح ہوتا ہے۔

(۱۹) یہ کہ وہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے نہ ہو؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام اہل ایمان کی مائیں ہیں۔ یہ آخری اور انیسویں صورت صرف دور صحابہ میں تھی۔ ہمارے زمانے میں مفقود ہے۔ یہ ان موانع کی تفصیل تھی، جن میں سے کسی ایک یا سب کی موجودگی میں کسی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ ذیل کی سطروں میں ہم ان بہترین خصلتوں کا ذکر کریں گے، جنھیں نکاح میں ملحوظ رکھنا چاہیے؛ تاکہ ازدواجی زندگی پائیدار ہو اور سکون واطمینان سے بھرپور ہو اور ان مقاصد کی صحیح طریقہ پر تکمیل ہو سکے، جو نکاح سے مطلوب ہیں۔

پہلی صفت، دینداری:

عورت میں پہلی صفت یہ ہونی چاہیے کہ وہ نیک اور ایمان دار ہو، یہ صفت باقی تمام اوصاف کی بنیاد ہے، شادی کے لیے عورت کے انتخاب کے وقت یہی وصف پہلے تلاش کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ اگر وہ دین میں کمزور ہوئی، یا اپنی عصمت وعفت کی حفاظت پوری طرح نہ کر سکی تو شوہر کے لیے ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگی، شوہر کی آبرو پر حرف آئے گا، وہ بے غیرت اور بے شرم کہلائے گا او رمعاشرے میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔ زندگی بے مزہ ہو کر رہ جائے گی، گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اب اگر شوہر میں غیرت اور دینی حمیت ہوگی تو وہ یہ کوشش کرے گا کہ کسی طرح اس کی اصلاح ہو جائے، اس کے لیے وہ تمام مصیبتیں برداشت کرے گا، بے غیرت ہوگا تو دین میں سستی کرنے والا اور آبرو باختہ کہلائے گا، اگر خدانخواستہ وہ عورت خوبصورت بھی ہوئی تو شوہر کو یہ ہمت بھی نہ ہو سکے گی کہ وہ اسے طلاق دے دے۔ اس طرح ایک بداطوار اور بددین عورت کے ساتھ اسے زندگی کے دن گزارنے ہوں گے۔ ایک شخص سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک بیوی ہے؛ لیکن میں اتنا بے اختیار ہوں کہ اسے کوئی شخص بھی ہاتھ لگائے میں روک نہیں سکتا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشورہ کہ ایسی عورت ==

== کوطلاق دے دو،اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! طلاق کیسے دوں؟ مجھے اس سے محبت بھی ہے۔آپ صلی اللہ علہ وسلم نے فرمایا: اگر تجھے محبت ہے تو ڈالے رکھ۔(عن هارون بن رئاب عن عبدالله بن عبيد بن عمير وعبدالكريم عن عبدالله بن عبيد بن عميرعن أبن عباس،عبدالكريم يرفعه إلى ابن عباس وهارون لم يرفعه،قالا: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن عندى امرأة هى من أحب الناس إلى،وهى لا تمنع يد لامس،قال: طلقها،قال: لاأصبر عنها،قال: استمتع بها". (سن النسائى،تزويج الزانية،رقم الحديث: ۳۲۲۹) امام نسائی علیہ الرحمہ نے اس کے متعلق کہا ہے: "هذا الحديث ليس بثابت وعبدالكريم ليس بالقوى وهارون بن رئاب أثبت منه وقد أرسل الحديث،وهارون ثقة وحديثه أولىٰ بالصواب من حديث عبدالكريم" انیس) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا مشورہ اس لیے واپس لے لیا کہ طلاق دینے میں شوہر کے بگڑنے کا خطرہ ہے۔اس کی والہانہ فریفتگی کا تقاضا یہ ہوتا کہ وہ طلاق کے بعد بھی اس کی جستجو میں رہتا اور اس طرح گناہ میں ملوث ہوتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بہتر سمجھا کہ نکاح باقی رہے اور کسی دوسری تدبیر سے یہ خرابی دور ہو اور اگر عورت فضول خرچ ہے اور اپنے شوہر کا مال معصیت میں خرچ کررہی ہے،تب بھی ازدواجی زندگی اچھی نہیں کہی جاسکتی؛ کیوں کہ اگر مرد اس کی حرکتوں پر خاموش رہے گا تو یہ اس کی معصیت میں شریک کہلائے گا،ساتھ ہی باری تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب بھی ہوگا؛ کیوں کہ حکم یہ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾(سورة التحريم: ٦)

(اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔)

اور اگر منع کرے گا تو ناچاقی پیدا ہوگی، گھر کے حالات خراب ہوں گے۔غالباً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت سے شادی کرنے کے لیے اسی لیے تاکید فرمائی ہے۔ارشاد ہے:

"تنكح المرأة لمالها وجمالها وحسبها ودينها فعليك بذات الدين، تربت يداك". (صحيح البخارى، باب الأكفاء فى الدين،رقم الحديث: ٥٠٩٠ / صحيح لمسلم،باب استحباب نكاح ذات الدين،رقم الحديث: ١٤٦٦،عن أبى هريرة)

(عورت سے اس کے مال،اس کے حسن،اس کے حسب ونسب اور اس کے دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو اس کے دین کی وجہ سے نکاح کر۔)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"من تزوج امرأة لعزها لم يزده الله إلا ذلًّا، ومن تزوجها لما لها لم يزده الله إلا فقراً، ومن تزوجها لحسبها لم يزده الله إلا دناءة، ومن تزوج امرأة لم يرد بها إلا أن يغض بصره ويحصن فرجه أويصل رحمه بارك الله له فيها وبارك لها فيه". (المعجم الأوسط للطبرانى عن أنس بن مالك رضى الله عنه،رقم الحديث: ٢٣٤٢)

(جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی بنا پر شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے شادی کرے تو اللہ اس کی تنگ دستی زیادہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرے تو اللہ اس شخص کی دنات میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے غض بصر،حفاظت فرج اور صلہ رحمی کے خیال سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے اس کی بیوی میں اور بیوی کے لیے اس کے شوہر میں برکت عطا کرے گا۔) ==

== ایک حدیث میں یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

"لا تنكح المرأة لجمالها فلعل جمالها يرديها ولا لمالها فلعل مالها يطغيها وانكح المرأة لدينها".

(ابن ماجة،عبد الله بن عمرو)(عن عبدالله بن عمرو قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لا تزوجوا النساء لحسنهن،فعسى حسنهن أن يرديهن،ولا تزوجوهن لأموالهن فعسى أموالهن أن تطغيهن،ولكن تزوجوهن على الدين ولأمة خرماء سوداء ذات دين أفضل.(سنن ابن ماجة،باب تزويج ذات الدين،رقم الحديث:۱۸۵۹،انیس)

(عورت سے اس کے حسن کی وجہ سے شادی نہ کرو کہ شاید اس کا حسن اسے ہلاک نہ کردے اور نہ اس کے مال کی بنا پر شادی کرو،شاید اس کا مال اسے سرکش نہ بنادے،عورت سے اس کی دینداری کی وجہ سے شادی کرو۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینداری کی ترغیب اس لیے دی کہ دیندار عورت شوہر کے لیے دینی نقطہ نظر سے مددگار ثابت ہوتی ہے،اگر متدین نہ ہوئی تو خود بھی گمراہ ہوگی اور شوہر کو بھی صراطِ مستقیم پر چلنے نہیں دے گی۔(الْأُولَى:أَنْ تَكُونَ صَالِحَةً ذَاتَ دِينٍ فَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ وَبِهِ يَنْبَغِي أَنْ يَقَعَ الِاعْتِنَاءُ فَإِنَّهَا إِنْ كَانَتْ ضَعِيفَةَ الدِّينِ فِي صِيَانَةِ نَفْسِهَا وَفَرْجِهَا أَزْرَتْ بِزَوْجِهَا وَسَوَّدَتْ بَيْنَ النَّاسِ وَجْهَهُ وشوشت بالغيرة قلبه وتنغص بِذَلِكَ عَيْشُهُ فَإِنْ سَلَكَ سَبِيلَ الْحَمِيَّةِ وَالْغَيْرَةِ لم يزل في بلاء ومحنة وَإِنْ سَلَكَ سَبِيلَ التَّسَاهُلِ كَانَ مُتَهَاوِنًا بِدِينِهِ وعرضه ومنسوبا إلى قلة الحمية والأنفة وإذا كانت مع الفساد جميلةً كان بلاؤها أشد إذ يشق على الزوج مفارقتها فلا يصبر عنها ولا يصبر عليها ويكون كالذى جاء إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقال يا رسول الله إن لى امرأةلا ترد يد لامس،قال:طلقها،فقال إنى أحبها،قال أمسكها،وإنما أمره بإمساكها خوفاً عليه بأنه إذا طلقها أتبعها نفسه وفسد هو أيضاً معها فرأى ما فى دوام نكاحه من دفع الفساد عنه من ضيق قلبه أولى وَإِنْ كَانَتْ فَاسِدَةَ الدِّينِ بِاسْتِهْلَاكِ مَالِهِ أَوْ بِوَجْهٍ آخَرَ لَمْ يَزَلِ الْعَيْشُ مُشَوَّشًا مَعَهُ،فَإِنْ سَكَتَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ كَانَ شَرِيكًا فِي الْمَعْصِيَةِ مُخَالِفًا لِقَوْلِهِ تَعَالَى قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ ناراً وَإِنْ أَنْكَرَ وَخَاصَمَ تَنَغَّصَ الْعُمُرُ وَلِهَذَا بَالَغَ رسول الله صلى الله عليه وسلم فى التَّحْرِيضِ عَلَى ذَاتِ الدِّينِ فَقَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لمالها وجمالها وحسبها،ودينها فعليك بذات الدين تربت يداك.وفى حديث آخر من نكح المرأة لمالها وجمالها حرم جمالها ومالها ومن نكحها لدينها رزقه الله مالها وجمالها. وقال صلى الله عليه وسلم:لا تنكح المرأة لجمالها فلعل جمالها يرديها ولا لمالها فلعل مالها يطغيها وانكح المرأة لدينها حديث لا تنكح المرأة لجمالها فلعل جمالها يرديهاأخرجه ابن ماجة من حديث عبد الله بن عمرو بسند ضعيف،وإنما بالغ فى الحث على الدين لأن مثل هذه المرأة تكون عوناً على الدين فأما إذا لم تكن متدينة كانت شاغلة عن الدين ومشوشة له.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۳۷/۳-۳۸،دارالمعرفة بيروت،انیس)

دوسری صفت، خوش اخلاق:

یہ اہم ترین وصف ہے، جو تدین کے بعد عورت میں مطلوب ہونا چاہیے، گھریلو الجھنوں سے نجات، فارغ البالی، دین پر استقامت وغیرہ کی بنیاد عورت کی خوش خلقی ہی ہے۔ اگر عورت زبان دراز، بداخلاق اور کفرانِ نعمت کرنے والی ہوئی تو اس سے نفع کم ہوگا نقصان زیادہ ہوگا۔ یوں بھی عورتوں کے عادتوں پر صبر کرنا ایک آزمائش ہے، اللہ کے بہت سے نیک بندے اس طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ چھ طرح کی عورتوں سے شادی مت کرو۔ ==

== (۱) انانۃ سے۔ یہ وہ عورت ہے جو ہر وقت روتی چلاتی ہے، ہر لمحہ شکوے اس کی زبان پر رہیں، دائم المریض ہو، یا بتکلف مریض بنی رہتی ہو، ایسی عورت میں کوئی خیر و برکت نہیں ہے۔

(۲) منانۃ سے۔ یہ وہ عورت ہے جو اپنے شوہر پر احسان جتلاتی ہو کہ میں نے تیرے لیے یہ کیا، وہ کیا۔

(۳) حنانۃ سے۔ یہ وہ عورت جو اپنے پہلے شوہر، یا پہلے شوہر کی اولاد سے محبت رکھتی ہو، ایسی عورت سے بھی اجتناب رکھنا چاہیے۔

(۴) حداقۃ سے۔ یہ وہ عورت جو ہر چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے اور شوہر کو خریدنے پر مجبور کرے۔

(۵) براقۃ سے۔ ان کے دو معنی ہیں: اہل عرب کے محاورہ کے مطابق اس سے وہ عورت مراد ہے، جو صبح و شام بناؤ سنگھار میں مصروف رہے۔ اہل یمن اس سے وہ عورت مراد لیتے ہیں، جو کھانے کے وقت ناراض ہو جائے اور ہزار خوشامد کے باوجود سب کے ساتھ مل کر کھانا نہ کھائے، جب سب لوگ کھالیں تو تنہا پیٹ بھر لے اور ہر چیز میں سے اپنا پورا حصہ الگ کر لے۔

(۶) متشدقہ سے۔ اس سے مراد وہ عورت ہے، جو ہر وقت بک بک کرتی رہے، ایک لمحے کے لیے بھی خاموش نہ رہے، حدیث شریف میں متشدقین کی مذمت کی گئی ہے۔

"إن أبغضكم إلي وأبعدكم مني يوم القيامة الثرثارون والمتشدقون والمتفيقهون". (ترمذی، جابرؓ)(عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن من أحبكم إلي وأقربكم مني مجلسا يوم القيامة أحاسنكم أخلاقا وإن من أبغضكم إلي وأبعدكم مني مجلسا يوم القيامة الثرثارون والمتشدقون والمتفيهقون، قالوا: يارسول الله! قد علمنا الثرثارون والمتشدقون فما المتفيهقون؟ قال: المتكبرون. (سنن الترمذي، باب ماجاء في معالي الأخلاق، رقم الحديث: ۲۰۱۸، انيس)

(قیامت کے روز میرے نزدیک مبغوض ترین اور مجھ سے دور تر وہ لوگ ہوں گے، جو بکواس کرنے والے ہوں، زیادہ بولنے والے ہوں اور خود ساختہ فقیہ ہوں۔)

کہتے ہیں کہ ازدی نامی ایک سیاح گھومتا پھرتا جب حضرت الیاس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مجرد رہنے سے منع کیا اور شادی شادہ زندگی گزارنے کی نصیحت کی۔ یہ بھی فرمایا کہ چار طرح کی عورتوں سے نکاح مت کرنا: ایک اس عورت سے جو ہر وقت بغیر کسی وجہ کے خلع کا مطالبہ کرتی رہے۔ دوسری وہ عورت جو شیخی بگھارنے میں ماہر ہو اور دنیاوی مال و دولت کی بنیاد پر اپنی ہم عصر عورتوں پر یا خود شوہر پر اکڑ جمائے۔ تیسری وہ عورت جو بد چلن ہو اور لوگوں سے گندے تعلقات رکھنے میں مشہور ہو۔ اس طرح کی عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ﴾ (سورة النساء: ۲۵)(قال ابن عباس: المسافحات هن الزواني المعلنات يعني الزواني اللاتي لا يمنعن من أرادهن بالفاحشة ومتخذات أخدان يعني أخلاء وكذا روى عن أبي هريرة ومجاهد والشعبي والضحاك وعطاء الخراساني ويحى بن أبي كثير ومقاتل بن حيان والسدى، قالوا: أخلاء، وقال الحسن البصري: يعني الصديق، وقال الضحاك أيضا ﴿ولا متخذات أخدان﴾ ذات الخليل والواحد المقرة به، نهى الله عن ذلك يعني تزويجها مادامت كذلك. (تفسير ابن كثير، سورة النساء: ۲/۲۲۸، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں۔) ==

== چوتھی وہ عورت جوشوہر کی نافرمان ہواوراس پر بالا دستی قائم کرنا چاہتی ہو۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو عادتیں مردوں کے حق میں بری سمجھی جاتی ہیں، وہ عورتوں کے حق میں اچھی ہیں، مثلاً بخل، تکبر اور بزدلی؛ اس لیے کہ عورت بخیل ہوگی تو اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور موقع بے موقع خرچ کر کے ضائع کرنے سے گریز کرے گی ،مغرور ہوگی تو دوسرے لوگوں کو اپنی نرم اور شریں گفتاری سے متاثر نہ کر سکے گی، بزدل ہوگی تو شوہر کے خوف سے لرزاں رہے گی، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے گی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کی کوشش کرے گی۔(الثانية: حسن الخلق وذلك أصل مهم في طلب الفراغة والاستعانة على الدين فإنها إذا كانت سليطة بذية اللسان سيئة الخلق كَافِرَةً لِلنِّعَمِ كَانَ الضَّرَرُ مِنْهَا أَكْثَرَ مِنَ النَّفْعِ وَالصَّبْرُ عَلَى لِسَانِ النِّسَاءِ مِمَّا يُمْتَحَنُ به الأولياء. قال بعض العرب: لا تنكحوا من النساء ستة لا أنانة ولا منانة ولا حنانة ولا تنكحوا حداقة ولا براقة ولا شداقة،أما الأنانة فهي التي تكثر الأنين والتشكي وتعصب رأسها كل ساعة فنكاح الممراضة أو نكاح المتمارضة لا خير فيه والمنانة التي تمن على زوجها فتقول فعلت لأجلك كذا وكذا والحنانة التي تحن إلى زوج آخر أو ولدها من زوج آخر وهذا أيضا مما يجب اجتنابه والحداقة التي ترمي إلى كل شيء بحدقتها فتشتهيه وتكلف الزوج شرائه والبراقة تحتمل معنيين،أحدهما أن تكون طول النهار في تصقيل وجهها وتزيينه ليكون لوجهها بريق محصل بالصنع،والثاني أن تغضب على الطعام فلا تأكل إلا وحدها وتستقل نصيبها من كل شيء وهذه لغة يمانية يقولون برقت المرأة وبرق الصبي الطعام إذا غضب عنده والشداقة المتشدقة الكثيرة الكلام ومنه قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تعالى يبغض الثرثارين المتشدقين. وحكى أن السائح الأزدي لقي إلياس عليه السلام في سياحته فأمره بالتزوج ونهاه عن التبتل ثم قال: لا تنكح أربعا المختلعة والمبارية والعاهرة والناشز فأما المختلعة فهي التي تطلب الخلع كل ساعة من غير سبب والمبارية المباهية بغيرها المفاخرة بأسباب الدنيا والعاهرة الفاسقة التي تعرف بخليل وخدن وهي التي قال الله تعالى ﴿ولا متخذات أخدان﴾ والناشز التي تعلو على زوجها بالفعال والمقال والنشز العالي من الأرض،وكان علي رضي الله عنه يقول شر خصال الرجال خير خصال النساء البخل والزهو والجبن فإن المرأة إذا كانت بخيلةً حفظت مالها ومال زوجها وإذا كانت مزهوة استنكفت أن تكلم كل أحد بكلام لين مريب وإذا كانت جبانة فرقت من كل شيء فلم تخرج من بيتها واتقت مواضع التهمة خيفةً من زوجها فهذه الحكايات ترشد إلى مجامع الأخلاق المطلوبة في النكاح.(إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ۳۸/۲،دارالمعرفة بيروت،انيس)

تیسری صفت، حسن وجمال:

عورت میں حسن و جمال بھی مطلوب ہے؛ کیوں کہ حسین بیوی مل جانے کے بعد مرد زنا اور اس کے لوازمات سے محفوظ رہتا ہے۔طبعی طور پر انسان خوبصورتی کا دلدادہ ہوتا ہے، بدصورت عورت ملے تو یہ ممکن ہے کہ وہ دوسری خوبصورت عورتوں کی تلاش میں رہے اور موقع ملنے پر ان کے ساتھ ملوث ہو جائے۔حسن صورت کی طلب اس لیے بھی ہوتی ہے کہ عموماً جس کی صورت اچھی ہوگی، اس کی سیرت بھی اچھی ہوگی۔گزشتہ صفحات میں ہم اس پہلو پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ شادی کے لیے لڑکی کے انتخاب میں تدین کا لحاظ رہنا چاہیے اور یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ کسی صورت سے اس کے حسن و جمال کے لیے شادی مت کرو، ان آثار واقوال کا ==

== یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حسن وجمال شجر ممنوعہ ہیں؛ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر عورت صرف خوبصورت ہو دینداری نہ ہو تو محض اس کی خوبصورتی سے متاثر ہوکر نکاح نہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ تنہا حسن نکاح کے مقاصد کی تکمیل نہیں کرتا؛ بلکہ اس کے لیے دینداری زیادہ اہم ہے۔خوبصورتی کی رعایت کی اس لیے بھی کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے میاں بیوی میں عام طور پر رشتہ محبت زیادہ استوار ہوتا ہے۔ شریعت نے محبت کے اسباب کو بھی اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے نکاح سے پہلے منسوبہ کو دیکھ لینے کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی ہے؛ بلکہ اس عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔

حدیث میں ہے:

''إذ وقع الله في نفس أحدكم من امراة فلينظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينهما''. (تم میں سے کسی کے دل میں اگر اللہ تعالیٰ کسی عورت سے شادی کی خواہش پیدا کرے تو اسے دیکھ لینا چاہیے۔) (ابن ماجہ، محمد بن سلمہؓ، سند ضعیف؛ مگر ''فإنه أحرى أن يودم بينهما'' کے الفاظ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی روایت) (عن محمد مسلمة قال: خطبت امرأة فجعلت أتخبأ لها، حتى نظرت إليها في نخل لها، فقيل له: أتفعل هذا وأنت صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا ألقى الله في قلب امرىء خطبة امرأة فلا بأس أن ينظر إليها. (سنن ابن ماجة، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج، رقم الحديث: ١٨٦٤) قال محمد فؤاد عبدالباقي في التعليق: في الزوائد في إسناده حجاج وهو ابن أرطاط الكوفي ضعيف ومدلس ورواه بالعنعنة لكن لم ينفرد به حجاج فقد رواه ابن حبان في صحيحه بإسناد آخر. (سنن ابن ماجة: ٥٩٩/١، دار إحياء الكتب العربية فيصل عيسىٰ البابي الحلبي، انيس) / عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم امرأة فإن استطاع أن ينظر إلى بعض ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل، فخطبتُ امرأة من بني سليم، فكنت أتخبأ لها في أصول النخل، حتى رأيت منها مادعاني إلى نكاحها فتزوجتها. هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، وإنما أخرج مسلم في هذا الباب حديث يزيد بن كيسان عن أبي حازم مختصرا. (المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ٢٦٩٦، انيس) / عن أنس بن مالك أن المغيرة بن شعبة أراد أن يتزوج امرأة فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: اذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما، ففعل فتزوجها فذكر من موافقتها. (سنن ابن ماجة، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج، رقم الحديث: ١٨٦٥ / سنن الترمذي، باب ما جاء في النظر إلى المخطوطة، رقم الحديث: ١٠٨٧ / مسند الإمام أحمد، رقم الحديث، حديث المغيرة بن شعبة: ١٨١٥٤ / سنن النسائي، إباحة النظر قبل التزويج، رقم الحديث: ٣٢٣٥، بلفظ: فانظر إليها فإنه أجدر أن يؤدم بينكما. انيس)

کیوں کہ دیکھ لینے سے طرفین میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

'يؤدم' لفظ 'أدمة' سے مشتق ہے۔ یہ لفظ جلد کے اس باطنی حصے کے لیے بولا جاتا ہے جو گوشت سے متصل ہو۔ (والأدمة محركة: باطن الجلدة التي تلي اللحم أو ظاهرها الذي عليه الشعر وما ظهر من جلدة الرأس وباطن الأرض. (القاموس المحيج، فصل الهمزة: ١٠٧٤، مؤسسة الرسالة، انيس) مطلب یہ ہے کہ جس طرح جلد کا اندرونی حصہ اور گوشت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، میاں بیوں میں بھی اسی طرح کا احسن اتصال قائم ہوگا، یہ لفظ طرفین کی محبت کے لیے ایک بلیغ تعبیر ہے۔ (فإنه أحرى أن يؤدم بينكما، أي يكون بينكما المحبة والموافقة. (شرح السنة للبغوي، باب النظر إلى المخطوطة: ١٧/٩، المكتب الإسلامي دمشق / وفي حديث الخطبة: فإنه أحرى أن يؤدم بينكما، أي أن يوافق وتتمكن محبتكما. (مشارق الأنوار على صحاح الآثار: ٢٤/١، دار النشر، انيس) ==

== ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انصاری عورتوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

"إن فی أعین الأنصار شیئا فاذا أراد أحدکم أن یتزوج منهن فلینظر إلیهن". (مسلم،ابوہریرۃ)(عن أبی هريرة قال: كنت عندالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم فأتاه رجل فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار،فقال له رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:أنظرت إلیها؟قال: لا،قال:فاذهب فانظر إلیها،فإن فی أعین الأنصار شیئاً .(صحیح لمسلم،باب ندب النظر إلی وجه المرأة وکفیها،رقم الحدیث: ۱۴۲۴،انیس))

(انصار(یعنی انصاری عورتوں) کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے، جب تم میں سے کوئی کسی انصاری خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے دیکھ لے۔)

کہتے ہیں کہ انصاری آنکھیں چھوٹی تھیں،بعض لوگوں نے کہا کہ ان میں چندھیاہٹ تھی۔(قال:یعنی أعینهم صغار. (مستخرج أبی عوانة: ۱۷/۳،دارالمعرفة بیروت)،أراد صغرها أو زرقتها.(مجمع بحار الأنوار،مادة شیب: ۲۷۴/۳، دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد،انیس) بہرحال یہ دونوں ہی چیزیں چہرے کی خوبصورتی کو متاثر کرتی ہیں؛اسی لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ان دونوں عیبوں سے آگاہ بھی فرمایا اور دیکھنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی؛ تاکہ بعد میں رنجش نہ ہو۔ ماضی میں بعض نیک اور متقی پرہیزگار لوگوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شرفا کی بیٹوں کو بھی دیکھے بغیر شادی نہیں کرتے تھے؛ تاکہ دھوکے سے محفوظ رہیں۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ جو شادی دیکھے بغیر ہوتی ہے،اس کا خاتمہ رنج والم پر ہوتا ہے۔

یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک نظر دیکھ لینے سے محض ظاہری حسن و جمال ہی کا علم ہوسکتا ہے۔ سیرت وکردار اور اخلاق و دیانت کا اس مختصر وقفے میں کیا اندازہ ہوگا۔اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ شریعت نے حسن و جمال کی رعایت بھی کی ہے۔

روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے خضاب کر کے کسی جوان لڑکی سے شادی رچالی تھی۔ چند دن بعد خضاب اترا تو سفیدی ظاہر ہوئی،لڑکی کے گھر والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے تو اس شخص کو جوان سمجھ کر شادی کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور قرار واقعی سزا دی۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں حضرات کسی قبیلے میں گئے اور لوگوں سے کہا کہ میں بلال ہوں اور یہ میرے بھائی صہیب ہیں، ہم گمراہ تھے، اللہ نے ہمیں ہدایت سے نوازا، ہم غلام تھے، اللہ نے ہمیں آزاد کیا، ہم ملفوک الحال تھے، اللہ نے ہمیں فارغ البالی عطا فرمائی، اگر تم اپنی لڑکیوں سے ہماری شادی کر دو تو الحمد للہ اور نہ کرو تو سبحان اللہ، ہم واپس چلے جائیں گے۔قبیلہ والوں نے کہا: آپ واپس نہ جائیں، ہم اپنی لڑکیوں سے آپ کی شادی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بعد میں صہیبؓ نے بلالؓ سے کہا کہ اگر آپ اپنے اور میرے تعارف میں ان قربانیوں کا ذکر بھی کر دیتے، جو ہم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دی ہیں تو بڑا اچھا ہوتا۔ بلالؓ نے فرمایا: چپ رہو صہیب! تم نے سچ بولا، یہی سچائی تمہاری شادی کرا رہی ہے۔

جہاں تک فریب کا تعلق ہے وہ ظاہری شکل وصورت میں بھی ہوسکتا ہے، اور باطنی سیرت وکردار میں بھی۔ ظاہر کا فریب دیکھ لینے سے دور ہوسکتا ہے اور باطن کا فریب دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص سے جو عقلمند، راست گو اور ظاہر باطن کے احوال سے واقف ہو حالات معلوم کئے جائیں، ایسے شخص کا غیر جانبدار ہونا بھی ضروری ہے؛ تاکہ نہ وہ عورت کی تعریف میں مبالغہ کرے اور نہ اس کی طرف غلط باتیں منسوب کرے۔ یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ آج کل شادی بیاہ کے معاملات میں لوگوں کی طبیعتوں میں افراد و تفریط زیادہ ہے، اس سلسلے میں سچ بولنے والے لوگ بہت کم ہیں، فریب دہی اور مغالطہ انگیزی کی کوششیں زیادہ ہونے لگی ہیں۔ ==

== بہر حال جو شخص اپنے نفس پر قابو نہ رکھتا ہو اور اسے یہ ڈر ہو کہ بدصورت، یا معمولی شکل وصورت رکھنے والی بیوی اسے اجنبی عورتوں کو دیکھنے اور ان کے پیچھے دوڑنے سے نہ روک سکے گی تو اس سلسلے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہاں اگر کوئی شخص ادائے سنت حصول اولاد اور گھریلو نظم کے لیے نکاح چاہتا ہو تو اسے حسن وجمال کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بات زہد وتقویٰ سے قریب تر بھی ہے کہ کیوں کہ حسن وجمال بہر حال دنیاوی چیزیں ہیں اور عارضی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات حسن وجمال سے دین پر مدد ملتی ہے، حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زہد ہر چیز میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس بوڑھی عورت میں بھی ہوتا ہے، جس سے کوئی شخص دنیا میں زہد اختیار کرنے کے لیے شادی کرلے۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تم لوگ یتیم اور مفلس لڑکی سے شادی نہیں کرتے، حالاں کہ اسے اپنانے میں اجر وثواب کے علاوہ دنیاوی نقطہ نظر سے بھی بڑی سہولت ہے، اگر تم اسے معمولی کھانا کھلا دو، معمولی کپڑے پہنا دو تو وہ کوئی شکایت نہیں کرے گی، اس کے برعکس تم دنیادار امراء اور ذی حیثیت لوگوں کی بیٹیوں سے شادی کرتے ہو، حالاں کہ وہ تمہیں اپنی خواہشات کے بوجھ میں دبا دیتی ہیں اور نئے سے نئے کپڑے اور اچھے سے اچھے کھانے کی فرمائش کر کے تمہارا ناطقہ بند کر دیتی ہیں۔ امام احمدؒ نے دو حقیقی بہنوں کے متعلق دریافت فرمایا کہ ان میں عقلمند کون سی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: فلاں لڑکی عقلمند ہے؛ لیکن بدقسمتی سے آنکھوں سے محروم ہے، فرمایا: میرا نکاح اسی اندھی لڑکی سے کردو۔ یہ ان لوگوں کا اسوہ ہے، جو ضرورت کی تکمیل کے لیے شادی کرتے ہیں، لذت کے لیے نہیں کرتے؛ لیکن وہ لوگ جو لذت کے بغیر اپنے دین کی حفاظت نہ کر سکیں، انہیں جمال بھی طلب کرنا چاہیے؛ کیوں کہ مباح ذرائع سے لذت حاصل کرنا دین کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر عورت خوبصورت ہو، خوش اخلاق ہو، اس کے گیسو سیاہ اور دراز ہوں، اس کی آنکھیں روشن، کشادہ اور سیاہ ہوں، اس کا رنگ سفید ہو، شوہر کو ٹوٹ کر چاہتی ہو تو وہ دنیا میں جنت کی حوروں کا نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت کے حوروں کے یہی اوصاف بیان فرمائے ہیں:

﴿خیراتٌ حِسَانٌ﴾ (سورة الرحمن: ٦٩) ﴿قاصراتُ الطَّرْفِ﴾ (سورة الرحمن: ٥٦) ﴿عُرُباً اَتْرَاباً﴾ (سورة الواقعة: ٣٧) ﴿حُوْرٌ عِيْنٌ﴾ (سورة الواقعة: ٢٢)

ان آیات میں خیرات سے مراد خوش اخلاق اور حسان سے مراد خوبصورت عورتیں۔ قاصرات الطرف سے وہ عورتیں مراد ہیں، جو صرف شوہر کو مرکز نظر بنائیں، عرب جمع عروب کی ہے، اس سے مراد وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کی عاشق، ان سے ہم بستری کی خواہش رکھتی ہوں، یہی صفت کمال بھی ہے جو مطلوب ہونی چاہیے، حور اس عورت کو کہتے ہیں، جس کی آنکھ میں سفیدی بھی زیادہ ہو اور سیاہی بھی زیادہ اور عیناء اس عورت کو کہتے ہیں، جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔ صحیح معنی میں عورت میں وہ صفتیں ہونی چاہیں، جن کی نشاندہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے:

”خیر نسائکم التی إذا نظر إلیها زوجها سرته وان أمر ها اطاعته وإذا غاب عنها حفظ فی نفسها ومالہ“. (تمہاری بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوشی بخشے، جب کوئی حکم دے تو اس کی تعمیل کرے، جب اس کے پاس نہ ہو تو نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔) (نسائی، ابوہریرہ) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ. (سنن النسائی، أی النساء خیر، رقم الحدیث: ٣٢٣١) ==

== عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ (التوبة: ٣٤) قَالَ: كَبُرَ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَا أُفَرِّجُ عَنْكُمْ، فَانْطَلَقَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّهُ كَبُرَ عَلَى أَصْحَابِكَ هَذِهِ الْآيَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ، وَإِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ لِتَكُونَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ، فَكَبَّرَ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ. (سنن أبي داؤد، باب في حقوق المال، رقم الحديث: ١٦٦٤)/عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا، وَلَا فِي مَالِهِ. (مسند الإمام أحمد، مسند أبي هريرة، رقم الحديث: ٩٥٨٧، انیس)

ہمارے خیال میں مرد اپنی بیوی کو دیکھ کر اسی وقت خوش ہوگا، جب وہ اس سے محبت کی باتیں کرے گی۔ (الثَّالِثَةُ حُسْنُ الْوَجْهِ فَذَلِكَ أَيْضًا مَطْلُوبٌ إِذْ بِهِ يَحْصُلُ التَّحَصُّنُ وَالطَّبْعُ لَا يَكْتَفِي بِالدَّمِيمَةِ غالباً كيف والغالب أن حسن الخلق والخلق لا يفترقان، وما نقلناه من الحث على الدين وأن المرأة لا تنكح لجمالها ليس زاجر عَنْ رِعَايَةِ الْجَمَالِ بَلْ هُوَ زَجْرٌ عَنِ النِّكَاحِ لِأَجْلِ الْجَمَالِ الْمَحْضِ مَعَ الْفَسَادِ فِي الدِّينِ فَإِنَّ الْجَمَالَ وَحْدَهُ فِي غَالِبِ الْأَمْرِ يُرَغِّبُ فِي النِّكَاحِ وَيُهَوِّنُ أَمْرَ الدِّينِ وَيَدُلُّ على الالتفات إلى معنى الجمال أن الألفة والمودة تحصل بِهِ غَالِبًا وَقَدْ نَدَبَ الشَّرْعُ إِلَى مُرَاعَاةِ أَسْبَابِ الْأُلْفَةِ وَلِذَلِكَ اسْتَحَبَّ النَّظَرَ فَقَالَ إِذَا أوقع اللّٰهُ فِي نَفْسِ أَحَدِكُمْ مِنِ امْرَأَةٍ فَلْيَنْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أن يؤدم بينهما: أي يؤلف بينهما من وقوع الأدمة على الأدمة وهي الجلدة الباطنة، والبشرة الجلدة الظاهرة وإنما ذكر ذلك للمبالغة في الائتلاف، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي أعين الأنصار شيئاً فإذا أراد أحدكم أن يتزوج منهن فلينظر إليهن، قيل كان في أعينهن عمش، وقيل صغر وَكَانَ بَعْضُ الْوَرِعِينَ لَا يَنْكِحُونَ كَرَائِمَهُمْ إِلَّا بعد النظر احترازاً من الغرور. قال الْأَعْمَشُ: كُلُّ تَزْوِيجٍ يَقَعُ عَلَى غَيْرِ نَظَرٍ فآخره هم وغم، ومعلوم أن النظر لا يعرف الخلق والدين والمال وإنما يعرف الجمال من القبح، وَرُوِيَ أَنَّ رَجُلًا تَزَوَّجَ عَلَى عَهْدِ عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ قَدْ خَضَبَ فَنَصَلَ خِضَابُهُ فَاسْتَعْدَى عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَرْأَةِ إِلَى عمر وَقَالُوا حَسِبْنَاهُ شَابًّا فَأَوْجَعَهُ عمر ضَرْبًا وَقَالَ غررت القوم وروى أن بلالاً وصهيباً أتيا أهل بيت من العرب فخطبا إليهم فقيل لهما من أنتما فقال بلال أنا بلال وهذا أخي صهيب كنا ضالين فهدانا اللّٰه وكنا مملوكين فأعتقنا اللّٰه وكنا عائلين فأغنانا اللّٰه فإن تزوجونا فالحمد للّٰه وإن تردونا فسبحان اللّٰه فقالوا بل تزوجان والحمد للّٰه، فقال صهيب لو ذكرت مشاهدنا وسوابقنا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال اسكت فقد صدقت فأنكحك الصدق، وَالْغُرُورُ يَقَعُ فِي الْجَمَالِ وَالْخُلُقِ جَمِيعًا فَيُسْتَحَبُّ إِزَالَةُ الْغُرُورِ فِي الْجَمَالِ بِالنَّظَرِ وَفِي الْخُلُقِ بالوصف والإستيصاف فينبغي أن يقدم ذلك على النكاح وَلَا يَسْتَوْصِفُ فِي أَخْلَاقِهَا وَجَمَالِهَا إِلَّا مَنْ هو بصير صادق خبير بالظاهر والباطن ولا يَمِيلُ إِلَيْهَا فَيُفْرِطَ فِي الثَّنَاءِ وَلَا يَحْسُدُهَا فيقصر فالطباع مائلة في مبادي النكاح ووصف المنكوحات إلى الإفراط والتفريط وقل من يصدق فيه ويقتصد بَلِ الْخِدَاعُ وَالْإِغْرَاءُ أَغْلَبُ وَالِاحْتِيَاطُ فِيهِ مُهِمٌّ لمن يخشى على نفسه التشوف إلى غير زوجته، فأما من أراد من الزوجة مجرد السنة أو الولد أو تدبير المنزل فلو رغب عن الجمال فهو إلى الزهد أقرب لأنه على الجملة باب من الدنيا وإن كان قد يعين على الدين في حق بعض الأشخاص، قال أبو سليمان الداراني الزهد في كل شيء حتى في المرأة يتزوج الرجل العجوز إيثاراً للزهد في الدنيا. ==

== وقد كان مالك بن دينار رحمه الله يقول:يترك أحدكم أن يتزوج يتيمة فيؤجر فيها إن أطعمها وكساها تكون خفيفة المؤنة ترضى باليسير ويتزوج بنت فلان وفلان يعنى أبناء الدنيا فتشتهى عليه الشهوات وتقول اكسنى كذا وكذا واختار أحمد بن حنبل عوراء على أختها وكانت أختها جميلة فسأل من أعقلهما فقيل العوراء فقال زوجونى إياها فهذا دأب من لم يقصد التمتع فأما من لا يأمن على دينه ما لم يكن له مستمتع فليطلب الجمال فالتلذذ بالمباح حصن للدين،وقد قيل إذا كانت المرأة حسناء خيرة الأخلاق سوداء الحدقة والشعر كبيرة العين شديدة بيضاء اللون محبةً لزوجها قاصرة الطرف عليه فهى على صورة الحور العين فإن الله تعالى وصف نساء أهل الجنة بهذه الصفة فى قوله }خيرات حسان{ أراد بالخيرات حسنات الأخلاق وفى قوله }قاصرات الطرف{ وفى قوله }عرباً أتراباً{ العروب هى العاشقة لزوجها المشتهية للوقاع وبه تتم اللذة والحور البياض والحوراء شديدة بياض العين شديدة سوادها فى سواد الشعر والعيناء الواسعة العين،وقال صلى الله عليه وسلم خير نسائكم من إذا نظر إليها زوجها سرته وإذا أمرها أطاعته وإذا غاب عنها حفظته فى نفسها وماله،وإنما يسر بالنظر إليها إذا كانت محبة للزوج.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۳۸/۲-۳۹،دارالمعرفة بيروت)/قَالَ: أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ وَأَبِى سَلَمَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قال: خطب بلال إِلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: أَنَا بِلالٌ وَهَذَا أَخِى عَبْدَانُ مِنَ الْحَبَشَةِ كُنَّا ضَالَّيْنِ فَهَدَانَا اللَّهُ وَكُنَّا عَبْدَيْنِ فَأَعْتَقَنَا اللَّهُ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَإِنْ تَمْنَعُونَا فَاللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: حَدَّثَنِى أَبِى أَنَّ أَخًا لِبِلالٍ كَانَ يَنْتَمِى إِلَى الْعَرَبِ وَيَزْعُمُ أَنَّهُ مِنْهُمْ فَخَطَبَ امْرَأَةً مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوا: إِنْ حَضَرَ بِلالٌ زَوَّجْنَاكَ قَالَ: فَحَضَرَ بِلالٌ فَتَشَهَّدَ وَقَالَ: أَنَا بِلالُ بْنُ رَبَاحٍ وَهَذَا أَخِى وَهُوَ امْرُؤُ سُوءٍ فِى الْخُلُقِ وَالدِّينِ فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ تُزَوِّجُوهُ وَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ تَدَعُوا فَدَعُوا فَقَالُوا: مَنْ تَكُونُ أَخَاهُ نُزَوِّجُهُ فَزَوَّجُوهُ.(الطبقات الكبرىٰ:۱۷۹/۳،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

چوتھی صفت، مہر کم ہونا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"خيرهن أيسرهن صداقا". (بہترین عورتیں وہ ہیں، جن کے مہر ہلکے پھلکے ہوں۔)(ابن حبان، ابن عباس)

(عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:خَيْرُهُنَّ أَيْسَرُهُنَّ صَدَاقًا.(صحيح ابن حبان،رقم الحديث:۴۰۳۴،انيس)

ایک روایت کے مطابق آپ نے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے۔(سنن اربعہ، موقوفا علی عمر ابن الخطاب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے دس درہم اور گھر کے سامان (جو ہاتھ کی چکی، گھڑے، کھجور کی چھال بھرے ہوئے گدے پر مشتمل تھا) کے عوض نکاح فرمایا۔(ابوداؤد، طیالسی، بزار، انس)(عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ الَّذِى تَزَوَّجَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ سَلَمَةَ، عَلَى شَيْءٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ.(مسند أبى داؤدالطيالسى،ثابت البنانى عن أنس بن مالك،رقم الحديث:۲۱۳۴/عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم أُمَّ سَلَمَةَ عَلَى مَتَاعٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ.(مسند البزار،مسند أبى حمزة أنس بن مالك،رقم الحديث:۶۸۹۷،انيس) ==

== نہ صرف یہ کہ مہر متعین کرنے میں آپ نے اعتدال کا پہلو ملحوظ رکھا؛ بلکہ ولیمہ کی تقریب بھی زیادہ اہتمام اور شان وشوکت سے نہیں منائی، ایک زوجہ مطہرہ کے ولیمے میں جو روٹی تھی، ایک کے ولیمے میں کھجوریں کھلائی گئیں اور ایک کے ولیمے میں ستّو سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔ (جو کی روایت بخاری میں حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور کھجور اور ستو کی روایت انسؓ سے مسلم میں منقول ہے۔)(عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ:أَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ.(صحيح البخاري،باب من أولم بأقل من شاة،رقم الحديث: ٥١٧٢/عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، قَالَ: فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرَى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْحَسَرَ الْإِزَارُ عَنْ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي لَأَرَى بَيَاضَ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ، قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ﴿فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ﴾(الصافات: ١٧٧)، قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: وَقَدْ خَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوا: مُحَمَّدٌ، وَاللّٰهِ – قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا: مُحَمَّدٌ، وَالْخَمِيسُ – قَالَ: وَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، وَجُمِعَ السَّبْيُ، فَجَائَهُ دِحْيَةُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ،فَقَالَ:اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً، فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدِ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ؟ مَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ،قَالَ:ادْعُوهُ بِهَا،قَالَ: فَجَاءَ بِهَا، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا،قَالَ:وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ: نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا، فَقَالَ:مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ،قَالَ:وَبَسَطَ نِطَعًا، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْأَقِطِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ، فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(صحيح لمسلم،باب فضيلة إعتاقه أمه ثم يتزوجها،رقم الحديث: ١٣٦٥،انيس)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی مہر کی کثرت ناپسند تھی، فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنا مہر چار سو درہم سے زیادہ بندھوایا اور نہ ہی اپنی کسی صاحبزادی کا مہر اس سے زیادہ رکھا، اگر مہر میں زیادتی مستحسن ہوتی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ضرور اختیار فرماتے۔ (سنن اربعہ، عمر موقوفا)(عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ:أَلَا لَا تُغَالُوا صُدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً.(قال الترمذى)هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيُّ: اسْمُهُ هَرِمٌ، وَالأُوقِيَّةُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وَثِنْتَا عَشْرَةَ أُوقِيَّةً أَرْبَعُ مِائَةٍ وَثَمَانُونَ دِرْهَمًا.(سنن الترمذى،باب منه،رقم الحديث: ١١١٤/سنن ابن ماجة،باب صداق النساء،رقم الحديث: ١٨٨٧/سنن أبى داؤد،باب الصداق،رقم الحديث: ٢١٠٦/سنن النسائى،القسط فى الأصدقة،رقم الحديث: ٣٣٤٩،انيس) ==

== بعض صحابہ کرام، مثلاً عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے پانچ درہم کے برابر سونے کی مقدار پر نکاح کیا۔ (بخاری ومسلم، انس) (عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ فَآخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، فَقَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلَّنِي عَلَى السُّوقِ، فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ؟قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ: فَمَا سُقْتَ فِيهَا؟ فَقَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۹۳۷/ صحیح لمسلم، رقم الحدیث: ۱۴۲۷، انیس)

حضرت سعید ابن المسیبؒ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے دو درہم کے عوض میں کیا۔ معقول ہے کہ آپ بنفس نفیس اپنی صاحبزادی کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر لے گئے اور انہیں اندر بھیج کر واپس تشریف لائے، اس کے بعد سات روز تک اپنی بیٹی سے نہیں ملے۔ اگر اس خیال سے دس درہم مہر مقرر کئے جائیں کہ تمام علماء کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (الرابعة أن تكون خفيفة المهر، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خير النساء أحسنهن وجوهاً وأرخصهن مهوراً. وقد نهى عن المغالاة فى المهر، تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم بعض نسائه على عشرة دراهم وأثاث بيت وكان رحى يد وجرة ووسادة من أدم حشوها ليف، وعلى وأولم على بعض نسائه بمدين من شعير، وعلى أخرى بمدين من تمر ومدين من سويق، وكان عمر رضى الله عنه ينهى عن المغالاة فى الصداق ويقول ما تزوج رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا زوج بناته بأكثر من أربعمائة درهم، ولو كانت المغالاة بمهور النساء مكرمة لسبق إليها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد تزوج بعض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على نواة من ذهب قِيمَتُهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَزَوَّجَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ابْنَتَهُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى دِرْهَمَيْنِ ثُمَّ حَمَلَهَا هُوَ إِلَيْهِ لَيْلًا فأدخلها هو مِنَ الْبَابِ ثُمَّ انْصَرَفَ ثُمَّ جَائَهَا بَعْدَ سبعة أيام فسلم عليها ولو تزوج على عشرة دراهم للخروج من خلاف العلماء فلا بأس به، وفى الخبر مِنْ بَرَكَةِ الْمَرْأَةِ سُرْعَةُ تَزْوِيجِهَا وَسُرْعَةُ رَحِمِهَا أى الولادة ويسر مهرها، وقال أيضاً: أبركهن أقلهن مهراً، وَكَمَا تُكْرَهُ الْمُغَالَاةُ فِي الْمَهْرِ مِنْ جِهَةِ الْمَرْأَةِ فَيُكْرَهُ السُّؤَالُ عَنْ مَالِهَا مِنْ جِهَةِ الرَّجُلِ، وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَنْكِحَ طَمَعًا فِي المال، قال النورى إذا تزوج وقال أى شيء للمرأة فأعلم أنه لص وَإِذَا أَهْدَى إِلَيْهِمْ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُهْدِيَ لِيَضْطَرَّهُمْ إِلَى الْمُقَابَلَةِ بِأَكْثَرَ مِنْهُ وَكَذَلِكَ إِذَا أَهْدَوْا إِلَيْهِ فَنِيَّةُ طَلَبِ الزِّيَادَةِ نِيَّةٌ فَاسِدَةٌ فأما التهادى فمستحب وهو سبب المودة، قال صلى الله عليه وسلم تهادوا تحابوا. وأما طلب الزيادة فداخل فى قوله تعالى ولا تمنن تستكثر أى تعطى لتطلب أكثر وتحت قوله تعالى وما آتيتم من ربا ليربوا فى أموال الناس فإن الربا هو الزيادة وهذا طلب زيادة على الجملة وإن لم يكن فى الأموال الربوية فكل ذلك مكروه وبدعة فى النكاح يشبه التجارة والقمار ويفسد مقاصد النكاح. (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ۳۹/۲-۴۰، دار المعرفة بيروت) (یاد رہے کہ شافعیہ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر بھی درست ہے؛ کیوں کہ بعض روایات میں اس سے کم مہر کا ذکر ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ اس طرح کی تمام روایات ضعیف ہیں، صرف ایک روایت صحیح ہے، جس میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے؛ لیکن اس میں بھی بہت سے احتمالات ہیں، ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کی کم سے کم مقدار پوری کرنے کے لیے یہ انگوٹھی تلاش کرائی ہو۔ احناف بیہقی کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں: ''لا مهر أقل من عشرة دراهم''. (دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔) (عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَكُونُ مَهْرًا أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث: ۱۴۳۸۷-۱۴۳۸۸، سنن الدارقطني، باب المهر، رقم الحديث: ۳۶۰۳، انيس) ==

== **پانچویں صفت، عورت کا بانجھ نہ ہونا**:

یہ بھی ایک قابل لحاظ صفت ہے، اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ فلاں عورت بچے پیدا نہیں کرسکتی تو اس سے شادی نہ کرے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"تزوجوا الولود الودود". (ایسی عورت سے شادی کرو، جس کے اولاد ہو اور وہ شوہر سے محبت کرنے والی ہو۔) (ابوداؤد، نسائی)(عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: لَا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ.(سنن أبي داؤد، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، رقم الحديث: ۲۰۵۰/عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُودُ، الْوَلُودُ، الْعَؤُودُ عَلَى زَوْجِهَا، الَّتِي إِذَا آذَتْ أَوْ أُوذِيَتْ، جَاءَتْ حَتَّى تَأْخُذَ بِيَدِ زَوْجِهَا، ثُمَّ تَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَذُوقُ غُمْضًا حَتَّى تَرْضَى.(السنن الكبرىٰ للنسائي، شكر المرأة لزوجها، رقم الحديث: ۹۰۹۴/عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ أَيْضًا فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ، أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، حَتَّى إِنَّكَ لَتَرَى السَّقْطَ مُحْبَنْطِئًا، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا، حَتَّى يَدْخُلَهَا أَبَوَايَ.(كتاب الآثار لأبي يوسف، باب الغزو والجيش، رقم الحديث: ۹۱٦، انیس)

اگر کسی کنواری لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ ہو تو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ تندرست اور جوان ہے، یا نہیں؟ اگر یہ دونوں باتیں کسی عورت میں پائی جائیں تو گمان غالب یہی ہے کہ اس کے اولاد ہوگی۔(الْخَامِسَةُ أَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ وَلُودًا فَإِنْ عُرِفَتْ بالعقر فليمتنع عن تزوجها، قال صلى الله عليه وسلم: عليكم بالولود الودود ,فإن لم يكن لها زوج ولم يعرف حالها فيراعي صحتها وشبابها فإنها تكون ولوداً في الغالب مع هذين الوصفين.(إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ۴۰/۳-۴۱، انیس)

چھٹی صفت، کنواری ہونا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک عمر رسیدہ شادی شدہ عورت سے نکاح کرلیا تھا، جب وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

"هلا بكراً تلاعبها وتلاعبك". (کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی، تم اس سے کھیلتے، وہ تم سے کھیلتی۔) (بخاری ومسلم، جابر)(عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ، فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي، فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الإِبِلِ، فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا يُعْجِلُكَ، قُلْتُ: كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرُسٍ، قَالَ: أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟، قُلْتُ: ثَيِّبًا، قَالَ: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ، قَالَ: أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا – أَيْ عِشَاءً – لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ.(صحيح البخاري، باب تزويج الثيبات، رقم الحديث: ۵۰۷۹/صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب نكاح البكر، ۷۱۵، انیس)

==

== کنواری لڑکی سے شادی کرنے میں تین فائدے ہیں:

ایک فائدہ تو یہ ہے کہ کنواری لڑکی اپنے شوہر سے زیادہ محبت کرتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادگرامی کی عملی طور پر تائید وتصدیق بھی کنواری لڑکی سے شادی کرنے ہی سے ہوتی ہے کہ تم محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو۔اصل بات یہ ہے کہ انسان طبیعت سے پہلی محبت کا اثر دیر میں زائل ہوتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات یہ اثر اتنا دیرپا ہوتا ہے کہ زائل ہی نہیں ہوتا،مرد آزمودہ اور جہاندیدہ عورت سے شادی کرنے میں اس خطرے کا امکان ہے کہ وہ اپنے پہلے شوہر کی محبت سے آزاد نہ ہو پائے اور دوسرے شوہر سے محبت نہ کرسکے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شوہر بھی اپنی بیوی سے حقیقی اور بے پناہ محبت کرتا ہے، یہ ایک فطری بات ہے،شوہر کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کی بیوی کو کسی نے ہاتھ لگایا ہو، جب اسے اپنی بیوی کے پہلے شوہر کا خیال آئے گا تو یقیناً گراں باری ہوگی اور ذہن پر غلط اثرات مرتب ہوں گے۔بعض لوگ تو اس سلسلے میں کچھ زیادہ ہی حساس واقع ہوئے ہیں۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کنواری لڑکی اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی یاد نہیں کرتی،شادی شدہ عورت کو کبھی نہ کبھی پہلے شوہر کا خیال آئے گا اور اس طرح موجودہ شوہر کے ساتھ بدمزگی پیدا ہوگی۔(السادسة أن تكون بكرا قال صلى الله عليه وسلم لجابر وَقَدْ نَكَحَ ثَيِّبًا هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وتلاعبک،فی البكارة ثلاث فوائد:إحداها أن تحب الزوج وتألفه فيؤثر فی معنى الود وقد قال صلى الله عليه وسلم عليكم بالودود والطباع مجبولة على الأنس بأول مألوف،وأما التی اختبرت الرجال ومارست الأحوال فربما لا ترضى بعض الأوصاف التی تخالف ما ألفته فتقلى الزوج،الثانية أن ذلک أكمل فی مودته لها فإن الطبع ينفر عن التی مسها غير الزوج نفرة ما وذلک يثقل على الطبع مهما يذكر وبعض الطباع فی هذا أشد نفوراً ,الثالثة أنها لا تحن إلى الزوج الأول وآكد الحب ما يقع مع الحبيب الأول غالباً.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۳/۴۱،دارالمعرفة بيروت،انيس)

ساتویں صفت ،حسب ونسب والی ہونا:

یعنی ایسے خاندان کی چشم وچراغ ہو،جس میں دینداری اور تقویٰ ہو۔خاندان کے اثرات لڑکی پر ضرور مرتب ہوں گے؛ بلکہ گھرانے اپنی بیٹیوں کی تربیت اچھے ڈھنگ سے کرتے ہیں،اگر لڑکی کسی بے دین گھرانے سے ہوئی تو وہ نہ خود تربیت یافتہ ہوگی اور نہ اپنی اولاد کی تربیت اچھی طرح کرسکے گی؛اسی لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا:

”إياكم وخضراء الدمن،فقيل:وما خضراء الذمن ! قال المراة الحسناء فی المنت السوء“. (دارقطنی، ابوسعیدالخدری)(عَنْ أَبِی سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا خَضْرَاءُ الدِّمَنِ؟ قَالَ:الْمَرْأَةُ الْحَسْنَاءُ فِی الْمَنْبَتِ السُّوءِ.(مسند الشهاب القضاعی،إياكم وخضراء الدمن، رقم الحديث:۹۵۷،انيس)

(غلاظت کے ڈھیر پر اُگی ہوئی سبزی سے بچو،عرض کیا گیا: یارسول اللہ! خضراء ودمن سے آپ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: برے خاندان کی خوبصورت لڑکی۔) ==

== ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"تخیروا لنطفکم فإن العرق دساس". (ابن ماجہ، عائشہ؛ مگر حضرت عائشہ کی روایت میں "فإن العرق دساس" کے الفاظ نہیں ہیں، یہ الفاظ دیلمی نے انس سے اور ابوموسیٰ المدینی نے عبداللہ ابن عمر نقل کئے ہیں۔)(عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ، وَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ، وَأَنْكِحُوا إِلَيْهِمْ.(سنن ابن ماجة،باب الأكفاء،رقم الحديث:١٩٦٨/عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَهُوَ يُوصِي رَجُلًا يَقُولُ: يَا أَبَا فُلَانٍ: أَقِلَّ مِنَ الدَّيْنِ تَعِشْ حُرًّا، وَأَقِلَّ مِنَ الذُّنُوبِ يَهُنْ عَلَيْكَ الْمَوْتُ، وَانْظُرْ فِي أَيِّ نِصَابٍ تَضَعُ وَلَدَكَ فَإِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ. (معجم ابن العربى،رقم الحديث:٩٧٣،دارابن الجوزى،انيس)

(اپنے نطفے کے لیے اچھا انتخاب کرو؛ اس لیے کہ قرابت داری کی رگیں آباءواجداد سے اولاد کے جسموں میں منتقل ہوتی ہیں۔)

مطلب یہ ہے کہ بڑوں کے اخلاق وکردار کا اثر چھوٹوں پر بھی ہوتا ہے؛ اس لیے نیک اور صالح بیوی کا انتخاب کرنا چاہیے؛ تاکہ اولاد بھی نیک اور صالح ہو۔(السَّابِعَةُ أَنْ تَكُونَ نَسِيبَةً أَعْنِي أَنْ تَكُونَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ الدِّينِ وَالصَّلَاحِ فَإِنَّهَا سَتُرَبِّي بَنَاتِهَا وَبَنِيهَا فَإِذَا لَمْ تَكُنْ مُؤَدَّبَةً لَمْ تحسن التأديب والتربية ولذلك قال صلى اللّٰه عليه وسلم:إياكم وخضراء الدمن، فقيل:ما خضراء الدمن؟ قال:المرأة الحسناء فى المنبت السوء.وقال صلى اللّٰه عليه وسلم: تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ فَإِنَّ الْعِرْقَ نَزَّاعٌ.(إحياء علوم الدين.كتاب آداب النكاح:٤١/٣،دارالمعرفة بيروت،انيس)

آٹھویں صفت،قریبی رشتہ دار نہ ہو:

زیادہ قریب کی رشتہ داری میں برائی یہ ہے کہ اس سے شہوت میں کمی آجاتی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاويا". (قریبی عزیزہ سے شادی مت کرو، اس لیے کہ بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔)(ابن الصلاح نے اس حدیث کا انکار کیا ہے، حافظ عراقی کہتے ہیں کہ یہ حضرت عمر کا قول ہے، آپ نے آل سائب سے ارشاد فرمایا تھا:"قد اضويتم فانكحوا فى النوابغ" ابراھیم الحربی نے یہ قول غریب الحدیث میں نقل کیا ہے۔)(قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم:لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاوياً)أصله ضاووى ووزنه فاعول (أى نحيفاً) قليل الجسم وجارية ضاوية كذلك كذا فى الصحاح، قال ابن الصلاح: لم أجد لهذا الحديث أصلاً معتمداً، قال العراقى: إنما يعرف من قول عمر أنه قال لآل السائب قد أضويتم فانكحوا فى النزائع رواه إبراهيم الحربى فى غريب الحديث وقال معناه تزوجوا الغرائب قال ويقال اغتربوا لا تضووا وللطبرانى من حديث طلحة بن عبد اللّٰه،الناكح فى قومه كالمعشب فى داره وفى إسناده سليمان بن أيوب الطلحى قال ابن عدى عامة أحاديثه لا يتابعه عليها أحد ورواه يعقوب بن شيبة فى مسنده وقال أحاديثه عندى صحاح ورجحها الضياء المقدسى فى المختارة،آه.قلت: وفى الصحاح للجوهرى فى الحديث اغتربوا لا تضووا أى تزوّجوا فى الأجنبيات ولا تتزوجوا فى العمومة وذلك أن العرب تزعم أن ولد الرجل من قرابته يجىء ضاوياً نحيفاً غير أنه يجىء كريماً على طبع قومه قال الشاعر: ذاك عبيد قد أصاب ميا * يا ليته ألحقها صبيا * فحملت فولدت ضاويا،آه.وما رواه إبراهيم الحربى رواه أبو نعيم فى فضل النفقة على البنات كذا بخط الحافظ ابن حجر،قال ابن السبكى:لم أجد له إسناداً.(تخريج إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح: ٩٧١/٢-٩٧٢، دارالعاصمة للنشر الرياض،انيس) ==

== بچے کے کمزور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قریبی رشتہ رکھنے والی عورت کے سلسلے میں جنسی شہوت میں وہ ہیجان نہیں ہوتا، جو اجنبی عورت سے شادی کرنے میں ہوتا ہے۔ شہوت دیکھنے اور چھونے سے پیدا ہوتی ہے، جو عورت مسلسل نظروں میں رہی ہو تو اسے دیکھتے دیکھتے نگاہیں عادی ہو جاتی ہیں اور شادی کے بعد جب اسے دیکھا جائے تو اس میں بظاہر کوئی نیا پن نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ شہوت پوری طرح نہیں ابھرتی، شہوت کا ضعف ہی بچے میں کمزوری کا سبب بنتا ہے۔

یہ چند اوصاف ہیں، جو نکاح کے سلسلے میں ملحوظ رہنے چاہیں۔ والدین اور سرپرستوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی لختِ جگر کے لیے موزوں شوہر کا انتخاب کریں، شادی سے پہلے لڑکے کو اچھی طرح دیکھ لیں، انھیں اس کے اخلاق کردار، جسمانی نظام اور مالی حیثیت ان تمام امور کا بنظر غائر مطالعہ کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو اپنی عزیز از جاں بیٹی سپرد کردیں، جو اس کے حقوق ادا نہ کرسکے، یا نسب وغیرہ کے معاملے میں اس کا ہم پلہ نہ ہو۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”**النكاح رق فلينظر أحدكم أين يضع كريمته**“. (یہ روایت ابوعمر التوقانی نے معاشرة الأهلين“ میں حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت عائشہؓ سے موقوفا“ نقل کی ہے، بیہقی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع بھی نقل ہوئی ہے؛ مگر موقوف زیادہ صحیح ہے۔) (**قال صلّى الله عليه وسلم: (النكاح رق) أى بمنزلته وقد ورد فى الخبر تعبيرهن بالعوانى هن الأسارى (فلينظر أحدكم أين يضع كريمته) قال العراقى: رواه أبو عمر الشوقانى فى كتاب معاشرة الأهلين موقوفا على عائشة وأسماء ابنتى أبى بكر الصديق قال البيهقى وروى ذلک مرفوعا والموقوف أصح، أه. (تخريج إحياء علوم الدين: ٩٧٢/٢، دار العاصمة للنشر الرياض، انيس)**

(نکاح عورت کو کنیز بناتا ہے؛ اس لیے دیکھ لیا کرو کہ تم اپنی بیٹی کو کہاں دے رہے ہو۔)

لڑکی کے حق میں احتیاط بے حد ضروری ہے؛ اس لیے کہ لڑکی ہر حال میں اپنے شوہر کی قیدی ہے، اس قید سے نجات حاصل کرنا اس کے بس سے باہر ہے، شوہر کو طلاق کا اختیار حاصل ہے، وہ کسی بھی وقت کنارہ کش ہوسکتا ہے اور اسے زندگی کے صحرا میں بے یارومددگار چھوڑ سکتا ہے۔ دانستہ طور پر اپنی لڑکی کو کسی ظالم وجابر، فاسق، مبتدع، یا شرابی کے سپرد کرنے والا شخص مجرم ہے، وہ باری تعالیٰ کے غیض وغضب کا مستحق ہے؛ کیوں کہ اس نے قطع رحمی اور سوءِ انتخاب کی بدترین مثال قائم کی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”**من زوج كريمته من فاسق فقد قطع رحمها**“. (ابن حبان فی الضعفاء، انس) (**قال العراقى: رواه ابن حبان فى الضعفاء من حديث أنس ورواه فى الثقات من قول الشعبى بإسناد صحيح، آه. قلت: وروى الديلمى من حديث ابن عباس من زوّج ابنته أو واحدة ممن يشرب الخمر، فكأنما قادها إلى النار. (تخريج إحياء علوم الدين: ٩٧٢/٢، دار العاصمة للنشر الرياض، انيس)**

(جس شخص نے کسی فاسق سے اپنی بیٹی کی شادی کی، اس نے قطعی رحمی کی۔)

ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے عرض کیا: میری لڑکی کے لیے بہت سے رشتے آئے ہیں، آپ کے خیال میں لڑکا کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا: اس لڑکے کا انتخاب کرو، جس کے دل میں خدا کا خوف ہو، جو تمہاری بیٹی سے محبت کرے تو اس کی محبت میں تعظیم کا پہلو نمایاں ہو اور اگر کسی وجہ سے ناراض ہو تو ظلم نہ کرے۔ (**الثَّامِنَةُ أَنْ لَا تَكُونَ مِنَ الْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ يقلل الشهوة قال صلى الله عليه وسلم: لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاوياً، أى نحيفاً وذلک لتأثيره فى تضعيف الشهوة فإن الشهوة إنما تنبعث بقوة الإحساس بالنظر واللمس وإنما يقوى الإحساس بالأمر الغريب الجديد** ==

== فأما المعهود الذى دام النظر إليه مدة فإنه يضعف الحس عن تمام إدراكه والتأثر به ولا تنبعث به الشَّهْوَةَ فَهَذِهِ هِيَ الْخِصَالُ الْمُرَغِّبَةُ فِي النِّسَاءِ وَيَجِبُ عَلَى الْوَلِيِّ أَيْضًا أَنْ يُرَاعِيَ خِصَالَ الزَّوْجِ وَلْيَنْظُرْ لِكَرِيمَتِهِ فَلَا يُزَوِّجُهَا مِمَّنْ سَاءَ خُلُقُهُ أَوْ خَلْقُهُ أَوْ ضَعُفَ دِينُهُ أَوْ قَصَّرَ عَنِ الْقِيَامِ بِحَقِّهَا أَوْ كَانَ لَا يكافئها فى نسبها قال صلى الله عليه وسلم النكاح رق فلينظر أحدكم أين يضع كريمته ،والاحتياط فى حقها أهم لأنها رقيقة بالنكاح لا مخلص لها والزوج قادر على الطلاق بكل حال وَمَهْمَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ ظَالِمًا أَوْ فَاسِقًا أَوْ مُبْتَدِعًا أَوْ شَارِبَ خَمْرٍ فَقَدْ جَنَى عَلَى دِينِهِ وَتَعَرَّضَ لِسُخْطِ اللَّهِ لِمَا قَطَعَ مِنْ حق الرحم وسوء الاختيار ،وقال رجل للحسن قد خطب ابنتى جماعة فمن أُزَوِّجُهَا قَالَ مِمَّنْ يَتَّقِي اللَّهَ فَإِنْ أَحَبَّهَا أكرمها وإن أبغضها لم يظلمها،وقال صلى الله عليه وسلم من زوج كريمته من فاسق فقد قطع رحمها.

(إحياء علوم الدين. كتاب آداب النكاح:۴۱/۳ ،دارالمعرفة بيروت،انيس)

آدابِ زندگی:

شوھر کے فرائض:

شوہر کے فرائض میں بارہ چیزیں شامل ہیں۔ان میں سے ہر ایک میں اعتدال اور حسن ادب کی رعایت بہت ضروری ہے۔ذیل میں ہم ان سب کی الگ الگ تفصیل کرتے ہیں:

ولیمہ:

ولیمہ مستحب ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر زردی کے نشانات دیکھ کر فرمایا: عبدالرحمٰن! یہ کیسے نشانات ہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کی برابر سونے کی مقدار پر ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بارک الله لک،أولم ولو بشاة". (بخاری ومسلم)(عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ: مَا هَذَا؟ قَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.(صحيح البخارى،باب كيف يدعى للمتزوج،رقم الحديث: ۵۱۵۵/صحيح لمسلم،باب الصداق،رقم الحديث: ۱۴۲۷،انيس)

(اللہ برکت دے، ولیمہ کرو اگر چہ اس میں ایک بکری ہی کیوں نہ ذبح کرو۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد کھجوروں اور ستو سے مہمانوں کی ضیافت کی۔ ایک حدیث میں ہے:

" طعام أول يوم حق،وطعام الثانى سنة وطعام الثالث سمعة ومن سمع سمع الله به". (یہ حدیث غریب ہے،زیاد ابن عبداللہ کے علاوہ کسی نے بھی اسے مرفوع نہیں بیان کیا۔)(ترمذی،ابن مسعود)(عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَعَامُ أَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّانِي سُنَّةٌ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ، وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللَّهُ بِهِ.(سنن الترمذى،باب باب ماجاء فى الوليمة،رقم الحديث: ۱۰۹۷/السنن الكبرىٰ للبيهقى،رقم الحديث: ۱۴۵۱۲،انيس)

(پہلے دن کا کھانا حق ہے، دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا نام ونمود ہے، جو شخص نام ونمود کے لیے کام کرے گا اللہ اسے رسوا کرے گا۔) ==

== مستحب یہ ہے کہ نکاح کے بعد دولہا سے ملاقات کے وقت یہ دعائیہ الفاظ کہے جائیں:

''بارک اللّٰہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر''. (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوہریرہ)(عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا رَفَّأَ، قَالَ: بَارَکَ اللَّهُ لَكُمْ، وَبَارَکَ عَلَيْكُمْ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ .(سنن ابن ماجة،باب تهنئة النكاح،رقم الحديث: ۱۹۰۵/سنن أبی داؤد،باب مايقال للمتزوج،رقم الحديث: ۲۱۳۰/سنن الترمذی،باب ماجاء فيما يقال للمتزوج،رقم الحديث: ۱۰۹۱/السنن الكبریٰ للنسائی، مايقال إذا تزوج،رقم الحديث: ۱۰۰۱۷،انیس)

(خدا تمہیں (یہ رشتہ) مبارک کرے، تمہیں برکت عطا کرے اور تمہارے درمیان خیر کے ساتھ اتفاق قائم کرے۔)

نکاح کا اظہار و اعلان مستحب ہے۔ روایات سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''فصل ما بین الحلال والحرام الدف والصوت''. (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، محمد ابن حاطب)(عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَصْلٌ بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، الدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ.(سنن ابن ماجة،باب إعلان النكاح،رقم الحديث: ۱۸۹۶/سنن الترمذی،باب ماجاء فی إعلان النكاح،رقم الحديث: ۱۰۸۸/ سنن النسائی،إعلان النكاح بالصوت وضرب الدف،رقم الحديث: ۳۳۶۹،انیس)

(حلال و حرام کے درمیان فرق دف بجانا اور آوازیں ہیں۔)

''اعلنوا هٰذا النكاح واجعلوه فی المساجد واضربوا عليه بالدف''. (ترمذی، بیہقی، عائشہ)(عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ. (سنن الترمذی،باب ماجاء فی إعلان النكاح،رقم الحديث: ۱۰۷۹/السنن الكبریٰ للبيهقی،باب مايستحب من إظهار النكاح وإباحة الضرب،رقم الحديث: ۱۴۶۹۹،انیس)

(اس نکاح کا اعلان کرو، اسے مسجد میں انجام دو اور اس موقعہ پر دف بجاؤ۔)

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری شادی ہوئی، شب زفاف کی صبح کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے، اس وقت لونڈیاں دف بجاری تھیں اور کچھ ایسے گیت گا رہی تھیں، جن میں میرے ان بزرگوں کا ذکر تھا جو بدر کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ انھوں نے یہ مصرع بھی پڑھا: ''وفینا نبی یعلم ما فی غد''، آپ نے ان لڑکیوں سے فرمایا: یہ شعر رہنے دو، وہی پڑھو، جو تم اس سے پہلے پڑھ رہی تھیں۔ (بخاری)(أما الزوج فعليه مراعاة الاعتدال والأدب فِي اثْنَيْ عَشَرَ أَمْرًا فِي الْوَلِيمَةِ وَالْمُعَاشَرَةِ وَالدُّعَابَةِ وَالسِّيَاسَةِ وَالْغَيْرَةِ وَالنَّفَقَةِ وَالتَّعْلِيمِ وَالْقَسْمِ وَالتَّأْدِيبِ فِي النُّشُوزِ وَالْوِقَاعِ وَالْوِلَادَةِ وَالْمُفَارَقَةِ بِالطَّلَاقِ،الْأَدَبُ الْأَوَّلُ الْوَلِيمَةُ وَهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ قَالَ أنس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ بَارَکَ اللَّهُ لَکَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ،وَأَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم على صفية بتمر وسويق،وقال صلى اللّٰه عليه وسلم طعام أول يوم حق وطعام الثانی سنة وطعام الثالث سمعة ومن سمع سمع اللّٰه به،ولم يرفعه إلا زياد بن عبد اللّٰه وهو غريب،وَتُسْتَحَبُّ تَهْنِئَتُهُ فَيَقُولُ مَنْ دَخَلَ عَلَى الزَّوْجِ بَارَکَ اللَّهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَيْکَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فی خير،==

== وروی أبو هريرة رضی اللّٰه عنه أنه صلی اللّٰه عليه وسلم أمر بذلک ويستحب إظهار النكاح،قال صلی اللّٰه عليه وسلم فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلاَلِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ،قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أعلنوا هذا النكاح واجعلوه فی المساجد واضربوا عليه بالدفوف،وعن الربيع بنت معوذ قالت جاء رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فدخل غداة بنی بی فجلس علی فراشی وجويريات لنا يضربن بدفهن ويندبن من قتل من آبائی إلی أن قالت إحداهن وفينا نبی يعلم ما فی غد فقال لها اسكتی عن هذه وقولی الذی كنت تقولين قبلها.(إحياء علوم الدين.كتاب آداب النكاح:۴۲/۳ ،دارالمعرفة بيروت،انيس)

حُسنِ اخلاق کا معاملہ:

مرد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عورت کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے،ان کم عقلی کے پیش نظر عفوودرگذر سے کام لے اور جو تکلیف وہ پہنچائیں،اس پر صبر کرے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وعَا شِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْف﴾(سورۃ النساء:۱۹)

(اوران عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو۔)

ان کی تعظیم کے حق کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيْثَاقا غَلِيْظاً﴾(سورۃ النساء:۲۱)

(اوروہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں۔)

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾(سورۃ النساء:۳۶)

(اورہم مجلس {بیوی} کے ساتھ بھی {اچھا معاملہ کرو}۔)

کہتے ہیں کہ اس سے بیوی مراد ہے۔روایات میں ہے کہ مرض الوفات میں آپ نے تین وصیتیں فرمائیں،یہ وصیتیں بیان کرتے کرتے آپ کی آواز دھیمی پڑگئی فرمایا:

’’الصلاة الصلاة، وما ملكت أيمانكم ، لا تكلفوهم مالا يطيقون ، اللّٰه اللّٰه فی النساء، فإنهن أعوان فی أيديكم أخذتموهن بعهد اللّٰه، واستحللتم فروجهن بكلمة اللّٰه‘‘. (نماز،نماز اور جن کے تم مالک ہو،انھیں ان کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلّف مت کرو،عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو؛اس لیے کہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہیں،تم ان کو اللہ تعالیٰ کے عہد سے حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمے سے حلال کیا ہے۔)(نسائی نے سنن کبریٰ میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ام سلمہؓ سے اس روایت کے ابتدائی دو جملے نقل کئے ہیں۔عورتوں کے سلسلے میں آپ کی وصیت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے،مسلم میں بروایت جابر اس کی تفصیل موجود ہے۔الفاظ یہ ہیں’’فاتقوا اللّٰه فی النساء فإنكم أخذتموهن بامانة اللّٰه‘‘)(عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ:الصَّلَاةَ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا، حَتَّى مَا يَفِيضُ بِهَا لِسَانُهُ.(سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی ذكر مرض النبی صلی اللّٰه عليه وسلم،رقم الحديث: ۱۶۲۵/ السنن الكبرىٰ للنسائی،رقم الحديث: ۷۰۶۱) ==

== عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، فَسَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَنَزَعَ زِرِّي الْأَعْلَى، ثُمَّ نَزَعَ زِرِّي الْأَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ، يَا ابْنَ أَخِي، سَلْ عَمَّا شِئْتَ، فَسَأَلْتُهُ، وَهُوَ أَعْمَى، وَحَضَرَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا، كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبِهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا، وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَنْبِهِ، عَلَى الْمِشْجَبِ، فَصَلَّى بِنَا،فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعًا ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ، فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ، كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَعْمَلَ مِثْلَ عَمَلِهِ، فَخَرَجْنَا مَعَهُ، حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ، فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ:اغْتَسِلِي، وَاسْتَثْفِرِي بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ، حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، نَظَرْتُ إِلَى مَدِّ بَصَرِي بَيْنَ يَدَيْهِ، مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ، وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيلَهُ، وَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ، فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ،وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهَذَا الَّذِي يُهِلُّونَ بِهِ، فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْهُ، وَلَزِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبِيَتَهُ، قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ، لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ، حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ، اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ نَفَذَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَرَأَ:﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾(البقرة: 125) فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَكَانَ أَبِي يَقُولُ وَلَا أَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ:﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾(البقرة: 158)أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ،فَبَدَأَ بِالصَّفَا، فَرَقِيَ عَلَيْهِ، حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ، وَقَالَ:لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ « ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذَلِكَ، قَالَ: مِثْلَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ نَزَلَ إِلَى الْمَرْوَةِ، حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي سَعَى، حَتَّى إِذَا صَعِدَتَا مَشَى، حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا، حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافِهِ عَلَى الْمَرْوَةِ، فَقَالَ:لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ، وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً، فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِأَبَدٍ؟ فَشَبَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِي الْأُخْرَى، وَقَالَ:دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ، مَرَّتَيْنِ،لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ، وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِمَّنْ حَلَّ، وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا، وَاكْتَحَلَتْ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ أَبِي أَمَرَنِي بِهَذَا، قَالَ: فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ، بِالْعِرَاقِ: فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَرِّشًا عَلَى فَاطِمَةَ لِلَّذِي صَنَعَتْ، مُسْتَفْتِيًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا ذَكَرَتْ عَنْهُ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّي أَنْكَرْتُ ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَ:صَدَقَتْ صَدَقَتْ، مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ؟قَالَ قُلْتُ: اللهُمَّ، إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُكَ، قَالَ:فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلُّ،قَالَ:فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً، قَالَ: فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا، إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، ==

== فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى، فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ، وَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا،حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ:إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ ،وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ، فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابُ اللّٰهِ، وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ: بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ، يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ،اللهُمَّ، اشْهَدْ، اللهُمَّ، اشْهَدْ،ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ، فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ، وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا، حَتَّى غَابَ الْقُرْصُ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ، وَدَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ ، حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ، وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى أَيُّهَا النَّاسُ، السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ كُلَّمَا أَتَى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخَى لَهَا قَلِيلًا، حَتَّى تَصْعَدَ، حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّى الْفَجْرَ، حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ، بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ، حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ، وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا، فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ ظُعُنٌ يَجْرِينَ، فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، فَحَوَّلَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ، فَحَوَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، يَصْرِفُ وَجْهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ، حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُحَسِّرٍ ،فَحَرَّكَ قَلِيلًا،ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّتِي تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى،حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا، مِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، رَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا، فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ، فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ، فَطُبِخَتْ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ، فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، فَأَتَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ، فَقَالَ:انْزِعُوا، بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ.(صحيح لمسلم،كتاب الحج،باب حجة النبى صلى الله عليه وآله وسلم،رقم الحديث:١٢١٨،انيس) ==

== ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی بدمزاجی پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا، جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے صبر کرنے پر دیا ہے اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کیا، اسے اتنا ثواب ملے گا، جتنا ثواب فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کو عطا ہوا ہے، (مجھے اس کی اصل نہیں ملی)، یہ بات بھی یاد رکھنے چاہیے کہ بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے؛ بلکہ یہ معنی ہیں کہ اگر وہ تکلیف پہنچائے تو اس پر صبر کیا جائے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے عفوودرگزر سے کام لیا جائے۔ بعض ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے دیا کرتی تھیں اور بعض ایک دن رات کے لیے بولنا چھوڑ دیتی تھیں، ازواج مطہرات کے اس طرز عمل پر آپ خفگی کا اظہار نہ فرماتے اور نہ ان پر کسی قسم کی سختی کرتے۔ (بخاری ومسلم۔عمرؓ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے ایک اپنے شوہر کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: گستاخ! تو مجھے جواب دیتی ہے، ان کی بیوی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازاج مطہرات کا حوالہ دیا کہ وہ آپ کو جواب دے دیتی ہیں، حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہیں عالی مرتبہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر ان میں حفصہ بھی ہے تو وہ بڑے گھاٹے میں رہے گی۔ اس کے بعد حفصہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ابوقحافہ کی پوتی (عائشہؓ) کی حرص مت کرنا وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد عزیز ہیں، تم اگر جواب دوگی تو نقصان اٹھاؤ گی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کی طرف دھکا دیا۔ ماں نے اپنی بیٹی کی اس حرکت پر ڈانٹ پلائی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خوشدامن صاحبہ سے فرمایا: رہنے دو! بیویاں تو اس سے بھی زیادہ حرکتیں کرتی ہیں۔ (اس واقعے کی اصل بھی مجھے نہیں ملی) ایک مرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی موضوع پر اختلاف ہوا تو دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہکو اپنا حکم اور فیصل مقرر کیا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا: تم پہلے کہوگی، یا میں پہلے بیان کروں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ پہلے ارشاد فرمائیں؛ لیکن سچ سچ کہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ جملہ سنا تو اپنی بیٹی کے منہ پر اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ منہ سے خون بہنے لگا اور فرمایا: اے دشمن جاں! کیا رسول اللہ بھی کذب بیانی فرمائیں گے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر خوف محسوس ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جا چھپیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ہم نے تمہیں اس کام کے لیے نہیں بلایا تھا اور نہ یہ ہمارا مقصد تھا۔ (الطبر انی فی الاوسط، والخطیب فی التاریخ عن عائشہ بسند ضعیف) ایک مرتبہ کسی بات پر خفا ہوکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا: آپ ہی کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں، آپ مسکرا کر رہ گئے۔ (ابواعلی فی مسندہ وابوالشیخ فی کتاب الأمثال من حدیث عائشہ وفیہ ابن اسحاق وقد عنعنہ) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ اے عائشہ! میں تماری خفگی بھی پہچان لیتا ہوں اور رضامندی بھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہوتو یہ کہتی ہو'' والہ محمد'' (محمد کے رب کی قسم) اور جب ناراض ہوتی ہوتو کہتی ہو'' والہ ابراھیم'' (ابراہیم کے رب کی قسم) عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا اندازہ صحیح ہے، غصہ کی حالت میں میں صرف آپ کا نام ترک کرتی ہوں۔ (بخاری ومسلم، عائشہ) کہتے ہیں کہ اسلام کی پہلی محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی۔ (بخاری ومسلم میں حضرت عمروابن العاص کی روایت یہ ہے:'' أی الناس أحب إلیک یارسول اللّٰہ، قال: عائشة'' اسلام کی اولین محبت کا ذکر ابن جوزی نے حضرت انسؓ سے موضوعات میں کیا ہے؛ ==

== لیکن غالباً'' اس سے مراد مدینہ کی محبت ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ سے جس قدر والہانہ تعلق تھا اس پر صحیح روایات دلالت کرتی ہیں۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایسا ہوں، جیسا اُمّ ذرع کے لیے ابوذرع تھا؛ لیکن مجھ میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ اس نے ام ذرع کو طلاق دے دی تھی، میں نہیں دوں گا ۔(بخاری ومسلم بروایت عائشہؓ لیکن استثناء زبیر ابن بکار خطیب نے روایت کیا ہے۔) ایک مرتبہ آپ نے کسی زوجہ مطہرہ (یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ارشاد فرمایا:

''لا تؤذوني في عائشة فإنه والله مانزل الوحي وأنا في لحاف امرأة منكن غيرها''. (بخاری، عائشہ)

(صحيح البخاري،باب فضل عائشة رضي الله عنها،رقم الحديث: ۳۷۷۵،انيس)

(عائشہ کے سلسلے میں مجھ کو ایذاء مت پہنچاؤ، خدا کی قسم اس کے علاوہ تم میں سے کسی کے لحاف میں بھی مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں اور بچوں پر بہت زیادہ شفیق او رمہربان تھے۔(مسلم)(الْأَدَبُ الثَّانِي حُسْنُ الْخُلُقِ مَعَهُنَّ وَاحْتِمَالُ الْأَذَى منهن ترحماً عليهن لقصور عقلهن،وقال الله تعالى وعاشروهن بالمعروف وَقَالَ فِي تَعْظِيمِ حَقِّهِنَّ ﴿وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غليظاً﴾وقال:﴿والصاحب بالجنب﴾ قيل هي المرأة وآخر ما وصى به رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث كان يتكلم بهم حتى تلجلج لسانه وخفي كلامه جعل يقول:الصلاة الصلاة وما ملكت أيمانكم لا تكلفوهم ما لا يطيقون، الله الله فإنهن عوان في أيديكم يعني أسراء أخذتموهن بأمانة الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله،وقال صلى الله عليه وسلم: من صبر على سوء خلق امرأته أعطاه الله من الأجر مثل ما أعطى أيوب على بلائه ومن صبرت على سوء خلق زوجها أعطاها الله مثل ثواب آسية امرأة فرعون، حديث كان أزواجه صلى الله عليه وسلم يراجعنه الحديث وتهجره الواحدة منهن يوماً إلى الليل متفق عليه من حديث عمر في الحديث الطويل في قوله تعالى فان تظاهرا عليه،وراجعت امرأة عمر رضي الله عنه عمر في الكلام فقال: أتراجعيني يالكعاء، فقالت: إن أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم يراجعنه وهو خير منك،حديث دفعت إحداهن في صدر رسول الله صلى الله عليه وسلم فزبرتها أمها فقال صلى الله عليه وسلم: دعيها فنهن يصنعن أكثر من ذلك لم أقف له على أصل، حديث جرى بينه وبين عائشة كلام حتى أدخل بينهما أبا بكر حكما،الحديث أخرجه الطبراني في الأوسط والخطيب في التاريخ من حديث عائشة بسند ضعيف، حديث قالت له عائشة مرة غضبت عنده وأنت الذي تزعم أنك نبي فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم، أخرجه أبو يعلى في مسنده وأبو الشيخ في كتاب الأمثال من حديث عائشة وفيه ابن اسحق وقد عنعنه ، حديث كان يقول لعائشة إني لأعرف غضبك من رضاك الحديث متفق عليه سن حديثها ،حديث أول حب وقع في الإسلام حب النبي صلى الله عليه وسلم عائشة، رواه الشيخان من حديث عمرو بن العاص أنه قال: أي الناس أحب إليك يارسول الله؟ قال:عائشة ،الحديث، وأما كونه أول فرواه ابن الجوزي في الموضوعات من حديث أنس ولعله أراد بالمدينة،كما في الحديث الآخر أن ابن الزبير أول مولود ولد في الإسلام، يريد بالمدينة وإلا فمحبة النبي صلى الله عليه وسلم لخديجة أمر معروف تشهد له الأحاديث الصحيحة،حديث كان يقول لعائشة:كنت لك كأبي زرع لأم زرع غير أني لا أطلقك،متفق عليه من حديث عائشة دون الاستثناء، ورواه بهذه الزيادة الزبير بن بكار والخطيب، ==

== حدیث:لا تؤذونی فی عائشة فإنه واللّٰه ما أنزل علی الوحی وأنا فی لحاف امرأة منکن غیرها،رواه البخاری من حدیث عائشة،حدیث أنس:كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أرحم الناس بالنساء والصبیان،رواه مسلم بلفظ:مارأیت أحدا کان أرحم بالعیال من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم،زاد علی بن عبد العزیز والبغوی: والصبیان.(إحیاء علوم الدین.کتاب آداب النکاح:۲/۳ ٤ ـ ٤۳،دار المعرفة بیروت،انیس)

مزاح اور دل لگی:

حسن معاشرت کے لیے مزاح اور دل لگی بھی ضروری ہے؛ کیوں کہ اس طرح عورتوں کا دل خوش ہو جاتا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے اور اپنے اعمال واخلاق میں ان کے معیار عقل کی رعایت رکھتے تھے۔روایت میں ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ بھی لگایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑ میں آگے نکل گئیں، پھر کسی روز مقابلہ ہوا تو آپ آگے نکل گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ھٰذه بتلک". (یہ اس روز کا بدلہ ہے۔)(ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ،عائشہ)(عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ:هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ.(سنن أبی داؤد،باب فی السبق علی الرجل،رقم الحدیث: ۲۵۷۸،السنن الکبریٰ للنسائی، مسابقة الرجل زوجته،رقم الحدیث:۸۸۹٤،شرح مشکل الآثار،رقم الحدیث:۱۸۸۰،معرفة السنن والاثار،رقم الحدیث:۱۹٤۵۱،انیس)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے۔(مسند الحسن بن سفیان،انس، بزار اور طبرانی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے؛مگر اس میں عورتوں کے بجائے بچوں کا ذکر ہے۔) (عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَفْكَهِ النَّاسِ مَعَ الصَّبِيِّ.(المعجم الأوسط،رقم الحدیث:٦۳٦۱، عمل الیوم واللیلة لابن السنی،رقم الحدیث:٤۱۹،فوائد تمام،رقم الحدیث:۱۰۵۲،أمالی ابن بشران،رقم الحدیث:۹۰۳،انیس)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبشہ سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آئے،عاشوراء کے دن وہ لوگ اپنے کھیل دکھلا رہے تھے، میں نے بھی ان کی آوازیں سنی۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم بھی ان لوگوں کا کھیل دیکھنا پسند کرو گی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھلاڑیوں کو بلایا، وہ لوگ حاضر ہو گئے،آپ دونوں کواڑوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور اپنا ہاتھ ایک کواڑ پر رکھ لیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر کھڑی ہو گئی، وہ لوگ کھیل دکھلاتے رہے اور میں دیکھتی رہی، وقفے وقفے سے آپ مجھ سے فرماتے: بس کافی ہے؟ میں عرض کرتی ذرا چپ رہیے،آپ پھر سوال فرماتے اور میں یہی جواب دیتی، دو تین مرتبہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ! بس کرو، میں نے عرض کیا: بہت اچھا! آپ نے کھیلنے والوں کو اشارہ کیا، وہ لوگ واپس چلے گئے۔(بخاری ومسلم؛مگر اس میں یوم عاشوراء کی بجائے یوم عید کا ذکر ہے، اس میں لفظ "اسکت" بھی نہیں ہے؛ بلکہ نسائی میں اس لفظ کی بجائے "لا تعجل" ہے۔)(عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الحَبَشَةِ يَلْعَبُونَ فِي المَسْجِدِ، حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَسْأَمُ، فَاقْدُرُوا قَدْرَ الجَارِيَةِ الحَدِيثَةِ السِّنِّ، الحَرِيصَةِ عَلَى اللَّهْوِ.(صحیح البخاری،باب نظر المرأة إلی الحبش،رقم الحدیث:۵۲۳٦،صحیح لمسلم،باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه،رقم الحدیث:۸۹۲،انیس) ==

== عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: دَخَلَ الْحَبَشَةُ الْمَسْجِدَ يَلْعَبُونَ فَقَالَ لِي: يَا حُمَيْرَاءُ أَتُحِبِّينَ أَنْ تَنْظُرِي إِلَيْهِمْ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَامَ بِالْبَابِ وَجِئْتُهُ فَوَضَعْتُ ذَقَنِي عَلَى عَاتِقِهِ فَأَسْنَدْتُ وَجْهِي إِلَى خَدِّهِ قَالَتْ: وَمِنْ قَوْلِهِمْ يَوْمَئِذٍ أَبَا الْقَاسِمِ طَيِّبًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ لَا تَعْجَلْ، فَقَامَ لِي ثُمَّ قَالَ: حَسْبُكِ فَقُلْتُ: لَا تَعْجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَتْ: وَمَا لِي حُبُّ النَّظَرِ إِلَيْهِمْ، وَلَكِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ يَبْلُغَ النِّسَاءَ مَقَامُهُ لِي وَمَكَانِي مِنْهُ. (السنن الكبریٰ للنسائی، إباحة الرجل لزوجته النظر إلى اللعب، رقم الحديث: ۸۹۰۲، انیس)

ایک حدیث میں یہ الفاظ روایت کئے گئے ہیں:

"أكمل المؤمنين ايماناأحسنهم خلقاً والطفهم باهله". (*ترمذی، نسائی، حاکم*) (سنن الترمذی، باب ماجاء فی استکمال الإیمان وزیادته، عن عائشة رضی اللّٰه عنها، رقم الحدیث: ۲۶۱۲/مصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث: ۲۵۳۱۹/السنن الکبری للنسائی، رقم الحدیث: ۹۱۰۹/السنة لأبی بکر بن الخلال، رقم الحدیث: ۱۱۱٤/ الإبانة الکبری لابن بطة، رقم الحدیث: ۸٤۰/المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۱۷۳، انیس)

(مؤمنین میں کامل تر ایمان اور بہترین اخلاق کا حامل وہ شخص ہے، جو اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ نرمی کا معاملہ کرے۔)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"خیرکم خیرکم لنسائه وأنا خیرکم لنسائی". (*ترمذی، ابوہریرہ*) (عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِيَ هَذَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا. (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۹۵، انیس) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. (سنن ابن ماجة، رقم الحدیث: ۱۹۷۷، انیس) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. (مسند الشهاب القضاعی، رقم الحدیث: ۱۲٤٤، انیس)

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو اپنی عورتوں کے ساتھ زیادہ اچھا ہو اور میں تم میں زیادہ اچھا ہوں۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی مزاج کی سختی کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں بچوں کی طرح رہے اور جب بھی مردانہ ضرورت پیش آئے تو مرد بن جائے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے کہ عقلمند اپنے گھر میں بچے کی طرح اور اپنی قوم میں مرد کی طرح رہنا چاہیے۔

ایک حدیث میں تند مزاج اور متکبر شخص کی ان الفاظ میں مذمت کی گئی ہے:

"إن اللّٰه يبغض الجعظری الجواظ". *(اللہ تعالیٰ بدمزاج متکبر بخیل کو ناپسند رکھتا ہے۔)* (*یہ روایت ان الفاظ میں ابوبکر بن خلال نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ بخاری و مسلم میں حارثہ بن وہب الخزاعی کے الفاظ یہ ہیں:* "ألا أخبركم بأهل النار، كل عتل جواظ مستكبر" *ابوداؤد میں ہے:* "لا يدخل الجنة الجواظ ولا الجعظری".) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ جِيفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِأَمْرِ الْآخِرَةِ. (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۷۲، انیس)/ ==

== عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الخُزَاعِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ، أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ: كُلُّ عُتُلٍّ، جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ .(صحيح البخاری،باب﴿عتل بعد ذلک زنيم﴾،رقم الحديث:٤٩١٨/صحيح لمسلم،باب النار يدخلها الجبارون،رقم الحديث:٢٨٥٣،انيس)/عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ.قَالَ: وَالْجَوَّاظُ: الْغَلِيظُ الْفَظُّ.(سنن أبی داؤد،باب فی حسن الخلق،رقم الحديث:٤٨٠١،انيس)

اس حدیث میں جعظری سے مراد وہ شخص ہے، جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرے۔قرآن پاک میں لفظ ﴿عُتُل﴾ آیا ہے،اس سے مراد بھی ایسا ہی شخص ہے،جس کی زبان تلخ ہواور دل پتھر کا ہو؛یعنی اہل وعیال کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کرے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جوآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ باکرہ سے شادی کیوں نہ کی تواس کی وجہ بھی یہی تھی کہ باکرہ کے ساتھ دل لگی کرنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔ایک بدوی عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا،اس نے ان الفاظ میں اپنے شوہر کی تعریف کی''بخداوہ جب گھر میں آتا تو ہنستا ہوا آتا،باہر جاتا تو خاموش جاتا،جو چیز مل جاتی،اسی سے پیٹ بھر لیتا،اگرکوئی چیز مجھ سے گم ہوجاتی تو بازپرس نہ کرتا۔(الثَّالِثُ أَنْ يَزِيدَ عَلَى احْتِمَالِ الْأَذَى بِالْمُدَاعَبَةِ وَالْمَزْحِ وَالْمُلَاعَبَةِ فَهِيَ الَّتِي تُطَيِّبُ قُلُوبَ النِّسَاءِ وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْزَحُ مَعَهُنَّ وَيَنْزِلُ إِلَى دَرَجَاتِ عُقُولِهِنَّ فی الأعمال والأخلاق حتى روى أنه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يسابق عائشة فی العدو فسبقته يوماً وسبقها فی بعض الأيام فقال صلى اللّٰه عليه وسلم هذه بتلک ،وفی الخبر أنه كان صلى اللّٰه عليه وسلم من أفكه الناس مع نسائه،وقالت عائشة رضی اللّٰه عنها سمعت أصوات أناس من الحبشة وغيرهم وهم يلعبون فی يوم عاشوراء فقال لی رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أتحبين أن ترى لعبهم قالت قلت نعم فأرسل إليهم فجاؤا وقام رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بين البابين فوضع كفه على الباب ومد يده ووضعت ذقنی على يده وجعلوا يلعبون وأنظر وَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول:''حسبک'' وأقول اسكت مرتين أو ثلاثاً ثم قال: ياعائشة! حسبک، فقلت: نعم، فأشار إليهم فانصرفوا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً وألطفهم بأهله،وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لنسائه وأنا خيركم لنسائی،وقال عمر رضی اللّٰه عنه مع خشونته ينبغی للرجل أن يكون فی أهله مثل الصبی فإذا التمسوا ما عنده وجد رجلاً،وقال لقمان رحمه اللّٰه ينبغی للعاقل أن يكون فی أهله كالصبی وإذا كان فی القوم وجد رجلاً،وفی تفسير الخبر المروی إن اللّٰه يبغض الجعظری الجواظ،قيل هو الشديد على أهله المتكبر فی نفسه وهو أحد ما قيل فی معنى قوله تعالى عتل قيل العتل هو اللفظ اللسان الغليظ القلب على أهله،وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لجابر هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُکَ.وَوَصَفَتْ أَعْرَابِيَّةٌ زَوْجَهَا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ ضَحُوكًا إِذَا وَلَجَ سِكِّيتًا إِذَا خَرَجَ آكِلًا مَا وَجَدَ غير مسائل عمافقد.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:٤٤/٢،دارالمعرفة بيروت،انيس)

کثرت مزاح سے اجتناب:

(حسن تدبیر)مزاح،حسن اخلاق اورعورتوں کی خواہشات کی اتباع میں اس حدتک آگے بڑھنا کہ بیوی کے اخلاق ==

== متاثر ہوں اوراس کی ہیبت دل سے نکل جائے،حسن معاشرت کے لیے بہت زیادہ مضر ہے؛ بلکہ ان امور میں بھی اعتدال ضروری ہے، اس طرح کہ جب بھی کوئی غیر شرعی حرکت دیکھے تو ناراض ہو جائے، ورنہ منکرات پر اعانت کا دروازہ کھل جائے گا۔
حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کا اس قدر مطیع ہو کہ اس کے چشم وابرو کے اشاروں کا منتظر رہے تو اللہ اسے دوزخ میں اوندھا گرادیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اس میں برکت ہے۔
کسی دانشور کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ عورتوں سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ کہیں اس کے خلاف عمل کرو۔
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’تعس عبد الزوجة‘‘. (بیوی کا غلام بد بخت ہوا۔) (یہ روایت ان الفاظ میں نہیں ملی، بخاری میں ابو ہریرہ کی روایت یہ ہے’’ **تعس عبد الدينار وعبد الدرهم** ‘‘.) (عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمِ، وَالقَطِيفَةِ، وَالخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِیَ رَضِیَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ. (صحيح البخاری، باب مايتقى من فتنة المال، رقم الحديث: ٦٤٣٥، انيس)

یہ اس لیے فرمایا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کی بے جا نازبرداری کی اور اس کی خواہشات کی حد سے زیادہ اتباع نے اسے بیوی کا غلام بنا دیا۔

اس شخص کی بدقسمتی میں کیا شبہ ہے، جسے اللہ نے مالک بنایا ہو اور وہ اپنے عمل سے مملوک بن گیا ہو، اپنے اس عمل سے اس نے شیطان کی اتباع بھی کی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں شیطان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النساء:۱۱۹)
(اور میں ان کو تعلیم دوں گا، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔)
مرد کا حق یہ تھا کہ اس کی اتباع کی جائے، نہ یہ کہ وہ عورت کا تابع بنے، اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم مقرر فرمایا ہے۔
﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۃ النساء:۳۴)
(مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔)
ایک آیت میں شوہر کے لیے لفظ’’سید‘‘(آقا) استعمال کیا گیا ہے۔
﴿وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾ (سورۃ یوسف:۲۵)
(اور دونوں نے عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا۔)

اپنے آپ کو سید سے غلام اور متبوع سے تابع بنانے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس نے باری تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی۔عورت نفس کی طرح ہے، اگر تم اس کی لگام ڈھیلی کردو تو وہ شوخی کرے اور تمہیں گھسیٹ لے جائے اور اگر لگام سختی سے پکڑے رکھو تو قابو میں رہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان کا اکرام کرو تو وہ تمہیں ذلیل کریں گی اور ذلیل کرو تو وہ تمہاری عزت کریں گی۔عورت، نوکر اور نبطی۔ مطلب یہ ہے کہ صرف نرمی اور اکرام کافی نہیں ہے؛ بلکہ کبھی کبھی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ بھی ہونی چاہیے؛ تاکہ توازن برقرار رہے۔ ==

== عرب کی عورتیں اپنی بیٹیوں کوشوہروں کی جرأت کی آزمائش کا یہ طریقہ بتلایا کرتی تھیں کہ اس کے نیزہ کی انی توڑ دینا، اگر اس پر وہ خاموش رہے تو اس کی ڈھال پر گوشت کاٹنا، اس پر بھی نہ بولے تو اس کی تلوار سے ہڈیاں توڑنا، اگر وہ تمہاری ان تمام حرکتوں پر خاموش رہے تو یہ سمجھو کہ وہ تمہارا گدھا ہے، اس پر پالان رکھو اور خوب سواری کرو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زمین وآسمان سب اعتدال کے ساتھ قائم ہیں، اگر ذرا بھی اعتدال سے انحراف کریں تو زیروزبر ہو جائیں، عقلمند کو چاہیے کہ وہ عورت کی موافقت اور مخالفت میں اعتدال کی راہ اپنائے رہے اور ہر بات میں حق کی اتباع کرے؛ تاکہ عورتوں کے شر سے محفوظ رہے، ان کا شر واضح ہے اور فریب میں یہ شیطان کا مقابلہ کرتی ہیں۔ عام طور پر عورتوں کے مزاج میں بدخلقی اور کم عقلی کے عناصر زیادہ پائے جاتے ہیں؛ اس لیے ان کے سلسلے میں لطف ومروّت کے ساتھ تدبیر وسیاست کی بھی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مثل المرأة لصالحة فی النساء کمثل الغراب الأعصم من مائة غراب". (نیک عورت ایسی ہے، جیسے سو کوّوں میں سفید پیٹ کا کوّا۔) (طبرانی، ابوامامہ) (عَنْ أَبِی أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ فِی النِّسَاءِ كَمَثَلِ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْغُرَابُ الْأَعْصَمُ؟ قَالَ: الَّذِی إِحْدَى رِجْلَيْهِ بَيْضَاءُ. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۷۸۱۷، انیس)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائیں تھیں، ان میں یہ نصیحت بھی تھی کہ بیٹے! بری عورتوں سے بچتے رہنا، وہ تجھے وقت سے پہلے بوڑھا کردیں گی، شریر عورتوں سے بھی اجتناب کرنا، وہ تجھے خیر کی طرف نہیں بلائیں گی، نیک عورتوں سے ڈرتے رہنا۔

ایک حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ تین بلاؤں سے پناہ مانگو، ان میں سے ایک بری عورت ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

"فإنها المشيبة قبل الشيب". (ابومنصور دیلمی فی مسند الفردوس، ابوہریرہ)

(کہ وہ وقت سے پہلے بوڑھا کردیتی ہے۔)

ایک حدیث میں بری عورت کی یہ تعریف کی گئی ہے:

"إن حضرت آذتک وإن غبت عنها خانتک". (طبرانی، فضالہ ابن عبید) (عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ هُنَّ الْعَوَاقِرُ: إِمَامٌ إِنْ أَحْسَنْتَ لَمْ يَشْكُرْ وَإِنْ أَسَأْتَ لَمْ يَغْفِرْ، وَجَارٌ إِنْ رَأَى خَيْرًا دَفَنَهُ وَإِنْ رَأَى شَرًّا أَشَاعَهُ، وَامْرَأَةٌ إِنْ حَضَرْتَكَ آذَتْكَ وَإِنْ غِبْتَ عَنْهَا خَانَتْكَ. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۸۲٤، انیس)

(جب تو اس کے پاس ہو تو تجھے تکلیف پہنچائے اور جب تو اس کے پاس نہ ہو تو وہ تیری خیانت کرے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ کی بنا پر ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا:

"إنكن صواحبات يوسف".

(تم یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔) ==

== یعنی تم ابوبکر کو امامت سے منع کر رہی ہو، تمہارا یہ منع کرنا حق سے اعراض اور خواہش نفس کی اتباع کرنے کے مترادف ہے۔ (واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے امامت کے لیے فرمایا، اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد بہت کمزور دل رکھتے ہیں، وہ جب آپ کی جگہ خالی دیکھیں گے تو بے تاب ہو جائیں گے۔ اس پر آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ (بخاری ومسلم، عائشہ) (كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَذَكَرْنَا المُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلاةِ وَالتَّعْظِيمَ لَهَا، قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلاةُ، فَأُذِّنَ فَقَالَ: »مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ« فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ، فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الوَجَعِ، فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ، قِيلَ لِلْأَعْمَشِ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُوبَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلاتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاةِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: بِرَأْسِهِ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ بَعْضَهُ، وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا. (صحيح البخاري،باب حد المريض أن يشهد الجماعة،رقم الحديث: ٦٦٤، صحيح لمسلم،باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر،رقم الحديث: ٤١٨،السنن الكبرى للنسائي،الإئتمام بالإمام يصلي قاعدا،رقم الحديث: ٩٠٩،انیس)

جب ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کر دیا تو قرآن پاک نے اس سلسلے میں سخت موقف اختیار کیا اور یہ ہدایت فرمائی:

﴿اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ (سورۃ التحریم:۴) (اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں۔) (اس واقعہ کی تفصیل بھی بخاری وغیرہ میں اس طرح منقول ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک روز تشریف لے گئے تو حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے کچھ زیادہ ٹھہرے، حضرت زینبؓ نے شہد پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر شک آیا، میں نے حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں تو وہ یہ کہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ (مغافیر ایک گوند ہے، جس میں بہت زیادہ بدبو ہوتی ہے)، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو شہد پیا ہے، اس پر میں نے عرض کیا: شاید کوئی مکھی اس کے درخت پر بیٹھ گئی ہو اور اس کا رس چوس لیا ہو۔ آپ نے قسم کھائی اور ارشاد فرمایا کہ میں اب شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو، یہ تاکید بھی فرمائی کہ اس واقعہ کا اظہار نہ کرنا؛ مگر انہوں نے دوسروں سے کہہ دیا، باری تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا۔)

ایک حدیث میں ہے: ”لايفلح قوم تملكهم امراة“. (وہ قوم فلاح یاب نہیں ہوسکتی، جس کی زمام کار عورت کے ہاتھ میں ہو۔) (بخاری نحوہ، عن ابی بکرہ) (عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ فَارِسَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي قَدْ قَتَلَ رَبَّكَ، يَعْنِي كِسْرَى، قَالَ: وَقِيلَ لَهُ، يَعْنِي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّهُ قَدْ اسْتَخْلَفَ ابْنَتَهُ، قَالَ: فَقَالَ: لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمُ امْرَأَةٌ. (مسند الإمام أحمد،رقم الحديث: ٢٠٤٣٨/مسند البزار،رقم الحديث: ٣٦٤٧/المستدرك للحاكم،رقم الحديث: ٨٥٩٩،انیس) ==

== حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے جب انہیں کسی بات پر جواب دیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم گھر کے کونے میں ایک کھلونے کی طرح ہو، اگر ہمیں تمہاری ضرورت ہوئی تو ہم کھیلیں گے، ورنہ تم خاموش بیٹھی رہا کرو۔اس پوری تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ عورتوں میں شر بھی ہے اور کمزوری بھی ہے۔شر کا علاج یہ ہے کہ ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جائے اور کمزوری کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جتنا مرض ہو، اسی قدر علاج کیا جائے، طبیب حاذق مرض کے مطابق تجویز کرتا ہے، مرد بھی عورت کے حق میں طبیب حاذق ہے، اسے چاہیے کہ پہلے عورت کے امراض کی صحیح تشخیص کرے اور اس کے لیے دوا کی اتنی ہی مقدار تجویز کرے، جو اس کے حق میں بہتر اور اس کے مرض کے لیے مفید ہو۔(الرابع أن لا يتبسط فِي الدُّعَابَةِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ وَالْمُوَافَقَةِ بِاتِّبَاعِ هَوَاهَا إِلَى حَدٍّ يُفْسِدُ خُلُقَهَا وَيُسْقِطُ بِالْكُلِّيَّةِ هَيْبَتَهُ عِنْدَهَا بَلْ يُرَاعِي الِاعْتِدَالَ فِيهِ فَلَا يَدَعُ الْهَيْبَةَ وَالِانْقِبَاضَ مَهْمَا رَأَى مُنْكَرًا وَلَا يَفْتَحُ بَابَ الْمُسَاعَدَةِ عَلَى الْمُنْكَرَاتِ الْبَتَّةَ بَلْ مَهْمَا رَأَى مَا يُخَالِفُ الشَّرْعَ وَالْمُرُوئَةَ تَنَمَّرَ وَامْتَعَضَ.قال الحسن: والله ما أصبح رجل يطيع امرأته فيما تهوى إلا كبه الله فى النار.وقال عمر رضى اللّٰه عنه خالفوا النساء فإن فى خلافهن البركة.وقد قيل: شاوروهن وخالفوهن،وقد قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الزوجة،وإنما قال ذلك لأنه إذا أطاعها فى هواها فهو عبدها،وقد تعس فإن اللّٰه ملكه المرأة فملكها نفسه فقد عكس الأمر وقلب القضية وأطاع الشيطان لما قال:ولآمرنهم فليغيرن خلق اللّٰه إذ حق الرجل أن يكون متبوعاً لا تابعاً وقد سمى اللّٰه الرجال قوامين على النساء وسمى الزوج سيداً فقال تعالٰى﴿وألفيا سيدها لدى الباب﴾ فإذا انقلب السيد مسخراً فقد بدل نعمة اللّٰه كفراً ونفس المرأة على مثال نفسك إن أرسلت عنانها قليلاً جمحت بك طويلاً وإن أرخيت عذارها فتراً جذبتك ذراعاً وإن كبحتها وشددت يدك عليها فى محل الشدة ملكتها.قال الشافعى رضى اللّٰه عنه: ثلاثة إن أكرمتهم أهانوك وإن أهنتهم أكرموك المرأة والخادم والنبطى أراد به إن محضت الإكرام ولم تمزج غلظك بلينك وفظاظتك برفقك،وكانت نساء العرب يعلمن بناتهن اختبار الأزواج وكانت المرأة تقول لابنتها اختبرى زوجك قبل الإقدام والجرائة عليه انزعى زج رمحه فإن سكت فقطعى اللحم على ترسه فإن سكت فكسرى العظام بسيفه فإن سكت فاجعلى الإكاف على ظهره وامتطيه فإنما هو حمارك،وعلى الجملة فبالعدل قامت السموات وَالْأَرْضُ فَكُلُّ مَا جَاوَزَ حَدَّهُ انْعَكَسَ عَلَى ضده فينبغى أن تسلك سبيل الاقتصاد فى المخالفة والموافقة وتتبع الحق فى جميع ذلك لتسلم من شرهن فإن كيدهن عظيم وشرهن فاش والغالب عليهن سوء الخلق وركاكة العقل وَلَا يَعْتَدِلُ ذَلِكَ مِنْهُنَّ إِلَّا بِنَوْعِ لُطْفٍ ممزوج بسياسة.وقال صلى اللّٰه عليه وسلم مثل المرأة الصالحة فى النساء كمثل الغراب الأعصم بين مائة غراب.والأعصم يعنى الأبيض البطن.وفى وصية لقمان لابنه يا بنى اتق المرأة السوء فإنها تشيبك قبل الشيب واتق شرار النساء فإنهن لا يدعون إلى خير وكن من خيارهن على حذر.وقال صلى اللّٰه عليه وسلم استعيذوا من الفواقر الثلاث.وعد منهن المرأة السوء فإنها المشيبة قبل الشيب.وفى لفظ آخر: إن دخلت عليها سبتك وإن غبت عنها خانتك وقد قال صلى اللّٰه عليه وسلم فى خيرات النساء إنكن صواحبات يوسف؛يعنى إن صرفكن أبا بكر عن التقدم فى الصلاة ميل منكن عن الحق إلى الهوى.قال اللّٰه تعالى حين أفشين سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴿إن تتوبا إلى اللّٰه فقد صغت قلوبكما﴾أى مالت وقال ذلك فى خير أزواجه. وقال صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يفلح قوم تملكهم امرأة.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:٢/ ٤٤ـ ٤٥،دار المعرفة بيروت،انيس) ==

== غیرت میں اعتدال:

مطلب یہ ہے کہ جن امور میں فساد کا اندیشہ ہو، انہیں پہلے ہی روز ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اس طرح کے معاملات میں غفلت کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے؛ لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ عورتوں سے خواہ مخواہ بدگمانی رکھی جائے اور ان کے باطنی امور کی جستجو کی جائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے مخفی امور سے در پے ہونے سے منع فرمایا ہے۔(طبرانی اوسط میں حضرت جابرؓ کے الفاظ ہیں: ''نهى أن تتطلب عثرات النساء'')(المعجم الأوسط للطبراني،رقم الحديث:۱۸۳۳،انیس)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے کسی سفر سے واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا کہ رات میں دروازہ مت کھٹکھٹاؤ، دو شخصوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور آگے بڑھ گئے، گھر پہنچے تو ناپسندیدہ حالات دیکھے۔(احمد،ابن عمرؓ)(عَنِ ابْنِ عُمَرَ؛ أَن رَسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم أَقْبَلَ مِنْ غَزْوَةٍ فَقَالَ: أَيُّهَا الناس لا تطرقوا النساء ليلا، ولا تفتروهم. (مسند البزار،رقم الحديث:۵۷۵۰،انیس)

ایک حدیث میں عورتوں کو پسلی کی ہڈی سے تشبیہ دی گئی ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''المرأة كالضلع ان أردت أن تقيمه كسرته فدعه تستمتع به علٰى عوج''. (بخاری ومسلم،ابوہریرہ)(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: المَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ. (صحيح البخاري،رقم الحديث:۵۱۸۴/عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ، إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ.(صحيح لمسلم،رقم الحديث:۱۴۶۸،انیس)

(عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے کا ارادہ کروگے تو یہ ٹوٹ جائے گی، اسے چھوڑ دو اور اس سے ٹیڑھ پن کی حالت ہی میں فائدہ اٹھاؤ۔)

یہ روایت عورتوں کے اخلاق کی اصلاح وتہذیب سے متعلق ہے۔ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''إن من الغيرة غيرة يبغضها اللّٰه عزوجل وهي غير ة الرجل على أهله من غير ريبة''. (ابوداؤد،نسائی،ابن حبان۔جابر بن عتیک)(عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللَّهُ، فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللَّهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ، وَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللَّهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ، وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللَّهُ، وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللَّهُ، فَأَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللَّهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ الْقِتَالِ، وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ، وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللَّهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبَغْيِ« قَالَ مُوسَى: وَالْفَخْرِ.(سنن أبي داؤد،باب في الخيلاء في الحرب،رقم الحديث:۲۶۵۹،سنن النسائي،رقم الحديث:۲۵۵۸،صحيح ابن حبان،رقم الحديث:۴۷۶۲۳،انیس)

(ایک غیرت وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور وہ بیوی پر بلا کسی شبہ کے شوہر کی غیرت ہے۔)

اس طرح کی غیرت کا تعلق بدگمانی سے ہے۔قرآن پاک میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے سلسلے میں زیادہ غیرت کا مظاہرہ نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہاری وجہ سے وہ بدنام ہو جائے، اگر غیرت کا موقع ہو تو پھر بزدل بننے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح کی غیرت لائق تعریف ہے، چناں چہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ==

== ’’اللّٰہ یغار،والمؤمن یغار وغیرة اللّٰہ أن یأتی الرجل المؤمن ماحرم اللّٰہ علیه‘‘. (بخاری میں ’’المؤمن یغار‘‘ نہیں ہے۔)(عَنْ أَبِی سَلَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللَّهِ أَنْ يَأْتِیَ المُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ.(صحیح البخاری،باب الغیرة: ۳۵/۷،دارطوق النجاة،انیس/عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :المؤمن یغار، واللّٰہ یغار، وغیرة اللّٰہ أن یأتی المؤمن ما حرم علیه.(مسند الإمام أحمد،رقم الحدیث: ۱۰۹۵۰،انیس)

(اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور صاحب ایمان بھی غیرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ایک غیرت یہ ہے کہ بندہ مومن کسی ایسے امر کا ارتکاب کرے، جسے اللہ نے اس کے لیے حرام قرار دے دیا ہو۔)

ایک طویل حدیث میں باری تعالیٰ کی غیرت کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

’’أ تعجبون من غیرة سعد، أنا واللّٰہ أغیره منه، واللّٰہ أغیرمنی ولأجل غیرة اللّٰہ تعالیٰ حرم الفواحش ماظهر وما بطن ،ولا أحد أحب الیه العذر من اللّٰہ ولذلک بعث المنذرین والمبشر ین ولا أحب إلیه العذر من اللّٰہ ولذلک بعث المنذر رین والمبشرین ولا أحد أحب الیه المدح من اللّٰہ ولا جل ذلک وعد الجنة‘‘.

(بخاری ومسلم، مغیرة بن شعبہ)(صحیح البخاری،رقم الحدیث: ۷۴۱۶،صحیح لمسلم،رقم الحدیث: ۱۴۹۹،انیس)

(کیا تم سعد کی غیرت پر حیرت کر رہے ہو، اللہ کی قسم میں سعد سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیّور ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہی تو ہے کہ اس نے ظاہر و باطن کی برائیوں کی حرام فرمایا، اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت کوئی ایسا نہیں، جسے عذر زیادہ پسند ہو، یہی وجہ ہے کہ اس نے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے بھیجے اور نہ اللہ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند ہے اور اس لیے اس نے جنت کا وعدہ فرمایا۔)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے خواب کا واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے شب معراج میں جنت کا ایک محل دیکھا، اس کے صحن میں ایک لونڈی تھی، میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتلایا گیا کہ میں محل عمر (رضی اللہ عنہ) کا ہے ،میرا ارادہ ہوا کہ محل کے اندر جھانک کر دیکھ لوں؛ لیکن مجھے عمرؓ کی غیرت یاد آ گئی (کہ شاید انھیں میرا یہ فعل برا لگے) یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر بھی غیرت کر سکتا ہوں۔ (بخاری ومسلم میں یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ لیکن اس میں شب معراج کا ذکر ہے اور نہ لونڈی کا، البتہ لونڈی کا ذکر ابو ہریرہؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے، اس روایت کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: ’’بینما أنا نائم رأیتنی فی الجنة‘‘.)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگو! کیا تمہاری غیرت یہ گوارا کرتی ہے کہ تمہاری بیویاں بازاروں میں کافروں کے جسم سے اپنا جسم رگڑ کر چلیں۔ خدا اس شخص کا برا کرے، جس کے پاس غیرت نہ ہو۔

ایک حدیث میں محمود و مذموم غیرتوں کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے:

’’إن من الغیرة ما یحب اللّٰہ ومنها ما یبغضه ومن الخیلا ء ما یحبه اللّٰہ ومنها ما یبغضه اللّٰہ فأما الغیرة اللتی یحبا اللّٰہ فالغیرة فی الریبة والغیرة التی یبغضها اللّٰہ فاالغیرة فی غیرریبة والا ختیال الذی یحبه اللّٰہ اختیال الرجل بنفسه عند القتال وعند الصدمة والا ختیال الذی یبغضه اللّٰہ الاختیال فی الباطل‘‘. (ابوداؤد، نسائی ،ابن حبان۔ جابر بن عتیک)(سنن أبی داؤد،باب فی الخیلاء فی الحرب،رقم الحدیث: ۲۶۵۹،سنن النسائی،رقم الحدیث: ۲۵۵۸،صحیح ابن حبان،رقم الحدیث: ۴۷۶۲۳،انیس) ==

== (ایک غیرت وہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور ایک وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ایک تکبّر وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور ایک وہ ہے، جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔وہ غیرت جو اللہ کو پسند ہے، وہ ہے جو کسی شک پر مبنی ہو اور وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے، وہ ہے جو بغیر شک کے ہو اور جس تکبر کو اللہ پسند فرماتے ہیں، وہ ہے جو قتال اور صدمہ کے وقت ہو اور جس تکبر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے، وہ ہے امر باطل کے سلسلے میں ہو۔)

ایک روایت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

"**إنی لغیور ومامن امری لا یغار إلامنکوس القلب**". (اس کا پہلا جزابھی گزرا ہے اور دوسرا جزابوعمر التوقانی نے کتاب الابلین میں عبداللہ ابن محمد سے مرسلا روایت کیا ہے۔)(عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي غَيُورٌ، وَإِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ غَيُورًا، وَمَا مِنِ امْرِءٍ لَا يَغَارُ إِلَّا مَنْكُوسُ الْقَلْبِ.(مصنف ابن أبی شیبة،رقم الحدیث: ۱۷۷۱۳/ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي لَغَيُورٌ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي، وَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مِنْ عِبَادِهِ الْغَيُورَ.(المعجم الأوسط،رقم الحدیث: ۸٤٤١،انیس)

(میں غیرت مند ہوں اور جو شخص غیرت نہ رکھتا ہو، وہ اندھے دل کا آدمی ہے۔)

غیرت نہ ہونے کی سبیل یہ ہے کہ عورت کے پاس مرد نہ آئیں اور نہ وہ گھر سے باہر نکلے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یہ نہ وہ مردوں کو دیکھے اور نہ مرد اس کے پاس آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سنا تو انھیں اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا: آخر کس باپ کی بیٹی ہے؟ (بزار، دار قطنی۔علیؓ)

صحابہ کرامؓ روشندان اور دیواروں کے سوراخ وغیرہ بند کر دیا کرتے تھے؛ تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کو تانک جھانک کرتے ہوئے دیکھا تو اسے سخت سزا دی۔ایک مرتبہ اس بات پر اپنی بیوی کو مارا کہ انھوں نے سیب منہ سے کاٹ کر کھایا اور بچا ہوا ٹکڑا غلام کو دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو خوش پوشاکی کی عادت نہ ڈالو، گھر میں پڑی رہیں گی؛ اس لیے فرمایا کہ عورتیں خراب کپڑے پہن کر باہر نہیں نکلتیں؛ بلکہ جب بھی نکلتی ہیں اچھے کپڑے پہن کر نکلتی ہیں؛ کیوں کہ مقصود نمائش ہے۔یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو گھروں میں رہنے کی عادت ڈالو۔

یہ صحیح ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دی تھی۔(بخاری و مسلم میں ابن عمر کی روایت ہے:"**اذنوا للنساء باللیل الی المساجد**".) لیکن اب بہتر یہ ہے کہ اس اجازت کا دائرہ محدود کر دیا جائے اور بوڑھی عورتوں کے علاوہ کسی کو مسجد میں جانے کی اجازت نہ دی جائے۔یہ بات دور صحابہ ہی میں طے پا چکی تھی، چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں معلوم ہوتیں، جو آپ کے بعد عورتوں نے ایجاد کی ہیں تو بلا شبہ آپ انھیں گھر سے باہر نکلنے سے منع فرما دیتے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان فرمائی:

"**لاتمنعوا إماء اللّٰہ مساجد اللّٰہ**". (بخاری و مسلم)(اللہ تعالیٰ کی کنیزوں کو اس کی مسجدوں میں جانے سے مت روکو۔)==

== آپ کے کسی صاحبزادے نے کہا کہ ہم تو اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے نہیں دیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ یہ سن کر بے حد خفا ہوئے اور اس کو سزا دی اور فرمایا کہ تو نے نہیں سنا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کر رہا ہوں؟ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے نے اختلاف کی جرأت اس لیے کی، انھیں زمانے کے حالات کا علم تھا اور وہ عورتوں کے مسجد میں جانے کے ضرر سے واقف تھے، حضرت ابن عمرؓ نے اس اختلاف پر اپنی ناراضگی کا اظہار اس لیے فرمایا کہ ان کے بیٹے نے حدیث کی مخالفت کا لفظ بلا کسی مناسب عذر کے زبان سے نکالا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید کے موقع پر عید گاہ جانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی؛ لیکن یہ اجازت شوہروں کی اجازت کے ساتھ مشروط تھی۔ (عورتوں کے لیے عید گاہ جانے کی ام عطیہ سے بخاری و مسلم میں ہے۔) اس زمانے میں بھی پارسا اور عفت مآب عورت باہر نکل سکتی ہے؛ لیکن اس وقت جب شوہروں کی اجازت دے؛ مگر نہ نکلنے میں احتیاط زیادہ ہے۔ (احناف نے عورتوں کو جماعت و جمعہ وعیدین اور وعظ کی مجالس میں شامل ہونے کو مکروہ فرمایا ہے، مفتی بہ مذہب کے مطابق بوڑھی عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۹/۱)

عورتوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ صرف اہم ضرورتوں کے لیے نکلیں؛ اس لیے کہ محض سیر سپاٹے کے لیے؛ یا غیر ضروری کاموں کے لیے باہر نکلنا شرافت کے خلاف ہے۔ بعض اوقات اس بے احتیاطی سے کام بگڑ جاتے ہیں۔ اگر نکلنا ضروری ہی ہو تو عورتوں کو چاہیے کہ وہ مردوں کی طرف نہ دیکھیں؛ بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق میں ایسا ہی ہے، جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے حق میں؛ بلکہ عورت کے حق میں مرد کا چہرہ ایسا ہے، جیسا مرد کا چہرہ مرد کے حق میں، اگر فتنے کا خوف ہو، مرد کے لیے امرد کا چہرہ دیکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح یہاں بھی اگر فتنے کا خوف ہو تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرد کا چہرہ دیکھے؛ لیکن اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، پہلے بھی اگر فتنے کا خوف ہو تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرد کا چہرہ دیکھے؛ لیکن اگر مردوں کے چہرے عورتوں کے حق میں مطلقاً داخل ستر ہوتے تو یقیناً انھیں نقاب پہننے کا حکم دیا جاتا، یا عورتوں سے کہا جاتا کہ وہ باہر نہ نکلیں۔ (حَدِيثِ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم إن تتبع عورات النساء رواه الطبراني في الأوسط من حديث جابر نهى أن تتطلب عثرات النساء والحديث عند مسلم بلفظ نهى أن يطرق الرجل أهله ليلا يخونهم أو يطلب عثراتهم واقتصر البخاري منه على ذكر النهي عن الطروق ليلا، وفي لفظ آخر: أَنْ تُبْغَتَ النِّسَاءُ، وَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرِهِ قَالَ قَبْلَ دُخُولِ الْمَدِينَةِ لَا تَطْرُقُوا النِّسَاءَ لَيْلًا فَخَالَفَهُ رَجُلَانِ فَسَبَقَا فَرَأَى كُلُّ وَاحِدٍ فِي منزله ما يكره. وفي الخبر المشهور المرأة كالضلع إن قومته كسرته فدعه تستمتع به على عوج، وهذا في تهذيب أخلاقها. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ الْغَيْرَةِ غَيْرَةً يُبْغِضُهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهِيَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ. لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ سُوءِ الظَّنِّ الَّذِي نُهِينَا عنه فإن بعض الظن إثم، وقال علي رضي الله عنه لا تكثر الغيرة على أهلك فترمى بالسوء من أجلك، وَأَمَّا الْغَيْرَةُ فِي مَحَلِّهَا فَلَا بُدَّ مِنْهَا وهي محمودة، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إن الله تعالى يغار والمؤمن يغار وغيرة الله تعالى أن يأتي الرجل المؤمن ما حرم الله عليه، وقال صلى الله عليه وسلم أتعجبون من غيرة سعد أنا والله أغير منه والله أغير مني، ولأجل غيرة الله تعالى حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا أحد أحب إليه العذر من الله ولذلك بعث المنذرين والمبشرين ولا أحد أحب إليه المدح من الله ولأجل ذلك وعد الجنة، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رأيت ليلةً أسرى بي في الجنة قصراً وبفنائه جارية فقلت لمن هذا القصر فقيل لعمر فأردت أن أنظر إليها فذكرت غيرتك يا عمر فبكى عمر وقال أعليك أغار يا رسول الله، وكان الحسن يقول أتدعون نسائكم ليزاحمن العلوج في الأسواق قبح الله من لا يغار ==

== وقال عليه الصلاة والسلام: إن من الغيرة ما يحبه الله ومنها ما يبغضه الله ومن الخيلاء ما يحبه الله ومنها ما يبغضه الله فأما الغيرة التى يحبها الله فالغيرة فى الريبة والغيرة التى يبغضها الله فالغيرة فى غير ريبة والاختيال الذى يحبه الله اختيال الرجل بنفسه عند القتال وعند الصدمة والاختيال الذى يبغضه الله الاختيال فى الباطل،وقال صلى الله عليه وسلم إنى لغيور وما من امرء لا يغار إلا منكوس القلب.والطريق المغنى عن الغيرة أن لا يدخل عليها الرجال وهى لا تخرج إلى الأسواق،وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لابنته فاطمة عليها السلام أى شيء خير للمرأة قالت أن لا ترى رجلا ولا يراها رجل فضمها إليه وقال ذرية بعضها من بعض،فاستحسن قولها،وَكَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم يسدون الكوى والثقب فى الحيطان لئلا تطلع النسوان إلى الرجال،ورأى معاذ امرأته تطلع فى الكوة فضربها ورأى امرأته قد دفعت إلى غلامه تفاحة قد أكلت منها فضربها،وقال عمر رضى الله عنه أعروا النساء يلزمن الحجال وإنما قال ذلک لأنهن لا يرغبن فى الخروج فى الهيئة الرثة،وقال عودوا نسائكم لا وَكَانَ قَدْ أَذِنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم للنساء فى حضور المسجد،والصواب الآن المنع إلا العجائز بل استصوب ذلک فى زمان الصحابة حتى قالت عائشة رضى الله عنها لو علم النبى صلى الله عليه وسلم ما أحدثت النساء بعده لمنعهن من الخروج ،ولما قال ابن عمر قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم لاتمنعوا إماء الله مساجد الله فقال بعض ولده بلى والله لنمنعهن فضربه وغضب عليه وقال تسمعنى أقول قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا تمنعوا فتقول بلى،وإنما استجرأ على المخالفة لعلمه بتغير الزمان وإنما غضب عليه لإطلاقه اللفظ بالمخالفة ظاهراً من غير إظهار العذر وكذلک كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قد أذن لهن فى الأعياد خاصة أن يخرجن،ولكن لا يخرجن إلا برضا أزواجهن والخروج الآن مباح للمرأة العفيفة برضا زَوْجِهَا وَلَكِنَّ الْقُعُودَ أَسْلَمُ وَيَنْبَغِي أَنْ لَا تَخْرُجَ إِلَّا لِمُهِمٍّ فَإِنَّ الْخُرُوجَ لِلنِّظَارَاتِ وَالْأُمُورِ الَّتِي لَيْسَتْ مُهِمَّةً تَقْدَحُ فِي الْمُرُوئَةِ وَرُبَّمَا تُفْضِي إِلَى الْفَسَادِ فَإِذَا خَرَجَتْ فَيَنْبَغِي أَنْ تَغُضَّ بَصَرَهَا عَنِ الرِّجَالِ وَلَسْنَا نَقُولُ إِنَّ وَجْهَ الرَّجُلِ فِي حَقِّهَا عَوْرَةٌ كَوَجْهِ الْمَرْأَةِ فِي حَقِّهِ بَلْ هُوَ كَوَجْهِ الصَّبِيِّ الْأَمْرَدِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ فَيَحْرُمُ النَّظَرُ عِنْدَ خَوْفِ الْفِتْنَةِ فَقَطْ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فَلَا إِذْ لَمْ يَزَلِ الرِّجَالُ عَلَى مَمَرِّ الزَّمَانِ مكشوفى الوجوه والنساء يخرجن منتقبات وَلَوْ كَانَ وُجُوهُ الرِّجَالِ عَوْرَةً فِي حَقِّ النساء لأمروا بالتنقب أَوْ مُنِعْنَ مِنَ الْخُرُوجِ إِلَّا لِضَرُورَةٍ.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۲/ ۴۵-۴۷،دارالمعرفة بيروت،انيس)

اخراجات میں میانہ روی:

اخراجات کے سلسلے کا حکم یہ ہے کہ نہ تنگی کی جائے اور نہ فضول خرچی سے کام لیا جائے؛ بلکہ میانہ روی اختیار کی جائے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾(سورۃ الأعراف:۳۱)

(اور(خوب) کھاؤ پیواور حد سے مت نکلو۔)

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾(سورۃ الإسراء:۳۱)

(اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے۔) ==

== اخراجات کے سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ بیویوں پرخرچ کرنے والا مال بھی راہ خدا میں خرچ کئے جانے والے مال کی طرح اجروثواب کا باعث ہوتا ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادفرماتے ہیں:

’’مسکین و دینار انفقته علٰی أهلک أعظمها أجرا للذی انفقته علٰی أهلک‘‘. (مسلم،ابوہریرہ)(**صحیح لمسلم،باب فضل النفقة علی العیال،رقم الحدیث: ۹۹۵**،انیس)

(وہ ایک دینار جس کو تم راہ خدا میں خرچ کرتے ہو اور وہ ایک دینار جسے تم کوئی غلام آزاد کرنے میں خرچ کرتے ہواور وہ ایک دینار جسے تم کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہواور وہ ایک دینار جسے تم اپنے اہل وعیال پرخرچ کرتے ہوان میں زیادہ اجراس دینار کا ہوگا جسے تم اپنے اہل وعیال پرخرچ کرتے ہو۔)

کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی چار بیویاں تھیں،آپ ان میں سے ہرایک کے لیے ہر چوتھے روز چار درہم کا گوشت خریدا کرتے تھے۔حضرت حسن بصریؒ ارشادفرماتے ہیں کہ پچھلے زمانے کےلوگ مردوں میں فراخ دل اور خانگی لوازمات اور کپڑوں وغیرہ کے سلسلے میں میانہ رو تھے۔

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ وہ ہفتے میں ایک بار فالودہ، یا حلوہ وغیرہ پکوالیا کرے،اگر چہ یہ چیزیں ضروری نہیں ہیں؛لیکن انہیں کلی طور پر ترک کر دینا بھی مناسب نہیں ہے،اس سے بخل کا الزام آتا ہے،مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو بچا ہوا کھانا اور وہ چیزیں جو رکھنے سے خراب ہوجائیں،خیرات کرنے کی ہدایت کر دے، یہ خیرات کا ادنی درجہ ہے،ہمارے خیال میں عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس قسم کی خیرات اپنے شوہر کی صریح اجازت کے بغیر بھی کر دیا کرے۔مرد کے لیے مناسب نہیں کہ خود اچھے کھانے کھائے اور اہل خانہ کو سادہ کھانا کھلائے،اس سے دلوں میں کینہ پیدا ہوتا ہے اور گھریلو زندگی خراب ہوتی ہے،اگر وہ اچھے کھانے کھائے بغیر نہ رہ سکے اور گھر والوں کو کھلانے پر قادر نہ ہوتو پوشیدہ طور پر کھائے،گھر والوں کو اس کی خبر نہ ہونی چاہیے۔یہ مناسب نہیں کہ گھر والوں کے سامنے کسی ایسے کھانے کا تذکرہ کیا جائے،جس کھلانے کا ارادہ نہ ہو۔حسنِ معاشرت کا تقاضا یہ ہے کہ جب کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو اپنی بیوی بچوں کو دسترخوان پر ساتھ بٹھائے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسا سنا ہے کہ اللہ عز وجل اور اس کے فرشتے اس خاندان کے لیے رحمت دعا کرتے ہیں، جو ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں، کہ ہم نے ایسا سنا ہے کہ اللہ عز وجل اور اس کے فرشتے اس خاندان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں، جو ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔نفقے کے سلسلے میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ حلال ذرائع آمدنی اختیار کرے، اگر اخراجات زیادہ ہوجائیں تو دوسری تدابیر اختیار کرے، ناجائز ذرائع اختیار نہ کرے۔(**السَّادِسُ الِاعْتِدَالُ فِي النَّفَقَةِ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُقَتِّرَ عَلَيْهِنَّ فِي الْإِنْفَاقِ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُسْرِفَ بَلْ يَقْتَصِدَ،قَالَ تَعَالَى: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تسرفوا﴾ وَقَالَ تَعَالَى:﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عنقک ولا تبسطها کل البسط﴾ وقد قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خیرکم خیرکم لأهله،وقال صلی اللّٰه علیه وسلم دینار أنفقته فی سبیل اللّٰه ودینار أنفقته فی رقبة ودینار تصدقت به علی مسکین ودینار أنفقته علی أهلک أعظمها أجراً الذی أنفقته علی أهلک.وقیل کان لعلی رضی اللّٰه عنه أربع نسوة فکان یشتری لکل واحدة فی کل أربعة أیام لحماً بدرهم وقال الحسن رضی اللّٰه عنه کانوا فی الرجال مخاصیب والإناث والثیاب مجادیب،وقال ابْنُ سِيرِينَ يُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَعْمَلَ لِأَهْلِهِ فی کل جمعة فالوذجة وکأن الحلاوة وإن لم تکن من المهمات ولکن ترکها بالکلیة تقتیر فی العادة** ==

== وَيَنْبَغِي أَنْ يَأْمُرَهَا بِالتَّصَدُّقِ بِبَقَايَا الطَّعَامِ وَمَا يَفْسُدُ لَوْ تُرِكَ فَهَذَا أَقَلُّ دَرَجَاتِ الْخَيْرِ وَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَفْعَلَ ذَلِكَ بِحُكْمِ الْحَالِ مِنْ غير صريح إِذْنٍ مِنَ الزَّوْجِ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْتَأْثِرَ عَنْ أَهْلِهِ بِمَأْكُولٍ طَيِّبٍ فَلَا يُطْعِمُهُمْ مِنْهُ فَإِنَّ ذَلِكَ مِمَّا يُوغِرُ الصُّدُورَ وَيَبْعُدُ عَنِ المعاشرة بالمعروف فإن كان مزمعاً على ذلك فليأكله بخفية بحيث لا يعرف أهله وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَصِفَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا لَيْسَ يُرِيدُ إِطْعَامَهُمْ إِيَّاهُ وَإِذَا أَكَلَ فَيُقْعِدُ الْعِيَالَ كلهم على مائدته فقد قال سفيان رضي الله عنه بلغنا أن الله وملائكته يصلون على أهل بيت يأكلون جماعة وَأَهَمُّ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ مُرَاعَاتُهُ فِي الْإِنْفَاقِ أَنْ يُطْعِمَهَا مِنَ الْحَلَالِ وَلَا يَدْخُلَ مَدَاخِلَ السُّوءِ لِأَجْلِهَا فَإِنَّ ذَلِكَ جِنَايَةٌ عَلَيْهَا لا مراعاة لها وقد أوردنا الأخبار الواردة في ذلك عند ذكر آفات النكاح. (احياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ۴۷/۲، دار المعرفة بيروت، انيس)

عورتوں کے مسائل کا علم اور تعلیم:

مرد کو حیض کے مسائل اور اوقات حیض میں ممنوعہ امور کا علم ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو نماز کے احکام اور دوسری دینی ضرورتوں کی تعلیم دے۔ قرآن کریم میں مردوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو دوزخ کی آگ سے بچائیں:

﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَاراً﴾ (سورۃ التحریم: ۶)

(اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔)

اس لیے مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اہل سنت کے عقائد سکھلائے، اگر وہ بدعت کی طرف مائل ہے تو اسے صحیح راستے پر لائے، اگر وہ دین کے معاملات میں سستی برتتی ہو، یا کوتاہی کرتی ہو تو اسے اللہ سے ڈرائے، اسے حیض اور استحاضے کے ضروری احکام بھی بتلائے، خاص طور پر ان نمازوں کے متعلق ضرور بتلائے، جن کے تقاضا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی عورت کا سلسلہ حیض مغرب سے کچھ دیر پہلے اس وقت بند ہوا ہو، جب کہ وہ ایک رکعت نماز پڑھ سکتی تھی تو اس پر ظہر اور عصر دو نمازوں کی قضا واجب ہے اور اگر صبح سے پہلے اس وقت حیض بند ہوا ہے، جب کہ وہ ایک رکعت پڑھ سکتی تھی تو اس پر ظہر اور عصر دو نمازوں کی قضا واجب ہے اور اگر صبح سے پہلے اس وقت حیض بند ہوا ہے، جب کہ وہ ایک رکعت پڑھ سکتی تھی تو اسے مغرب اور عشا کی نمازیں قضا پڑھنی چاہیں۔ عورتیں عام طور پر ان امور کی رعایت نہیں کرتیں، اگر کسی عورت کا شوہر اس کی تعلیم کا کفیل ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسائل معلوم کرنے کے لیے علما کے پاس جائے۔ اگر شوہر عالم نہ ہو؛ لیکن وہ علما سے معلوم کر کے بتلانے کی اہلیت رکھتا ہو، تب بھی اس کے لیے باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر شوہر اس قابل بھی نہ ہو تو نکلنا نہ صرف یہ کہ مناسب ہے؛ بلکہ واجب ہے، اگر شوہر منع کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ فرائض کا علم حاصل کرنے کے بعد اب مزید تعلیم کے لیے علما کی مجلسوں میں جانے کے لیے شوہر کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر عورت نے حیض وغیرہ سے متعلق احکامات کا علم حاصل نہ کیا اور اس کے شوہر نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی تو گناہ میں دونوں شریک ہوں گے۔ (السَّابِعُ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمُتَزَوِّجُ مِنْ عِلْمِ الْحَيْضِ وَأَحْكَامِهِ مَا يَحْتَرِزُ بِهِ الِاحْتِرَازَ الْوَاجِبَ وَيُعَلِّمَ زوجته أحكام الصلاة وما يقضى منها في الحيض وما لا يقضى فإنه أمر بأن يقيها النار بقوله تعالى }قوا أنفسكم وأهليكم ناراً{ فعليه أن يلقنها اعتقاد أهل السنة ويزيل عن قلبها كل بدعة إن استمعت إليها ويخوفها في الله إن تساهلت في أمر الدين ويعلمها من أحكام الحيض والاستحاضة ما تحتاج إليه وعلم الاستحاضة يطول فأما الذي لا بد من إرشاد النساء إليه في أمر الحيض بيان الصلوات التي تقضيها فإنها مهما انقطع دمها قبيل المغرب بمقدار ركعة فعليها قضاء الظهر والعصر وإذا انقطع قبل الصبح بمقدار ركعة فعليها قضاء المغرب والعشاء ==

== وهـذا أقـل ما يراعيه النساء فَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ قَائِمًا بِتَعْلِيمِهَا فَلَيْسَ لَهَا الْخُرُوجُ لِسُؤَالِ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ قَصُرَ عِلْمُ الرَّجُلِ وَلَكِنْ نَابَ عَنْهَا فِي السُّؤَالِ فَأَخْبَرَهَا بِجَوَابِ المفتي فليس لها خروج فَإِنْ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ فَلَهَا الْخُرُوجُ لِلسُّؤَالِ بـل عـليهـا ذلك ويعصي الرجل بمنعها ومهما تعلمت ما هو من الفرائض عليها فليس لها أن تخرج إلى مجلس ذكر ولا إلـى تـعـلـم فضل إلا برضاه ومهما أهملت المرأة حكماً من أحكام الحيض والاستحاضة ولم يعلمها الرجل حرج الرجل معها وشاركها في الإثم. (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ٤٨/٢، دار المعرفة بيروت، انيس)

عدل وانصاف:

اگر کئی بیویاں ہوں تو سب کے درمیان عدل ہونا چاہیے، یہ مناسب نہیں کہ کسی ایک کو ترجیح دی جائے۔ اگر سفر درپیش ہو اور کسی ایک بیوی کو لے جانے کا ارادہ ہو تو قرعہ ڈالے اور جس کا نام نکل آئے، اس کو ساتھ لے جائے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی تھی۔ (بخاری و مسلم، عائشہ) (عَنْ عَـائِشَةَ رَضِـيَ الـلّٰـهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَـفَـرًا أَقْـرَعَ بَيْـنَ نِسَـائِـهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ. (صـحـيـح الـبـخـارى، بـاب الـقـرعة فـي الـمشكلات، رقم الحديث: ٢٦٨٨، صـحـيـح لـمسـلـم، رقم الحديث: ٢٧٧٠، في حديث طويل)

اگر کسی بیوی کی باری چھوڑ کر دوسری کے پاس چلا گیا تو اس کی قضا کرے، باری کی قضا کرنا واجب ہے، ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی صورت میں عدل کے احکامات سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''من كان له امرأتان ومال إلى احداهما دون الأخرى'' (وفي لفظ الترمذي) ''لم يعدل بينهما جاء يوم القيامة واحد شقيه مائل''. (اصحاب سنن، ابن حبان، ابو ہریرہ، ابوداؤد اور ابن حبان میں ''مع احداهما'' اور ترمذی میں ''فلم يعدل بينهما '' ہے۔) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ. (سنن الترمذي، رقم الحديث: ١١٤١، انيس)

(جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک طرف مائل ہو (اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ) جس نے ان دونوں کے مابین عدل سے کام نہیں لیا تو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔)

عدل کا تعلق نان ونفقے اور رات کے قیام سے ہے، محبت اور صحبت میں عدل واجب نہیں ہے؛ اس لیے کہ محبت اور صحبت آدمی کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲۹)

(اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیویوں میں برابری رکھو، گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے۔)

یعنی تم دل کی خواہش اور نفس کے میلان میں عدل نہیں کر سکتے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نان ونفقہ اور رات کے قیام کے سلسلے میں عدل کرنے کے باوجود یہ دعا فرماتے تھے:

''اللّٰهم هذا جهدي فيما أملك، ولاطاقة لي فيما تملك ولا أملك''. (اے اللہ! جس چیز پر میں قادر ہوں اس میں یہ میری کوشش ہے اور جس چیز کا تو مالک ہے، اس کی مجھے طاقت نہیں۔) (اصحاب سنن، ابن حبان، عائشہ) ==

== (عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ هَذَا فِعْلِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ.(سنن ابن ماجة،رقم الحديث: ١٩٧١،سنن أبی داؤد،رقم الحديث: ٢١٣٤،سنن الترمذی،رقم الحديث: ١١٤٠،سنن النسائی،رقم الحديث: ٣٩٤٣،المستدرک للحاکم، رقم الحديث: ٢٧٦١،انیس)

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت تھی۔(بخاری ومسلم،عمرو بن العاص) (المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث: ٧٤،انیس)

اور یہ بات آپ کی تمام ازواج مطہرات جانتی تھیں، چناں چہ مرض الوفات میں آپ کو ہر روز ان زوجہ مطہرہ کے گھر میں پہنچا دیا جاتا تھا، جن کی باری ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے اور یہ پوچھتے کہ میں صبح کو کس کے یہاں رہوں گا، کسی زوجہ مطہرہ نے یہ اندازہ لگالیا کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے منتظر ہیں؛ اس لیے باقی ازواج مطہرات نے متفقہ طور پر عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری اجازت ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام فرمائیں، ہر رات ادھر سے ادھر لے جانے میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمام ازواج اس پر راضی ہیں؟ عرض کیا: ہم سب راضی ہیں۔فرمایا: مجھے عائشہ کے گھر لے چلو ۔(یہ روایت مختلف طرق کے ساتھ بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے اور طبقات ابن سعد میں محمد بن علی بن الحسین سے مروی ہے۔)

اگر کوئی عورت اپنی باری دوسری بیوی کو دے دے اور شوہر بھی اس پر رضا مند ہو تو دوسری بیوی کا حق ثابت ہو جاتا ہے، اب یہ رات اس کے پاس گزارنی چاہیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج مطہرات کے درمیان راتوں کی تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ ام المومنین حضرت سوداء رضی اللہ عنہا کو ان کے کبر سنی کی وجہ سے طلاق دے دیں تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور یہ عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیں، ہمیں حشر کے دن آپ کی ازواج کے زمرہ میں اٹھنا چاہتی ہوں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ملتوی فرما دیا؛ لیکن ان کی باری ختم فرمادی، اس کے بعد آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں دو راتیں اور باقی تمام بیویوں کے یہاں ایک ایک رات گزارا کرتے تھے۔(بخاری، ابوداؤد، طبرانی، عن عائشہ مختلف الفاظ کے ساتھ)

لیکن اگر کسی رات ایسا ہوتا کہ آپ ان زوجہ مطہرہ کے پاس تشریف لے جاتے، جن کی باری نہ ہوتی تو اپنے حسن عدل اور قوت کے باعث صحبت میں بھی عدل فرماتے اور باقی تمام بیویوں کے پاس بھی اسی رات جاتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ایک رات میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے۔(ابن عدی فی الکامل، بخاری میں یہ واقعہ رات کا بیان کیا گیا ہے۔)(الثَّامِنُ إِذَا كَانَ لَهُ نِسْوَةٌ فَيَنْبَغِي أَنْ يَعْدِلَ بَيْنَهُنَّ وَلَا يَمِيلَ إِلَى بَعْضِهِنَّ فَإِنْ خَرَجَ إِلَى سَفَرٍ وَأَرَادَ اسْتِصْحَابَ وَاحِدَةٍ أَقْرَعَ بينهن. كذلک كان يفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فَإِنْ ظَلَمَ امْرَأَةً بِلَيْلَتِهَا قَضَى لَهَا فَإِنَّ القضاء واجب عليه وعند ذلک يحتاج إلى معرفة أحكام القسم وذلک يطول ذكره وقد قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من كان له امرأتان فمال إلى إحداهما دون الأخرى وفي لفظ ولم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وأحد شقيه مائل. وَإِنَّمَا عَلَيْهِ الْعَدْلُ فِي الْعَطَاءِ وَالْمَبِيتِ وَأَمَّا فِي الْحُبِّ وَالْوِقَاعِ فَذَلِکَ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الاختيار، قال الله تعالى: ﴿ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم﴾ أى أن تعدلوا فى شهوة القلب وميل النفس ويتبع ذلک التفاوت فى الوقاع. وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعدل بينهن فى العطاء والبيتوتة فى الليالى==

== ویقول:اللّٰھم ھذا جھدی فیما أملک ولا طاقة لی فیما تملک ولا أملک.یعنی الحب.وقد کانت عائشة رضی اللّٰہ عنھا أحب نسائه إلیه،وسائر نسائه یعرفن ذلک،وکان یُطَافُ بِهِ مَحْمُولًا فِی مَرَضِهِ فِی کُلِّ یَوْمٍ وَکُلِّ لَیْلَةٍ فَیَبِیتُ عِنْدَ کُلِّ وَاحِدَةٍ منھن ویقول أین أنا غداً ففطنت لذلک امرأة منھن فقالت إنما یسأل عن یوم عائشة فقلن یا رسول اللّٰہ قد أذنا لک أن تکون فی بیت عائشة فإنه یشق علیک أن تحمل فی کل لیلة فقال وقد رضیتن بذلک فقلن نعم قال فحولونی إلی بیت عائشة،ومھما وھبت واحدة لیلتھا لصاحبتھا ورضی الزوج بذلک ثبت الحق لھا،کَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یقسم بین نسائه فقصد أن یطلق سودة بنت زمعة لما کبرت،فوھبت لیلتھا لعائشة وسألته أن یقرھا علی الزوجیة حتی تحشر فی زمرة نسائه فترکھا وکان لا یقسم لھا ویقسم لعائشة لیلتین ولسائر أزواجه لیلةً لیلةً،ولکنه صلی اللّٰہ علیه وسلم عدله وقوته کان إذا تاقت نفسه إلی واحدة من النساء فی غیر نوبتھا فجامعھا طاف فی یومه أو لیلته علی سائر نسائه فمن ذلک ما روی عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم طاف علی نسائه فی لیلة واحدة.وعن أنس أنه صلی اللّٰہ علیه وسلم طاف علی تسع نسوة فی ضحوة نھار.(إحیاء علوم الدین،کتاب آداب النکاح:۲/۴۸۔۴۹،دار المعرفة بیروت،انیس)

نافرمانی پر سزا:

اگر میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اتفاق کی صورت باقی نہ رہے تو خدا ترس لوگوں کو اصلاح حال کی کوشش کرنی چاہیے۔اگر عدم موافقت کی ذمہ داری میاں بیوی دونوں پر برابر ہو،یا صرف شوہر اس کا ذمہ دار ہو تو ان دونوں صورتوں میں نہ مرد کو عورت کی اصلاح کا اور نہ عورت کو مرد کی اصلاح کا اختیار ہے؛اس لیے دو حکموں کا ہونا ضروری ہے،ایک حکم شوہر کے خاندان سے ہو اور ایک بیوی کے خاندان سے،یہ دونوں حکم حالات کا جائزہ لیں اور اصلاحِ حال کی کوشش کریں۔حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو کسی گھیریلو جھگڑے میں حکم بنا کر بھیجا،وہ شخص کچھ دیر بعد غالباً مایوس ہو کر واپس آ گیا،حضرت عمرؓ نے درّے سے اس کی خبر لی اور فرمایا کہ تم بغیر اصلاح کئے واپس چلے آئے،حالاں کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ یُرِیْدَا اِصْلَاحاً یُوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا﴾(سورۃ النساء:۳۵)

(اگر ان دونوں آدمیوں کی اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی کے درمیان اتفاق فرمائیں گے۔)

تمہاری واپسی کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اصلاح کی نیت ہی نہیں کی،ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور صلح فرما دیتے،وہ شخص پھر گیا اور حسنِ نیت کے ساتھ دوبارہ گفتگو اور دونوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا،اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور دونوں میں صلح ہوئی،یہ اس صورت میں ہے جب کہ نزاع کا تعلق دونوں سے ہو،یا صرف شوہر کی ذات سے ہو؛لیکن اگر بیوی نافرمانی کرے تو اس صورت میں شوہر اپنی قوّامیت کی وجہ سے صاحب اختیار ہے؛اس لیے اسے اپنی بیوی کی تادیب وتہذیب کا حق حاصل ہے،وہ اسے زبردستی اپنی اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے۔اسی طرح اگر کوئی عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ وہ اس سے زبردستی نماز پڑھوائے؛لیکن اس سلسلے میں بتدریج سختی ہونی چاہیے۔مثلاً:اس طرح کے پہلے نصیحت کرے اور اسے باری تعالیٰ کے عذاب اور اپنی ناراضگی اور سزا سے ڈرائے،اس میں کامیابی نہ ہو تو بیوی کی طرف سے پشت پھیر کر لیٹے،یا اپنا بستر الگ کر لے؛مگر ایک ہی گھر میں میں رہے اور تین راتوں تک یہی معاملہ کرے،اس میں بھی کامیابی نہ ہو تو ایسی مار مارے کہ تکلیف تو پہنچے؛لیکن جسم پر زخم نہ آئے اور نہ کوئی ہڈی وغیرہ ٹوٹے،چہرے پر بھی نہ مارے،سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ایک مرتبہ صحابہ کرام نے عرض کیا،یا رسول اللہ!مرد پر عورت کا کیا حق ہے؟فرمایا: ==

== ”یطعمها إذا طعم ویکسوها اذا کتسی ولا یقبح الوجه ولا بضر ب إلا ضرباً غیرمبرح ولا یهجرها إلا فی البیت“. (ابوداد،نسائی ابن ماجہ،معاویہ القشیر ی)(سنن ابن ماجة،رقم الحدیث: ۱۸۵۰،انیس)

(مرد پر عورت کا حق یہ ہے کہ جب خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے، جب خود پہنے تو بیوی کو پہنائے،اسے یوں نہ کہے کہ خدا تیرا چہرا بگاڑے، جب مارے تو ہلکی مار مارے،اگر الگ سونے کی ضرورت پیش آئے تو گھر چھوڑ کر نہ جائے؛ بلکہ اسی گھر میں رہے۔)

شوہر کی اس بات کا حق حاصل ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے کسی دینی معاملے میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اپنی خفگی کے اظہار کے لیے دس بیس دن، یا مہینہ بھر تک پاس نہ سوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ماہ کے لیے ازواج مطہرات سے دوری اختیار کر لی تھی۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کوئی تحفہ بھیجا، حضرت زینبؓ نے وہ تحفہ واپس کر دیا، ان زوجہ مطہرہ نے جن کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قیام فرماتے، تحفہ کی واپسی کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ زینب نے تحفہ واپس کر کے آپ کی بے قدری کی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کے نزدیک اس بات سے زیادہ ذلیل ہو کہ میری ناقدری کرو، اس کے بعد آپ اپنی تمام ازواج مطہرات پر اس قدر خفا ہوئے کہ مہینہ بھر تک کسی کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔ (یہ روایت ابن جوزی نے کتاب الوفاء مین بلا سند نقل کی ہے، بخاری ومسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے تمام ازواج مطہرات پر خفا ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک ان کے پاس نہیں جائیں گے۔)(التاسع فِي النُّشوزِ وَمَهْمَا وَقَعَ بَيْنَهُمَا خِصَامٌ وَلَمْ يَلْتَئِمْ أَمْرُهُمَا فَإِنْ كَانَ مِنْ جَانِبِهِمَا جَمِيعًا أَوْ مِنَ الرَّجُلِ فَلَا تُسَلَّطُ الزَّوْجَةُ عَلَى زَوْجِهَا وَلَا يَقْدِرُ عَلَى إِصْلَاحِهَا فَلَا بُدَّ مِنْ حَكَمَيْنِ أَحَدُهُمَا مِنْ أَهْلِهِ وَالْآخَرُ مِنْ أَهْلِهَا لِيَنْظُرَا بَيْنَهُمَا وَيُصْلِحَا أَمْرَهُمَا ﴿إن يُرِيدَا إصلاحاً یوفق اللّٰه بینهما﴾ وقد بعث عمر رضی الله عنه حکما إلی زوجین فعاد ولم یصلح أمرهما فعلاه بالدرة وقال إن اللّٰه تعالی یقول ﴿إن یریدا إصلاحاً یوفق اللّٰه بینهما﴾ فعاد الرجل وأحسن النیة وتلطف بهما فأصلح بینهما، وَأَمَّا إِذَا كَانَ النُّشُوزُ مِنَ الْمَرْأَةِ خَاصَّةً فالرجال قوامون علی النِّسَاءِ فَلَهُ أَنْ يُؤَدِّبَهَا وَيَحْمِلَهَا عَلَى الطَّاعَةِ قهراً وکذا إذا کانت تارکة للصلاة فله حملها علی الصلاة قَهْرًا وَلَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يَتَدَرَّجَ فِي تَأْدِيبِهَا وَهُوَ أَنْ يُقَدِّمَ أَوَّلًا الْوَعْظَ وَالتَّحْذِيرَ وَالتَّخْوِيفَ فَإِنْ لَمْ يَنْجَحْ وَلَّاهَا ظَهْرَهُ فِي الْمَضْجَعِ أَوِ انْفَرَدَ عَنْهَا بِالْفِرَاشِ وَهَجَرَهَا وَهُوَ فِي الْبَيْتِ مَعَهَا مِنْ لَيْلَةٍ إِلَى ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَإِنْ لَمْ يَنْجَحْ ذَلِكَ فِيهَا ضَرَبَهَا ضَرْبًا غیر مبرح بحیث یؤلمها ولا یکسر لها عظماً ولا یدمی لها جسم، ولا یضرب وجهها فذلک منهی عنه، وقد قیل لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما حق المرأة علی الرجل قال: یطعمها إذا طعم ویکسوها إذا اکتسی ولا یقبح الوجه ولا یضرب إلا ضرباً غیر مبرح ولا یهجرها إلا فی المبیت. وله أن یغضب علیها ویهجرها فی أمر من أمور الدین إلی عشر وإلی عشرین وإلی شهر، فعل ذلک رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذ أرسل إلی زینب بهدیة فردتها علیه، فقالت له التی هو فی بیتها لقد أقمأتک إذ ردت علیک هدیتک، أی أذلتک واستصغرتک، فقال صلی الله علیه وسلم أنتن أهون علی اللّٰه أن تقمئننی ثم غضب علیهن کلهن شهراً إلی أن عاد إلیهن. (إحیاء علوم الدین، کتاب آداب النکاح: ۴۹/۲، دار المعرفة بیروت، انیس)

جماع کے آداب:

مستحب یہ ہے کہ بسم اللہ سے اس عمل کی ابتدا کرے، پہلے سورۂ اخلاص ﴿قل هو اللّٰه﴾ کی تلاوت کرے، پھر تکبیر وتہلیل کہے اور یہ دعا کرے: ==

== ”بِسۡمِ اللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ اللّٰهُمَّ اجۡعَلۡهَا ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنۡ كُنۡتَ اَنۡ تَخۡرُجَ ذٰلِكَ مِنۡ صُلۡبِیۡ“.

(شروع کرتا ہوں اللہ عظیم و برتر کے نام سے، اے اللہ! اگر تو نے میری تقدیر میں لکھا ہے کہ میری پشت سے اولاد پیدا ہو تو اس نطفے کو اچھی اولاد دینا۔)

اس سلسلے کی ایک دعا یہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”لو أن أحدكم اذا أتى أهله قال:”اللّٰهم جَنِّبۡنِیۡ الشَّیطَان وَجَنِّبِ الشَّیۡطَانَ مَا رَزَقۡتَنَا “ فإن كان بينهما ولد لم يضر الشيطان“. (بخاری ومسلم، ابن عباس)(صحيح البخاری، رقم: ١٤١، صحيح لمسلم: ١٤٣٤، انیس)

(اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تو یہ دعا کرے،”اے اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور اس چیز سے دور رکھ جو تو نے ہمیں عطا فرمائی“اگر ان دونوں کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوگا تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔)

جب انزال قریب ہو تو دل میں یہ الفاظ کہے، ہونٹوں کو حرکت نہ دے۔

”اَلۡحَمۡدُ للّٰه الذی خَلَقَ مَنَ الۡمَاء بَشَراً فَجَعَلَه نَسَباً وَ صِهۡرا “.

(تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے پانی سے انسان کی تخلیق فرمائی اور اسے نسبی اور سسرالی رشتہ بنایا۔)

بعض اصحابِ حدیث اس موقع پر اس قدر بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے کہ گھر کے دوسرے افراد ان کی تکبیر کے الفاظ سن لیتے تھے، جماع کے وقت قبلہ کی جانب رخ نہ کرے؛ بلکہ اس کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی اور جانب رخ رکھے، اپنا اور اپنی بیوی کا جسم کھلا نہ رکھے؛ بلکہ کسی کپڑے سے ڈھانپ لے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم چہرے پر کپڑا اڈالیا کرتے تھے، آواز پست کر لیتے تھے اور بیوی سے فرماتے کہ سکون کے ساتھ رہو۔ (خطیب، ام سلمہ)

ایک حدیث میں ہے:”إذا جامع أحدكم امرأته فلا يتجرد تجرد العيرين“. (ابن ماجہ۔ عتبہ ابن عبدالسلمی)(سنن ابن ماجة، باب التستر عندالجماع، رقم الحديث: ١٩٢١، انیس)

(جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو ان دونوں کو چاہیے کہ گدھوں کی طرح ننگے نہ ہو۔)

صحبت سے پہلے محبت آمیز گفتگو ہونی چاہیے اور بوسہ وغیرہ آغاز کرنا چاہیے۔ ارشاد نبوی ہے:

”لايقعن أحدكم على امرأته كما تقع البهيمة ولكن بينهمارسول، قيل: وما الرسول يا رسول الله؟ قال: القبلة والكلام“. (أبومنصور الديلمی فی مسند الفردوس: وهو من حديث أنس وهو منكر. (تخريج إحياء علوم الدين: ٩٩٣/٢، دارالعاصمة للنشر الرياض، انیس)

(تم میں سے کوئی اپنی بیوی پر اس طرح نہ جا پڑے، جس طرح چوپائے پڑتے ہیں؛ بلکہ دونوں کے درمیان اولاً پیغامبر ہونا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پیغامبر سے آپ کی مراد کیا ہے، فرمایا: بوسہ اور گفتگو۔)

ایک حدیث میں ہے کہ تین باتیں مرد کے عجز اور عدم قدرت پر دلالت کرتی ہیں، ایک یہ کہ کوئی شخص کسی سے تعارف کا متمنی ہو اور وہ نام ونسب بتلانے سے قبل ہی جدا ہو جائے۔ دوسری یہ کہ کوئی شخص اس کی تعظیم کے خیال سے ہدیہ پیش کرے اور وہ اسے واپس کردے۔ تیسری بات یہ کہ کوئی شخص اپنی بیوی، یا باندی کے پاس جائے اور ان سے گفتگو کرنے سے قبل ہی صحبت میں مشغول ہو جائے، اپنی ضرورت پوری کر لے ان کی ضرورت پوری نہ ہونے دے۔ (ابو منصور دیلمی نے حضرت انسؓ سے اس کا اختصار روایت کیا ہے، یہ پچھلی روایت کا ایک حصہ ہے۔) ==

== تین راتوں میں جماع کرنا مکروہ ہے: مہینے کی پہلی رات، آخری رات اور پندرہویں رات۔ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان راتوں میں صحبت کے وقت شیطان موجود رہتے ہیں۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان راتوں میں شیاطین صحبت کیا کرتے ہیں، ان راتوں کی کراہت حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔بعض علماء جمعہ کے دن، یا شب جمعہ میں صحبت کو مستحب قرار دیتے ہیں؛ کیوں کہ مندرجہ ذیل حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے:

"**رحم اللّٰہ من غسل و اغتسل یوم الجمعة**". (کتاب الصلوٰۃ کے پانچویں باب میں یہ روایت گزر چکی ہے۔)(**سنن الدارمی، رقم الحدیث:۱۵۸۸/سنن الترمذی،رقم الحدیث:٤٩٦،انیس**)

(اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جمعہ کے دن غسل کرائے اور غسل کرے۔)

انزال کے بعد مرد کو کچھ دیر اسی حالت میں ٹھہرے رہنا چاہیے؛ کیوں کہ بعض اوقات عورت کو دیر میں انزال ہوتا ہے، اب اگر مرد اپنی ضرورت کی تکمیل کے بعد فوری طور پر ہٹ جائے اور عورت کو تشنہ رہنے دے تو یہ بات باہمی نفرت کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ اس صورت میں جب کہ مرد کو پہلے انزال ہو جائے، انزال کا ایک ساتھ ہونا زیادہ لذّت کا باعث بھی ہوتا ہے اور عورت بھی یہی صورت پسند کرتی ہے؛ کیوں کہ اگر مرد پہلے فارغ ہو جائے تو اس کی حیا ضرورت کی اظہار سے مانع رہتی ہے۔مناسب یہ ہے کہ ہر چوتھے روز اپنی بیوی کے پاس آئے، عدل کا تقاضا بھی یہی ہے؛ کیوں کہ بیویوں کی زیادہ زیادہ تعداد چار ہوسکتی ہے؛ اس لیے اس حد تک تاخیر جائز ہے۔ہاں اگر ضرورت ہو تو یہ مدت کم بھی کرسکتا ہے اور زیادہ بھی؛ لیکن اس میں عورت کی ضرورت پیش نظر رکھنی چاہیے؛ کیوں کہ عورت کی عفّت اور پارسائی کی حفاظت مرد کی ذمہ داری ہے۔

ایام حیض میں وطی نہ کرے، نصِّ قرآنی سے اس کی حرمت ثابت ہے۔کہتے ہیں حیض کی حالت میں جماع کرنے سے اولاد کوڑھی پیدا ہوتی ہے۔حائضہ کے باقی جسم سے فائدہ حاصل کرنا اس حالت میں بھی جائز ہے۔پاخانے کے مقام میں صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔حیض کے دنوں میں صحبت کی حرمت گندگی کی وجہ سے حرام ہوئی اور پاخانے کے مقام میں ہر وقت گندگی رہتی ہے؛ اس لیے اس کی حرمت حالت حیض میں صحبت کرنے کی حرمت سے زیادہ ہے۔اللہ کا ارشاد ہے:

﴿**فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ**﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۲۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس وقت دل چاہے صحبت کرو۔مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں عورت کے ہاتھوں سے اپنی منی نکلوادے اور مقام صحبت کے علاوہ ہر جگہ سے استفادہ کرے۔عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ان ایام میں ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا باندھے رکھے۔حیض کے ایام میں عورت کے ساتھ کھانا کھانا، ایک بستر میں سونا وغیرہ امور جائز ہیں۔اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد دوبارہ خواہش ہو تو پہلے اپنی شرم گاہ دھولے اور اگر احتلام ہو گیا ہو تو مجامعت سے پہلے پیشاب کرلے اور شرم گاہ پر پانی ڈال لے، رات کے ابتدائی حصے میں صحبت کرنا اس خیال سے مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ ناپاکی کی حالت میں سونا ہوگا۔اگر جماع کے بعد سونے، یا کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہو تو پہلے نماز کا وضو کرلے، یہ عمل سنت ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سر کے بال کٹوانا، زیر ناف بال کاٹنا، تراشنا، پچھنے لگوانا وغیرہ مناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ قیامت کے دن بدن کے تمام اجزا اس کے پاس آئیں گے۔یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اجزاء بدن ناپاکی کی حالت میں آکر ملیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ قیامت کے روز آدمی کے بال اپنی ناپاکی پر احتجاج کریں گے۔ ==

== جماع کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عزل نہ کرے؛ یعنی فرج سے باہر انزال نہ کرے؛ بلکہ کھیتی کی جگہ یعنی رحم میں اپنا پانی پہنچائے۔عزل سے خدا کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے؛ بلکہ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ جتنے انسان باری تعالیٰ کو پیدا کرنا منظور ہیں، وہ ہر حالت میں پیدا ہوں گے۔(بخاری ومسلم۔ابوسعید)(صحیح البخاری،رقم الحدیث:۷۴۰۹/صحیح لمسلم،رقم الحدیث:۱۴۳۸،انیس)

عزل کی اباحت اور کراہت کے سلسلے میں علماء اسلام کا اختلاف ہے۔بعض حضرات اسے مطلقاً مباح کہتے ہیں، بعض لوگوں کے نزدیک یہ فعل ہر حالت میں میں حرام ہے، بعض لوگوں کی رائے میں اگر عزل عورت کی رضا سے ہوتو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔گویا ان لوگوں کے نزدیک باہر انزال کرنا حرام نہیں ہے، عورت کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ باندی کے ساتھ عزل کیا جا سکتا ہے، آزاد عورت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا، عورت کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ باندی کے ساتھ عزل کیا جا سکتا ہے، آزاد عورت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے نزدیک یہ فعل مباح ہے، جہاں تک کراہت کا تعلق ہے، اس کا اطلاق نہی تحریمی، نہی تنزیہی اولیٰ تینوں پر ہوتا ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ عزل میں تیسرے معنی؛ یعنی ترک اولیٰ کی کراہت پائی جاتی ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ذکر ونماز کی مشغولیت اختیار نہ کرنا مکروہ ہے، یا اس شخص کے لیے جو مکہ مکرمہ میں مقیم ہو، ہر سال حج نہ کرنا مکروہ ہے، عزل میں ترک اولیٰ کی کراہت اولاد کے متعلق وارد فضائل سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اس حدیث سے بھی کہ آدمی جب اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے تو اس کے لیے ایسے لڑکے کا ثواب لکھا جاتا ہے، جو راہ خدا میں لڑتا ہوا مارا جائے۔(اس حدیث کی کوئی اصل مجھے نہیں ملی) آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ اگر اس شخص کے ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا تو اسے لڑکے کے پیدائش کا سبب بننے پر اجر ملے گا، حالاں کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے، زندہ رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔یہ شخص محض سبب بنتا ہے اور یہ سب بھی اسی وقت بن سکتا ہے، جب آدمی صحبت کرے اور منی کو رحم ڈالے۔

ہمارے نزدیک عزل میں کراہت تحریمی، یا کراہت تنزیہی نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نہی کا ثبوت یا تو نص سے ہوتا ہے، یا کسی منصوص پر قیاس کرنے سے، نہ یہاں نص ہے اور نہ ایسی کوئی اصل جس پر اسے قیاس کیا جا سکے؛ بلکہ یہاں ایک اور اصل ہے، جس پر اس فعل کی اباحت کو قیاس کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص نکاح نہ کرے، یا نکاح کرے تو صحبت نہ کرے، یا صحبت کرے تو انزال نہ ہونے دے، ان سب امور کا مرتکب فضیلت کا تارک قرار دیا جاتا ہے، نہ کہ کراہت تحریمی، یا تنزیہی کا مرتکب۔ہمارے خیال میں عزل بھی ترک نکاح، ترکِ صحبت، یا ترک انزال جیسی ہی ایک چیز ہے۔سب جانتے ہیں کہ بچہ رحم میں نطفہ پڑنے سے تخلیق پاتا ہے، ظاہر میں اس کے چار سبب ہیں:

(۱) نکاح کرنا۔
(۲) صحبت کرنا۔
(۳) انزال تک توقف کرنا۔
(۴) انزال کے بعد حمل قرار پانا۔

یہ چار اسباب ہیں، ان میں سے بعض اسباب بعض دوسرے اسباب کی بہ نسبت زیادہ قریب ہیں۔دیکھا جائے تو چوتھے سبب سے رکنا ایسا ہی جیسے تیسرے سبب سے رکنا اور تیسرے سبب سے رکنا ایسا ہی ہے جیسے دوسرے، یا پہلے سبب سے رکنا۔اسباب کے درجے میں یہ سب امور برابر ہیں، اگر تارکِ نکاح کو تارک فضیلت کہا جا سکتا ہے تو پھر عزل کرنے والے کو تارک فضیلت کیوں نہیں کہا جائے گا۔اسے کراہت کا مرتکب کیوں کہا جائے گا۔ ==

== عزل کرنا یا پیدائش کے دوسرے اسباب کا ترک کرنا حمل ساقط کرنے، یا بچے کو زندہ در گور کرنے کے برابر نہیں ہے؛ کیوں کہ ان دونوں صورتوں میں ایک موجود چیز پر ظلم کیا جاتا ہے، پھر اس موجود کے بھی مختلف مراتب اور درجات ہیں۔ایک درجہ یہ ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم میں پڑ جائے اور عورت کی منی سے مل کر بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل کر لے اس منی کا ضائع کرنا ظلم ہے۔دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس نطفہ کو سیال پانی سے گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل ہو جانے کے بعد ضائع کیا جائے، اس میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ برائی ہے۔تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ تخلیق کا عمل مکمل ہو جائے، جسم میں جان پڑ جائے، اس صورت میں ضائع کرنے کا جرم پہلے دو کی بہ نسبت زیادہ سنگین ہے۔چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آ جائے؛ یعنی پیدائش کا عمل بھی مکمل ہو جائے۔اس مرتبے میں پہنچ کر ضائع کرنا یقیناً زیادہ بڑا جرم ہے۔

یہاں ہم نے وجود کا پہلا مرتبہ اسے قرار دیا ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم میں پہنچ جائے، مرد کی شرم گاہ کے سوراخ سے منی کا خارج ہونا وجود کا پہلا مرتبہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ بچہ تنہا مرد کی منی سے پیدا نہیں ہوتا؛ بلکہ مرد اور عورت دونوں کی منی سے مل کر، یا مرد کی منی اور عورت کے حیض سے مل کر بنتا ہے۔اہل تشریح کہتے ہیں کہ گوشت کا لوتھڑا بحکم خداوندی حیض سے بنتا ہے، حیض کو لوتھڑے سے وہی نسبت ہے، جو دودھ سے دہی کو ہے، مرد کے نطفے سے حیض کا خون منجمد ہوتا ہے، جس طرح جماون سے دودھ دہی کی شکل اختیار کرتا ہے۔بہر حال ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت ہو، عورت کا پانی بچے کی پیدائش کے عمل میں رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔اس طرح مرد اور عورت کے پانی ایجاب وقبول کی طرح دو رکن ہیں۔اب اگر کوئی شخص صرف ایجاب کر کے رجوع کر لے، دوسری طرف سے قبول متحقق نہ ہو تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے عقد فسخ کرنے کا جرم کیا ہے، یا وہ نقض عہد کا مرتکب ہوا ہے۔ہاں اگر ایجاب وقبول دونوں ہو جائیں تو اب رجوع نہیں ہوسکتا۔اس صورت میں رجوع کرنا فسخ عقد، یا نقض عہد کہلائے گا، جس طرح مرد کی صلب میں منی کے وجود سے بچہ پیدا نہیں ہوتا، اسی طرح شرم گاہ کے سوراخ سے منی نکلنا بھی بچے کی پیدائش کا سبب نہیں بنتا، جب تک اس میں عورت کے پانی کا امتزاج نہ ہو۔(**ويستحب أن يبدأ باسم الله تعالى ويقرأ قل هو الله أحد أولاً ويكبر ويهلل ويقول بسم الله العلي العظيم، اللّٰهم اجعلها ذريةً طيبةً إن كنت قدرت أن تخرج ذلك من صلبي، وقال صلى الله عليه وسلم لو أن أحدكم إذا أتى أهله قال اللّٰهم جنبني الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا، فإن كان بينهما ولد لم يضره الشيطان. وإذا قربت من الإنزال فقل في نفسك ولا تحرك شفتيك الحمد لله الذي خلق من الماء بشراً فجعله نسباً وصهراً وكان ربك قديراً. وكان بعض أصحاب الحديث يكبر حتى يسمع أهل الدار صوته ثم ينحرف عن القبلة ولا يستقبل القبلة بالوقاع إكراماً للقبلة وليغط نفسه وأهله بثوب كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يغطي رأسه ويغض صوته ويقول للمرأة عليك بالسكينة. وفي الخبر إذا جامع أحدكم أهله فلا يتجردان تجرد العيرين أي الحمارين وليقدم التلطف بالكلام والتقبيل قال صلى الله عليه وسلم لا يقعن أحدكم على امرأته كما تقع البهيمة وليكن بينهما رسول، قيل: وما الرسول يا رسول الله؟ قال: القبلة والكلام. وقال صلى الله عليه وسلم: ثلاث من العجز في الرجل أن يلقى من يحب معرفته فيفارقه قبل أن يعلم اسمه ونسبه والثاني أن يكرمه أحد فيرد عليه كرامته والثالث أن يقارب الرجل جاريته أو زوجته فيصيبها قبل أن يحدثها ويؤانسها ويضاجعها فيقضي حاجته منها قبل أن تقضي حاجتها منه. ويكره له الجماع في ثلاث ليال من الشهر الأول والآخر والنصف يقال إن الشيطان يحضر الجماع في هذه الليالي**==

== ويقال إن الشياطين يجامعون فيها وروى كراهة ذلك عن على ومعاوية وأبى هريرة رضى الله عنهم،ومن العلماء من استحب الجماع يوم الجمعة وليلته تحقيقاً لأحد التأويلين من قوله صلى الله عليه وسلم رحم الله من غسل واغتسل. (الحديث)ثُمَّ إِذَا قَضَى وَطَرَهُ فَلْيَتَمَهَّلْ عَلَى أَهْلِهِ حتى تقضى هى أيضاً نهمتها فإن إنزالها ربما يتأخر فيهيج شهوتها ثم القعود عنها إيذاء لها والاختلاف فى طبع الإنزال يوجب التنافر مهما كان الزوج سابقاً إلى الإنزال والتوافق فى وقت الإنزال ألذ عندها ليشتغل الرجل بنفسه عنها فإنها ربما تستحى،وينبغى أن يأتيها فى كل أربع ليال مرة فهو أعدل إذ عدد النساء أربعة فجاز التأخير إلى هذا الحد، نعم ينبغى أن يزيد أو ينقص بحسب حاجتها فى التحصين فإن تحصينها واجب عليه وإن كان لا يثبت المطالبة بالوطء فذلك لعسر المطالبة والوفاء بها ولا يأتيها فى المحيض ولا بعد انقضائه وقبل الغسل فهو محرم بنص الكتاب وقيل إن ذلك يورث الجذام فى الولد وَلَهُ أَنْ يَسْتَمْتِعَ بِجَمِيعِ بَدَنِ الْحَائِضِ وَلَا يَأْتِيَهَا فِي غَيْرِ الْمَأْتَى إِذْ حَرُمَ غَشَيَانُ الحائض لأجل الأذى والأذى غَيْرِ الْمَأْتَى دَائِمٌ فَهُوَ أَشَدُّ تَحْرِيمًا مِنْ إِتْيَانِ الْحَائِضِ،وَقَوْلُهُ تَعَالَى فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شئتم أى أَيِّ وَقْتٍ شِئْتُمْ وَلَهُ أَنْ يَسْتَمْنِيَ بِيَدِيهَا وَأَنْ يَسْتَمْتِعَ بِمَا تَحْتَ الْإِزَارِ بِمَا يَشْتَهِي سوى الوقاع وينبغى أن تتزر المرأة بإزار من حقوها إلى فوق الركبة فى حال الحيض فهذا من الأدب وَلَهُ أَنْ يُؤَاكِلَ الْحَائِضَ وَيُخَالِطَهَا فِي الْمُضَاجَعَةِ وغيرها وليس عليه اجتنابها وإن أراد أن يجامع ثانياً بعد أخرى فليغسل فرجه أولاً وإن احتلم فلا يجامع حتى يغسل فرجه أو يبول ويكره الجماع فى أول الليل حتى لا ينام على غير طهارة فإن أراد النوم أو الأكل فليتوضأ أولا وضوء الصلاة فذلك سنة.قال ابن عمر قلت للنبى صلى الله عليه وسلم أينام أحدنا وهو جنب قال نعم إذا توضأ،ولكن قد وردت فيه رخصة قالت عائشة رضى الله عنها كان النبى صلى الله عليه وسلم ينام جنباً لم يمس ماء.ومهما عاد إلى فراشه فليمسح وجه فراشه أو لينفضه فإنه لا يدرى ما حدث عليه بعده ولا ينبغى أن يحلق أو يقلم أو يستحد أو يخرج الدم أو يبين من نفسه جزئاً وهو جنب إذ ترد إليه سائر أجزائه فى الآخرة فيعود جنباً ويقال إن كل شعرة تطالبه بجنابتها ومن الآداب أن لا يعزل بل لا يسرح إلا إلى محل الحرث وهو الرحم فَمَا مِنْ نَسَمَةٍ قَدَّرَ اللَّهُ كَوْنَهَا إِلَّا وهى كائنة.هكذا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فإن عزل فقد اختلف العلماء فى إباحته وكراهته على أربع مذاهب فمن مبيح مطلقاً بكل حال ومن محرم بكل حال ومن قائل يحل برضاها ولا يحل دون رضاها وكأن هذا القائل يحرم الإيذاء دون العزل ومن قائل يباح فى المملوكة دون الحرة،والصحيح عندنا أن ذلك مباح وأما الكراهية فإنها تطلق لنهى التحريم ولنهى التنزيه ولترك الفضيلة فهو مكروه بالمعنى الثالث أى فيه ترك فضيلة كما يقال يكره للقاعد فى المسجد أن يقعد فارغاً لا يشتغل بذكر أو صلاة ويكره للحاضر فى مكة مقيماً بها أن لا يحج كل سنة والمراد بهذه الكراهية ترك الأولى والفضيلة فقط وهذا ثابت لما بيناه من الفضيلة فى الولد ولما رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إن الرجل ليجامع أهله فيكتب له بجماعه أجر ولد ذكر قاتل فى سبيل الله فقتل،وإنما قال ذلك لأنه لو ولد له مثل هذا الولد لكان له أجر التسبب إليه مع أن الله تعالى خالقه ومحييه ومقويه على الجهاد والذى إليه من التسبب فقد فعله وهو الوقاع وذلك عند الإمناء فى الرحم.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:٢/٤٩-٥١،دارالمعرفة بيروت،انيس) ==

== **عزل پر ایک شبہ اور اس کا جواب**:

ہماری اس تقریر پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے عزل اس اعتبار سے ممنوع نہ ہو کہ اس سے بچے کے وجود میں خلل واقع ہوتا ہے؛ بلکہ اس نیت کی وجہ سے مکروہ ہو جو عزل کا سبب بنتی ہے، یقیناً یہ نیت فاسد ہوگی، یہ بھی امکان ہے کہ اس میں شرکِ خفی کا شائبہ ہو۔اس کا جواب یہ ہے کہ مرد مندرجہ ذیل پانچ وجوہات کی بنا پر عزل کرتا ہے، پہلی وجہ کا تعلق لونڈیوں سے ہے؛ یعنی اپنی مملوکہ عورتوں کے ساتھ عزل کرتا ہے؛ تاکہ ملک ضائع نہ ہو؛ کیوں کہ ماں بننے کے بعد باندی آزادی کی مستحق ہو جائے گی، ہمارے خیال میں اپنی ملک کو ضائع ہونے سے بچانے کی کوشش کرنا ممنوع نہ ہونا چاہیے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کا حسن و جمال باقی رہے اور صحبت برقرار رہے، بچے کی پیدائش ایک تکلیف دہ عمل ہے، اس میں بعض اوقات عورت کی جان کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے اور وہ اپنی صحت اور اپنا حسن و جمال کھو بیٹھتی ہے، یہ وجہ بھی ممنوع نہیں ہے۔تیسری وجہ یہ ہے کہ بچے زیادہ نہ ہوں، بچوں کی کثرت سے بہت سی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں، کمانے کے لیے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔بعض اوقات حلال ذرائع آمدنی کافی نہیں ہوتے تو ناجائز ذرائع معاش اختیار کرنے پڑتے ہیں، یہ نیت بھی فاسد نہیں کہلائی جاسکتی؛ اس لیے کہ پریشانیوں کی کمی سے دین پر مدد ملتی ہے اور باری تعالیٰ کی عبادت واطاعت کا زیادہ موقع ملتا ہے، ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کمالِ فضل یہی ہے کہ انسان باری تعالیٰ کے وعدہ رزق کا اعتبار کرے اور مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے معنی ومفہوم پر پورا یقین رکھے۔

﴿وَمَا مِنْ دابَّةٍ فِی الْأَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰه رِزْ قُهَا﴾ (سورۃ ھود:۶)

(اور کوئی جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔)

یقیناً اس نیت کے ساتھ عزل کرنا انسان کو یقین کے اعلیٰ مرتبے سے گرادیتا ہے؛ لیکن انجام پر نظر رکھنا مال جمع کرنا وغیرہ امور خلاف توکل ضرور ہیں، ممنوع نہیں ہیں۔چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس خوف سے عزل کرے کہ اگر لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ان کی شادی کرنی ہوگی اور پیشانی پر دامادی کا کلنک لگے گا۔عربوں کا یہی دستور تھا کہ ان کے یہاں جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اسے قتل کردیتے، یا زندہ دفن کردیتے، بلاشبہ یہ ایک خراب اور فاسد نیت ہے، اگر کوئی شخص اس خیال سے شادی نہ کرے تو صحبت نہ کرے، یا صحبت کرے تو عزل کرے تو یقیناً، وہ شخص گنہگار رہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (نکاح اور لڑکیوں کی پیدائش) کو اس طرح معیوب سمجھنا اعتقاد کی خرابی پر دلالت کرتا ہے، اس سے بچنا چاہیے۔بعض عورتیں بھی اس بدنیتی اس بدنیتی میں مبتلا ہوتی ہیں اور وہ اس لیے نکاح نہیں کرتیں کہ مردوں کی حاکمیت، یا قوامیت انھیں گوارا نہیں ہے۔ایسی عورتیں بالواسطہ طور پر قانون فطرت کے خلاف ورزی کے جرم کا ارتکاب کرتی ہیں؛ اس لیے وہ بھی گناہ گار ہیں۔پانچویں وجہ یہ ہے کہ عورت خود عزل کی خواہش کرے، بعض عورتیں خود کو معزز سمجھتی ہیں، وہ یہ نہیں چاہتیں کہ ان کے بچے پیدا ہوں، نفاس آئے، دردزہ میں مبتلا ہوں، بچوں کو دودھ پلانا پڑے، ان کی پرورش اور دیکھ بھال کرنی پڑے۔خارجی عورتوں کی یہ عادت تھی کہ وہ پانی بکثرت استعمال کیا کرتی تھیں، حیض کے دنوں کی نمازیں بھی قضا پڑھتی تھیں اور بیت الخلاء میں ننگے جسم جایا کرتی تھیں، یہ عادتیں بدعت میں داخل ہیں۔فرقہ خارجیہ کی ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے آئی تو آپ نے اس کی ان غلط عادات کی بنا پر ملنے سے انکار فرمادیا، بہرحال یہ نیت بھی فاسد ہے۔اس تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ بچوں کی پیدائش روکنے کے لیے عزل کرنا صحیح ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ ==

== **عزل کی روایات**:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"**من ترک النکاح مخافة العیال فلیس منا، ثلاثا**". (یہ روایت کتاب النکاح کے شروع میں گزری ہے) (**عن أبی نجیح قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من قدر علی أن ینکح فلم ینکح فلیس منا.** (**سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۲۲۱۰، مراسیل أبی داؤد، رقم الحدیث: ۲۰۲، مسند الحارث، رقم الحدیث: ۴۸۲، انیس**)

(جو شخص عیال کے خوف سے نکاح ترک کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔)

اس سے معلوم ہوا کہ عزل کرنے والا بھی اس وعید کا مستحق ہے؛ کیوں کہ اس میں بھی عیال کا خوف پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں "**لیس منا**" سے مراد یہ ہے کہ وہ ہماری سنت اور ہمارے طریقے پر نہیں ہے، ہمارا طریقہ افضل پر عمل کرنا ہے، نہ کہ افضل کو ترک کرنا، اگر آپ یہ کہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ عزل کے متعلق ارشاد فرمایا:

"**ذاک الواد الخفی وقرأ** ﴿**واذا المَؤودة سُئِلَتْ**﴾ (مسلم، جذامة بنت وہب) (**صحیح لمسلم، باب جواز الغیلة، رقم الحدیث: ۱۴۴۲، انیس**)

(یہ پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنا ہے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا"۔)

تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ صحیح روایات سے عزل کی اباحت بھی ثابت ہے۔ (مثلاً مسلم میں ابو سعید الخدری کی روایت ہے کہ صحابہ نے عزل کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نسائی نے بھی یہ روایت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے۔ مسلم نے اس میں اضافہ کیا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے اس فعل کی اطلاع ہوئی تو آپ نے منع نہیں فرمایا۔ نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہود کا خیال ہے کہ عزل واد صغیر ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہود کا خیال غلط ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ عزل کی اباحت کے راوی تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور قوت حافظہ میں بھی۔)

پھر یہاں قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ آپ نے عزل کو واد خفی فرمایا، جو شرک خفی کے مشابہ ہے۔ اس اعتبار سے اس میں کراہت ضرور ہے؛ لیکن حرمت نہیں ہے، یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی عزل کی حرمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے عزل کو "**واد صغیر**" (چھوٹا زندہ درگور کرنا) قرار دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بطریق قیاس عزل کے متعلق یہ رائے قائم کی ہے، یہ قیاس ضعیف ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "**واد**" (زندہ دفن کرنا) اس وقت تک اپنے حقیقی معنوں میں نہیں پایا جا سکتا، جب تک کہ نطفہ تخلیق کے سات مرحلوں سے نہ گزرے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جس میں تخلیق کے ان تمام مرحلوں کا ذکر ہے:

﴿**وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ، ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ، فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ، ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ**﴾ (سورۃ المؤمنون: ۱۲-۱۴) ==

== (اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے (غذا) سے بنایا، پھر ہم نے اس کو نطفے سے بنایا، جو کہ (ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا، پھر ہم نے اس نطفے کو خون کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشتکی) بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیا بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنا دیا۔)

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ﴾ (سورۃ التکویر:۸)

(اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔)

قیاس اور نصوص سے نتائج اخذ کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان جو فرق ہے، وہ عزل کے متعلق دونوں حضرات کے خیالات سے واضح ہوجاتا ہے۔

عزل کے سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے اس لیے بھی محل نظر ہے کہ صحیح روایات سے عزل کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے اور یہ دور دورہ تھا جب کہ قرآن پاک نازل ہورہا تھا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپ کو ہمارے عزل کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔ (بخاری ومسلم) (**صحیح البخاری، باب العزل، رقم الحدیث: ۵۲۰۷، صحیح لمسلم، باب حکم العزل، رقم الحدیث: ۱۴۴۰، انیس**)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی ایک روایت ہے کہ ایک شخص سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک باندی ہے، یہ باندی ہماری گھریلو خادمہ بھی ہے اور ہمارے باغ میں پانی بھی دیتی ہے، میں اس سے صحبت بھی کرتا ہوں؛ لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ حاملہ ہو۔ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو عزل کرلیا کرو، ہوگا وہی جو اللہ نے قسمت میں لکھ دیا تھا کہ جو اللہ نے قسمت میں لکھ دیا ہے وہی ہوگا۔ (مسلم) **(عن جابر قال: أتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل من الأنصار فقال: إن خادما لي تسنى على ناقة لي، وأنا أعزل عنها، فحملت، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما قدر الله أن يخلقها إلا وهي كائنة. (سنن سعيدبن منصور، باب جامع الطلاق، رقم الحديث: ۲۲۴۴، انيس) (وإنما قلنا لا كراهة بمعنى التحريم والتنزيه لأن إثبات النهي إنما يمكن بنص أو قياس على منصوص ولا نص ولا أصل يقاس عليه بل ههنا أصل يقاس عليه وهو ترك النكاح أصلاً أو ترك الجماع بعد النكاح أو ترك الإنزال بعد الإيلاج فكل ذلك ترك للأفضل وليس بارتكاب نهي ولا فرق إذ الولد يتكون بوقوع النطفة في الرحم ولها أربعة أسباب النكاح ثم الوقاع ثم الصبر إلى الإنزال بعد الجماع ثم الوقوف لينصب المني في الرحم وبعض هذه الأسباب أقرب من بعض فالامتناع عن الرابع كالامتناع عن الثالث وكذا الثالث كالثاني والثاني كالأول وليس هذا كالإجهاض والوأد لأن ذلك جناية على موجود حاصل وله أيضاً مراتب وأول مراتب الوجود أن تقع النطفة في الرحم وتختلط بماء المرأة وتستعد لقبول الحياة وإفساد ذلك جناية فإن صارت مضغةً وعلقةً كانت الجناية أفحش وإن نفخ فيه الروح واستوت الخلقة ازدادت الجناية تفاحشاً ومنتهى التفاحش في الجناية بعد الانفصال حياً،** ==

== وإنما قلنا مبدأ سبب الوجود من حيث وقوع المنى فى الرحم لا من حيث الخروج من الإحليل لأن الولد لا يخلق من منى الرجل وحده بل من الزوجين جميعاً إما من مائه ومائها أو من مائه ودم الحيض قال بعض أهل التشريح إن المضغة تخلق بتقدير اللّٰه من دم الحيض وإن الدم منها كاللبن من الرائب وإن النطفة من الرجل شرط فى خثور دم الحيض وانعقاده كالأنفحة للبن إذ بها ينعقد الرائب وكيفما كان فماء المرأة ركن فى الانعقاد فيجرى المائان مجرى الإيجاب والقبول فى الوجود الحكمى فى العقود فمن أوجب ثم رجع قبل القبول لا يكون جانياً على العقد بالنقض والفسخ ومهما اجتمع الإيجاب والقبول كان الرجوع بعده رفعاً وفسخاً وقطعاً وكما أن النطفة فى الفقار لا يتخلق منها الولد فكذا بعد الخروج من الإحليل ما لم يمتزج بماء المرأة ودمها فهذا هو القياس الجلى،فإن قلت فإن لم يكن العزل مكروهاً من حيث أنه دفع لوجود الولد فلا يبعد أن يكره لأجل النية الباعثة عليه إذ لا يبعث عليه إلا نية فاسدة فيها شيء من شوائب الشرك الخفى فأقول النيات الباعثة على العزل خمس،الأولى فى السرارى وهو حفظ الملك عن الهلاك باستحقاق العتاق وقصد استبقاء الملك بترك الإعتاق ودفع أسبابه ليس بمنهى عنه،الثانية اسْتِبْقَاءُ جَمَالِ الْمَرْأَةِ وَسِمَنِهَا لِدَوَامِ التَّمَتُّعِ وَاسْتِبْقَاءُ حياتها خوفاً من خطر الطلق وهذا أيضاً ليس منهياً عنه،الثالثة الْخَوْفُ مِنْ كَثْرَةِ الْحَرَجِ بِسَبَبِ كَثْرَةِ الْأَوْلَادِ وَالِاحْتِرَازُ مِنَ الْحَاجَةِ إِلَى التَّعَبِ فِي الْكَسْبِ ودخول مداخل السوء وهذا أيضاً غير منهى عنه فإن قلة الحرج معين على الدين نعم الكمال والفضل فى التوكل والثقة بضمان اللّٰه حيث قال:﴿وما من دابة فى الأرض إلا على اللّٰه رزقها﴾ ولا جرم فيه سقوط عن ذروة الكمال وترك الأفضل ولكن النظر إلى العواقب وحفظ المال وادخاره مع كونه مناقضاً للتوكل لا نقول إنه منهى عنه،الرابعة الخوف من الأولاد الإناث لما يعتقد فى تزويجهن من المعرة كما كانت من عادة العرب فى قتلهم الإناث فهذه نية فاسدة لو ترك بسببها أصل النكاح أو أصل الوقاع أثم بها لا بترك النكاح والوطء فكذا فى العزل والفساد فى اعتقاد المعرة فى سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أشد وينزل منزلة امرأة تركت النكاح استنكافاً من أن يعلوها رجل فكانت تتشبه بالرجال ولا ترجع الكراهة إلى عين ترك النكاح،الخامسة أن تمتنع المرأة لتعززها ومبالغتها فى النظافة والتحرز من الطلق والنفاس والرضاع وكان ذلك عادة نساء الخوارج لمبالغتهن فى استعمال المياه حتى كن يقضين صلوات أيام الحيض ولا يدخلن الخلاء إلا عراة فهذه بدعة تخالف السنة فهى نية فاسدة واستأذنت واحدة منهن على عائشة رضى اللّٰه عنها لما قدمت البصرة فلم تأذن لها فيكون القصد هو الفاسد دون منع الولادة،فإن قلت فقد قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم من ترك النكاح مخافة العيال فليس منا ثلاثاً،قلت فالعزل كترك النكاح،وقوله ليس منا أى ليس موافقاً لنا على سنتنا وطريقتنا وسنتنا فعل الأفضل،فإن قلت فقد قال صلى الله عليه وسلم فى العزل ذاك الوأد الخفى وقرأ وإذا الموئودة سئلت،وهذا فى الصحيح.قلنا وفى الصحيح أيضا أخبار صحيحة،فى الإباحة وقوله الوأد الخفى كقوله الشرك الخفى وذلك يوجب كراهة لا تحريماً،فإن قلت فقد قال ابن عباس العزل هو الوأد الأصغر فإن الممنوع وجوده به هو الموئودة الصغرى،قلنا هذا قياس منه لدفع الوجود على قطعه وهو قياس ضعيف ولذلك أنكره عليه على رضى الله عنه لما سمعه قال ولا تكون موئودة إلا بعد سبع أى بعد الأخرى سبعة أطوار ==

نکاح کی اہمیت اوراس کاحکم:

سوال: کیانسل انسانی کی بقااورصالح معاشرہ کے لیے نکاح فرض ہے؟ (محمد فہیم انورخاں، مہدی پٹنم)

الجواب

جوشخص نفقہ ادا کرنے پرقادرہواورنکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ محسوس کرتا ہو،اس کے لیے نکاح کرلینا فرض ہے۔

" لاخلاف أن النكاح فرض حالة التوقان".(۱)

اوراگرگناہ میں پڑنے کااندیشہ نہ ہو؛ بلکہ معتدل کیفیت ہوتو بھی سنت مؤکدہ سے کم نہیں، چناں چہ اگر بہتر نیت سے نکاح کریں توثواب کامستحق ہوگااورنہ کریں تو گنہگار ہوگا۔

"ويكون سنة مؤكدة فى الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصينا وولدا".(۲)

کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی تاکید فرمائی ہے اورتجرد کی زندگی کوناپسند فرمایا ہے۔(۳)

(کتاب الفتاویٰ:۴/۲۹۴)

== وتلا الآية الواردة فى أطوار الخلقة وهى قوله تعالى وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ إلى قوله ثم أنشأناه خلقاً آخر أى نفخنا فيه الروح ثم تلا قوله تعالى فى الآية ﴿وإذا الموئودة سئلت﴾ وإذا نظرت إلى ما قدمناه فى طريق القياس والاعتبار ظهر لک تفاوت منصب على وابن عباس رضى الله عنهما فى الغوص على المعانى ودرک العلوم كيف وفى المتفق عليه فى الصحيحين على جابر أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ وَفِي لَفْظٍ آخَرَ كُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذَلِکَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ ينهنا،وفيه أيضاً عن جابر أنه قال إن رجلاً أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إن لى جارية خادمتنا وساقيتنا فى النخل وأنا أطوف عليها وأكره أن تحمل فقال صلى الله عليه وسلم: اعزل عنها إن شئت فإنه سيأتيها ما قدر لها فلبث الرجل ما شاء الله ثم أتاه فقال: إن الجارية قد حملت، فقا:ل قد قلت سيأتيها ما قدر لها،كل ذلک فى الصحيحين.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۲/ ۵۱-۵۳،دارالمعرفة بيروت،انيس)(احیاء العلوم،اردوترجمہ:۲/۶۷-۹۴،انیس)

(۱) بدائع الصنائع:۲/ ٤٨٣(صفة النكاح المشروع:۲/ ۲۲۸،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۲) الدرالمختار:٤/ ٦٥)(كتاب النكاح:۲/ ۷،دارالفكربيروت،انيس

(۳) صحيح مسلم:۱/ ٤٤٩(عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء.(صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه،الخ: ۱/ ٤٤٩،بيت الأفكار، رقم: ١٤٠٠،صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من استطاع منكم الباءة فليتزوج، الخ، النسخة الهندية: ۲/ ۷۵۸، رقم: ٤٨٧٥، ف: ٥٠٦٦، سنن الترمذى،أبواب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱/ ۲۰٦، دارالسلام رقم: ١٠٨١،انيس)

ساری زندگی عبادت، یا تعلیم وتعلم میں گزارنا افضل ہے، یا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا ایک بھائی عالم ہے، جو کافی عبادت کرتا ہے، اس کے پاس مال بھی موجود ہے اور صحت مند بھی ہے؛ لیکن وہ کہتا ہے میں شادی نہیں کروں گا، ساری زندگی عبادت میں گزاروں گا تو کیا ان کا یہ فعل شرعاً صحیح ہے، یا نہیں؟ آیا شادی کرنا افضل ہے، یا ساری زندگی عبادت میں گزارنا افضل ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جب چند صحابہ کرام کی باتیں پہنچیں کہ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ نکاح نہیں کریں گے؛ تاکہ باقی ماندہ زندگی دن کے روزے اور رات کی عبادت سے منور ہو تو چہرۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم متغیر ہوا اور انتہائی بلیغ انداز میں ان کی تردید فرمائی کہ میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ (تو تمہیں کیا ہوا ہے کہ بجائے میری اتباع کے اپنی رائے پر عمل کرنا چاہتے ہو، حالاں کہ میں تمہارے لیے نمونۂ حیات ہوں) پس جو میری سنت (نکاح) سے اعراض کرے گا، وہ مجھ (میرے متبعین میں) سے نہیں۔ (رواہ مسلم: ۴۴۹/۱، مکتبہ قدیمی) (۱)

مذکورہ حدیث کے ذیل میں شادی کرنا ہر شخص پر لازم ہونا چاہیے تھا؛ لیکن فقہاء نے مراد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھانپ کر شادی کے حکم کو مزاجِ انسانی پر رکھا ہے، چوں کہ حالات اور طبائع مختلف ہوتی ہیں، لہٰذا مختلف لوگوں کے لحاظ سے نکاح کا حکم بھی مختلف ہوگا:

(۱) اگر کسی شخص کو نان ونفقہ پر قدرت ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا، یا بدنظری وغیرہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو ایسے شخص پر نکاح فرض ہوگا۔

(۲) اگر گناہ میں مبتلا ہونا اندیشے کی حد تک ہو تو نکاح واجب ہوگا۔

(۳) اگر گناہ وغیرہ میں پڑنے کا کوئی خطرہ نہ ہو (یعنی معتدل المزاج ہو) تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہوگا۔

(۴) اگر نکاح کرنے سے حقوقِ زوجیت میں ناانصافی برتنے، یا بیوی پر ظلم کرنے کا ظنِ غالب ہو تو نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔

---

(۱) عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح لمسلم، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، رقم الحديث: ١٤٠١، مسند البزار، مسند أبي حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث: ٦٨٠٧، سنن النسائي، باب النهي عن التبتل، رقم الحديث: ٣٢١٧، انيس)

چوں کہ صورت مسئولہ میں سائل کا بھائی مالدار، صحت منداور ماشاءاللہ عالم بھی ہے، لہٰذا وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے ناطے انہیں اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (نکاح) سے دریغ نہیں کرنا چاہیے، ورنہ ترک پر گنہگار ہوگا۔ نیز معتدل المزاج شخص کے لیے ساری زندگی عبادت، یا تعلیم وتعلم میں گزارنے سے شادی کرنا افضل ہے؛ کیوں کہ نکاح کے فوائد کثیر اور متعدی ہیں۔

لمافی مبسوط السرخسی (۱۹۲/٤،دارالفکر):ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذلك حفظ النساء والقيام عليهن والإنفاق ومن ذلك صيانة النفس عن الزنى ومن ذلك تكثير عباد الله تعالى وأمة الرسول صلى الله عليه وسلم.

وفى فتح القدير (۱۸۸/۳،دارالفکر): وقيل مستحب وقيل إنه سنة مؤكدة وهو الأصح وهو محمل قول من أطلق الاستحباب وكثيرا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة.

وبعد أسطر: وبالجملة فالأفضلية فى الاتباع لا فيما يخيل للنفس أنه أفضل نظرا إلى ظاهر عبادة وتوجه ولم يكن الله عز وجل يرضى لأشرف أنبيائه إلا بأشرف الأحوال وكان حاله إلى الوفاة النكاح فيستحيل أن يقرره على ترك الأفضل مدة حياته وحال يحيى بن زكريا عليهما السلام كان أفضل فى تلك الشريعة وقد نسخت الرهبانية فى ملتنا ولو تعارضا قدم التمسك بحال النبى صلى الله عليه وسلم وعن ابن عباس رضى الله عنهما تزوجوا فإن خير هذه الأمة أكثرها نساء ومن تأمل ما يشتمل عليه النكاح من تهذيب الأخلاق وتوسعة الباطن بالتحمل فى معاشرة أبناء النوع وتربية الولد والقيام بمصالح المسلم العاجز عن القيام بها والنفقة على الأقارب والمستضعفين وإعفاف الحرم ونفسه ودفع الفتنة عنه وعنهن ودفع التقتير عنهن بحبسهن لكفايتهن مؤنة سبب الخروج ثم الاشتغال بتأديب نفسه وتأهيله للعبودية ولتكون هى أيضا سببا لتأهيل غيرها وأمرها بالصلاة فإن هذه الفرائض كثيرة لم يكد يقف عن الجزم بأنه أفضل من التخلى بخلاف ما إذا عارضه خوف الجور إذ الكلام ليس فيه بل فى الاعتدال مع أداء الفرائض والسنن.

وفى الشامية (۷/۳): قوله (سنة مؤكدة فى الأصح)... وقيل واجب عينا ورجحه فى النهر كما يأتى قال فى البحر ودليل السنية حال الاعتدال الاقتداء بحاله فى نفسه ورده على من أراد من أمته التخلى للعبادة كما فى الصحيحين ردا بليغا بقوله فمن رغب عن سنتى فليس منى كما أوضحه فى الفتح،آه،وهو أفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما فى درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلى للنوافل قوله (فيأثم بتركه)... قوله (ويثاب إن نوى تحصينا). (نجم الفتاویٰ:۴/۷-۸)

تبلیغی جماعت کے لیے زندگی وقف کر کے تاحیات نکاح نہ کرنے کا حکم:

سوال: ہمارے محلے کے ایک تبلیغی ساتھی نے عین عالم جوانی میں اپنی پوری زندگی تبلیغ کے لیے وقف کر دی اور گھر والوں کو بتا کر تاحیات زندگی لگانے کا ارادہ لے کر نکل گئے، (یعنی واپس تو آئیں گے؛ لیکن نکاح وغیرہ نہیں کریں گے۔) پوچھنا یہ ہے کہ فرض کفایہ کی ادائیگی کے لیے تاحیات نکاح نہ کرنے کا عزم کیسا ہے؟ نیز والدین اور بہن بھائیوں کے حقوق کا کیا کرنا ہوگا؟

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے دور میں کیا اس کی کوئی نظیر ہے؟ کسی صحابی نے ایسا کیا ہو کہ اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر کے نکاح نہ کیا ہو؟ ان کی زندگی کی کچھ جھلک بیان کر دیں۔ میرا دل اس شخص کی حرکت پر مطمئن تو نہیں ہے، میں نے کہا آپ سے تحریری صورت میں پوچھ لوں۔ از راہِ کرم میرے سوال کے تمام پہلو کے جواب عنایت فرما دیں؟

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ اس کے ذریعہ آدمی بہت سے معاصی اور گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح نفلی عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر دینے سے بہتر ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سنت پر عمل کیا ہے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس کو ترک کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ میں تو نکاح کرتا ہوں، (۱) لہٰذا سنت یہی ہے کہ آدمی دین کا کام بھی کرے؛ لیکن اس کے ساتھ اس سنت پر بھی عمل کرے، اسی میں اس شخص کے دنیا اور آخرت کا نفع مضمر ہے۔

والدین کی خدمت کے بھی بہت سے فضائل احادیث میں آئے ہیں اور والدین کے حقوق کو ادا کرنا فرض ہے، حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے جہاد جیسی عبادت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ والدین کی خدمت کرو یہی تمہارے لیے جہاد ہے اور علماء نے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد وغیرہ میں جانے سے منع فرمایا ہے (جب کہ فرض عین نہ ہو)۔

لہٰذا اس شخص کو چاہیے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ اور جو حقوق ذمہ میں ہیں، ان کو بھی ادا کرے اور سنت یہی ہے کہ نکاح بھی کرے؛ اس لیے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہی امت کی ہدایت اور تبلیغ کے لیے گیا تھا اور ان سے

---

(۱) عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح لمسلم، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، رقم الحديث: ١٤٠١، مسند البزار، مسند أبى حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث: ٦٨٠٧، سنن النسائى، باب النهى عن التبتل، رقم الحديث: ٣٢١٧، انيس)

بڑا مبلغ اور داعی اور کون ہوسکتا ہے۔ انبیا کے بعد صحابہ کرام سارے کے سارے دین کے داعی اور مبلغ تھے، اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کی ہوئی تھیں؛ لیکن پھر بھی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور صحابہ نے اس سب کے ساتھ نکاح بھی کیا اور تمام حقوق والدین، رشتہ داروں کے بھی ادا کئے۔ تبلیغی جماعت کے اکثر اکابرین کا بھی یہی حال ہے کہ انہوں نے نکاح بھی کئے ہیں اور ساتھ میں تبلیغ بھی کررہے ہیں۔ نصاب بھی ایسا رکھا ہے کہ آدمی سارے حقوق بھی ادا کرسکتا ہے اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرسکتا ہے۔

البتہ پھر بھی کسی شخص کو یہ غالب گمان ہو کہ اگر وہ نکاح کرے گا تو دین کی خدمت نہیں کرسکے گا اور بیوی بچوں میں پھنس جائے گا اور اسے یہ یقین بھی ہے کہ بغیر نکاح کے گناہ میں بھی مبتلا نہیں ہوگا اور والدین نے بھی اس کو اجازت دے دی ہے کہ وہ دین کا کام کرے تو ایسے شخص کے لیے نکاح نہ کرنے کی گنجائش ہے۔ اس کی مثالیں تابعین کے دور میں اور اسلاف میں موجود ہیں، چنانچہ شیخ عبداللہ بن ابی نجیح مکی جو تابعین میں سے ہیں اور امام بخاری کے شیوخ سفیان ثوری، سفیان ابن عینیہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے، انہوں نے علم کی مشغولی کی بنا پر نکاح نہیں کیا۔ اسی طرح علامہ ابن تیمیہ مشہور محدث اور بزرگ ہیں، انہوں نے بھی نکاح نہیں فرمایا۔ بہت سے اکابرین ہیں، جنہوں نے علم کی مشغولیت، یا دعوت، یا اسی طرح اور دینی خدمات کی بنا پر نکاح نہیں فرمایا۔

لمافی الترمذی (۲۶/۱): عن أبی أیوب قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح.(۱)

وکذا فیہ (۲۹۶/۱، ابواب الجہاد): عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال: جاء رجل إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یستأذنہ فی الجہاد فقال: ألک والدان؟ قال نعم .قال: ففیہما فجاہد.(۲)

وفی المرقاۃ (۱۸۷/۶، کتاب النکاح، ط: امدادیہ): قال ابن الہمام: التجرد عند الشافعی أفضل لقولہ تعالی: ﴿وسیدا وحصورا﴾ (آل عمران) یمدح یحیی علیہ الصلاۃ والسلام بعدم إتیان النساء مع القدرۃ لأن ہذا معنی الحصور... فالأولی فی جوابہ التمسک بحالہ وردہ علی من أراد من أمتہ التخلی للعبادۃ فإنہ صریح فی عین المتنازع فیہ وہو ما فی الصحیحین أن نفرا من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سألوا أزواجہ عن عملہ فی السر فقال بعضہم لا أتزوج النساء وقال بعضہم لا آکل اللحم وقال بعضہم لا أنام علی فراش فبلغ ذلک النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فحمد اللّٰہ وأثنی علیہ وقال: ”ما بال أقوام قالوا کذا؛ لکنی أصلی وأنام وأصوم وأفطر وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی“، فرد ہذا الحال ردا مؤکدا، حتی تبرأ منہ

---

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ، رقم الحدیث: ۱۰۸۰، انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فیمن خرج فی الغزو وترک أبویہ، رقم الحدیث: ۱۶۷۱، انیس

وبالجملة فالأفضلية فى الاتباع لا فيما تخيل لنفس أنه أفضل نظرا إلى ظاهر عبادة وتوجه ولم يكن اللّٰه عز وجل يرضى لأشرف أنبيائه إلا بأشرف الأحوال وكان حاله إلى الوفاة النكاح فيستحيل أن يقره على ترك الأفضل مدة حياته.

وفى العلماء العزاب (۳۳، ط:غفورية): وجب الدعوة وارادة النهوض بالعالم الاسلامى صرف الكثيرمن رجال الاصلاح عن الزواج طول حياتهم او جزء اكبيرا من حياتهم والأمثلة كثيرة على مجرى التاريخ.

وفى الدرالمختار (٦/٣، دارالفكر): (ويكون واجبا عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية، وهذا إن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثم بتركه، بدائع (و) يكون (سنة) مؤكدة فى الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً (حال الاعتدال) أى القدرة على وطء ومهر ونفقة ورجح فى النهر وجوبه للمواظبة عليه والإنكار على من رغب عنه (ومكروها لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلك.

وفى الشامية (٧/٣): ودليل السنية حال الاعتدال الاقتداء بحاله فى نفسه ورده على من أراد من أمته التخلى للعبادة كما فى الصحيحين ردا بليغا بقوله فمن رغب عن سنتى فليس منى كما أوضحه فى الفتح اه. وهوأفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما فى درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلى للنوافل... قوله (للمواظبة عليه والإنكار الخ) فإن المواظبة المقترنة بالإنكار على الترك دليل الوجوب وأجاب الرحمتى بأن الحديث ليس فيه الإنكار على التارك بل على الراغب عنه ولا شك أن الراغب عن السنة محل الإنكار.

وفى الدرالمختار (١٢٤/٤): لا يحل سفر فيه خطر الا باذنهما وما لا خطر فيه يحل بلا اذن.

(نجم الفتاویٰ:۴/۹-۱۱)

مرید کا بیعت کی وجہ سے شادی نہ کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سال پہلے میں نے ایک بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔اس سال میں شادی کرنے والا ہوں، جب لوگ یہ سنتے ہیں کہ میں شادی کرنے والا ہوں تو بعض لوگ کہتے ہیں: مرید کو شادی نہیں کرنی چاہیے۔اگر مرید شادی کرلے گا تو اس کی اصلاح کیسے ہوگی؟ سوال یہ ہے کہ کیا مرید کو شادی کرنی چاہیے، کیا شادی اصلاح کے اندر رکاوٹ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے نکاح کو انسان کی عفت و پاکدامنی کا ذریعہ بنایا ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتّق اللّٰہ فی النصف الباقی". (مشکاۃ: ۲/۲٦۸)(۱)

(یعنی بندہ جب نکاح کرلے تو وہ اپنے نصف دین کو مکمل کرلیتا ہے، باقی نصف دین کے لیے اسے اپنے اللہ سے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔)

اگر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو اور آدمی نکاح کی طاقت بھی رکھتا ہو؛ یعنی وہ عورت کو نان نفقہ اور رہائش فراہم کرسکتا ہو تو اس صورت میں نکاح واجب ہوجاتا ہے۔ نیز اگر ان ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے کوئی نکاح نہ کرے تو حدیث میں ایسے شخص کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری امت میں سے نہیں۔ بہرحال آپ بعض لوگوں کی احمقانہ باتوں پر نہ جائیں؛ بلکہ فوراً شادی کریں؛ کیوں کہ اسی میں انسان کی اصلاح پوشیدہ ہے۔ ہاں! اگر آپ کو آپ کے پیرومرشد کسی مصلحت کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لیے منع کررہے ہوں تو اس صورت میں شادی کو مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافی القرآن الکریم (سورۃالنسآء:۳): ﴿فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾

وفی البخاری (۲/۷۵۸): حدثنا عمر بن حفص بن غیاث... فقال عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ: کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم شبابا لانجد شیئا، فقال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب، من استطاع الباءۃ فلیتزوج، فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وجاء. (۲)

وفی الترمذی (۱/۲۰٦): عن أبی أیوب رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح. (۳)

وفی کنز العمال (۱٦/۲۷۱): النکاح سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی. (۴)

وفی الشامیۃ (۳/۷): (قولہ: سنۃ مؤکدۃ فی الأصح) وھو محمل القول بالاستحباب وکثیراً ما یتساھل فی إطلاق المستحب علی السنۃ، وقیل: فرض کفایۃ، وقیل: واجب کفایۃ، وتمامہ فی الفتح، وقیل: واجب عینا، ورجحہ فی النھر کما یأتی، قال فی البحر: ودلیل السنیۃ حالۃ

---

(۱) عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا تزوج العبد فقد کمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی. (شعب الإیمان، فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیہ من العون، رقم الحدیث: ۵۱۰۰، انیس)

(۲) صحیح البخاری، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، رقم الحدیث: ۵۰٦٦، انیس

(۳) سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ، رقم الحدیث: ۱۰۸۰، انیس

(۴) عن عائشۃ قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی، وتزوجوا فإنی مکاثر بکم الأمم، ومن کان ذاطول فلینکح، ومن لم یجد فعلیہ بالصیام، فإن الصوم لہ وجاء. (سنن ابن ماجۃ، باب ماجاء فی فضل النکاح، رقم الحدیث: ۱۸٤٦، انیس)

الاعتدال الاقتداء بحاله صلى الله عليه وسلم في نفسه، ورده على من أراد من أمته التخلي للعبادة، كما في الصحيحين رداً بليغاً بقوله: "فمن رغب عن سنتي فليس مني"، كما أوضحه في الفتح، آه، وهو أفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما في درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلي للنوافل قوله (فيأثم بتركه) لأن الصحيح أن ترك المؤكدة مؤثم كما علم في الصلاة، بحر... (قوله: ويثاب إن نوى تحصينا) أي منع نفسه ونفسها عن الحرام وكذا لو نوى مجرد الاتباع وامتثال الأمر. (نجم الفتاویٰ: ۹/۴)

کیا گدی نشیں کا نکاح جرم ہے:

سوال: اگر خانقاہوں میں تعزیہ بنتا ہے اور چادر چڑھائی جاتی ہے اور وہاں کا یہ دستور ہے کہ جو گدی نشیں ہو، وہ نکاح نہ کرے، اگر نکاح کرے تو گدے سے اتار دیا جائے گا؛ لیکن اگر زنا کرے تو گدی سے نہ اتار جائے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ انتہائی جہالت وضلالت ہے کہ سنت پر عمل کرنا تو جرم قرار پائے اور حرام کاری جرم نہ ہو۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۵۶)

نکاح کے لیے کسی پیر سے مرید ہونا:

سوال: کسی انسان کو طائفہ سے محبت تھی، دونوں توبہ کے بعد نکاح کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا نکاح کے جواز کے لیے کسی پیر سے مرید ہونا بھی ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

جواز نکاح کے لیے مرید ہونا ضروری نہیں، دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو جانا (نکاح منعقد ہو جانے کے لیے) کافی ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۴۱)

نکاح میں عجلت:

سوال: بالغ ہونے کے بعد ایک مسلمان مرد کی شادی کب ہونی چاہیے؟ جب کہ:

---

(۱) زنا تمام ادیان میں حرام ہے اور اس سے اس کی قباحت کا پتہ چلایا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ بہت سی چیزیں اسلام میں حرام ہیں؛ لیکن دوسرے ادیان میں جائز ہیں، مثلاً شراب؛ لیکن زنا چوں کہ نسل انسانی کے تحفظ اور تشریف کے لیے ہادم اور نافی ہے، اس وجہ سے تمام ادیان کے اندر حرام کیا گیا ہے:

"الزنا حرام في جميع الأديان والملل". (الدر المحتار، كتاب الحدود: ۴/ ۶، سعيد)

(الف) اسے معاشی وسعت حاصل ہو۔
(ب) وہ معاشی طور پر کسی کی کفالت کا بار برداشت نہ کرسکتا ہو؟ (ایک قاری، ناندیڑ)

الجواب

(الف) نکاح بھی انسان کے لیے ایک بنیادی ضرورت ہے، اوراس سے دین واخلاق اور قلب ونگاہ کی حفاظت متعلق ہے؛ اسی لیے اسلام نے نکاح کی حوصلہ افزائی کی ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح اوراس کی ضروریات کی استطاعت رکھتا ہو، اسے نکاح کر لینا چاہیے کہ یہ نگاہ کو پست رکھنے والی اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہے اور جواس کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے کہ یہ گناہوں کے لیے ڈھال ہے''۔(۱)

اس لیے جو صاحبِ استطاعت ہو، اسے نکاح میں عجلت کرنی چاہیے، عام حالات میں تو یہ مسنون ہے اور اگر برائی میں پڑجانے کا اندیشہ ہو تو واجب ہے۔

''ویکون واجبا عند التوقان''.(۲)

(ب) جو لوگ واقعی صاحبِ استطاعت نہ ہوں؛ یعنی معمولی سطح پر بھی زندگی بسر کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس کے لیے نکاح میں تاخیر کرنا جائز ہے، البتہ ایسے شخص کو چاہیے کہ روزے کی کثرت رکھیں، دینی لٹریچر پڑھتے رہیں اور دینی کاموں میں مشغول رہیں؛ تاکہ برائی کی طرف کم سے کم ذہن منتقل ہو اور محنت کر کے نکاح کے لیے مطلوب ضروری وسائل حاصل کرنے کی کوشش کریں اور بلند سے بلندتر معیارِ زندگی کی تلاش میں نکاح کو مؤخر نہ کریں۔

(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۰-۳۱۱)

نکاح کی تعریف، غرض اوراس کا طریقہ:

سوال(۱) نکاح کس کو کہتے ہیں؟ اوراس کی کیا غرضیں ہیں؟ اور کیا غایت ہے؟

(۱) مشکاۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۳۰۸۰

حدثنا عمر بن حفص بن غیاث...فقال عبد اللہ رضی اللہ عنہ: کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم شبابا لانجد شیئا، فقال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب، من استطاع الباءۃ فلیتزوج، فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وجاء.(صحیح البخاری، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، رقم الحدیث:۵۰۶۶، صحیح لمسلم، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ، الخ: ۱/۴۴۹، بیت الأفکار، رقم: ۱۴۰۰، انیس)

(۲) الدر المختار علی رد المحتار: ۵/۶۳۰ (کتاب النکاح: ۲/۷، دار الفکر بیروت)

(ویجب عند التوقان) وھو الشوق القوی والمراد بالواجب اللازم فیشمل الفرض والواجب فإنہ یکون واجبا عند عدم خوف الوقوع فی الزنا.(مجمع الأنھر، کتاب النکاح: ۱/۳۱۶، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

(۲) بنیاد نکاح کیا ہے؟ اور کیسے اور کس طرح ہوسکتا ہے؛ یعنی نکاح ہوجانے کا کیا حکم ہے؟ اس کی کیا صورت ہے؟

(۳) نکاح میں گواہ کی شرط ہے، یا نہیں؟ اور گواہ کتنے شرط ہیں؟ کیا عورتوں کی گواہی سے بھی نکاح ہوسکتا ہے؟

(۴) نکاح میں عورت کے وکیل ہونے کی شرط ہے، ایک یا دو، یا اس سے بھی زائد؟

(۵) نکاح میں قاضی؛ یعنی نکاح پڑھانے والے کی شرط ہے، یا نہیں؟ قاضی ایک، یا دو، یا زائد بھی ہوسکتے ہیں، یا کبھی قاضی کی بھی ضرورت نہیں؟

(۶) نکاح میں قاضی؛ یعنی نکاح پڑھانے والے کی شرط ہے یا نہیں؟ قاضی ایک یا دو یا زائد بھی ہوسکتے ہیں، یا کبھی قاضی کی بھی ضرورت نہیں؟

(۶) گواہ کا مطلب اردو کلام میں کیا ہے؟ اور وکیل کا مطلب کیا ہے اور کیا کام ہے؟ اور یہ سب کام غیر مسلم مرد عورت بھی ادا کرسکتے ہیں یا مسلمان ہونا گواہ اور وکیل کا شرط ہے یا سرپرست بن سکتے ہیں؟

(۷) نکاح کرنے والا مسلم عورت کا سرپرستِ حقیقی اس کا عزیز رشتہ دار ہوسکتا ہے، یا کوئی غیر بھی؛ یعنی گواہ، یا وکیل وغیرہ بھی؟

(۸) نکاح کے معاملہ کو رجسٹر پر لکھ لینا ضروری، یا شرط ہے، یا کہ نہیں؟ اور اگر ایسا نہ ہو تو کیا نکاح نہ ہوگا؟ اگر رجسٹر میں گواہ بھی تین اور قاضی بھی تین سرپرست وکیل بھی تین ہیں؟ اور عورت انکار کردے تو نکاح باقی رہے گا، یا نہیں؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

(۱-۸) نکاح ایک عقد ہے، جس کے ذریعہ مرد کو عورت سے حقِ جماع کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے لوازمات مرتب ہوتے ہیں، عورت کے لیے مہر، نفقہ، سکنیٰ، نیز اولاد ہونے پر ثبوتِ نسب وغیرہ، (۱) عورت اگر بالغہ ہو تو وہ خود بھی بغیر سرپرست کے اور بغیر کسی وکیل کے براہ راست عقدِ نکاح کرسکتی ہے؛ مگر اس کے لیے اتنی شرط ہے کہ اپنے کفو میں مہرِ مثل پر نکاح کرے، اپنے سے گرے ہوئے مرد سے نکاح نہ کرے، جس سے اس کے خاندان کو عار لاحق ہو، (۲) اس کا سرپرست ولی بھی اس کا نکاح اس کی اجازت سے کرسکتا ہے اور یہی بہتر ہے۔ ولی نے اگر بغیر اس سے اجازت حاصل کئے اس کا نکاح کردیا اور وہ معلوم ہونے پر خاموش ہوگئی؛ یعنی رضا مند رہی، تب بھی نکاح معتبر ہوجائے گا۔ (۲)

---

(۱) هو عقد يفيد ملك المتعة: أى حل استمتاع الرجل. الخ. (الدر المختار) (قوله: أى حل استمتاع الرجل): أى المراد أنه عقد يفيد حكمه بحسب الوضع الشرعي. وفي البدائع: ان من أحكامه ملك المتعة، وهو اختصاص الزوج بمنافع بعضها وسائر أعضائها استمتاعا أو ملك الذات والنفس في حق التمتع. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۴۰۳/۳، سعيد)

(۲) "وينعقد النكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها... ولكن للولي الاعتراض في غير الكفوء". (فتح القدير، كتاب النكاح: ۲۵۶/۳-۲۵۸، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها، بكرا كانت أو ثيبا، فان فعل ذلك فالنكاح موقوف على اجازتها، فان أجازتها، جاز، الخ. (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۷/۱، رشيديه)

نکاح کے لیے کم ازکم دو مسلمان مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے، بغیر گواہوں کے، یا صرف عورتوں کی گواہی پر یا غیر مسلمان کی گواہی پر ایجاب وقبول کرنے سے شرعا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔(۱) عورت اگر خود ایجاب وقبول نہ کرے، نہ اس کا ولی اس کا عقد کرے؛ بلکہ عورت کسی کو اپنی طرف سے وکیل بنادے اور وہ وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرے؛ تب بھی صحیح ہے، اگر چہ وہ وکیل کوئی عورت ہی ہو، وکیل بنانے کے لیے، یا عورت سے نکاح کی اجازت کے لیے گواہوں کا ہونا شرط نہیں ہے، مسلم عورت کا ولی غیر مسلم نہیں ہوسکتا، غیر مسلم کو نکاح میں وکیل بھی نہ بنایا جائے۔(۲)

قاضی، یا کوئی بھی ایجاب وقبول کرادے، اس طرح درست ہے، بہتر یہ ہے کہ مجمع میں نکاح کیا جائے۔(۳) اگر بغیر قاضی کے صرف دو گواہوں کے سامنے مرد اور عورت نکاح کرلیں، تب بھی نکاح ہوجائے گا اور نکاح کے ثبوت کے لیے گواہوں کا سننا بھی کافی ہے۔(۴) نکاح کی مجلس منعقد ہونا بھی ضروری نہیں، جب کسی کے متعلق مشہور ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس عورت کا نکاح فلاں شخص سے ہوا ہے اور وہ اس کی بیوی ہے اور عورت انکار کرے، اس کے باوجود وہ اس کی بیوی ہے۔(۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۳/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۴۶۵-۴۶۷)

نکاح مسنون کا طریقہ:

سوال: نکاح کا مسنون طریقہ کیا ہے؛ یعنی کس طرح ایجاب وقبول کرائے اور کیا خطبہ پڑھے؟

(محمد بشیر، ۲۴/ پرگنہ)

---

(۱) "ولا ينعقد نكاح الملسمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رالين أو رجل وامرأتين، عدولا كانوا أو غير عددول... اعلم أن الشهادة شرط فى باب النكاح، لقوله عليه الاسلام: "لا نكاح الا بشهود". (الهداية، كتاب النكاح: ٣٠٦/٢، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) ولا ولاية لكافر على مسلم، لقوله تعالىٰ: ﴿ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا﴾. (الهداية، باب فى الأولياء والأكفاء: ٣١٨/٢، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۳) ويندب اعلانه: أى اظهاره، والضمير راجع إلىٰ النكاح بمعنى العقد، لحديث الترمذى: أعلنوا هذا النكاح، واجعلوه فى المسجد، والضربوا عليه بالدفوف،الخ. (رد المحتار، كتاب النكاح: ٨/٣،سعيد)

(۴) فالحاصل أجه يشترط سماعهما معا فع الفهم على الأصح. (البحر الرائق،كتاب النكاح: ١٥٦/٣، رشيديه) والصحيح اشتراط السماع؛ لأنه المقصود من الحضور، وسيأتى تمامه،الخ. (فتح القدير، كتاب النكاح: ١٩٩/٣، مصطفے البابى الحلبى مصر)

(۵) "جحود جميع العقود ما عدا النكاح فسخ". (الدر المختار، مسائل شتى: ٤٥/٥، سعيد)
"وجحدُ العقد لا يرتفع العقد". (الفروق للكرابيسى: ١٣١/١،الكويت

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

”الحمد للّٰه نستعينه ونستغفره ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا، من يهدى اللّٰه فلا مضل له، ومن يضلل فلاهادى له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله،ويقرأ ثلث آيات:

﴿يأأيها الذين آمنوا اتقوا اللّٰه حق تقاته، ولا تموتن الا وأنتم مسلمون﴾(۱)

اوردوسری آیت:

﴿يا أيها الناس اتقوا ربكم الذين خلقم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثير ونساء واتقوااللّٰه الذى تساء لون به والأرحام إن اللّٰه كان عليكم رقيبا.(۲)

تیسری:

﴿أيها الذين آمنوا اتقوا اللّٰه،وقولوا قولا سديدا، يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم، ومن يطع اللّٰه ورسوله، فقد فاز فوزا عظيما﴾ (۳)رواه أحمد والترمذى وأبوداؤد والنسائى وابن ماجة والدارمى،وفى جامع الترمذى:فسر الآيات الثلاثة سفيان الثورى وزاد ابن ماجة بعد قوله:”ان الحمد للّٰه“ ”نحمده“ وبعد قوله: ”من شرور أنفسنا“. ”ومن سيات أعمالنا“ والدارمى بعد قوله: ”عظيما“ ”ثم يتكلم بحاجته“،وروى فى شرح السنة عن ابن مسعود رضى اللّٰه تعالىٰ عنه فى خطبة الحاجة من النكاح وغيره“.(مشكاة،ص:۲۷۲)(۴)

خطبہ مذکورہ پڑھنے کے بعد عورت کا نام مع ولدیت لے کر مرد سے کہے کہ”میں نے فلانہ بنت فلاں کا نکاح تمہارے ساتھ بعوض مہر مبلغ اتنے روپیہ کیا، کیا تم نے قبول کیا“؟ وہ مرد جواب میں کہے:”میں نے اس کو قبول“،بس نکاح ہوگیا،اس کے بعد دعا کرے:

”بارك اللّٰه لك، وبارك اللّٰه عليك، وجمع بينكما فى خير“.(۵)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ:۴۶۸/۱۰۔۴۶۹)

---

(۱) سورة آل عمران:۱۰۲،انيس

(۲) سورة النساء:۱،انيس

(۳) سورة الأحزاب:۷۰،انيس

(۴) مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط، الفصل الثانى، ص: ۲۷۲، قديمى (ومسند الامام أحمد، (رقم الحديث: ۳۷۱۲)، مسند عبد اللّٰه بن مسعود: ۶۴۸/۱، دار احياء التراث بيروت/وسنن أبى داؤد،كتاب النكاح،باب فى خطبة النكاح: ۲۹۶/۱، امداديه ملتان/جامع الترمذى،أبواب النكاح، باب ما جاء فى خطبة النكاح: ۲۱۰/۱، سعيد/سنن النسائى، كتاب النكاح، ما يستحب من الكلام عند النكاح: ۷۸/۲، قديمى)/ (وابن ماجة، ابواب النكاح، بابخطبة نالنكاح: ۱۳۶/۱، قديمى/والدارمى،كتاب النكاح، باب فى خطبة النكاح: ۱۹۱/۲، قديمى)

(۵) عمل اليوم والليلة،باب ما يقول الرجل إذا تزوج، باب خطبة النكاح، ص: ۲۰۰، نورمحمد كتب خانه كراتشى

شرعی شادی کا طریقہ:

سوال: شرعی شادی کا کیا طریقہ ہے؟ مختصراً بیان کیا جائے؛ تاکہ عمل میں لایا جائے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب شادی کرنے کا ارادہ ہو، بلا کسی خاص برأت اور بری (۱) وغیرہ کے اہتمام کئے چند آدمیوں میں ایجاب وقبول کرادیا جائے۔ (۲) اگر وسعت ہو تو چھوہارے تقسیم کرادیے جائیں۔ (۳) دلہن کو دولہا کے گھر بھیج دیا جائے، جو کچھ چیز دلہن کو بطورِ صلہ رحمی دینا منظور ہو، بلا کسی خاص شہرت اور نمود کے خواہ بعد میں بھیج دیا جائے، خواہ جب ہی اس کے ساتھ کر دیا جائے اور مہر حسبِ استطاعت ہو، شریعت نے اس کی ادنیٰ مقدار دس درہم قرار دی ہے، اس سے کم جائز نہیں۔ (۴) اور زیادہ کی شریعت نے مقدار مقرر نہیں کی ہے، البتہ وسعت سے زیادہ ہونا اچھا نہیں۔ زیادہ تفصیل دیکھنا ہو تو بہشتی زیور چھٹا حصہ دیکھئے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۴/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم جمادی الاولی ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶۹/۱۰-۴۷۰)

---

(۱) ''بری: ساچق کا سامان، بیوہ پارچہ جات وغیرہ، جو دلہا کی جانب سے دلہن کے ہاں بھیجے جاتے ہیں''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۹۸، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ''النكاح ينعقد بالايجاب والقبول ...ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أورجل وامرأتين''. (الهداية، كتاب النكاح: ۳۰۵/۲-۳۰۶، شركة علميه ملتان)

(۳) ''أن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم حضر في أملاك (أي نكاح) فأتي بطباق عليها جوز ولوز وتمر، فنثرت، فقبضنا أيدينا، فقال: ''ما بالكم لا تأخذون''؟ فقالوا: لأنك نهيت عن النبئ، فقال: ''فما نهيتكم عن نبئ العساكر، خذوا على اسم اللّٰه''، فجاذَبَنا وجاذبناه''. (إعلاء السنن، باب استحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول: ۱۱/۱۱، إدارة القرآن كراتشي)

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقتِ نکاح چھوارے تقسیم کرنا سنت ہے۔

(۴) أقله عشرة دراهم، لحديث البيهقي وغيره: لا مهر أقل من عشرة دراهم، ورواية الأقل تحمل على المعجل. (الدر المختار، باب المهر: ۱۰۱/۳، سعيد)

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَكُونُ مَهْرًا أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث: ۱٤۳۸۷-۱٤۳۸۸، سنن الدارقطني، باب المهر، رقم الحديث: ۳٦۰۳، انيس)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ الَّذِي تَزَوَّجَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ سَلَمَةَ، عَلَى شَيْءٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ. (مسند أبي داؤد الطيالسي، ثابت البناني عن أنس بن مالك، رقم الحديث: ۲۱۳٤، انيس)

عَن أَنَسٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم أُمَّ سَلَمَةَ عَلَى مَتَاعٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ. (مسند البزار، مسند أبي حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث: ٦۸۹۷، انيس)

(۵) بہشتی زیور، باب: مہر زیادہ بڑھانے کا بیان، حصہ ششم، ص: ۴۳۵، دار الاشاعت کراچی

نکاح کا مسنون طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شادی یعنی نکاح کا مکمل شرعی طریقہ کیا ہے؟ قدم بہ قدم رہنمائی فرمادیں؟ (المستفتی: ندیم احمد بجنوری)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس شخص کا ارادہ نکاح کا ہو، اس کو اولاً چاہیے کہ کسی دین دار گھرانے کی دیندار لڑکی کا انتخاب کرے اور پھر اس کے گھر والوں سے مل کر معاملہ کو پکا کرلے، پھر انتہائی سادگی سے مسجد میں مسجد کے آداب واحترام کا خیال رکھتے ہوئے نکاح کی تقریب منعقد کی جائے اور اپنی وسعت کے مطابق مہر مقرر کرے اور یہ کوشش کرے کہ بیوی سے پہلی ملاقات ہونے سے پہلے مہر ادا کردے اور نکاح کے بعد جب بیوی کی رخصتی ہوجائے اور شب زفاف بھی گزر جائے تو اب مسنون طریقہ پر ولیمہ کرے، اس میں نام ونمود کی نیت نہ ہو، محض اتباع سنت مقصود ہو اور اس سلسلہ میں رسوم ورواج سے کلی طور پر بچنے کی کوشش کریں اور یہ خیال رہے کہ شادی جتنی سادگی کے ساتھ کی جائے گی، اس میں اتنی زیادہ خیر وبرکت ہوگی۔ (مستفاد: انوار نبوت، ص:۷۱۶-۷۱۲)

عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب الأكفاء فی الدين، النسخة الهندية: ۷٦۲/۲، رقم: ٤۸۹۹، ف: ۵۰۹۰، صحيح لمسلم، كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، النسخة الهندية: ۱/ ٤۷٤، بيت الأفكار، رقم:۱٤٦٦)

عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مسند االإمام أحمد بن حنبل : ۸۲/٦، رقم: ۲۵۰۳٤، مسند أبی داؤد الطيالسی، دارالكتب العلمية بيروت:۱۷۸/۲، رقم: ۱۵۳۰،شعب الإيمان، باب الإقتصاد فی النفقة وتحريم أكل المال الباطل، دارالكتب العلمية بيروت: ۲۵٤/۵، رقم:٦۵٦٦، مشكاة المصابيح: ۲٦۸/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/۱/۱۴۲۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۵۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۱/۱۴۲۸ھ (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۹۲/۱۲-۴۹۳)

شادی کا مسنون طریقہ کار:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ سے متعلق کہ شادی اور منگنی کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اس میں کتنے مہمان شریک ہونے چاہئیں اور کتنا خرچہ کرنا چاہیے؟ اس میں کون سی رسم شرعی ہے اور کون سی غیر شرعی؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے دیگر عبادات کی طرح نکاح کو بھی ایک عبادت قرار دیا ہے حتیٰ کہ اس کو ''نصف دین کی تکمیل'' کہا گیا ہے،(۱) اور اس کے متعلق واضح راہنمائی پیش کی ہے، لہٰذا دیگر عبادات کی طرح اس میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی تقلید لازم ہے۔ شادی بیاہ کے بارے میں شرعی احکام اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:

(۱) لڑکا اور لڑکی بالغ ہوں تو نکاح سے قبل ان سے رضامندی حاصل کی جائے، خاص طور پر لڑکی کی رضامندی کے حصول کے بارے میں شرعی اصولوں کی پاسداری ضروری ہے۔

(۲) شریعت نے بے شمار دینی و دنیوی مصالح کے پیش نظر لڑکے اور لڑکی کے درمیان کفاءت (برابری) کو ملحوظ رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ کفاءت میں چند اوصاف کا اعتبار کیا گیا ہے: نسب، دینداری، پیشہ اور مالداری۔ ان اشیا میں لڑکا، لڑکی کا ہمسر، یا اس سے زیادہ ہو، اس کفاءت کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عمر (یعنی دونوں کی عمر میں توازن وتناسب ہو اور بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی عمر لڑکی سے کسی قدر زیادہ ہو)، حسن وجمال، تعلیم وغیرہ میں بھی توازن کا لحاظ رکھا جائے۔

البتہ ان سب امور میں دینداری کو فوقیت دی جائے؛ کیوں کہ دینداری کے بغیر مذکورہ تمام اوصاف بے فائدہ ہیں اور تنہا دینداری تمام اوصاف پر بھاری ہے۔ دینداری کے سلسلے میں اس زمانے میں اس بات کی بھی تحقیق کر لینی چاہیے کہ لڑکے، یا لڑکی کا تعلق کسی گمراہ فرقے، ملحدین، مبتدعین اور دور حاضر کے نام نہاد تجدد پسندوں سے نہ ہو۔

مذکورہ تمام امور کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں طرف کے اولیا زبانی، یا خط وکتابت کے ذریعے نکاح کی تاریخ طے کرلیں اور اس سلسلے میں جتنی غلط قسم کی رسومات رائج ہیں، ان سے احتراز کیا جائے۔ نسبت طے ہو جانے کے بعد طے شدہ تاریخ کے مطابق رشتہ داروں اور دوستوں کی موجودگی میں انتہائی سادگی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے۔

(۳) نکاح کے آداب ومستحبات یہ ہیں: نکاح علی الاعلان کیا جائے، مسجد میں نکاح کیا جائے اور جمعے کے دن کیا جائے، خطبہ نکاح نیک اور متقی عالم دین سے پڑھایا جائے۔ نکاح کے بعد رخصتی بھی نہایت سادگی کے ساتھ ہونی چاہیے، بایں طور کہ لڑکی کا سرپرست، یا لڑکی کے گھرانے کی کسی خاتون وغیرہ، یا لڑکے والوں کے یہاں سے آئی ہوئی عورتوں کے ہمراہ دلہن کو بھیج دیا جائے۔

رخصتی کے بعد حسب استطاعت بلا تکلف وتفاخر ولیمہ کرنا بھی مسنون ہے، اس دعوت میں غریبوں اور مساکین کو بھی مدعو کیا جائے، حدیث میں ایسا ولیمہ جس میں صرف امراء مدعو ہوں کو شر الطعام (بدترین کھانا) کہا گیا ہے۔

(۴) منگنی کے لیے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں؛ کیوں کہ یہ لڑکے اور لڑکی کے اولیا کا آپس میں محض ایک

---

(۱) عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تزوج العبد فقد كمل نصف الدين فليتق الله في النصف الباقي. (شعب الإيمان، فصل في الترغيب في النكاح لما فيه من العون، رقم الحديث: ۵۱۰۰، انیس)

معاہدہ ہے، جو کہ زبانی بات چیت کے ذریعہ، یا خط وکتابت کے ذریعہ یا کسی دوست وغیرہ کے توسط سے بھی ہوسکتا ہے، اس عہد کو حتی الامکان نبھانا چاہیے، ورنہ بدعہدی کا گناہ ہوگا؛ لیکن اس موقع پر تمام رشتہ داروں کو جمع کرنا اور دیگر رسومات وخرافات اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

(۵) شریعت نے شادی بیاہ میں خرچہ اور مہمانوں کی تعداد کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسوہ کو سامنے رکھ کر چند امور کی رعایت ضروری معلوم ہوتی ہے: وسعت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے، نمود ونمائش اور تفاخر نہ ہو، قرض لے کر زیر بار نہ ہوا جائے، مہر زیادہ نہ ہو؛ بلکہ درمیانے درجے کا ہو، جہیز دینا فی نفسہ خلاف شرع نہیں؛ کیوں کہ یہ والدین کی طرف سے لڑکی کے لیے ہدیہ اور تحفہ ہے؛ لیکن اس میں افراط اور غلو کرنا (کہ والدین کی پریشانی اور شادی میں تاخیر کا سبب بنے) شرعاً جائز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا جہیز ہمارے لیے نمونہ اور لائق اتباع ہے: دو چکیاں، پانی کے لیے دو مشکیزے، چمڑے کا گدّا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک چادر۔ غرضیکہ تمام معاملات میں اعتدال اور سادگی کو ملحوظ رکھا جائے۔ حدیث میں ہے:

وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة". (مشكاة المصابيح، ص: ٢٦٨)(۱)

(یعنی نکاح میں جتنا خرچ کم ہوگا، اسی قدر برکت زیادہ ہوگی۔)

(۶) شادی بیاہ کے موقع پر غیر شرعی رسومات ومنکرات کی فہرست طویل ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی نے ''اصلاح الرسوم'' میں سو سے زائد رسومات شمار کی ہیں، البتہ بطور اختصار چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے: تصویریں کھنچوانا، مووی بنانا، ناچ گانوں کا اہتمام کرنا، مایوں اور مہندی کی رسم کرنا، جہیز اور بَری کے سامان کی نمائش کرنا، منگنی کے موقع پر کی جانے والی تمام رسومات، رخصتی اور شب زفاف میں کی جانے والی تمام رسومات وغیرہ قابل ترک ہیں۔

لما في القرآن الكريم (الأحزاب: ٢١) **﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾**

وفيه أيضاً(بنی اسرائیل: ٣٤) **﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾**

وفيه أيضاً: (بنی اسرائیل: ٢٧) **﴿ إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾**

وفيه أيضاً: (الأعراف: ٣١) **﴿وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾**

وفي مشكوة المصابيح (ص: ٢٦٨): **وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى**

---

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الصديقة عائشة رضي الله عنها، رقم الحديث: ٢٤٥٢٩، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ٢/٢٦٦، دار الكتاب العربي بيروت، انيس

اللّٰه عليه وسلم:"تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك". (۱)

وفيه أيضا (ص:۲۷۸): عن أنس أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم رأى على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة فقال: ما هذا ؟ قال: إني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب، قال: بارك اللّٰه لك أولم ولو بشاة. (۲)

وفيه أيضا (ص:۲۷۸): وعن أبي هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء ويترك الفقراء ومن ترك الدعوة فقد عصى اللّٰه ورسوله صلى اللّٰه عليه وسلم. (۳)

وفي المشكاة أيضا (ص:۲۵۲): وعن عبد اللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين". (۴)

وفيه أيضاً (ص:۲۵۲): وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه". (۵)

وفيه ايضاً (۲۷۷): عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قال: ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند اللّٰه لكان أولاكم بها نبي اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما علمت

---

(۱) صحيح البخاري، باب الأكفاء في الدين، رقم الحديث: ۵۰۹۰/صحيح لمسلم، باب استحباب نكاح ذات الدين، رقم الحديث: ۱۴۶۶، انيس

عن عبداللّٰه بن عمرو قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تزوجوا النساء لحسنهن، فعسى حسنهن أن يرديهن، ولا تزوجوهن لأموالهن فعسى أموالهن أن تطغيهن، ولكن تزوجوهن على الدين ولأمة خرماء سوداء ذات دين أفضل. (سنن ابن ماجة، باب تزويج ذات الدين، رقم الحديث: ۱۸۵۹، انيس)

(۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ: مَا هَذَا؟ قَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. (صحيح البخاري، باب كيف يدعى للمتزوج، رقم الحديث: ۵۱۵۵/صحيح لمسلم، باب الصداق، رقم الحديث: ۱۴۲۷، انيس)

(۳) صحيح البخاري، باب من ترك الدعوة فقد عصى اللّٰه ورسوله، رقم الحديث: ۵۱۷۷، سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۱۹۱۳، سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۳۷۴۲، مسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث: ۵۸۹۱، مستخرج أبي عوانة، رقم الحديث: ۴۲۰۱، معجم ابن المقرى، رقم الحديث: ۱۶، الآداب للبيهقي، رقم الحديث: ۲۶۷، انيس

(۴) مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۷۰۵۱، صحيح لمسلم، باب من قتل في سبيل اللّٰه كفرت خطاياه، رقم الحديث: ۱۸۸۶، انيس

(۵) مسند أبي داؤد الطيالسي، رقم الحديث: ۲۵۱۲، مسند الشافعي، ترتيب سنجر، رقم الحديث: ۶۰۶، مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ۱۰۵۹۹، سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۲۴۱۳، سنن الترمذي، رقم الحديث: ۱۰۷۸، انيس

رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئا من نسائه ولا أنكح شيئا من بناته على أكثر من اثنتى عشرة أوقية.(۱)

وفى تنوير الابصار (٨٦/٣-٩٠):(وتعتبر)...(نسبا فقريش)... (أكفاء)..(و)..(العرب).. (أكفاء)...(و)... (وأبوان فيهما كالآباء)... (و)... (ديانة)... (ومالا)... (وحرفة).

وفى الدرالمختار (٨/٣):ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه فى مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد و شهود عدول والاستدانة له والنظر إليها قبله وكونها دونه سنا وحسبا وعزا ومالا وفوقه خلقا وأدباوورعا وجمالا وهل يكره الزفاف المختار لا إذا لم يشتمل على مفسدة دينية.

وفى الدرالمختار (٣٤٨/٦-٣٤٩): (دعى إلى وليمة وثمة لعب أو غناء قعد وأكل) لو المنكر فى المنزل فلو على المائدة لا ينبغى أن يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالى ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين﴾... (وإن علم أولا) باللعب (لا يحضر أصلا) سواء كان ممن يقتدى به أو لا لأن حق الدعوة إنما يلزمه بعد الحضور لا قبله ابن كمال وفى السراج ودلت المسألة أن الملاهى كلها حرام ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات قلت وفى البزازية استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر أى بالنعمة فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل الواجب أن يجتنب كى لا يسمع لما روى أنه عليه الصلاة والسلام أدخل اصبعه فى أذنه عند سماعه. (نجم الفتاویٰ:۱۴/۴-۱۶)

نکاح کا شرعی حکم:

سوال: شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرض ہے، واجب ہے، یا سنت؟

(۱) عَنْ أَبِى العَجْفَاءِ السُّلَمِىِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ: أَلا لا تُغَالُوا صَدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِى الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلاكُمْ بِهَا نَبِىُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ وَلا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً.(قال الترمذى)هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو العَجْفَاءِ السُّلَمِىُّ: اسْمُهُ هَرِمٌ، وَالأُوقِيَّةُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وَثِنْتَا عَشْرَةَ أُوقِيَّةً أَرْبَعُ مِائَةٍ وَثَمَانُونَ دِرْهَمًا. (سنن الترمذى،أبواب النكاح،باب منه،رقم الحديث: ١١١٤/سنن ابن ماجة،كتاب النكاح،باب صداق النساء، رقم الحديث: ١٨٨٧/سنن أبى داؤد،باب الصداق،رقم الحديث: ٢١٠٦/سنن النسائى،القسط فى الأصدقة، رقم الحديث: ٣٣٤٩،انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــ

نکاح کرنا تمام انبیاء کرام کی سنت ہے، جو شخص نکاح کے جملہ حقوق ادا کرسکتا ہوتو اس کو نکاح کر لینا چاہیے اور اگر شہوت کا غلبہ ہوتو واجب جبکہ خوف زنا کے وقت فرض ہوجاتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي: ويكون اى النكاح واجب عند التوقان فإن تيقن الزناء إلا به فرض، نهاية، وهٰذا إن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثمٌ بتركه، بدائع، ويكون سنة مؤكدة فى الاصح. (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ٣٥٧/٢-٣٥٩، كتاب النكاح) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۰۱/۴)

شرعی شادی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شرعی شادی کیا ہے؟

(المستفتی: ابصار احمد بڑاؤلی، حسن پور مراد آباد)

باسمهٖ سبحانه تعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شرعی شادی وہ ہے، جس میں خرچ کم ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

عن عائشة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٨٢/٦، رقم: ٢٥٠٣٤، مسند أبى داؤد الطيالسى، دارالكتب العلمية بيروت: ١٧٨/٢، رقم: ١٥٣٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/صفر ۱۴۱۷ھ (الف فتویٰ نمبر: ۴۶۴۹/۳۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۷/۲/۱۷ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۹۱/۱۲)

نکاح کا شرعی طریقہ:

سوال: نکاح کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ خود عورت، یا اس کے ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے سامنے عقد کرلیا جائے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۳/۱۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۱/۱۰)

---

(۱) وقال فى الهندية: وأما صفة فهو أنه فى حالة الاعتدال سُنّة مؤكدة وحالة التوقان واجب وحالة خوف الجور مكروه. (الفتاوى الهندية: ٢٦٧/١، كتاب النكاح، الفصل الأوّل)

(۲) "وينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر ...وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر، ليتحقق رضاهما، وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين، الخ". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ٩/٣، ٢١، ٢٢، سعيد)

شادی بیاہ کا مسنون طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شادی ونکاح کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ (المستفتی: محمد صدیق ٹانڈہ رامپور)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ خاندان کے چند شرفاء حضرات کو بلاکر دو گواہوں کے سامنے سادگی کے ساتھ نکاح کیا جائے اور مروجہ رسم ورواج اور غیر شرعی چیزوں کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے کہ جس میں خرچ کم ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاوی: ۲۸۰/۵)

عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مسند االإمام أحمد بن حنبل: ۸۲/۶، رقم: ۲۵۰۳۴، مسند أبی داؤد الطیالسی، دارالكتب العلمية بیروت: ۱۷۸/۲، رقم: ۱۵۳۰) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ، ۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ (الف فتویٰ نمبر: ۴۹۰۵/۳۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۷/۶/۱۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۹۲/۱۲)

نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے:

سوال: کیا احناف کے ہاں نکاح کرنا افضل ہے، یا نفل عبادت کرنا؟

الجواب ــــــــــ

حنفیہ (اکثر اللّٰہ سوادہم) کے ہاں جو شخص بیوی کے نان ونفقہ کی طاقت رکھتا ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا نفلی عبادت سے افضل ہے، البتہ شوافع کے ہاں نفلی عبادت نکاح سے افضل ہے۔

قال العلامة ابن عابدين: قالوا ان الاشتغال بہٖ ای بالنكاح افضل من التخلی لنوافل العبادات ای الاشتغال به وما يشتمل عليه من الصيام بمصالحه ولعفاف النفس عن الحرام وتربية الولد ونحو ذلك. (ردالمحتار: ۳۵۵/۲، کتاب النکاح) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۰۱/۴)

نکاح میں کتنے فرض ہیں اور کتنے واجب اور عاقدین کے کیا اختیارات ہیں:

سوال (۱) نکاح میں کتنے امور فرض اور واجب ہیں۔

---

(۱) قال العلامة ابو بكر الكاسانی: وعلىٰ هٰذا الأصل بنی أصحابنا من قال منهم: إن النكاح فرض أو واجب لأن الاشتغال به مع أداء الفرائض والسنن اولىٰ من التخلی لنوافل العبادات مع ترك النكاح وهو قول أصحاب الظواهر. (بدائع الصنائع: ۲۲۹/۲، کتاب النکاح)

(۲) عاقدین کو یہ اختیار ہے کہ نہیں کہ وہ جس سے چاہیں، نکاح پڑھوالیں، یا شریعت کسی خاص شخص کو حکم دیتی ہے؟

(۳) کیا قاضی اور ملا بلا رضا مندی اور بلا طلب عاقدین سے نکاح پڑھائے اور سرکار میں جبراً نالش کر کے اجرت نکاح حاصل کرنے کے مستحق ہیں؟

(۴) اور جب کہ وہ نکاح ہی نہ پڑھائیں تو اجرت نکاح خوانی کے مستحق ہو سکتے ہیں اور جبراً بذریعہ عدالت وصول کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۵) جو فطری حقوق شارع علیہ السلام نے مسلمانوں کو مرحمت فرمائے ہیں، ان میں کوئی شخص مداخلت کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(۶) اگر کوئی شخص مسلمانوں کو ان کے فطری حقوق عطا کردہ شارع علیہ السلام سے بطمع نفسانی رسم جہلاء کے پیش کر کے سرکار میں نالش کر کے جبراً محروم کرنے والا کیسا ہے اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

نکاح نام ایجاب وقبول کا ہے، یہ دونوں رکن نکاح ہیں اور سننا ہر ایک کا عاقدین میں سے دوسرے کے لفظ کو اور سننا گواہوں کا ایجاب وقبول کو یہ شرائط میں سے ہیں اور سنن ومستحبات میں سے اعلان نکاح وغیرہ ہے، جس کو درمختار میں اس عبارت میں بیان کیا ہے:

ویندب اعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشیدوشهروعدول.(۱)

وفیه أیضاً: وینعقد بایجاب وقبول.(۲)

وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الاخر، الخ، وشرط حضور شاهدین، الخ، ملخصاً.(والتفصیل یطلب من کتب الفقه)(۳)

(۲) شرعاً عاقدین کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ وہ خود بلا واسطہ ایجاب وقبول کرلیں، یا کسی دوسرے شخص سے ایجاب وقبول نیابتاً وتوکیلاً کرائیں اور اگر انتظاماً حکام کی طرف سے اس کام پر کوئی قاضی وغیرہ مقرر ہو؛ تاکہ ناجائز طور سے نکاح نہ ہوا کرے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے کہ اس سے نکاح پڑھوائیں۔

(۳) شرعاً ان کو از خود یہ حق نہیں ہے؛ لیکن اگر حکام کی طرف سے وہ اس کام پر مقرر ہیں اور انتظام اس کو مقتضی ہے کہ جو اشخاص اس کام کے لیے من جانب حکام مقرر ہیں، انھیں سے نکاح پڑھوایا جائے اور درج رجسٹر کرایا جائے؛ تاکہ بعد میں جھوٹے دعاوی اور غلط انکحہ کا نزاع پیش نہ آوے تو شریعت اس کو منع نہیں فرماتی؛ بلکہ یہ بھی شرعی حکم ہے؛

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۶۰/۲، ظفیر

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر

(۳) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کتاب النکاح : ۲ / ۳۷۳، ظفیر

کیوں کہ انتظام معاملات اور دفع خصومات ورفع نزاع بھی ضروری ہے، جیسا کہ بیع وشرا کے لیے اس قسم کے انتظامات کردیئے گئے ہیں کہ ان کی پابندی حکام کے امر سے کی جاتی ہے۔

(۴) اس صورت میں وہ مستحق اجرت کا نہیں ہے، باقی تحریر وغیرہ کی اجرت جو اس کے لیے حکام کی طرف سے مقرر ہو، اس کی بابت موافق قواعد مقررہ عمل کیا جاوے گا۔

(۵) دراصل تمام معاملات شرعیہ میں کسی تحریر اور دستاویز اور رجسٹر وغیرہ کی ضرورت نہیں، جملہ عقود بیع وشراء نکاح وغیرہ زبانی طے ہو سکتے ہیں؛ لیکن حکام اگر کوئی انتظام اور قواعد اس کے لیے مصلحت سمجھیں تو وہ بھی خلاف شریعت نہیں ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾(۱)

پس یہ لکھنا اگرچہ ضروری نہیں تھا؛ لیکن مصالح کی وجہ سے مفید ہے؛ اس لیے ان امور کی بھی شریعت میں اجازت ہے۔

(۶) ایسا شخص گنہ گار ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲/۷-۵۴)

نکاح کا حکم: وجوب وسنیت مطلق ہے، یا بدلتا رہتا ہے:

سوال: مسئلہ احکامِ نکاح سے متعلق جاننا چاہتا ہوں کہ نکاح کا حکم مطلق ہے، یا اس کا حکم حال کے مطابق بدلتا رہتا ہے؟ از راہ کرم اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے اس کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

نکاح کا حکم سب کے حق میں یکساں نہیں ہے، جس پر شہوت غالب ہو کہ بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا مظنہ ہو اور وہ مہر ونفقہ پر قادر ہو، اس کے ذمہ نکاح کرنا فرض ہے، نکاح نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا، اتنی بات بلا اختلاف ہے، چناں چہ ملک العلماء نے لکھا ہے:

”لا خلاف أن النكاح فرض حالة التوقان، حتى أن من تاقت نفقه الى النساء بحيث لا يمكنه الصبر عنهن، وهو قادرٌ على المهر والنفقة ولم يتزوج، يأثم، آه“. (بدائع: ۲۲۸/۲)(۲)

جس پر ایسا غلبۂ شہوت نہ ہو، اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں:

اصحاب ظواہر کے نزدیک نماز روزہ کی طرح فرض عین ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع وشرا کی طرح مباح ہے۔ احناف میں سے بعض نے مندوب ومستحب کہا ہے۔ بعض وجوب علی الکفایہ کے قائل ہیں۔ بعض وجوب علی العین کے۔ ان سب اقوال کے دلائل بدائع میں مذکور ہیں۔

---

(۱) سورة البقرة: ۲۸۲

(۲) بدائع الصنائع، كتاب النكاح: ۳۱۱/۳، دارالكتب العلمية بيروت

راجح یہ ہے کہ اعتدال شہوت کے وقت؛ یعنی جب کے ابتلائے معصیت کا مظنہ بھی نہ ہو؛ بلکہ صبر وضبط پر قدرت ہو، ادائے حق زوجیت پر قدر رہو اور ادائے نفقہ ومہر پر بھی قدرت ہو، سنتِ مؤکدہ ہے۔اس میں یہ شرط ہے کہ نکاح کی وجہ سے ترکِ فرائض وسنن کا خوف نہ ہو، نیز خوفِ جور نہ ہو، اس حالتِ اعتدال میں اگر نہیں کرے گا تو ترکِ سنت مؤکدہ کے وبال میں ماخوذ ہوگا، اگر حالت اس اعتدال سے گری ہوئی ہو تو اس کے حق میں سنت مؤکدہ نہیں؛ بلکہ اس حالت میں اگر ادائے مہر ونفقہ پر قدرت نہ ہو، یا جور میں مبتلا ہو جائے، یا اس کی وجہ سے فرائض وسنت ترک کرنے کی نوبت آجائے تو گنہگار ہوگا، ایسے شخص کو نکاح سے بچنا لازم ہوگا، بعض صورتوں میں نکاح کرنا مکروہ ہوگا اور بعض میں حرام ہوگا۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

"وصفته فرض وواجب وسنة وحرام ومکروہ ومباح،آہ". (البحر الرائق:۷۹/۳)(۱)

پھر ہر نوع کا مجمل بیان کیا ہے اور مختصر دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے:

"أما الأول فبأن یخاف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج، بحیث لایمکنه الاحتراز عنه إلا به؛ لأن ما لا یتوصل إلٰی ترک الحرام إلا به، یکون فرضا، وأما الثانی فبأن یخافه لا بالحیثیة المذکورة؛ إذ لیس الخوف مطلقا مستلزما بلوغه إلی عدم التمکن، وبه یحصل التوفیق بین قول مَن عبّر بالافتراض وبین من عبّر بالوجود، وکلٌ من ھذین القسمین مشروط بشرطین: الأول: ملک المھر والنفقة، فلیس من خافه إذا کان عاجزاً عنھما اٰثما بترکه، کما فی البدائع.

الثانی: عدم خوف الجور، لو تزوج قدم الثانی، فلا افتراض بل مکروہ، کما أفادہ فی فتح القدیر، ولعله لأن الجور معصیة متعلقة بالعباد، والمنع من الزنا من حقوق اللّٰه تعالیٰ، وحق العبد مقدم عند التعارض، لاحتیاجه، وغنی المولٰی تعالٰی.

وأما الثالث فعند الاعتدال وسیأتی بیانه. وأما الرابع فبأن یخاف الجور بحیث لا یمکنه الاحتراز عنه؛ لأنه انما شرع لمصلحة مجن تحصین النفس وتحصیل الثواب، وبالجور یأثم ویرتکب المحرمات، فتنعدم المصالح، لرجحان ھذہ المفاسد وأما الخامس فبأن یخاف لا بالحثیثة المذکورة، فھی: کراھیة تحریم، ومن أطلق الکراھة عند خوف الجور، فمرادہ القسم الثانی من القسمین وأما السادس فبأن یخاف العجز من الایفاء بمواجبه، کذا فی المجتبی؛ یعنی فی المستقبل وأما محسانه، فکثیرة". (البحر الرائق:۷۹/۳) (۲)

حالتِ اعتدال میں نکاح کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا گیا ہے، شرائط پائے جانے کے باوجود سنت موکدہ کا ترک کرنا گنا ہے، اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وھو سنة، وعند التوقان واجب، فالمراد به السنة المؤکدة علی الأصح، وصرح فی المحیط

(۱،۲)　البحر الرائق، کتاب النکاح:۱۴۰/۳،رشیدیه

أيضا بأنها مؤكدة، ومقتضاه الاثم لو لم يتزوج؛ لأن الصحيح أن ترك السنة والمؤكدة موثم، كما علم في الصلاة، والمراد بها حالة القدرة على الوطى والمهر والنفقة مع دم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن، فلو لم يقدر على واحد من الثلاة، أو خاف واحدا من الثلاثة، فليس معتدلا، فلا يكون سنة في حقه، كما أفاده في البدائع،آه". (البحر الرائق: ۸۰/۳)(۱)

فتح القدیر، مبسوط (۲) وغیرہ کتبِ احناف میں یہی تفصیل مذکور ہے، لہٰذا سب پر ایک حکم لگا دینا درست نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۹/۶/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۴/۱۰-۲۷۴)

نکاح کرنا فرض ہے، یا سنت:

سوال: نکاح کرنا فرض ہے، یا سنت؟ اور اس کے حقوق اور فوائد کیا ہیں؟

الجواب

نکاح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور نکاح کے بہت سے فوائد احادیث میں وارد ہیں، (۳) اور جو شخص باوجود استطاعت کے نکاح سے بے رغبتی اور اعراض کرے، اس کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص میرے طریق پر نہیں ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۱/۷)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱٤۲/۳، رشيديه

(۲) فتح القدير، كتاب النكاح: ۱۸۷/۳، مكتبه مصطفى البابى الحلبى بمصر/المبسوط للسرخسى، كتاب النكاح: ۲۱٥/٤، غفاريه كوئٹه

(۳) ويكون (أى النكاح) واجبا عندالتوقان فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية، وهذاان ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثم بتركه، بدائع، ويكون سنة مؤكدة في الاصح فياثم بتركه ويثبت إن نوى تحصيناوولداً حال الاعتدال أى القدرة على وطء ومهر ونفقة ورجح في النهر، وجوابه للمواظبة عليه والانكار على من رغب عنه ومكروها لحوارف الجورف تيقنه حرم ذلك. (الدرالمختار على هامش ردالحتار كتاب النكاح : ۳٥۷-۳٥۹، ظفير مفتاحى)

(۴) ارشاد نبوی ہے:

"يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحسن للفرج. (صحيح البخارى، كتاب النكاح) (حدثنا عمر بن حفص بن غياث... فقال عبد الله رضى الله عنه: كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم شبابا لانجد شيئا، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب، من استطاع الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء. (صحيح البخارى، باب من لم يستطع الباءة فليصم، رقم الحديث: ٥٠٦٦، صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، الخ: ٤٤٩/۱، بيت الأفكار، رقم: ۱٤۰۰، انيس)

(یعنی انسانی نگاہوں کا محافظ ہے اور ان کی شرمگاہوں کے لیے پاکدامنی کا بڑا ذریعہ نکاح ہے۔)

ایک دفعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ==

== ’’إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، ص: ٢٦٨)(عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تزوج العبد فقد كمل نصف الدين، فليتق الله في النصف الباقي. (شعب الإيمان،فصل في الترغيب في النكاح لما فيه من العون،رقم الحديث: ٥١٠٠،انيس)

(اور جب بندہ نے شادی کرلی تو اس نے اپنا آدھا دین مکمل کرلیا۔)

ایک موقع سے ارشاد ہوا:

’’تزوجوا الولود وتناسلوا‘‘. (بچہ دینے والی عورت سے شادی کرو اور نسل بڑھاؤ۔)

(عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أُخْبِرْتُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:تَنَاكَحُوا، تَكْثُرُوا، فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَنْكِحُ الرَّجُلُ الشَّابَّةَ الْوَضِيئَةَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَإِذَا كَبِرَتْ طَلَّقَهَا، اللَّهَ اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، إِنَّ مِنْ حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا أَنْ يُطْعِمَهَا وَيَكْسُوَهَا، فَإِنْ أَتَتْ بِفَاحِشَةٍ فَيَضْرِبُهَا ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ. (مصنف عبدالرزاق،باب وجوب النكاح وفضله،رقم الحديث: ١٠٣٩١،انيس)

قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَبَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:تَنَاكَحُوا تَكْثُرُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ حَتَّى بِالسِّقْطِ. (معرفة السنن والآثار،باب الترغيب في النكاح،رقم الحديث:١٣٤٤٨)

حديث:تَناكحُوا فإني مُكاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ.

عبد الرزاق في مصنفه عن سعيد بن أبي هلال مرسلًا بلفظ:تناكحوا تكثروا، فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة،ورواه طلحة بن محمد في مسند أبي حنيفة من طريق أبي يحيى الحماني عن أبي حنيفة عن زياد بن علاقة عن عبد الله بن الحارث عن أبي موسى بلفظ:تناكحوا تناسلوا فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة.ورواه الديلمي في مسند الفردوس من طريق محمد بن خلف وكيع ثنا محمد بن سنان الغزاز ثنا محمد بن الحارث الحارثي ثنا محمد بن عبد الرحمن البيلماني عن أبيه عن ابن عمر مرفوعًا:حجوا تستغنوا، وسافروا تصحوا، وتناكحوا تكثروا، فإني مباه بكم الأمم، وابن البيلماني ضعيف، وقد رواه ابن شاهين في الترغيب، والخطيب في التاريخ من وجه آخر من حديث إسماعيل بن علية عن أيوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ:تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة، ورواه ابن ماجه من حديث أبي هريرة بلفظ:انْكِحوا فإني مُكَاثِرٌ بكم، وفيه طلحة بن عمرو الحضرمي وهو ضعيف جدًا،والمشهور بلفظ:تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم،كذلك أخرجه أبوداود والنسائي والحاكم وأبونعيم في الحلية من حديث مَعْقِل بن يسار، وقال الحاكم:صحيح الإسناد،واخرجه أحمد وابن حبان في صحيحه وتمام الرازي في فوائده وأبو نعيم في الحلية والقضاعي في مسند الشهاب من حديث أنس بلفظ:تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأنبياء يوم القيامة،واخرجه البيهقي من حديث أبي أمامة بلفظ:تزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة ولا تكونوا كرهبانية النصارى، وهو من رواية محمد بن ثابت البصري عن أبي غالب عن أبي أمامة: ومحمد بن ثابت ضعيف،واخرجه ابن ماجه من حديث عائشة بلفظ:النِّكاح من سُنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني، وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم،ومن كان ذَا طَوْل فَلْيَنكِح، ومن لم يجد فعليه بالصوم فإن الصوم له وِجَاء. (الهداية في تخريج أحاديث البداية،لأحمد بن محمد بن صديق بن أحمد أبوالفيض الغماري الحسني الأزهري(المتوفى سنة: ١٣٨٠ھ)،الباب الأول في مقدمات النكاح:٣٤٩/٦ـ٣٥١،دارعالم الكتب بيروت،انيس)

تفصیل کے لیے دیکھئے خاکسار مرتب کی کتاب ’’نظام عفت وعصمت‘‘ شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی (ظفیر) ==

نکاح کرنا کب فرض ہے اور کب واجب اور سنت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فرض، واجب، سنن، حرام اور مکروہ ہونے کے اعتبار سے نکاح کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کس شخص کے لیے کس حالت پر پہنچ کر نکاح فرض، واجب، یا سنت ہوتا ہے اور کب حرام اور مکروہ ہوتا ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) اگر کوئی شخص بیوی کے حقوق اَدا کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور صورتِ حال ایسی ہو کہ اگر وہ نکاح نہ کرے، تو معصیتِ زنا میں پڑنے کا یقین، یا غالب گمان ہے تو ایسے شخص پر نکاح کرنا فرض ہے۔

فإن تيقن الزنا إلا به فرض "نهاية" أى: بأن كان لا يمكنه الاحتراز عن الزنا إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك الحرام إلا به يكون فرضاً، وهٰذا إن ملك المهر والنفقة. (شامى: ٦٣/٤،زكريا)

(۲) اگر کسی شخص کو نکاح کی شدید خواہش ہو اور وہ بیوی کے نان ونفقہ کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں معصیت میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے۔

ويكون واجباً عند التوقان ... وفى الشامية: وهو بالفتحات الثلاث كالميلان والسَّيَلان، والمراد شدة الاشتياق، كما فى الزيلعى، أى: بحيث يخاف الوقوع فى الزنا لولم يتزوج، إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور. (شامى: ٦٣/٤،زكريا)

(۳) اور جو شخص اعتدال کی حالت میں ہو، یعنی نہ تو نکاح کا اسے شدید تقاضہ ہو اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں ابتلاء معصیت کا خطرہ ہو تو اس حالت میں نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور مجرد رہنے سے افضل ہے۔

النكاح حالة الاعتدال سنة مؤكدة مرغوبة. (كتاب الاختيار: ١٠٢/٢)

ويكون سنة مؤكدة فى الأصح... حال الاعتدال، أى القدرة على وطىء ومهر ونفقة (درمختار) قوله: أى القدرة على الوطء، أى الاعتدال فى التوقان... وأن لا يكون غاية الفتور... ولذا فسّره فى شرحه على الملتقى بأن يكون بين الفتور والشوق...وفى البحر:

== "أتزوج فمن رغب عن ستني فليس مني". (صحيح البخارى،باب الترغيب فى النكاح،ظفير صديقى)(عن حُمَيْدُ بْنُ أَبِى حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: جَاءَ ثَلاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلاَ أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح البخارى،رقم الحديث: ٥٠٦٣،انيس)

والمراد: حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن. فلو لم يقدر على واحد من الثلاثة أو خاف واحدًا من الثلاثة: أى الأخيرة، فليس معتدلاً فلا يكون سنة فى حقه، كما أفاده فى البدائع. (الدر المختار مع الشامى، كتاب النكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة: ٦٥/٤، زكريا، كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح: ٧٩/٣، كراتشى، بدائع الصنائع ،أول كتاب النكاح: ٢٢٨/٢، كراتشى، فتح القدير، كتاب النكاح: ١٨٧/٣، دار الفكر بيروت، المبسوط للسرخسى ، كتاب النكاح، الجزء الرابع: ٩٣/٢،دار الفكر بيروت)

(۴) اور اگر کوئی شخص اپنے جسمانی ضعف، یا مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ کرے کہ وہ ہونے والی بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکے گا تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے۔

ومكروهًا لخوف الجور. (شامى، كتاب النكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة: ٦٦/٤، زكريا، كذا فى البحر الرائق ،كتاب النكاح: ٧٩/٣، كراتشى)

(۵) اور جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ بیوی کے حقوق بالکل اَدا نہیں کرپائے گا تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا حرام ہے۔

فإن تيقنه حرم ذٰلك. وفى الشامية: أى: تيقن الجور للحرم؛ لأن النكاح إنما شُرع لمصلحة تحصين النفس، وتحصيل الثواب، وبالجور باثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هٰذه المفاسد. (الدر المختار مع الشامى، كتاب النكاح،مطلب: كثيرًا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة: ٦٦/٤ ،زكريا، كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح: ٧٩/٣، كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۱-۳۳)

نکاح کا مسنون، واجب اور حرام ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص نے تمام عمر شادی نہیں کی، یا عورت نے شادی نہیں کی، کیا وہ گناہگار رہتا ہے، یا نہیں؟ شادی کرنا اسلام میں ضروری اور مستقل سنت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح کرنا تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہے، (۱) اگر کوئی شخص نکاح پر قدرت کے باوجود ساری عمر نکاح نہیں کرتا تو وہ تارک سنت ہوگا۔ اگر زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو اور مہر اور نفقہ پر بھی قادر ہو تو نکاح کرنا واجب ہے، اگر نکاح نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اگر نکاح کرنے کے بعد ظلم اور بیوی کے حقوق ضائع ہونے کا یقین ہو تو نکاح

---

(۱) عن أبى أيوب رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين: الحياء والتعطر والسواك والنكاح. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل التزويج والحث عليه، رقم الحديث: ١٠٨٠، انيس)

کرنا حرام ہے اور اگر یقین نہ ہو؛ بلکہ اندیشہ ہو تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔ عام حالت میں جب مہر اور نفقہ وغیرہ پر قدرت ہو تو اصح قول کے مطابق نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اس صورت میں بھی نکاح نہ کرنے سے گناہ گار ہوگا۔

لمافی القرآن الکریم (الرعد: ۳۸): ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَن يَّاْتِيَ بِآيَةٍ﴾ (الآية)

وفيه أيضا (النساء: ۳): ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

وفى الصحيح للمسلم (۱/۴۴۹): عن أنس رضى الله عنه أن نفراً من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم سألوا أزواج النبى صلى الله عليه وسلم عن عمله فى السر، فقال بعضهم: لا أتزوج النساء وقال بعضهم: لا آكل اللحم وقال بعضهم: لا أنام على فراش، فحمد الله وأثنى عليه فقال: ما بال أقوام قالوا كذا وكذا؛ لكنى أصلى وأنام وأصوم وأفطر وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتى فليس منى. (۱)

وفى الشامية (۳/۷): (قوله: سنة مؤكدة فى الأصح) وهو محمل القول بالاستحباب وكثيرا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة وقيل: فرض كفاية، وقيل: واجب كفاية، وتمامه فى الفتح، وقيل: واجب عينا ورجحه فى النهر كما يأتى، قال فى البحر: ودليل السنية حال الاعتدال الاقتداء بحاله فى نفسه ورده على من أراد من أمته التخلى للعبادة كما فى الصحيحين رداً بليغاً بقوله ... (قوله: فيأثم بتركه) لأن الصحيح أن ترك المؤكدة مؤثم كما علم فى الصلاة، بحر. (نجم الفتاوی: ۴/۳)

اقسامِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نکاح انسان کے اوپر کب واجب ہے اور کب فرض اور کب سنت ہے؟

(المستفتی: نعیم الدین، ریتی محلّہ، مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس وقت انسان کو زنا میں مبتلا ہونے کا پورا پورا یقین ہو اور بغیر شہوت پوری کیے کوئی چارہ نہ ہو تو ایسی حالت میں نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اگر حرام کاری میں مبتلا ہونے کا یقین تو نہ ہو، البتہ غالب گمان ہو تو ایسی حالت میں نکاح کرنا واجب ہے اور حالت اعتدال میں نکاح کرنا سنت ہے۔

---

(۱) صحيح لمسلم، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، رقم الحديث: ۱۴۰۱، مسند البزار، مسند أبى حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث: ۶۸۰۷، سنن النسائى، باب النهى عن التبتل، رقم الحديث: ۳۲۱۷، انيس)

وصفته فرض، وواجب، وسنة...أما الأول فبأن يخاف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه إلا به ... وأما الثاني فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة ...وأما الثالث فعند الاعتدال،الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح، کوئٹہ:۳/۷۹،زكريا ديوبند:۳/۱٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۶ رصفر ۱۴۲۰ھ (الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۰۱۶)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۶/۲/۱۴۲۰ھ۔(فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/۴۹۶۔۴۹۷)

نکاح کے اقسام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کیا نکاح کی تین صورتیں ہیں: (۱) سنت (۲) واجب (۳) فرض۔اگر ہیں تو ان کی تفصیل بتائیں کہ کن کن صورتوں میں یہ شکلیں ہیں اور اگر تین صورتیں نہیں ہیں تو نکاح کے سنت ہونے کی افضلیت کے بارے میں کچھ تفصیل سے روشنی ڈالئے، نیز مذکورہ تینوں میں کون سی شکل افضل ہے؟

(المستفتی: حاجی محمد صدیق عمری کلاں،مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لوگوں کے احوال کے اعتبار سے نکاح کی چھ صورتیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ۔

(۱) اگر شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا سخت خطرہ ہو اور وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس کے ذمہ نکاح کرنا فرض ہے۔

(۲) اور جس شخص کو گناہ سے بچنے کی امید ہو؛ لیکن شہوت غالب رہتی ہو، اس کی وجہ سے بے چینی رہتی ہو، ساتھ ہی وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر شہوت میں اعتدال ہو، معصیت میں ابتلا کا اندیشہ نہ ہو اور مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو نکاح کرنا سنت ہے۔

(۴) جس شخص کے پاس فی الحال نکاح کے سارے اسباب موجود ہوں؛ مگر آئندہ چل کر خرچ واخراجات میں دشواری کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کو نکاح کرنا مستحب ہے۔

(۵) اگر نکاح کا مقصد بیوی پر ظلم وزیادتی کرنا ہو اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا حرام ہے؛ اس لیے کہ نکاح نفس کی حفاظت اور حصول اولاد کے لیے مشروع ہوا ہے، نہ کہ ظلم وزیادتی کرنے کے لیے۔

(۶) جس کو اس درجہ تو ظلم وزیادتی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو؛ بلکہ اس سے بچنا ممکن ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

وصفته:فرض، وواجب، وسنة، وحرام، ومكروه، ومباح،أما الأول: فبأن يخاف الوقوع فى الزنا لو لم يتزوج بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك الحرام إلا به يكون فرضا، وأما الثانى: فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة إذ ليس الخوف مطلقا مستلزما بلوغه إلى عدم التمكن، وكل من هذين القسمين مشروط بشرطين الأول ملك المهر والنفقة، فليس من خافه إذا كان عاجزا عنهما آثما بتركه كما فى البدائع: الثانى عدم خوف الجور، فإن تعارض خوف الوقوع فى الزنا لو لم يتزوج، وخوف الجور لو تزوج قدم الثانى فلا افتراض بل مكروه، كما أفاده فى فتح القدير، ولعله لأن الجور معصية متعلقة بالعباد، والمنع من الزنا من حقوق أوحق العبد مقدم عند التعارض لاحتياجه، وغنى المولى تعالى، وأما الثالث: فعند الاعتدال، وسيأتى بيانه، وأما الرابع: فبأن يخاف الجور بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه؛ لأنه إنما شرع لمصلحة من تحصين النفس، وتحصيل الثواب، وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات، فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد، وأما الخامس: فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة، وهى كراهة تحريم، وأما السادس: فبأن يخاف العجز عن الإيفاء بمواجبه، يعنى فى المستقبل. (البحر الرائق، كتاب النكاح، كوئٹه:۷۹/۳،زكريا ديوبند:۱٤۰/۳)

ذهب الفقهاء إلى أن النكاح تجرى عليه الأحكام التكليفية، فيكون واجبا، أو فرضا، أو مستحبا، أو مباحا، أو مكروها، أو حراما،الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية:۲۱۰/٤۱-۲۱۱)

اورفرض واجب اورسنت ان تینوں کا مقابلہ افضیلت سے نہیں ہوتا؛اس لیے کہ افضل وہ کام ہوتا ہے،جس کے نہ کرنے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہوتا اورفرض وہ کام ہے،جس کے نہ کرنے کا سخت گناہ ہوتا ہےاورواجب وہ کام ہوتا ہے،جس کے نہ کرنے سے آدمی گنہگار رہتا ہےاورسنت وہ کام ہوتا ہے،جس کے نہ کرنے سے بڑا گناہ تو نہیں ہوتا؛ لیکن برا مانا جاتا ہے؛اس لیےسوال میں یہ لکھنا کہ ان تینوں میں سے کون سا افضل ہے؟ یہ بےموقع سوال ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۲۹رشوال۱۴۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر:۱۰۸۱۰/۴۰)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۱/۴/۱۴۳۳ھ۔(فتاویٰ قاسمیہ:۴۹۷/۱۲-۴۹۹)

کن حالات میں نکاح جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نکاح کس حالت میں جائز نہیں ہوتا،اس کو بھی قرآن وحدیث سے واضح کریں؟

(المستفتی:نعیم الدین،ریتی محلّہ،مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب انسان کو اندیشہ ہو کہ وہ نکاح کے بعد عدل وانصاف قائم نہیں کر سکے گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

وأما المکروہ:فبأن یخاف الجور لا بالحیثیة المذکورة، وھی کراھة تحریم. (البحرالرائق، کتاب النکاح، کوئٹہ :۷۹/۳، زکریا دیوبند: ۱٤۰)

ومکروھا لخوف الجور، فإن تیقنه حرم ذلک. (الدر مع الرد، زکریا: ٤/ ٦٦، کراتشی: ۳/ ۷)

ویکون حراما إذا کان المرء فی حالة یتیقن فیھا عدم القیام بأمور الزوجیة والإضرار بالمرأة إذا ھو تزوج. (الموسوعة الفقھیة الکویتیة: ۱۱/ ۲٥۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۶ / صفر ۱۴۲۰ھ (الف فتویٰ نمبر:۳۴/ ۶۰۱۶)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۶/ ۲/ ۱۴۲۰ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/ ۴۹۹-۵۰۰)

نکاح کا طریقہ ودعا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آپ سے گزارش ہے کہ درج ذیل سوال کا مدلل ومحقق جواب دینے کی زحمت فرمائیں؛ تاکہ لوگوں کو صحیح معلومات ہو اور اس پر عمل کریں۔ نکاح کیوں ضروری ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ کیا دعا پڑھی جاتی ہے، مع ترجمہ کے تحریر کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) نکاح چوں کہ ایک عبادت ہے،اس کے اندر حفاظت نفس وعصمت مضمر ہے اور حصول اولاد کا ذریعہ ہے؛ اس لیے نکاح ضروری ہے؛ تاکہ مرد نکاح کے ذریعہ اپنی عصمت وعفت بھی محفوظ رکھے اور عورت بھی اس کی وجہ سے محفوظ رہے اور یہ چوں کہ ذریعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کثرت وزیادتی کا اس وجہ سے بھی نکاح ضروری ہے۔

﴿نِسَاؤُکُمْ حَرْثٌ لَکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ﴾(سورة البقرة:۲۲۳)

﴿لِتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا﴾(سورة الروم: ۲۱)

عن عبدللّٰه رضی اللّٰه عنه قال: قال لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج. (الحدیث)(صحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه،الخ،النسخة الھندیة: ٤٤۹/۱،بیت الأفکار، رقم: ۱٤۰۰، صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة، النسخة الھندیة: ۲٥٥/۱، رقم:۱۸٦۷، ف:۱۹۰٥)

عن معقل بن یسار، قال: جاء رجل إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: تزوجوا الودود

الـولـود، فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبي داؤد،باب في تزويج الأبكار، النسخة الهندية :۱/ ۲۸۰، دار السلام، رقم: ۲۰۵۰، سنن نسائي، كتاب النكاح، كراهية تزويج العقيم، النسخة الهندية: ۲/ ۵۹،دار السلام رقم: ۳۲۲۹)

ولـمـا فيـه مـن حـفظ النفس عن الوقوع في الزنا، ولما فيه من مباهاة الرسول صلى الله عليه وسـلم بقوله: تناكحوا تكثروا، فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة، ولما فيه من تهذيب الأخلاق، وتـوسـعة البـاطـن بـالتـحـمـل في معاشرة أبناء النوع، وإعفاف الحرم، ونفسه ودفع الفتنة عنه وعنهن. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، مصري قديم:۱/ ۳۱۵،دار الكتب العلمية بيروت: ۱/ ٤٦٦)

اور نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ خطبۂ نکاح پڑھنے کے بعد ولی سے اجازت لے کر لڑکا اور لڑکی سے کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرایا جائے۔

النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول. (الهداية،ط:أشرفيه: ۲/ ۳۰۵)

وشرط حضور شاهدين. (الدر المختار مع رد المحتار، كراتشي: ۳/ ۱۹،زكريا: ٤/ ۸۷)

نکاح کے وقت الفت ومحبت اور زوجین کے درمیان سلامت روی کی دعا کی جائے۔حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

عـن أبـي هـريـرـة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا رفأ الإنسان إذا تزوج قـال: بـارک الـلّـه لک، وبـارک عليک، وجمع بينكما في خير. (أبـوداؤد، الـنـكـاح، باب ما يقال للمتزوج، النسخة الهندية: ۱/ ۲۹۰،دار السلام، رقم: ۲۱۳۰،مسند الدارمي، دار المغني: ۳/ ۱۳۹۱،رقم: ۲۲۲۰)

(ترجمہ یہ ہے: اللہ پاک تمہارے اوپر اور تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کو بھلائی کے ساتھ ملائے رکھے۔) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۳/ ۴/ ۱۴۲۰ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۹۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۳/ ۴/ ۱۴۲۰ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۴۹۳-۴۹۵)

نان نفقہ کی قدرت ہوتو شادی کرنا افضل ہے:

سوال: ایک شخص کی بیوی مرگئی اور وہ نان ونفقہ وغیرہ فرض کی طاقت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اب بلا شادی گزر کرلوں گا،اس شخص کو نکاح کرنا افضل ہے، یا مجرد رہنا؟

الجواب

ایسے شخص کو نکاح کرنے میں فضیلت ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/ ۴۲)

(۱) عکاف ابن بشر تمیمیؓ ایک صحابی ایک بار خدمت نبوی میں حاضر ہوئے،آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عکاف، بیوی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔آپ نے دریافت کیا: لونڈی؟ کہا: یہ بھی نہیں، فرمایا: صلاحیت رکھتے ہو، خوش حال بھی ہو اور پھر شادی سے گریز،'إذا أنت من إخوان الشياطين.' (تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو) (جمع الفوائد، كتاب النكاح) ==

جس کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان نفقہ کا انتظام نہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو اور شرعاً اس پر نکاح اس حد تک واجب ہو چکا ہو کہ اس کے گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو؛ لیکن اس کے پاس شادی کے انتظامات نہ ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا بھی حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان ونفقہ وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکے تو اس کو چاہیے کہ وہ لگاتار روزے رکھے؛ تا کہ نفس پر قابو رہے اور شہوت انگیز باتوں سے پوری طرح بچتا رہے، نیز نان ونفقہ کے اسباب اختیار کرنے کی بھی فکر کرے؛ تا کہ نکاح پر قدرت حاصل ہو جائے۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال: كنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم شبابًا لا نجدُ شیئًا، فقال لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فلیتزوج؛ فإنه أغض للبصر وأحصن للفرَجِ، ومن لم یستطع فعلیه بالصوم؛ فإنه له وجاء. (صحیح البخاری، كتاب النكاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم، رقم: ٥٠٦٦، دار الفكر بیروت، صحیح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إلیه، الخ، رقم: ١٤٠٠، بیت الأفكار الدولیة، مشكاة المصابیح، ص: ٢٦٧)

== (عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَأَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ: إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنَّا فَاصْنَعْ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحَ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِكُمْ، عُزَّابُكُمْ آبَاءُ لِلشَّيَاطِينِ تَمَرَّسُونَ، مَا لَهُمْ فِي نَفْسِي سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولَئِكَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّئُونَ مِنَ الْخَنَا وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَيُّوبَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ، قَالَ: فَقَالَ: وَمَا الْكُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: رَجُلٌ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لَا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ، ثُمَّ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ فَتَدَارَكَهُ اللَّهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، فَتَابَ عَلَيْهِ وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذَبْذَبِينَ، قَالَ: فَقَالَ عَكَّافٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أَبْرَحُ حَتَّى تُزَوِّجَنِي مَنْ شِئْتَ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَدْ زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَالْبَرَكَةِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ. (مسند أبی یعلی الموصلی، حدیث عطیة بن بسر، رقم الحدیث: ٦٨٥٦، انیس)

ورواه عبدالرزاق الصنعانی فی المصنف فی باب وجوب النكاح وفضله ... عن أبی ذر قال: دخل علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رجل یقال له عكاف بن بشر التمیمی، فذكر مثله. (رقم الحدیث: ١٠٣٨٧، انیس)

عن أحمد، قالوا: إن الاشتغال به أی بالنكاح أفضل عن التخلی لنوافل العبادات أی الاشتغال به ومایشتمل علیه من القیام بمصالحه واعفاف النفس عن الحرام تربیة الولد ونحو ذلك. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ٣٥٥/٢، ظفیر)

من تزوج امرأة بواها منزلا، وفيه حذف مضاف أى مؤونة الباءة من المهر والنفقة ... لا يقال للعاجز هذا وإنما يستقيم إذا قيل: أيها القادر المتمكن من الشهوة إن حصلت لك مؤن النكاح تزوج وإلا فصم. (مرقاة المفاتيح: ١٨٦/٦، المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۲/۱۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۳/۸-۳۴)

جس کے پاس نفقہ کا انتظام نہ ہو:

سوال: ذریعۂ معاش کے سلسلہ میں اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس نان ونفقہ کے لیے معقول انتظام نہیں، اسے یہ مشورہ دینا کیسا ہے کہ اللہ رازق ہے، وہ انتظام کردے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر بندہ اپنا رزق اللہ کے یہاں سے لے کر آیا ہے اور حصولِ رزق کے لیے اللہ پر بھروسہ نہ کرنا دراصل اللہ کے رزاق ہونے پر ایمان مضبوط نہ ہونے کا ثبوت ہے، کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد معاشی پریشانی کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک اور نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔(۱)

اس سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالغ مرد کے پاس استطاعت نہ رکھنے کی صورت میں روزہ رکھنے کا مشورہ دیا۔(۲)

ان دومشوروں کے تعلق سے ہماری رہنمائی کریں؟　　(محمد صدیق، لام، گنٹور)

الجواب

آپ نے جن دوروایتوں کا ذکر کیا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے احکام مخاطب کی رعایت سے دیا کرتے تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کل مال اسلام کے لیے قبول فرمالیا، (۳) بعض سے کچھ ہی حصہ قبول فرمایا۔(۴)

---

(۱) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، قَالَ: حدثنا عَبْدُ الْبَاقِي بْنُ قَانِعٍ، قَالَ: حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ نَصْرٍ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ: حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حدثنا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، قَالَ: حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو إِلَيْهِ الْفَاقَةَ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ. (الخطيب البغدادى، تاريخ بغداد: ٣٦٥/١، رقم: ٣٠٧، دار الغرب الإسلامي بيروت، انيس)

(۲) حدثنا عمر بن حفص بن غياث... فقال عبد الله رضى الله عنه: كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم شبابا لانجد شيئا، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب، من استطاع الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء. (صحيح البخارى، باب من لم يستطع الباءة فليصم، رقم الحديث: ٥٠٦٦، صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، الخ: ٤٤٩/١، بيت الأفكار، رقم: ١٤٠٠، انيس)

(۳،۴) سیرت حلبیہ: ۳۹۷/۵

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجذوم شخص کے ساتھ کھانا تناول فرمایا؛(۱) لیکن بعض کو مجذوم سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔(۲) یہ اصل میں مخاطب کی قوتِ ایمانی اوراس کی قناعت واستغنا کی صلاحیت پر مبنی تھا، اصولی بات تو یہی ہے کہ بیوی کے ضروری اخراجات ادا کرنے پر قادر ہو، اس کے بعد نکاح کرے، ہر عورت سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ صبر وقناعت کی تصویر بنی رہے گی اور ہر مرد سے اس امر کی امید باندھنا کہ کتنی ہی مشقت وابتلا آئے، وہ حرام وحلال کی حدود پر قائم رہے، خلافِ واقعہ ہوگا؛ اس لیے یہ اصولی حکم ہے۔

لیکن واقعی کوئی شخص اتنا قوی الایمان ہو کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لیے جو رزق مقرر کیا ہے، ہمارے نکاح میں آنے کی وجہ سے وہ رزق ہمارے حصہ میں آئے گا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''انسان کو عورتوں اوراس کے زیرِ عیال کمزوروں کی وجہ سے رزق دی جاتی ہے''۔(۳)

عورت کے بارے میں اطمنان ہو کہ وہ مشکل معاشی حالات میں بھی صبر وقناعت کا ثبوت دے گی تو اس کے لیے وہ روایت اسوہ ہوگی، جس میں باوجود تنگ دستی کے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا،(۴) گویا پہلا حکم اصلی اور قانونی ہے اور دوسرا حکم ''احسانی'' ہے۔

---

(۱) الجامع للترمذي،رقم الحديث : ۱۸۱۷،محشی(عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُ فِي القَصْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: كُلْ بِسْمِ اللَّهِ، ثِقَةً بِاللَّهِ، وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يُونُسَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ المُفَضَّلِ بْنِ فَضَالَةَ وَالمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ هَذَا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ، وَالمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ شَيْخٌ آخَرُ مِصْرِيٌّ أَوْثَقُ مِنْ هَذَا وَأَشْهَرُ وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ هَذَا الحَدِيثَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ عُمَرَ، أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ، وَحَدِيثُ شُعْبَةَ أَشْبَهُ عِنْدِي وَأَصَحُّ.(سنن الترمذی،انیس)/عَن أبی هُرَيرة؛ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم أكل مع مجذوم فقال: إيمانا بالله وتوكلا عَلَيْهِ.(مسند البزار،رقم الحدی ۸۹۹۰،انیس)

(۲) صحيح البخاري،رقم الحديث: ۵۷۰۷،محشی(حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ، وَلاَ هَامَةَ وَلاَ صَفَرَ، وَفِرَّ مِنَ المَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الأَسَدِ. (صحیح البخاری،انیس)

(۳) صحيح البخاري،رقم الحديث: ۲۸۹۶،محشی(عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ.(صحیح البخاری،باب من استعان بالضعفاء،رقم الحديث:۲۸۹۶،انیس)

(۴) صحيح البخاري،رقم الحديث:۵۰۸۷، محشی(عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتِ المَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ: وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: لاَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: لاَ وَاللَّهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، ==

موجودہ زمانہ اور حالات میں صحیح یہی ہے کہ پہلے بیوی کا نفقہ ادا کرنے کا اہل ہو، پھر نکاح کرے، البتہ مسائلِ زندگی کے سلسلہ میں ''ضروریات'' اور ''خواہشات'' کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے کہ خواہشات کے لیے کوئی حد نہیں ہے۔
(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۲-۳۱۴)

نکاح کی طاقت نہ رکھنے والوں کو روزہ کا حکم:

سوال: ہم نے ایک حدیث میں پڑھا تھا کہ جو شخص کسی مجبوری کی وجہ سے نکاح نہ کرسکتا ہو، اسے کثرت سے روزہ رکھنا چاہیے۔اس حدیث میں روزہ رکھنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا؟ (سید سلیم، ناملی)

الجواب

یہ حدیث صحیح ہے اور خود امام بخاریؒ نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، (۱) روزہ رکھنے سے انسان میں ضبطِ نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے؛ اسی لیے روزہ رکھنے کو تقویٰ کا سبب قرار دیا گیا، اگر کوئی شخص نکاح کی ضرورت محسوس کرتا ہو؛ لیکن مالی استطاعت نہ ہو، تو ظاہر ہے کہ اب اس کے لیے ضبطِ نفس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ضبطِ نفس میں روزہ رکھنے سے مدد ملتی ہے؛ اس لیے ایسے شخص کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۲)

شہوت توڑنے کے لیے روزہ رکھنے سے والد کا منع کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس شادی کا انتظام نہیں ہے اور اس کے نکاح نہ ہونے کی صورت میں گناہ کا اندیشہ ہے؛ اس لیے اس نے روزہ رکھنا شروع کیا؛ لیکن جب اس کے والد کو معلوم ہوا تو اس نے سختی سے منع کیا۔اب مسئلہ یہ ہے کہ ایسا شخص کیا کرے؟ روزہ نہ رکھے تو معصیت کا اندیشہ ہے اور روزہ رکھے تو والد کی نافرمانی لازم آتی ہے۔شریعت کا کیا حکم ہے؟

== فَقَالَ: لاَ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلاَ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي – قَالَ سَهْلٌ: مَا لَهُ رِدَاءٌ – فَلَهَا نِصْفُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ، فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ، فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا، فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ: مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، عَدَّدَهَا، فَقَالَ: تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.(صحيح البخاري،انيس)

(۱) صحيح لمسلم،رقم الحديث: ١٤٠٠، كتاب النكاح(عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحيح لمسلم،انيس)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

والدین کی اطاعت وفرماں برداری شرعی حدود کے اندر واجب اور لازم ہے۔(۱) صورتِ مسئولہ میں پوری کوشش کی جائے کہ والد صاحب روزہ رکھنے کی اجازت دے دیں؛ لیکن اگر وہ کسی بھی صورت میں راضی نہ ہوں اور صراحۃً منع کردیں تو ان کا حکم مانیں؛ اس لیے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ اس کا اصل مقصد کم کھانے اور بھوکا رہنے کے ذریعہ غلبہ شہوت کو توڑنا ہے اور یہ مقصد بغیر روزہ کے بھی غذا کی کمی سے حاصل ہوسکتا ہے، چناں چہ اسی حدیث سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ ادویہ کے ذریعہ شہوت کو توڑنا جائز ہے، لہٰذا والد صاحب کا حکم مان کر غذاؤں میں کمی کریں، ان شاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔

---

(۱) ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ﴾ (سورة البقرة: ۸۳)

يُذَكِّرُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا أَمَرَهُمْ به من الأوامر وأخذه مِيثَاقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَأَنَّهُمْ تَوَلَّوْا عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ، وَأَعْرَضُوا قَصْدًا وَعَمْدًا وَهُمْ يَعْرِفُونَهُ، وَيَذْكُرُونَهُ، فأمرهم تعالى أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَبِهَذَا أَمَرَ جَمِيعَ خَلْقِهِ، وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ كَمَا قَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الْأَنْبِيَاءِ: ۲۵) وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النَّحْلِ: ۳۶) وَهَذَا هُوَ أَعْلَى الْحُقُوقِ وأعظمها، وهو حق الله تبارك وتعالى أَنْ يُعْبَدَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، ثُمَّ بَعْدَهُ حَقُّ الْمَخْلُوقِينَ وَآكَدُهُمْ وَأَوْلَاهُمْ بِذَلِكَ حَقُّ الوالدين، ولهذا يقرن تبارك وتعالى بَيْنَ حَقِّهِ وَحَقِّ الْوَالِدَيْنِ كَمَا قَالَ تَعَالَى: ﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ (لُقْمَانَ: ۱۴) وقال تبارك وتعالى: ﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (الإسراء: ۲۳) إِلَى أَنْ قَالَ ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ﴾ (الْإِسْرَاءِ: ۲۶)

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَلِهَذَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قَالَ: ثُمَّ من؟ قال: أباك، ثم أدناك ثم أدناك. (تفسير ابن كثير: ۱/۱۰۹، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الكَبَائِرِ، قَالَ: الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ. (صحيح البخاری، باب ماقيل فی شهادة الزور، رقم الحديث: ۲۶۵۳/صحيح لمسلم، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث: ۸۸، انيس)

عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَ: قَدِمَتْ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ، فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَمُدَّتِهِمْ إِذْ عَاهَدُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَ ابْنِهَا، فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ؟ أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ. (صحيح البخاری، باب صلة الوالد المشرك، رقم الحديث: ۵۹۷۹، انيس)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ. (سنن الترمذی، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدين، رقم الحديث: ۱۸۹۹/مسند البزار، حديث عبدالله بن عمرو بن العاص، رقم الحديث: ۲۳۹۴، انيس)

==

واحتج من قال من أصحابنا أنه مندوب إليه ومستحب بما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: من استطاع منكم الباءة فليتزوج، ومن لم يستطع فليصم، فإن الصوم له وِجاءٌ، أقام الصوم مقام النكاح والصوم ليس بواجب، فدل أن النكاح ليس بواجب أيضًا؛ لأن غير الواجب لا يقوم مقام الواجب. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح،بيان صفته: ٤٨٣/٢،زكريا ديوبند)

المطلوب من الصوم هو الجوع وإلا فكم من صائم يملأ وعاءه، واستدل به الخطابى على جواز المعالجة لقطع شهوة النكاح بالأدوية. (فتح الملهم: ٤٣٣/٣،مكتبة دار العلوم كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۶/۱۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۴/۸-۳۶)

غیر شادی شدہ بالغ اولاد کے گناہ میں کیا ماں باپ شریک ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اس وقت میری عمر تقریباً ۴۶ رسال کی ہوچکی ہے، میرے والد مرحوم نے میری شادی پر ذرہ برابر توجہ نہیں دیا، میں خود ہی بے شرم ہوکر والد سے فریاد کرتا تھا اور کچھ لوگ میری وکالت کرتے تھے، اس بارے میں میں خود، یا میرے والد مرحوم گنہگار رہیں؟

(المستفتی: امان اللہ)

== ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾(سورة لقمان: ١٤-١٥)

عن مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ نَزَلَتْ فِيهِ آيَاتٌ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ: حَلَفَتْ أُمُّ سَعْدٍ أَنْ لَا تُكَلِّمَهُ أَبَدًا حَتَّى يَكْفُرَ بِدِينِهِ،وَلَا تَأْكُلَ وَلَا تَشْرَبَ، قَالَتْ: زَعَمْتَ أَنَّ اللَّهَ وَصَّاكَ بِوَالِدَيْكَ،وَأَنَا أُمُّكَ، وَأَنَا آمُرُكَ بِهَذَا،قَالَ: مَكَثَتْ ثَلَاثًا حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهَا مِنَ الْجَهْدِ، فَقَامَ ابْنٌ لَهَا يُقَالُ لَهُ عُمَارَةُ، فَسَقَاهَا، فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَى سَعْدٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ هَذِهِ الْآيَةَ:﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي﴾ وَفِيهَا﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾(لقمان: ١٥) قَالَ: وَأَصَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنِيمَةً عَظِيمَةً، فَإِذَا فِيهَا سَيْفٌ فَأَخَذْتُهُ، فَأَتَيْتُ بِهِ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: نَفِّلْنِي هَذَا السَّيْفَ، فَأَنَا مَنْ قَدْ عَلِمْتَ حَالَهُ، فَقَالَ: رُدُّهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ، فَانْطَلَقْتُ، حَتَّى إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أُلْقِيَهُ فِي الْقَبَضِ لَامَتْنِي نَفْسِي، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: أَعْطِنِيهِ، قَالَ فَشَدَّ لِي صَوْتَهُ، رُدُّهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ، قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ:﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ﴾(الأنفال: ١)قَالَ: وَمَرِضْتُ فَأَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانِي، فَقُلْتُ: دَعْنِي أَقْسِمْ مَالِي حَيْثُ شِئْتُ، قَالَ فَأَبَى، قُلْتُ: فَالنِّصْفَ، قَالَ فَأَبَى، قُلْتُ: فَالثُّلُثَ، قَالَ فَسَكَتَ، فَكَانَ، بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزًا،قَالَ: وَأَتَيْتُ عَلَى نَفَرٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِينَ، فَقَالُوا: تَعَالَ نُطْعِمْكَ وَنَسْقِكَ خَمْرًا، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، قَالَ فَأَتَيْتُهُمْ فِي حَشٍّ -وَالْحَشُّ الْبُسْتَانُ- فَإِذَا رَأْسُ جَزُورٍ مَشْوِيٌّ عِنْدَهُمْ، وَزِقٌّ مِنْ خَمْرٍ،قَالَ فَأَكَلْتُ وَشَرِبْتُ مَعَهُمْ، قَالَ فَذَكَرْتُ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرِينَ عِنْدَهُمْ،فَقُلْتُ: الْمُهَاجِرُونَ خَيْرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ،قَالَ فَأَخَذَ رَجُلٌ أَحَدَ لَحْيَيِ الرَّأْسِ فَضَرَبَنِي، بِهِ فَجَرَحَ بِأَنْفِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ -يَعْنِي نَفْسَهُ- شَأْنَ الْخَمْرِ:﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾المائدة: ٩٠)(صحيح لمسلم،باب فى فضل سعد بن أبى وقاص رضى الله عنه،رقم الحديث: ١٧٤٨،انيس)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگرشادی کے لائق ہونے کے بعد والدین اپنی لاپروائی سے شادی نہ کریں تو لڑکے کو اپنی شادی خود کرنے کا حق ہے اوراگر ماں باپ کی رکاوٹ کی وجہ سے شادی نہ کرسکے اورلڑکا خدانخواستہ کسی گناہ میں مبتلا ہوجائے تو اس گناہ کا وبال والدین پر ہوگا۔

عن أبی سعید وابن عباس قالا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وأدبہ، فإذا بلغ فلیزوجہ، فإن بلغ ولم یزوجہ فأصاب إثما فإنما إثمہ علی أبیہ. (شعب الإیمان، باب فی حقوق الأولاد والأہلین، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۴۰۱/۶، مشکاۃ المصابیح: ۲۷۱/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۱۲/۱/۱۴۱۵ھ (الف فتویٰ نمبر:۔۔/۳۸۱۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲/۱/۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/۵۰۱-۵۰۲)

کیا لڑکی کو ازخود نکاح کا حق حاصل ہے:

سوال: اگر والدین نے اس بات کی وصیت کی ہو کہ ان کی لڑکی کا نکاح فلاں مرد سے کردیا جائے؛ لیکن کسی وجہ سے لڑکی اس مرد سے نکاح نہیں کرتی تو کیا لڑکی کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

بالغ مرد وعورت اپنے نفس کے خود حقدار ہیں، صورت مسئولہ میں اگر کسی وجہ سے لڑکی والدین کی وصیت پر عمل نہیں کرتی تو اس کو یہ حق حاصل ہے، دوسری جگہ نکاح اس سے متاثر نہ ہوگا اور اگر لڑکی نابالغ ہو تو یہ حق اس کے ورثا کو حاصل ہے۔

عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الثیب أحق بنفسہا من ولیہا والبکر یستاذنہا أبوہا فی نفسہا وإذنہا صماتہا. (مسلم بحوالہ مشکاۃ: ۲۷۰/۲، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأۃ)(۱) (فتاویٰ حقانیہ:۴/۳۰۵)

---

(۱) قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللّٰہ: (فنفذ نکاح حرۃ مطلقۃ بلا) رضا (ولی) والأصل أن کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ ومالا فلا (ولہ اذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکف ء)...(ویفتی) فی غیر الکفوء (لعدم جوازہ اصلاً) وہو المختار للفتویٰ (لفساد الزمان)، فلا تحل مطلقۃ ثلاثاً نکحت غیر کفءٍ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۲۲/۲، کتاب النکاح. باب الولی) ومثلہ فی الہندیۃ: ۲۹۳/۲، باب فی الاولیاء والاکفاء)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّیِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِہَا مِنْ وَلِیِّہَا، وَالْبِکْرُ یَسْتَأْذِنُہَا أَبُوہَا فِی نَفْسِہَا، وَإِذْنُہَا صُمَاتُہَا، وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُہَا إِقْرَارُہَا. (صحیح لمسلم، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، رقم الحدیث: ۱۴۲۱، انیس)

بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے:

سوال: عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ جب اولاد بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کریں، کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟

الجواب

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہوجائے تو والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی شادی کا انتظام کریں اور اگر بغیر کسی شرعی عذر کے نہیں کیا اور وہ کسی معصیت میں مبتلا ہوگئے تو والدین اس گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے؛ اس لیے عوام الناس کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔

عن أبی سعید وابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ولد لهٗ فلیحسن اسمه وأدّبه فإذا بلغ فلیزوجه، فإن بلغ ولم یزوجه فاصاب إثمًا فإنما اثمهٗ علٰی أبیه. (مشکاۃ المصابیح: ۲۸۸/۲، کتاب النکاح، باب الولی)(۱)

وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالک عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: فی التوراة مکتوب من بلغت ابنته عشرة سنة ولم یزوجهافاصابت اثماً ذٰلک علیه. (رواهماالبهقی فی شعب الایمان)(مشکاۃ، ص: ۲، کتاب النکاحِ باب الولی)(۲)(فتاوی حقانیہ: ۳۰۴/۴)☆

---

(۱) شعب الإیمان للبیهقی، حقوق الوالدین والأهلین، رقم الحدیث: ۸۲۹۹، انیس

(۲) شعب الإیمان للبیهقی، حقوق الوالدین والأهلین، رقم الحدیث: ۸۳۰۳، انیس

☆ **بالغ اولاد کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے:**

سوال: ہمارے پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہوجائے تو کہتے ہیں کہ یہ باپ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ان کی شادی کا انتظام کرے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

جب اولاد بالغ ہوجائے اور اس کے کفو کی لڑکی، یا لڑکا مل جائے تو یہ باپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ وہ ان کی شادی کا بندوبست کرے اور اس میں دیر کرنا مناسب نہیں۔

عن أبی سعید وابن عباس قالا: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علی أبیه. (مشکاۃ المصابیح: ۲۷۱/۱، باب الولی)(شعب الإیمان للبیهقی، حقوق الوالدین والأهلین، رقم الحدیث: ۸۲۹۹، انیس)

وعن عمر بن الخطاب وانس بن مالک (رضی اللّٰه عنهما) عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: فی التوراة مکتوبٌ من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فأصابت إثماً فاثمٌ ذٰلک علیه. (مشکاۃ المصابیح: ۲۷۱/۱، باب الولی)(شعب الإیمان للبیهقی، حقوق الوالدین والأهلین، رقم الحدیث: ۸۳۰۳، انیس)(فتاوی حقانیہ: ۳۱۲/۴)

بلا وجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے جو لوگ اپنی بیٹیاں یا بہنیں گھر میں پالتے ہیں اور میراث وغیرہ کی وجہ سے بیاہ نہیں دیتے اس کا شرعی گناہ ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عزیز الرحمٰن بازارگی بنیر، ۳۰ر رمضان ۱۴۰۲ھ)

الجواب

یہ شخص ظالم ہے اور عنقریب فتنہ میں مبتلا ہونے والا ہے۔(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۴/۴)

جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذر شرعی ان کا نکاح نہ کرنا:

سوال: کیا جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور بلا کسی شرعی رکاوٹ کے ان کے نکاح نہ کرنے سے سرپرست، یا والد کی شرعی حیثیت متاثر ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

کفو ملنے کی صورت میں جوان بیٹیوں کا نکاح جلد از جلد کر دینا ضروری ہے؛ تاہم موزوں رشتہ کی تلاش میں تاخیر ہو جانا ممنوع نہیں اور اس سے سرپرست، یا والد کی شرعی حیثیت متاثر نہیں ہوتی، البتہ موزوں رشتہ ملنے کی صورت میں سازگار حالات کے باوجود بیٹیوں کو رسمی غیرت کی وجہ سے نکاح سے محروم رکھنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (سورة النور: ۳۲)

قال ابن عابدین: ویزوجها كفواً، فان خطبها الكفو، لایؤخرها، وهو كل مسلم تقی. (ردالمحتار: ۵۸۲/۲، کتاب النکاح) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۹۷/۴)

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة فی الأرض وفساد عريض. (رواه الترمذی) (مشكاة المصابيح: ۲۶۷/۲، كتاب النكاح، الفصل الأول) (سنن الترمذی، باب ماجاء إذا جاء كم من ترضون دينه، رقم الحديث: ۱۰۸۴، انيس)

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (رواه البيهقی فی شعب الايمان) (مشكاة المصابيح: ۲۷۱/۱، باب الولی فی النكاح، الفصل الثالث) (شعب الإيمان للبيهقی، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۲۹۹، انيس)

(۲) على رضی اللّٰه عنه مرفوعاً: ثلاث لاتؤخر: اَلصَّلٰوةُ اِذَا أَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْأيم، اِذَا وَجدت لها كفوا. (أخرجه الترمذی والحاكم باسنادضعيف. قلت: حسنه السيوطی فی الجامع الصغير وصححه الحاكم والذهبی كلاهما فی المستدرک) (إعلاء السنن: ۷۶/۱۱، فصل فی الكفاءة. باب مراعاة الكفاءة وجواز النكاح)

وعن عمر بن الخطاب وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فی التورٰة مكتوب من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثما فإثم ذٰلک عليه. (رواه البيهقی فی الشعب) (مشكاة المصابيح: ۲۷۱/۲، كتاب النكاح)

لڑکیوں کے نکاح میں بلاوجہ تاخیر کرنا:

سوال: بعض لوگ مالدار داماد نہ ملنے کی وجہ سے لڑکیوں کی شادیوں میں تاخیر کرتے ہیں۔
کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب

احادیث مبارک میں نکاح میں تعجیل کی ترغیب دی گئی ہے، جس کی وجہ سے بالغ لڑکے لڑکیوں کا نکاح جلدی کرنا چاہیے، محض دنیاوی اغراض اور رسم ورواج کی وجہ سے تاخیر کرنا موجب گناہ ہے۔

قال علیه السلام: من ولد لهٗ فلیحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فلیتزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثمًا فانّما اثمه علی ابیه. (مشکاۃالمصابیح: ۲۷۱/۱، کتاب النکاح)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۳۰۵/۴)

لڑکیوں کی شادی میں تاخیر گناہ ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی دو لڑکیاں جوان؛ بلکہ قریب ادھیڑ کے پہونچ گئی ہیں، زید ان کی شادی کرنے میں دیر کررہا ہے۔
اس بارے میں اگر کوئی وعید ہو تو لکھیے؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

"من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فلیتزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثماً فإثمه علی أبیه". (۲)

اور دوسری روایت میں ہے:

"من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنةً ولم یزوجهافأصابت إثمافإثم ذلک علیه". (۳)

الحاصل: جوان اولاد کے نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا ضروری ہے، خصوصاً لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت برا ہے اور حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اگر اس اولاد سے گناہ سرزد ہوا تو وبال اس کا باپ پر ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲/۷-۴۳)

---

(۱) شعب الإیمان للبیهقی، حقوق الوالدین والأهلین، رقم الحدیث: ۸۲۹۹، انیس

قال علیه السّلام: من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثماً فاثم ذٰلک علیه. (مشکاة المصابیح: ۲۷۱/۱، کتاب النکاح)(شعب الإیمان للبیهقی، حقوق الوالدین والأهلین، رقم الحدیث: ۸۳۰۳، انیس)

(۲) مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، ص: ۲۷۱. ظفیر

(۳) مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، ص: ۲۷۱. ظفیر

لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنے اور رُکاوٹ ڈالنے والے کی کیا سزا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی کی شادی بالغ ہونے کے بعد جلدی ہی کردینی چاہیے؛ مگر کوئی بلاوجہ تاخیر کرے تو از روئے شرع اس کو کیا سزا ہوگی؛ یعنی شریعت میں ایسے شخص کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی شادی میں رکاوٹ ڈالے تو اس کو کیا سزا ہوگی؟ مذکورہ دونوں قسم کے مجرم کی سزا سے آگاہ فرما کر ممنون ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بالغ ہونے اور مناسب رشتہ ملنے پر اولاد کی جلد از جلد شادی کردینی چاہیے۔(۱) حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص مناسب رشتہ آنے کے باوجود اولاد کے نکاح میں تاخیر کرے، جس کی وجہ سے اولاد سے بدکاری کا صدور ہوجائے تو اس کا گناہ باپ کے سر بھی ہوگا۔(۲) نیز نکاح عفت مآبی اور عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ہے،(۳) اس عملِ خیر میں رکاوٹ ڈالنے والا شخص بھی شرعاً سخت گنہگار ہوگا۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۲/۷)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(سورۃالمائدۃ:۲)

عن أبی سعید وابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قالا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من ولد لہ ولد، فلیحسن اسمہ وأدبہ، فإذا بلغ فلیزوّجہ، فإن بلغ ولم یزوجہ، فأصاب إثما فإنما إثمہ علی أبیہ.(مشکاۃ المصابیح:۲۷۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ۔(کتاب النوازل:۸/۳۹-۴۰)

لڑکی بٹھائے رکھنا اور شادی نہ کرنا کیسا ہے:

سوال: جو شخص لڑکی کو عرصہ دراز تک بٹھائے رکھے بدون نکاح کے تو اس کی کیا سزا ہے؟

(۱) عن أبی ہریرۃ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا خطب إلیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ، إلا تفعلوا تکن فتنۃ فی الأرض وفساد عریض.(سنن الترمذی،باب ماجاء إذا جاء کم من ترضون دینہ،رقم الحدیث:۱۰۸۴،انیس)

(۲) عن عمر بن الخطاب وَاَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجہا فأصابت إثما فإثم ذٰلک علیہ.(شعب الإیمان للبیہقی،حقوق الوالدین والأہلین،رقم الحدیث:۸۳۰۳، انیس)

(۳) عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى،فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحیح لمسلم،رقم الحدیث: ۱۴۰۰،انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

اگر باوجود ملنے کفو کے نکاح دختر بالغہ میں تاخیر کرے گا تو گنہگار رہوگا،(۱) اور حدیث شریف میں ہے کہ لڑکا، یا لڑکی جب بالغ ہوجاوے اوران کا باپ ان کا نکاح نہ کرے اوران سے کوئی گناہ؛ یعنی زنا سرزد ہوجاوے تو وہ گناہ باپ کو بھی ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ جس کی لڑکی بارہ برس کو پہونچ جاوے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اوراس سے کوئی معصیت سرزد ہو تو وہ معصیت باپ کے ذمہ ہے۔ لفظ حدیث یہ ہیں:

عن عمربن الخطاب وانس بن مالک عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنته اثنتی عشرۃ سنة ولم یزوجها فأصابت إثماً فإثم ذلک علیه. (رواہ البیهقی)(۲)

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما اثمه علی أبیه. (۳)

اورغرض بارہ برس کو پہنچنے سے بالغہ ہونا ہے اور یہ تہدیداً اور زجراً فرمایا ہے؛ تاکہ لوگ نکاح دختر بالغہ میں بے وجہ تاخیر نہ کریں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۷)

لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ میں پہل ہونے تک لڑکی کی شادی نہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عموماً لڑکیوں کی شادی کے معاملہ میں اس کا انتظار کیا جاتا ہے کہ دوسری طرف سے نسبت کے پیغام میں پہل ہو، چناں چہ اسی انتظار میں بعض اوقات لڑکیاں جوانی سے بڑھاپے کی سرحد میں داخل ہوتی ہیں اور کنواری رہ جاتی ہیں۔ اس معاملہ میں اسلام کیا اِجازت دیتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لڑکیوں کے رشتہ کے لیے لڑکے والوں کی طرف سے پہل کرنے کو ضروری سمجھنا بے اصل ہے، اگر مناسب رشتہ سامنے ہو تو لڑکی والوں کی طرف سے بھی پیش کش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی صاحب زادیوں کے بارے میں مناسب رشتوں کے لیے پیش قدمی فرمائی ہے۔

---

(۱) عن أبی هریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا أتاکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه إلا تفعلوا تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض. (سنن الترمذی، باب ماجاء إذا أتاکم من ترضون دینه فزوجوه، رقم الحدیث: ۱۰۸۴، کتاب الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم، رقم الحدیث: ۱۱۲۲، المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۲۶۹۵، انیس)

(۲) مشکاۃالمصابیح، باب الولی: ۲۷۱، ظفیر (شعب الإیمان، حقوق الأولاد والأهلین، رقم الحدیث: ۸۳۰۳، انیس)

(۳) مشکاۃالمصابیح باب الولی: ۲۷۱، ظفیر (شعب الإیمان، حقوق الأولاد والأهلین، رقم الحدیث: ۸۲۹۹، انیس)

عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہمایحدث...حین تأیمت حفصة بنت عمر من خنیس،فقال عمر بن الخطاب:أتیت عثمان بن عفان فعرضت علیہ حفصة،فقال:سأنظر فی أمری فلبثت لیالی ... فلقیت أبابکر الصدیق، فقلت: إن شئت زوجتک حفصة بنت عمر، فصمت أبوبکر، فلم یرجع إلیَّ شیئا ...فلبثت لیالی، ثم خطبھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فأنکحتھا إیاہ.(صحیح البخاری: ۷۶۷/۲_۷۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۳/۴/۱۴۳۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۸/۸_۳۹)

کم خرچ والے نکاح کی فضیلت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معروض ایں کہ غیر اسلامی رسومات ومصارف سے بچنے بچانے کے لیے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں نکاح ورخصتی کے احوط ترین طریقہ سے مستند حوالوں کے ساتھ آسان اردو زبان میں آگاہی مطلوب ہے۔

(المستفتی: احقر طفیل احمد غفرلہ امرتوی، موضع امرتا کلاں، ڈاکخانہ لکھیم پور)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حدیث شریف میں آیا ہے کہ عظیم ترین برکت والا نکاح وہ ہے کہ جس میں خرچ کم ہو؛ لہٰذا لڑکی والوں کی طرف سے معمولی روزمرہ کی ضرورت کی چند چیزیں کافی ہیں اور مہر بھی کم سے کم مقرر کرنا افضل ہے؛ لیکن ۳۰ رگرام ۶۱۸ رملی گرام چاندی، یا اس کی قیمت سے کم نہ ہونا چاہیے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل، ص:۱۲۹)

عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إن أعظم النکاح برکة أیسرہ مؤنة. (مسند االإمام أحمد بن حنبل : ۸۲/۶، رقم: ۲۵۰۳۴، مسند أبی داؤد الطیالسی، دارالکتب العلمیة بیروت: ۱۷۸/۲، رقم: ۱۵۳۰،شعب الإیمان، باب الإقتصاد فی النفقة وتحریم أکل المال الباطل، دارالکتب العلمیة بیروت: ۲۵۴/۵، رقم: ۶۵۶۶، مشکاة المصابیح: ۲۶۸/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹ر شوال ۱۴۱۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۶۶) (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۹۵/۱۲_۴۹۶)

شادی میں مصلحتًا تاخیر:

سوال: بالغ مرد یا عورت کے لیے نکاح اس لیے نہ کرنا کہ اس کی بڑی بہن یا بڑا بھائی یا چھوٹا بھائی یا چھوٹی بہن کی شادی نہیں ہوئی ہے باوجودِ استطاعت کے، کیا فسق نہیں ہے؟ ایسے لوگوں کے لئے شریعت میں کیا سزا ہے؟ کیا استطاعت کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی کی بڑی بہن یا اس کے بھائی کی شادی ہوجائے؟

(محمد الیاس، لام، گنٹور)

الجواب

بھائی بہن کی وجہ سے شادی سے رکے رہنے کو فسق نہیں کہا جاسکتا، یہ حالات اور اس مرد کے اپنے نفسانی جذبات سے متعلق قوتِ برداشت پر موقوف ہے، بعض دفعہ حالات متقاضی ہوتے ہیں کہ انسان اپنی شادی کو مؤخر کرے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۳۳)

بلاعذر نکاح میں تاخیر:

سوال: آج کل شادی میں سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کم، سماجی رسم زیادہ ہیں، کیونکہ سنِ بلوغ اور استطاعت کے بعد بھی دس اور بیس بیس سال تک لوگ یوں ہی بن بیاہے بیٹھے رہتے ہیں، کیا ایسے لوگ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟

(محمد سالم، لام، گنٹور)

الجواب

استطاعت کے باوجود بلاعذر نکاح میں تاخیر کرنا سنت پر عمل سے محرومی ہے،(۲) اگر اس کی وجہ سے آخری درجہ کی برائی میں ملوث نہ ہو؛ لیکن نگاہ ودل کو عفیف نہ رکھ سکے تو اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درجہ کا زنا قرار دیا ہے،(۲) اور یہ سخت گناہ ہے، سنت کے ثواب سے محرومی اور دل ونگاہ کی بے عفتی یہی اس جرم کی سزا ہے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۳۳-۴۳۴)

نکاح سے گریز:

سوال: ایک گھر میں یہ صورتِ حال ہے کہ تین بھائی اور چار بہنیں ہیں، سب سے بڑے بھائی کی عمر چالیس سال ہے اور سب سے چھوٹی بہن کی بیس سال؛ لیکن شادی کا کوئی ذکر نہیں ہے اور کسی کو کسی کے رشتہ سے متعلق کوئی خیال نہیں، کیا اس طرح تجرد کی زندگی گزارنا درست ہے؟ (نصرت علی خان پنج محلّہ)

(۱) یعنی مصلحتاً تاخیر کرنے کی گنجائش ہے، البتہ اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ تاخیر کی وجہ سے گناہ سرزد ہونے کا امکان نہ ہو، اگر تاخیر کی وجہ گناہ سرزد ہوگیا تو اس کا گناہ والدین/کارجین کو بھی ہوگا۔ انیس

(۲) عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحيح لمسلم، رقم الحديث: ١٤٠٠، انيس)

(۳) صحيح البخاري، رقم الحديث: ٦٢٤٢، باب زنى الجوارح دون الفرج

(عن أنس بن مالك أن رجلا اطلع من بعض حجر النبى صلى الله عليه وسلم فقام إليه النبى صلى الله عليه وسلم بمقشص أو بمشاقص فكأنى أنظر إليه يختل الرجل ليطعنه.(صحيح البخارى/وأيضا: صحيح لمسلم، باب تحريم النظر فى بيت غيره، رقم الحديث: ٢١٥٧، انيس)

الجواب

اسلام دین فطرت ہے اور اس کا ہر حکم انسانی فطرت اور ضرورت سے ہم آہنگ ہے۔(۱) نکاح (۲) بھی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے،(۳) اس سے جہاں نسل انسانی کی افزائش متعلق ہے، وہیں قلب کا سکون واطمینان بھی؛(۴) اس لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حوصلہ افزائی اور تاکید فرمائی ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من كان موسراً لأن ينكح، ثم لم ينكح، فليس منى“.(۵)

(جو نکاح کرنے کی گنجائش رکھتا ہو، پھر بھی نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔)

---

(۱) ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(سورة الروم: ٣٠)

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾(سورة آل عمران: ١٩)

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ (سورة يونس: ١٩)

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾(سورة الاعراف: ١٥٨)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أن النبى صلى الله عليه وسلم، قَالَ: كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ كَمَا تُنَاتَجُ الْإِبِلُ مِنْ بَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّ مِنْ جَدْعَاءَ؟ فقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَرَأَيْتَ من يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ؟ قَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.(موطأ الإمام مالك رواية مصعب الزهرى، جامع الجنائز، رقم الحديث: ٩٩٥، انيس)

(۲) مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ نکاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:”نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے، جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں“۔(اسلام کے عائلی قوانین، مولانا مجاہد الاسلام، ص:۳۲، انیس)

(۳) ازدواجی تعلق کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں:”کوئی قوم ازدواج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔اس سے شہوانیت، جس کو ہر مہذب ذہن برا سمجھتا ہے بے لگام ہونے سے رک جاتی ہے اور ان وجوہات کا انسداد ہو جاتا ہے جو حیوانات کو ایسا مشتعل کر دیتے ہیں، جن سے ان کو نقصان پہنچتا ہے۔اگر آپ ان جانوروں پر غور کریں جو جوڑے کی شکل میں رہتے ہیں اور دیکھیں کہ اس جوڑے کا ہر فرد کس طرح دوسرے کی مدد کرتا ہے اور جوڑا بن کر رہنے کی وجہ سے کہ کس طرح دوسرے جانورں کی شہوت سے محفوظ رہتے ہیں تو آپ بلا تامل یہ کہہ اٹھیں گے کہ ازدواج ایک ضروری ادارہ ہے اور زنا ایک شرمناک عمل ہے، جو انسان کو جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گرا دیتا ہے، حالانکہ حیوانات کا درجہ انسان سے بہت نیچے ہے“۔(تاریخ ہندوستان، ابوریحان البیرونی، ص:۲۰۳، انیس)

(۴) ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾(سورة الأعراف: ١٨٩)(وہی اللہ ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنا دیا؛ تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔)(انیس)

(۵) (مجمع الزوائد: ٢٥١/٤)عن أبى نجيح أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:...الخ.(المعجم الأوسط، رقم الحديث: ٩٨٩، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث: ٩٢٠، مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث: ١٠٣٧٦، انيس

ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:
"من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج". (۱)
(تم میں سے جو نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو انہیں ضرور نکاح کر لینا چاہیے۔)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہ کرنے والوں کو بدترین لوگ قرار دیا:
"شرارکم عزابکم". (۲)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"پانچ چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں اور ان میں ایک نکاح کا ذکر فرمایا"۔ (۳)
اس لیے نکاح سے گریز کا رویہ اختیار کرنا مناسب نہیں، آپ ان حضرات کو اس سے بچنے کی تلقین کریں۔
(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۳۴-۴۳۵)

دوسری شادی نہ کرنے کا عہد:

سوال: میری والدہ نے انتقال سے پہلے والد سے عہد لیا تھا کہ وہ دوسری شادی نہیں کریں گے، چنانچہ اپنے عہد کے مطابق ابھی تک شادی نہیں کی، حالاں کہ ہماری والدہ کے انتقال کو تئیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ کیا وہ اب اپنی خدمت کے لیے دوسرا نکاح کر سکتے ہیں؟ (فرسٹ لانسر)

الجواب

جس شخص کو بیوی کی حاجت ہو، اس کے مجرد رہنے اور تنہا زندگی بسر کرنے کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، (۴) اگر کسی

---

(۱) (صحیح لمسلم،رقم الحديث: ۳٤٠٠)(عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحيح لمسلم، كتاب النكاح،رقم الحديث: ١٤٠٠،انيس)

(۲) (مجمع الزوائد،رقم الحديث :٧٢٩٨) (مسند أبي يعلى الموصلي،مسند أبي هريرة رضى الله عنه ،رقم الحديث:٢٠٤٢، المعجم الأوسط،رقم الحديث:٤٤٧٦،انيس)

(۳) (مجمع الزوائد،رقم الحديث: ٧٣١٨)عن أبي أيوب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين الحياء والتعطر والسواك والنكاح.(سنن الترمذى،باب ماجاء فى فضل التزويج والحث عليه،رقم الحديث: ١٠٨٠،انيس)

(۴) عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح،رقم الحديث: ١٤٠٠،انيس)

شخص نے مرحومہ بیوی سے کوئی وعدہ کیا ہو، تب بھی اس کا پورا کرنا واجب نہیں؛ کیوں کہ ایسی صورت میں اس کے گناہ میں پڑ جانے کا کافی اندیشہ ہے اور گناہ کے مواقع سے بچنا واجب ہے، ایسی باتوں میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں، (۱) والد کی خدمت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر اس کو خدمت، یا ضرورت کے لیے بیوی درکار ہو تو اولاد خود اپنے والد کا نکاح کردے اور اپنی سوتیلی ماں کے اخراجات کو بھی پورا کرے۔

علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

"وعليه نفقة زوجة أبيه وأم ولده بل وتزويجه أو تسريه". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۳۱۸/۴)

بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح:

سوال: میری پہلی بیوی کا انتقال ۱۹۹۴ء میں دورانِ حج بھگدڑ کی وجہ سے ہوگیا، اس وقت میری دو بن بیاہی لڑکیاں تھیں، اب میں نے دونوں کا نکاح کردیا ہے۔ ۱۹۹۵ء میں میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا، جن کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا، دماغی ڈاکٹر کو بھی دکھایا؛ لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا، چناں چہ میں نے اس کو طلاق سہ بارہ دے دی، مجھ کو اس سے کوئی اولاد نہیں ہے اور پہلی بیوی سے بھی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے، مجھے خاصا وظیفہ ملا ہے، بینکوں میں میری رقمیں بھی ہیں، صحت بھی ماشاء اللہ ٹھیک ہے، میں ایک اور نکاح کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن بیٹیاں مشورہ دے رہی ہیں کہ میں ایسا نہ کروں اور اپنا مکان وغیرہ بیچ کر ان کے ساتھ رہوں تو کیا مجھے نکاح کرنا چاہیے، یا لڑکیوں کے ساتھ ان کے سسرال میں رہنا چاہیے؟ (علی یوسف، فلک نما)

الجواب

شریعت نے کسی بھی ایسے مسلمان کے لیے جو اپنے اندر نکاح کی صلاحیت پاتا ہو، تجرد کی زندگی کو ناپسند کیا ہے، (۳)

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يا عبدالله! سيأتى بعدى قوم يؤخرون الصلاة عن مواقيتها، قال عبدالله: فقلت: كيف تأمرنى يا رسول الله! قال: يا ابن أم عبد! إن أدركتم فلا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق. (مسند البزار، رقم الحديث: ۱۹۸۸) / عن على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث جيشا، وأمر عليه رجلا، فأوقد نارا، وقال: ادخلوها، فأراد ناس أن يدخلوها، وقال الآخرون: إنا قد فررنا منها، فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال للذين أرادوا أن يدخلوها: لو دخلتموها لم تزالوا فيها إلى يوم القيامة، وقال للآخرين: قولا حسنا، وقال: لا طاعة فى معصية الله، إنما الطاعة فى المعروف. (صحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية، رقم الحديث: ۱۸۴۰، انيس)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳۴۴/۵

(۳) عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۱۴۰۰، انيس)

باپ کی بہت سی ضروریات ایسی ہوتی ہیں جن کو بیٹی تو کیا بیٹے بھی پوری نہیں کر سکتے؛ اس لیے بیٹیوں کو چاہیے کہ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے والد کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنیں؛ بلکہ خود اس میں تعاون کریں اور ان کی عمر اور سن وسال کے مناسب کسی خاتون کا انتخاب کر کے ان کا نکاح کرادیں کہ یہ بھی باپ کی خدمت ہی کا ایک حصہ ہے، البتہ آپ کو چاہیے کہ رشتہ کے انتخاب میں عمر کے توازن کو ملحوظ رکھیں، عمر میں عدم توازن کی وجہ سے بعض اوقات کبر سن کی شادی ایک آزمائش بن جاتی ہے؛ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے جن کی غیر معمولی ذکاوت وذہانت کی وجہ سے اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کم عمری میں اپنی حرم میں لائے، باقی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کی عمر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک میں توازن تھا۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۳۲۲/۴-۳۲۳)

نکاح ثانی کرنے پر اولاد اور خاندان والوں کا ناراض رہنا غلط ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین میرے اس معاملہ میں کہ میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا، میری عمر پچاس سے تجاوز کر گئی ہے؛ لیکن خدا کے فضل سے میری صحت اچھی ہے، میں نے نکاح ثانی کر لیا اور ہم دونوں میں اچھے تعلقات ہیں اور راحت کی زندگی گزار رہے ہیں؛ مگر نکاح ثانی کی وجہ سے میرے خاندان کے لوگ اور اولاد بھی سخت مخالف تھے اور اب بھی ہیں کہتے ہیں کہ اولاد ہوتے ہوئے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا خدمت کے لیے ہم کافی نہ تے، اس بڑھاپے میں شادی کا شوق، لوگ کیا کہیں گے؟ میرے نکاح کرنے کی وجہ سے اولاد نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے اور رشتے داروں کے بھی منہ چڑھے ہوئے ہیں تو کیا میرا یہ فعل از روئے شرع شریف قابل ملامت اور لائق نفرت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (سورۃ النور: ۳۲-۳۳)

(اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہوں، ان کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے اور ایسے لوگوں کو جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ اپنے نفس کی ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے، پھر نکاح کر لیں)

(۱) نبی رحمت: ص: ۵۶۵، ۵۶۴، ۵۶۳

اس آیت میں جو بھی بے نکاح ہوں، خواہ مرد خواہ عورت اور خواہ ابھی نکاح نہ ہوا ہو، یا بیوی کی وفات، یا طلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہوں تو ہدایت ہے کہ ان کا نکاح کر دیا کرو۔

نکاح کی بڑی فضیلت آئی ہے، جب کہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہو، نکاح بہت سی چھوٹی بڑی خرابیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، اس سے دین وایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔حدیث میں ہے:

عن أنس رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللّٰه فی النصف الباقی. (مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۶۸، کتاب النکاح)(۱)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نے نکاح کر لیا تو اس نے نصف دین کی تکمیل کا انتظام کر لیا اب اس کو چاہئے کہ باقی نصف میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے (تو اس حصے کی بھی حفاظت ہو جائے گی۔)

جو شخص بے نکاح ہو، اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مسکین مسکین مسکین، لیس له امرأة“. (غنیة الطالبین، ص: ۹۱)(۲)

(مسکین ہے، مسکین ہے، مسکین ہے، وہ شخص جس کی عورت نہیں ہے۔)

جو عورت بے نکاح ہو، اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج، قیل: یا رسول اللّٰه! إن کانت غنیة من المال، قال: وإن کانت غنیة من المال. (غنیة الطالبین، ص: ۹۶، فصل فی آداب النکاح)(۳)

(یعنی مسکینہ ہے، مسکینہ ہے، وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو پوچھا گیا اگر وہ مالدار ہو؛ تب بھی مسکینہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تب بھی وہ مسکینہ ہے۔)

نیز حدیث میں ہے: **”لیس شیء خیرا للمرأة من زوج أو قبر“.** (غنیة الطالبین: ۳۲/۱)

(یعنی عورت کے لیے آغوش شوہر، یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔)

حدیث میں ہے:

عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة. (رواہ مسلم)(مشکاۃ، ص: ۲۶۷، کتاب النکاح)(۴)

---

(۱) عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا تزوج العبد فقد کمل نصف الدین فلیتق اللّٰه فی النصف الباقی. (شعب الإیمان، فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیه من العون، رقم الحدیث: ۵۱۰۰، انیس)

(۲،۳) عَنْ أَبِی نَجِیحٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مِسْکِینٌ مِسْکِینٌ مِسْکِینٌ، رَجُلٌ لَیْسَ لَهُ امْرَأَةٌ، وَإِنْ کَانَ کَثِیرُ الْمَالِ مِسْکِینَةٌ مِسْکِینَةٌ مِسْکِینَةٌ، امْرَأَةٌ لَیْسَ لَهَا زَوْجٌ، وَإِنْ کَانَتْ کَثِیرَةَ الْمَالِ. (المعجم الأوسط للطبرانی، من اسمه محمد، رقم الحدیث: ۶۵۸۹، انیس)

(۴) صحیح لمسلم، باب خیر متاع الدنیا، رقم الحدیث: ۱۴۶۷، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۳۲۳۲، انیس

(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ساری کی ساری ایک تھوڑے سے فائدہ کی چیز ہے اور نیک بخت عورت دنیا کی عمدہ فائدہ مند چیزوں میں سے ہے۔)

عن أبی أمامة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه یقول: ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللّٰه خیراً له من زوجة صالحة إن أمرها أطاعته وإن نظر إلیها سرته‘ وإن اقسم علیها أبرته وانغاب عنها نصیحته فی نفسها ومالها. (روی ابن ماجة)(مشکاةالمصابیح،ص:۲۶۸ کتاب النکاح)(۱)

(حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک عورت سے زیادہ کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا اور نیک عورت کی علامت یہ ہے کہ شوہر کے حکم کی اطاعت کرے، شوہر دیکھے تو اس کو خوش کردے، اگر شوہر اس کے اعتماد پر قسم کھائے تو پوری کردے، شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت وآبرو کی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بغیر نکاح کے عبادات کامل نہیں ہوتیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ میری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں اور میری بیوی نہ ہوتو میں اس کو پسند کروں گا کہ نکاح کرلوں کہ اللہ پاک سے ملاقات شادی شدہ ہوکر کروں۔(۲)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیویوں کا طاعون میں انتقال ہوچکا تھا اور وہ خود بھی اسی مرض میں مبتلا تھے، پھر بھی فرمایا کہ میرا نکاح کردو، میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ پاک سے غیر متاہل ہوکر ملوں۔(۳)(از فضائل نکاح، ص:۱۶-۱۷،تالیف مولانا صدیق احمد باندوی مدظلہ)

لہذا نکاح ثانی کرلینا کوئی برا کام نہیں ہے، اولاد اور رشتہ دار خواہ کتنی ہی راحت کا انتظام کردیں؛ مگر جو خدمت بیوی کرسکتی ہے، دوسرے لوگ ایسی خدمت نہیں کرسکتے۔ بیماری کے زمانہ میں اور پیرانہ سالی اور ضعیفی کی عمر میں عورت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے، استنجا وغیرہ کی جو خدمت عورت انجام دے سکتی ہے، وہ خدمت نہ ماں انجام دے سکتی ہے، نہ بیٹی، نہ بہن، نہ کوئی اور، لہذا ضعیفی میں شادی کرنے والے کی خدمت کرنا اس کو برا بھلا کہنا، اس سے ناخوش رہنا بہت ہی بری بات ہے، گویا شریعت کے ایک حکم سے ناراض رہنا اور شریعت کے ایک حکم کی مذمت کرنا ہے، جن

(۱) سنن ابن ماجة،باب أفضل النساء،رقم الحدیث:۱۸۵۷،انیس

(۲) وقال ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: لَا یَتِمُّ نُسُکُ النَّاسِکِ حَتَّی یَتَزَوَّجَ.(إحیاء علوم الدین،کتاب آداب النکاح:۲/۲۳، دارالمعرفة بیروت،انیس)

وَکَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ یَقُولُ لو لم یبق من عمری إلا عشرة أیام لأحببت أن أتزوج لکیلا ألقی اللّٰه عزباً.(إحیاء علوم الدین،کتاب آداب النکاح:۲/۲۳،دارالمعرفة بیروت،انیس)

(۳) عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ مُعَاذٌ فِی مَرَضِهِ الَّذِی مَاتَ فِیهِ:زَوِّجُونِی، إِنِّی أَکْرَهُ أَنْ أَلْقَی اللَّهَ أَعْزَبًا.(مصنف ابن أبی شیبة،فی التزویج من کان یأمر،رقم الحدیث:۱۵۹۰۹،انیس)

عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو، عدت کے بعد اگر وہ اپنا نکاح کرنا چاہیں تو اللہ کا حکم یہ ہے کہ تم ان کو نکاح کرنے سے مت روکو، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (سورة البقرة: ٢٣٢)

(اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں، پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) پوری کر چکیں (اور عدت پوری کر کے کسی سے نکاح کرنا چاہیں، خواہ پہلے ہی شوہر سے، یا کسی دوسری جگہ) تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے شوہروں سے خواہ اول ہوں، یا ثانی) نکاح کر لیں، جب کہ باہم سب رضا مند ہو جائیں قاعدہ کے موافق۔)

جس طرح مطلقہ عورت کسی جگہ نکاح کرنا چاہے تو روکنا نہ چاہیے، اسی طرح مرد نکاح کرنا چاہے تو اس کو بھی روکنا نہ چاہیے، لہٰذا جو لوگ آپ کے نکاح ثانی سے ناراض ہیں، گویا وہ شریعت کے ایک حکم سے روگردانی کر رہے ہیں، ان کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور ناراضگی سے باز آنا چاہیے۔

حق تعالیٰ شریعت کے احکام پر چلنے کی اور اس سے راضی رہنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۶/۸-۱۵۸)

پہلی بیوی کی یاد میں زندگی گزارنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک سرحد کا رہنے والا دوست ہے، اس کی بیوی کا تین سال قبل انتقال ہو گیا۔ اب ہم دوستوں نے اسے بہت سمجھایا کہ دوسرا نکاح کر لو؛ مگر وہ کہتا ہے کہ میں پہلی بیوی کی یاد میں زندگی گزار لوں گا؛ مگر اس سے رخ نہیں موڑوں گا۔ مفتی صاحب ہمارا دوست ابھی جوان ہے، کیا اس کا اس طرح زندگی گزارنا جائز ہے؟

نیز اب وہ عورت جو مر گئی، اس کی نامحرم نہیں ہوگئی، کیا اس بات کا گناہ نہیں ہوگا کہ نامحرم کو سوچ سوچ کر زندگی گزار رہا ہے؟ واضح جواب عنایت فرمائیں۔

اسی طرح بعض احباب جب عشق مجازی میں ناکام ہو جائیں تو اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں اور نکاح نہیں کرتے، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ از راہِ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) شریعت مطہرہ نے بے نکاح کی زندگی، چاہے مرد کے لیے ہو، یا عورت کے لیے پسند نہیں فرمائی۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افراد پر جو بے نکاحی کی زندگی گزارنا چاہتے تھے، نکیر فرمائی ہے۔(۱) یہ خلافِ سنت اور اپنے آپ کو فتنے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

(۲) عام اوقات میں جب انسان نان نفقہ دینے پر قادر ہو تو نکاح کرنا اس کے لیے سنت ہے اور اگر بغیر نکاح کے اس کے کسی فتنے (زنا وغیرہ) میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو نکاح کرنا واجب ہے؛ اس لیے صورتِ مسئولہ میں اولاً تو آپ کے دوست کو چاہیے کہ وہ دوسرا نکاح کرلے اور اپنی آئندہ زندگی صلاح وتقوی سے گزارنے کی کوشش کرے۔

ثانیاً اگر پہلی بیوی کا خیال اس کے ذہن میں آتا ہے تو یہ معصیت نہیں؛ بلکہ وہ عورت چوں کہ ایک عرصہ اس کی رفیقہ حیات رہی ہے، لہٰذا یہ ایک لازمی امر ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت خدیجۃ الکبری کی وفات کے بعد ان کا خیال آتا تھا اور آپ ان کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر کرتے تھے، البتہ اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ اس عورت کی اچھی باتوں کا خیال آنا درست ہے، اس سے تلذذ اور تسکین کے حصول کی کوشش کرنا جائز نہیں۔ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے نکاحِ ثانی معین ہے۔

نیز وہ احباب جو عشقِ مجازی میں مبتلا ہو کر نامحرم عورتوں کے خیالات میں اپنی زندگی برباد کرتے ہیں، ایسے لوگ ایک حرام اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، ان پر اپنے عمل سے توبہ واستغفار کرنا واجب ہے۔ نامحرم لڑکی سے نکاح سے قبل روابط رکھنا جائز نہیں، ایسے حضرات کو چاہیے کہ نکاحِ مسنون کریں اور صلاح کی زندگی گزارنے کا عزم کریں۔

لمافی مشکاۃ المصابیح (۱۸/۱): عن أبی هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه تعالى تجاوز لی عن أمتی ما وسوست به صدورها ما لم تعمل به أو تكلم. (۲)

وفی المرقاة (۲۳۸/۶): (وعن سعد بن أبی وقاص قال ردّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل) ای الانقطاع عن النساء وكان ذلک من شريعة النصاری فنهی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم عنه أمته ليكثر النسل ويدوم الجهاد، الخ.

وفی حاشية المشكاة (۱۸/۱): وظاهر الحديث ان العبد لايؤاخذ مالم يعمل وان هم بمعصية وعزم عليها واليه ذهب بعض العلماء أخذا بظاهر الحديث والصواب الذی عليه اكثر الفقهاء والمحدثين أنه يؤاخذ علی العزم دون الهم.

---

(۱) عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح لمسلم، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، رقم الحديث: ۱۴۰۱، مسند البزار، مسند أبی حمزة أنس بن مالک، رقم الحديث: ۶۸۰۷، سنن النسائی، باب النهی عن التبتل، رقم الحديث: ۳۲۱۷، انيس)

(۲) صحيح البخاری، باب الخطأ والنسيان، رقم الحديث: ۲۵۲۸، صحيح لمسلم، باب تجاوز اللّٰه عن حديث النفس والخواطر، رقم الحديث: ۱۲۷، انيس

وفی المرقاة (۱۸٦/٦): ثم قال بعضهم هو واجب بالإجماع لأنه يغلب على الظن أو يخاف الوقوع في الحرام وفى النهاية ان كان له خوف وقوع الزنا بحيث لا يتمكن من التحرز الا به كان فرضا وعند خوف الجور مكروه وأما فى حالة الاعتدال فداؤد واتباعه من أهل الظاهر على أنه فرض عين على القادر على الوطء والانفاق تمسكا بقوله تعالى فانكحوا ما طاب لكم من النساء، واختلف مشائخنا فقيل: فرض كفاية، وقيل: واجب على الكفاية، وقيل: مستحب، وقيل: سنة مؤكدة وهو الأصح.

وفى فتح القدير (۱۱۱/۲): فروع لا يغسل الزوج امرأته ولا أم الولد سيدها خلافا للشافعى فى الأول، ولزفر فى الثانى، لأنهما صارتا أجنبيتين وعدة أم الولد للاستبراء لا أنها من حقوق الوصلة الشرعية بخلاف عدة الزوجية فلذا تغسل هى زوجها وإن كانت محرمة أو صائمة أومظاهرامنها إلا أن تكون معتدة عن نكاح فاسد. (نجم الفتاویٰ:۱۱/۴-۱۲)

نکاح موجب اجر ہے اور اس پر اعتراض خلاف شریعت ہے:

سوال: میری عمر ۲۲ر سال ہے اور خدمت سجادہ نشینی مدار صاحب پر مامور ہوں، اب میرے بزرگان و مربیان کو میرے نکاح کا خیال مطابق رسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا ہے وبلحاظ عمر وبتقاضائے سن خود میری طبیعت کا اس طرف میلان ورجحان ہے؛ مگر چند اشخاص اعتراض کرتے ہیں کہ سجادہ نشینی مدار صاحب کا نکاح کرنا فعل عبث؛ بلکہ ممنوع وخلاف شرع ہے۔ آیا یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

اعتراض معترضین اور خلاف شریعت ہے، حکم ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ﴾ (۱) عام ہے، (۲) اور حکم حدیث ''النكاح سنتى'' سب کو شامل ہے۔ (۱) پس نکاح کرنے میں اجر وثواب واتباع سنت ہے، (۲) اور بحالت ضرورت

---

(۱) سورة النساء: ۳، انیس

(۲) فمعنى قوله: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع﴾ لينكح كل فرد منكم ما طاب له من النساء اثنين اثنين وثلاثا ثلاثا وأربعا أربعا، هذا مايقتضيه لغة العرب. (فتح البيان فى مقاصد القرآن: ۱۷/۳، المكتبة العصرية للطباعة بيروت، انيس)

وقد تقدم أن الخطاب فى قوله تعالىٰ: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء﴾ فى الآية الأولىٰ لعموم الأمة غير أن الشرط بالعدل جعله خاصة بالعادلين منه وهم النابغون الذى يقتدرون على إتيان العدل بين النساء لوفور عقلهم، والغاية من أمر هذا الصنف من المسلمين أن يتزجوا بأكثر من واحدة إلى أربعهو تكثير نسلهم ليستفيد من كثرة أمثالهم المجتمع كما أسلفنا، الخ. (محاسن القرآن: ۲٤/۳، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(۱) (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة) حدیث میں الفاظ یہ آئے ہیں: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى. (متفق عليه) (مشكاةالمصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ظفير مفتاحى) (عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، ==

نکاح نہ کرنا موجب خوف مصیبت ہے۔(۱) فقط (یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے کہ مدار صاحب کے سجادہ کا نکاح کرنا خلاف شرع، یا ممنوع ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۳-۴۴)

نکاح ثانی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری اہلیہ مرحومہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میری طبیعت گھبراتی ہے، مجھے ایک لاٹھی کی ضرورت ہے، بفضلہ تعالیٰ میری صحت بھی اچھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے عبادت کرنے کی توفیق بخشی ہے اور اس فتنہ کے دور میں میں سلامتی والی زندگی گزارنا چاہتا ہوں اور ہندوستان میں نکاح ثانی کرنا عیب سمجھتے ہیں، لہٰذا شرعی حکم فرما کر جواب مرحمت فرمائیں؟

(المستفتی: عبدالمنان، مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نکاح ثانی کی اجازت ہے، بشرطیکہ بیوی کے جملہ حقوق ادا کرنے پر قادر ہو؛ لہٰذا اس پر گھر کے دوسرے رشتہ دار اور اولاد کا اعتراض کرنا درست نہیں ہے۔

== فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، رقم الحديث: ١٤٠١، صحيح البخاری، باب الترغيب فی النكاح ٥٠٦٣، مسند البزار، مسند أبی حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث: ٦٨٠٧، سنن النسائی، باب النهی عن التبتل، رقم الحديث: ٣٢١٧، انيس)٫

قَوْلُهُ: (النِّكَاح) أَیْ طَلَبِ النِّسَاءِ بِالْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ فِي الدِّينِ (مِنْ سُنَّتِي) مِنْ طَرِيقَتِي الَّتِي سَلَكْتُهَا وَسَبِيلِي الَّتِي نَدَبْتُهَا (فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي) رَغْبَةً وَإِعْرَاضًا عَنْهَا وَقِلَّةَ مُبَالَاةٍ بِهَا فَلَا يَشْمَلُ الْحَدِيثُ مَنْ يَتْرُكُ النِّكَاحَ لِعَدَمِ تَيَسُّرِ الْمُؤَنِ أَوْ لِلِاشْتِغَالِ بِالْعِبَادَةِ وَنَحْوِ ذَلِكَ (فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ) أَیْ مُفَاخِرٌ بِكَثْرَتِكُمْ. (حاشية السندی علی سنن ابن ماجة، باب ماجاء فی فضل النكاح: ١/٥٦٧، دارالجيل بيروت، انيس)

(٢) عن أنس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أراد ان يلقى الله طاهراً مطهراً فليتزوج الحرائر. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح: ٢٦٨) (سنن ابن ماجة، باب تزويج الحرائر، رقم الحديث: ١٨٦٢، انيس)

ويكون النكاح واجبا عند التوقان، الخ، ويكون سنة مؤكدة فی الاصح، الخ، حال الاعتدال، الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ٢/٣٥٨. ظفير)

حاشية صفحه هذا:

(١) ويكون النكاح واجبا عند التوقان تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية. (الدر المختار) (قوله: عند التوقان، الخ): والمراد شدة الاشتياق، كمافی الزيلعی: أی بحيث يخاف الوقوع فی الزنا لولم يتزوج إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور بحرف، قلت: وكذا فيما يظهر لو كان لايمكنه منع نفسه من النظر المحرم أو عن الاستمناء بالكف فيجب التزوج وإن لم يخف الوقوع فی الزنا. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ٢/٣٥٧-٣٥٨، ظفير مفتاحی)

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾(سورة النساء:٣)

ويكون سنة مؤكدة في الأصح حال الإعتدال أي القدرة على وطء ومهر ونفقة. (شامي، كتاب النكاح، كراتشي: ٣/٧،زكريا: ٤/٥٦)**فقط والله سبحانه وتعالىٰ أعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳؍رجب ۱۴۱۹ھ۔(الف فتویٰ نمبر:۳۴؍۵۸۵۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳؍۷؍۱۴۱۹ھ۔(فتاویٰ قاسمیہ:۱۲؍۷۳۳)

بیوی کے لیے نکاحِ ثانی:

سوال: زید کی عورت بیوہ ہوگئی، وہ یہ چاہتی ہے کہ میں اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دوں؛ یعنی نکاحِ ثانی نہ کروں۔ یہ ڈر ہے کہ کہیں قیامت میں ماخوذ نہ ہوں، چوں کہ وہ جانتی ہے کہ نکاحِ ثانی کرنا سنت ہے۔ فرمایئے اس صورت میں جب کہ وہ صوم وصلوۃ پر قائم ہے، بوجہ نکاحِ ثانی نہ کرنے کے مستحقِ عذاب ہوگی، یا نہیں؟

(محمد یامین، ۳۰؍جمادی الثانیہ ۱۳۵۶ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں؛ بلکہ اطمینان سے زندگی بسر کر سکتی ہے تو اس کے ذمہ نکاحِ ثانی ضروری نہیں اور نکاحِ ثانی نہ کرنے سے مستحقِ عذاب نہ ہوگی؛ تاہم اگر سنت سمجھ کر کرلے گی تو ثواب کی مستحق ہوگی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴؍۷؍۱۳۵۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷؍رجب المرجب ۱۳۵۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰؍۵۲۷-۵۲۹)

---

(۱) "ويكون واجبا عند التوقان وسنة عند الاعتدال". (الدر المختار، كتاب النكاح: ٣/٦-٧، سعيد)

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ (رضي الله عنه) بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ، فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ١٤٠٠، انيس)

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَأَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ: إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنَّا فَاصْنَعْ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحَ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِكُمْ، عُزَّابُكُمْ آبَاءٌ لِلشَّيَاطِينِ تَمَرَّسُونَ، مَا لَهُمْ فِي نَفْسِي سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولٰئِكَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّئُونَ مِنَ الْخَنَا وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَيُّوبَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ، قَالَ: ==

بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم:

سوال: پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جس بیوہ کا چھوٹا بچہ ہو تو اس کے لیے نکاح ثانی کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ کیا بیوہ عورت کا چھوٹے بچے کی وجہ سے نکاح ثانی نہ کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح کرنا، یا نہ کرنا انسان کا ذاتی فعل ہے۔ بیوہ کو عدت وفات کے بعد دوسرا نکاح کرنے کی شرعا اجازت ہے، اس کو رواج، یا رسم کی وجہ سے نہ روکا جائے؛ تاہم اگر کوئی بیوہ عورت اپنی اولاد کی پرورش کے لیے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ان امراۃ قالت: یارسول اللّٰہ! إن ابنی ھٰذا کان بطنی له وعاء وثدی لهٗ سقا وحجری له حواء وإن أباہ طلقنی وأراد أن ینزعه منی، فقال علیه السلام: أنت أحق به ما لم تنکحی. (رواہ أحمد وأبوداؤد)(مشکاۃ: ۳۹۲/۲، کتاب النکاح)(۱)

== فَقَالَ: وَمَا الْکُرْسُفُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: رَجُلٌ کَانَ فِی بَنِی إِسْرَائِیلَ عَلَی سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ یَصُومُ النَّهَارَ وَیَقُومُ اللَّیْلَ، لَا یَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِیَامٍ، ثُمَّ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ بِاللّٰهِ الْعَظِیمِ فِی سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَکَ مَا کَانَ عَلَیْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ فَتَدَارَکَهُ اللّٰهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، فَتَابَ عَلَیْهِ وَیْحَکَ یَا عَکَّافُ تَزَوَّجْ فَإِنَّکَ مِنَ الْمُذَبْذَبِینَ، قَالَ: فَقَالَ عَکَّافٌ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَا أَبْرَحُ حَتَّی تُزَوِّجَنِی مَنْ شِئْتَ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَقَدْ زَوَّجْتُکَ عَلَی اسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَکَةِ کَرِیمَةَ بِنْتَ کُلْثُومٍ الْحِمْیَرِیِّ. (مسند أبی یعلی الموصلی، حدیث عطیة بن بسر، رقم الحدیث: ۶۸۵۶، انیس)

(یَجِبُ عِنْدَ التَّوَقَانِ) وَهُوَ الشَّوْقُ الْقَوِیُّ، وَالْمُرَادُ بِالْوَاجِبِ اللَّازِمُ فَیَشْمَلُ الْفَرْضَ وَالْوَاجِبَ فَإِنَّهُ یَکُونُ وَاجِبًا عِنْدَ عَدَمِ خَوْفِ الْوُقُوعِ فِی الزِّنَا وَإِنْ کَانَ بِحَیْثُ لَوْ لَمْ یَتَزَوَّجْ لَا یَحْتَرِزُ عَنْهُ فَرْضًا بِشَرْطِ أَنْ یَمْلِکَ الْمَهْرَ وَالنَّفَقَةَ؛ لِأَنَّ مَا لَا یُتَوَصَّلُ إِلَی تَرْکِ الْحَرَامِ إِلَّا بِهِ یَکُونُ فَرْضًا وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنْ أَشْیَاخِنَا إِلَی أَنَّهُ فَرْضُ کِفَایَةٍ وَذَهَبَ آخَرُونَ إِلَی أَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَی الْکِفَایَةِ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ هُوَ مُبَاحٌ؛ لِأَنَّهُ مِنْ جُمْلَةِ الْمُعَامَلَاتِ. (وَیُکْرَهُ عِنْدَ خَوْفِ الْجَوْرِ) أَیْ عِنْدَ عَدَمِ رِعَایَةِ حُقُوقِ الزَّوْجِیَّةِ لِأَنَّ مَشْرُوعِیَّتَهُ إِنَّمَا هِیَ لِتَحْصِینِ النَّفْسِ وَتَحْصِیلِ الثَّوَابِ بِالْوَلَدِ وَالَّذِی یَخَافُ الْجَوْرَ یَأْثَمُ وَیَرْتَکِبُ الْمُحَرَّمَاتِ فَتَنْعَدِمُ الْمَصَالِحُ لِرُجْحَانِ هٰذِهِ الْمَفَاسِدِ وَقَضِیَّتُهُ الْحُرْمَةُ إِلَّا أَنَّ النُّصُوصَ لَمْ تَنْهَضْ بِهَا فَقُلْنَا بِالْکَرَاهَةِ. (وَیُسَنُّ مُؤَکَّدًا حَالَةَ الِاعْتِدَالِ) وَهُوَ الْأَصَحُّ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "النِّکَاحُ سُنَّتِی فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی. وَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْأُمَمَ. وَذَهَبَ دَاوُد وَأَتْبَاعُهُ مِنْ أَهْلِ الظَّاهِرِ إِلَی أَنَّهُ فَرْضُ عَیْنٍ عَلَی الْقَادِرِ عَلَی الْوَطْءِ وَالْإِنْفَاقِ تَمَسُّکًا بِظَاهِرِ قَوْلِهِ تَعَالَی ﴿فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء: 3) وَقَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: لِعَکَّافِ بْنِ خَالِدٍ أَلَکَ امْرَأَةٌ قَالَ: لَا، قَالَ: تَزَوَّجْ، فَإِنَّکَ مِنْ إِخْوَانِ الشَّیَاطِینِ، وَفِی رِوَایَةٍ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَی، وَفِی آخِرِهِ شِرَارُکُمْ عُزَّابُکُمْ وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِکُمْ عُزَّابُکُمْ وَیْحَکَ یَا عَکَّافُ، وَالْحُجَّةُ عَلَیْهِمْ عَدَمُ ذِکْرِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِینَ ذَکَرَ أَرْکَانَ الدِّینِ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ، وَلَوْ فَرْضًا أَوْ وَاجِبًا لَذَکَرَهُ وَیُسْتَحَبُّ مُبَاشَرَةُ عَقْدِ النِّکَاحِ فِی الْمَسْجِدِ وَکَوْنُهُ فِی یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاخْتَلَفُوا فِی کَرَاهَةِ الزِّفَافِ فِیهِ وَالْمُخْتَارُ لَا یُکْرَهُ إِذَا لَمْ یَشْتَمِلْ عَلَی مَفْسَدَةٍ دِینِیَّةٍ. (مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب النکاح: ۳۱۶/۱-۳۱۷، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

(۱) سنن أبی داؤد، باب من أحق بالولد، رقم: ۲۲۷۶، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم: ۶۷۰۷، مصنف عبدالرزاق، رقم: ۱۲۵۹۶، سنن الدارقطنی، رقم الحدیث: ۳۸۰۸، المستدرک للحاکم: ۲۸۳۰، انیس)

وفی الهندية:ولوتزوّجت الام بزوج آخر وتمسک الصغيرة معها أم الأم فی بيت الأب فللأبّ أن ياخـذها منها صغيرة عند جدّة تخون حقّها فلعماتها أن تأخذها منها إذا طهرت خيانتها. (الفتاویٰ الهندية: ١/٥٤٥،الباب السادس عشر فی الخصانة) (فتاوی حقانیہ:۴/۳۰۴)

حکم منع ثیبات از نکاح ثانی:

سوال: بیوہ عورتوں کونکاح ثانی سے روکنا؟

الجواب

فلما قال اللّٰه تعالیٰ:﴿ وَإِذَا طَـلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِکَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(الآية)(۱)

وقال اللّٰه تعالیٰ:﴿ وَأَنْـكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾(الآية)(۲)

وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: يا علی لا تؤخر ثلثاً، وعد منها:الأيم إذاوجدت لها كفواً. (الحديث)(۳)

اوراگراس کوعار وعیب وننگ سمجھتا ہےتو خوف کفر ہے۔

لـقـوله تعالیٰ ﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا يُـؤْمِـنُـونَ حَتَّـى يُـحَـكِّـمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(الآية)(۴)

ولقوله عليه السلام:لايؤمن أحدكم حتیٰ يكون هواه تبعاًلماجئت به. (الحديث)(۵)(امدادالفتاویٰ جدید:۲/۲۶۲)

---

(۱) سورة البقرة:232،انيس

(۲) سورة النور:32،انيس

(۳) عَنْ مُـحَـمَّـدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبرضی اللّٰه عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا:الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ،وَالجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا.(سنن الترمذی،باب ماجاء فی الوقت الأول من الفضل،رقم الحديث: ١٧١،مسند الإمام أحمد،مسند علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه،رقم الحديث:٢٨٢٨،المستدرک للحاكم،كتاب النكاح،رقم الحديث:٢٦٨٦،انيس)

(۴) عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ،أَنَّهُ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الحَرَّةِ، الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ المَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ؟ فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ:أَسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ المَاءَ إِلَى جَارِکَ، فَغَضِبَ الأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِکَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ:اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ المَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الجَدْرِ،فَقَالَ الزُّبَيْرُ:وَاللَّهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِکَ:﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾(سورةالنساء:65) (صحيح البخاری، باب سكر الأنهار،رقم الحديث: ٢٣٥٩،انيس)

(۵) السنة لابن أبی عاصم،باب مايحب أن يكون هواه تبعا لما جئت به،رقم الحديث:١٥،انيس

بیوہ بچہ والی عورت کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: سنا ہے کہ بیوہ عورت بچہ والی کا نکاح جائز نہیں ہے۔ایسی عورت کو نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر بیوہ عورت بیوہ اولاد کی پرورش کے نکاح ثانی اپنا نہ کرے،اس کو ثواب ملتا ہے؛لیکن نکاح کرنا درست ہے، نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ؛ بلکہ اس زمانہ میں چوں کہ نکاح ثانی کو عیب سمجھتے ہیں ؛اس لیے ضرور کرنا چاہیے اور ثواب زیادہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۴۵)

بیوہ کا نکاح ثانی:

سوال: مرحوم محمد رشید صاحب کی زوجہ نکاح ثانی کی بھی عمر رکھتی ہیں،ان حالات میں نکاح ثانی کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز نکاح ثانی کرانے کی ذمہ داری کس پر ہے،اگر اس کے والدین موجود ہوں، پھر بھی وہ اس جانب متوجہ نہ ہوں تو مرحوم کے ورثا واقارب کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟ (نظام الدین، دہلی)

الجواب

اسلام بیوگی کی زندگی کو پسند نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ خواتین بے نکاح نہ رہیں ؛(۲) اس لیے ان کے والدین کو توجہ کرنا چاہیے اور وہ متوجہ نہ ہوں تو دوسرے اقربا ورشتہ داروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے، البتہ عورت پر اس معاملہ میں جبر نہیں کرنا چاہیے۔(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۲۱)

نکاح بیوگان کو حق جان کر،اس کی مخالفت کرنے والا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے کہ

---

(۱) أن امرأة قالت: يارسول اللّٰه ! إن ابنى هذا كان بطنى له وعاء وتدى له سقاء وحجرى له حواء وإن أباه طلقنى وأراد أن ينزعه منى، فقال لها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أنت أحق به مالم تنكحى.(رواه أحمد وأبوداؤد) (مشكاة المصابيح: ۲۹۳)(عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنِى هَذَا كَانَ بَطْنِى لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِى لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِى لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِى، وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّى، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِى.(سنن أبى داؤد،باب من أحق بالولد،رقم: ۲۲۷۶،مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم: ۶۷۰۷،مصنف عبدالرزاق،رقم: ۱۲۵۹۶،سنن الدارقطنى،رقم الحديث: ۳۸۰۸،المستدرك للحاكم: ۲۸۳۰،انيس)

اور ارشاد ربانی ہے:﴿وانكحوا الايامىٰ منكم﴾(سورة النور: ۴۰،ظفير)

(۲) ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾(سورة النور: ۳۲)الْأَيَامَى جَمْعُ أَيِّمٍ، وَيُقَالُ ذَلِكَ لِلْمَرْأَةِ الَّتِى لَا زَوْجَ لها وللرجل الذى لا زوجة له، سواء كَانَ قَدْ تَزَوَّجَ ثُمَّ فَارَقَ أَوْ لَمْ يَتَزَوَّجْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا، حَكَاهُ الْجَوْهَرِيُّ عَنْ أَهْلِ اللغة، يقال رجل أيم وامرأة أيم.(تفسير ابن كثير،سورة النور: ۶/۴۷،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

یہ قرآن شریف سے ثابت اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، عیب اور بے عزتی سمجھتا ہے اور اس کے کرنے والے کو بے غیرت اور کمینہ کہتا ہو، یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں؛ مگر چوں کہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں، اس واسطے ہم اس کو عار اور ننگ جانتے ہیں اور اس کے مرتکب کو حسب رواج اپنی قوم کے نام رکھتے ہیں اور کم ذات کہتے ہیں۔اب ان دونوں صورتوں میں مطابق شرع شریف کے ایسے شخص کا کیا حکم ہے، اس شخص کے ساتھ معاملہ رشتہ ناطہ کا کرنا، یا شادی غمی میں اس کے شامل ہونا، یا اس کے جنازہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا، کیسا ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

حکم حق تعالیٰ کو، (۱) یا کسی طریقہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سبب، یا موجب بے عزتی کا جانے، یا اس کے کرنے والے کو بے غیرت کہے، وہ ملعون کافر ہے اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی اور مرتد ہے اور باوجود اعتراف اس امر کے، یہ حکم حق تعالیٰ کا اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا سبب جانتا ہے، یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے۔وہ شقی ملعون، اپنے رواج کفر کو، خدا تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے، پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین حق ہے اور اس سے رشتہ رکھنا ہرگز جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس سے علاحدہ ہو جاوے اور اس کو مبغوض ترین حق تعالیٰ کا جان کر اس کا دشمن ہو جاوے اور اس کے جنازہ کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے۔(كذا فی كتب الحديث والفقه والعقائد) (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۳) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۳)

(۱) اصل میں ''کو پاکے'' لکھا ہے، ص:۵۰؛ مگر بظاہر اس میں کتابت کی غلطی ہے؛ اس لیے درست کر دیا۔[نور]

(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ o لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (سورة التوبة:٦٥-٦٦)

قَوْلُه تَعَالَى: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ إلى قوله: ﴿إِنْ نَعْفُ﴾ فِيهِ الدَّلَالَةُ عَلَى أَنَّ اللَّاعِبَ وَالْجَادَّ سَوَاءٌ فِي إِظْهَارِ كَلِمَةِ الْكُفْرِ عَلَى غَيْرِ وَجْهِ الْإِكْرَاهِ؛ لِأَنَّ هَؤُلَاءِ الْمُنَافِقِينَ ذَكَرُوا أَنَّهُمْ قَالُوا مَا قَالُوهُ لَعِبًا، فَأَخْبَرَ اللَّهُ عَنْ كُفْرِهِمْ بِاللَّعِبِ بِذَلِكَ، وَرُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ أَنَّهُمْ قَالُوا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ: أَيَرْجُو هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَفْتَحَ قُصُورَ الشَّامِ وَحُصُونَهَا؟ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ فَأَطْلَعَ اللَّهُ نَبِيَّهُ عَلَى ذَلِكَ، فَأَخْبَرَ أَنَّ هَذَا الْقَوْلَ كُفْرٌ مِنْهُمْ عَلَى أَيِّ وَجْهٍ قَالُوهُ مِنْ جِدٍّ أَوْ هَزْلٍ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى اسْتِوَاءِ حُكْمِ الْجَادِّ وَالْهَازِلِ فِي إِظْهَارِ كَلِمَةِ الْكُفْرِ، وَدَلَّ أَيْضًا عَلَى أَنَّ الِاسْتِهْزَاءَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَبِشَيْءٍ مِنْ شَرَائِعِ دِينِهِ كُفْرٌ مِنْ فَاعِلِهِ. (أحكام القرآن، مطلب فی أن تعلم العلم أفضل أم الجهاد:۳/۱۸۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) یہ فتویٰ ہندوستان کے ممتاز علماء اور اہل فتویٰ کی تصدیقات کے ساتھ، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں، اشتہار کی صورت میں، مطبع مجتبائی دہلی سے سنہ ۱۳۰۶ھ (۸۹-۱۸۸۸ء) میں چھپا تھا۔یہ فتویٰ مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی کی تالیف ''میرے والد ماجد'' میں درج ہے، ص:۴۹، تا ۵۱ (طبع اول، کراچی:۱۹۷۵ء)

اگر چہ یہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی، ص:۷/ جلد سوم اور فتاویٰ رشیدیہ شائع کردہ محمد علی تاجران کتب کراچی میں شامل ہے، ص ۱۸۴-۱۸۵ مگر مجموعہ تالیفات رشیدیہ۔(لاہور:۱۴۱۲ھ) میں درج نہیں؛ اسی لے یہاں شامل کر لیا گیا۔(میرے والد ماجد، تالیف مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندیؒ۔ص:۴۹ سے ص:۵۱ تک (دارالاشاعت کراچی:۱۹۷ء)[نور]

بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنے والوں کے ہاں بیٹی کا عقد کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک موضع کے مسلمان بیوہ کی شادی کو بہت معیوب سمجھتے ہیں اور اس پر انہیں ضد اور اصرار بھی ہے، بعض بیوائیں مجبور ہو کر بدچلن ہو کر فرار ہو گئیں؛ مگر انہیں اس رسم کی پابندی کے آگے سب کچھ گوارا ہے تو ایسے گاؤں میں اس خیال کے مسلمانوں کو اپنی بیٹی بیاہنا درست ہے، یا ناجائز ہے؟

(المستفتی: ۲۰۳۵: مسلمانان مسوری ڈاسنہ (میرٹھ) ۱۲/رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۷/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

بیوہ عورتوں کی دوسری شادی کو معیوب سمجھنا بڑا سخت گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے بیوہ عورتوں کے نکاح کر دینے کی بہت ترغیب دی اور تاکید ہے۔(۱) ہمارے آقا سرتاج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام نکاح بیواؤں کے ساتھ ہی کئے۔ بیوگی کی وجہ سے اور دوسرا نکاح معیوب سمجھ کر نہ کرنے کی حالت میں جو بیوائیں گناہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں، اس کا وبال اور گناہ ان لوگوں کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے، جو نکاح بیوگان کو عیب سمجھتے ہیں اور بیوگان کو نکاح کرنے نہیں دیتے ہیں۔ اگر مسلمان ایسے لوگوں سے زجراً مقاطعہ کر لیں اور اپنی بیٹیاں ان کو نہ دیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۲) واللّٰہ عندہ حسن الثواب لمن تاب وأناب

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۰۰/۵)

نکاح ثانی کو رسم کی وجہ سے عیب جاننا گناہ ہے:

سوال: جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم امر کے کہ قرآن سے یہ ثابت ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے، عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور جو شخص اس کی نسبت لوگوں کو ترغیب دے اور وعظ و نصیحت کرے تو اس کے ساتھ وہ دنگہ فساد کے لیے آمادہ ہو اور اس عمل کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو، یا یہ کہتا ہو کہ ہم اس کو حق سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جانتے ہیں؛ مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں، اس واسطے اس کو عار و ننگ جانتے ہیں۔

الجواب

یہ ظاہر ہے کہ نکاح ثانی شرعاً جائز و مستحب ہے،(۳) اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے،

---

(۱) ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ﴾ (سورۃالنور: ۳۲) قال ابن کثیر فی تفسیرہ: والأیامی جمع ایم ویقال ذلک للمرأة التی لازوج لها وللرجل الذی لا زوجة سواء قد تزوج ثم فارق أو لم یتزوج واحد منهما.(تفسیر ابن کثیر: ۲۸٦/۳، سهیل اکادمی لاهور)

(۲) ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾(سورة الأنعام:٦٨)

(۳) ﴿وانکحوا الایامیٰ منکم﴾(سورة النور: ٤٠)

جمع أیم وهی من لیس لهازوج بکراً کانت أو شیباً ومن لیس له زوجة.(تفسیر الجلالین:۲۹۸، ظفیر)

اس کو بوجہ عدم رواج قومی کے عیب اور ننگ جاننا جہالت کی بات ہے اور گنہ سخت ہے،(۱) اور جب کہ اس فعل کو اچھا جانتا ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت جانتا ہے تو پھر اس کی اور بھی زیادہ جہالت ہے کہ بوجہ رواج قومی کے اس کو برا سمجھے، یہ امر نہایت قبیح ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے اور ترغیب نکاح ثانی دینے والے کو بھی یہ چاہیے کہ سختی سے کام نہ لے؛ بلکہ بہ نرمی وملاطفت بتدریج لوگوں کو سمجھانا چاہیے، **کما قال اللّٰہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ﴿ادع إلیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة﴾**(سورة النحل: ۱۲۵)

پس جس جگہ شر اور فساد کا خوف ہو وہاں سے علاحدہ ہو جاوے؛ کیوں کہ امر بالمعروف کے لیے بھی موقع اور محل ہے اور شرائط وخصوصیات ہیں کہ بدون اس کے امر بالمعروف سے نفع نہیں ہوتا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۴-۴۵)

بیوہ سے نکاح وجہ ناراضی نہیں ہونا چاہیے:

سوال: زید نے ایک بیوہ خاندانی مسماۃ ہندہ سے عقد کرلیا ہے، اہل خاندان اس پر ناراض ہیں اور انواع واقسام سے نقصان رسانی کے درپے۔ جمعہ کے روز ایک واعظ نے دوران وعظ میں یہ بیان کیا کہ جس سنت کے اجرا سے فتنہ آوے، اس پر عمل کرنا ناجائز ہے اور مثال میں ایک واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا کہ خانہ کعبہ کی دیوار خمیدہ تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے خوف سے اس کو سیدھا نہیں فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کر اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا کہ سیدھا کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، لہذا اس کو اسی حالت پر چھوڑتا ہوں۔ نظر برحالات معروضہ بالا زید متردد ہے کہ یہ روایت اس کے حال پر منطبق ہو کہ عنداللہ اس کا مواخذہ دار تو نہیں ہوگا؟ اور اگر خدانخواستہ مواخذہ دار ہے تو اب کیا کرنا چاہیے کہ آخرت کے مواخذہ سے بری ہو؟

الجواب

بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً کسی طرح معیوب اور سبب طعن وناراضی کا نہیں ہونا چاہیے؛ کیوں کہ نکاح بیوہ کا آیات واحادیث وعمل مستمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ سے ثابت ہے۔ طعن کرنے والا اس پر اور ناراض ہونے والا مخالف ہے حکم خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، جو لوگ اہل خاندان اس نکاح کی وجہ سے ناراض ہیں اور درپے ایذاء رسانی کے ہیں، اگر یہ ناراضی اور ایذاء رسانی محض اس وجہ سے ہے کہ بیوہ کے نکاح کو وہ معیوب اور سبب عار کا جانتے ہیں تو سخت جہالت اور معصیت ہے، ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے، ورنہ خوف کفر ہے۔ اس واعظ کا بیان صحیح نہیں، اس نے جو مسئلہ بتلایا، وہ بھی غلط ہے اور جو مثال میں واقعہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا، وہ بھی غلط ہے۔ وہ واقعہ اس طرح نہیں ہے، جو اس نے بیان کیا؛ بلکہ کتب حدیث مسلم شریف وابوداؤد وترمذی شریف میں وہ واقعہ اس طرح وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ نذر کی تھی کہ اگر مکہ معظمہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فتح ہوگیا تو میں

---

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں عموماً بیوہ عورتیں تھی، اسی طرح بہت سے صحابہ کرام نے بیواؤں سے شادیاں کیں۔ (ظفیر)

(۲) رأی فی ثوب غیرہ نجسا مانعا إن غلب علی ظنہ أنہ لو أخبرہ إذا لها وجب وإلالا، فالأمر بالمعروف علی هذا. (الدر المختار) وإن علم أنہ لایتعظ وینزجو بالقول ولا بالفعل ولو باعلاسلطان أو زوج أو والد لہ قدرة علی المنع لا یلزم ولا یاثم بترکہ. (ردالمحتار، قبیل کتاب الصلواة: ۱/۳۲۵، ظفیر)

دو رکعت خانہ کعبہ کے اندر پڑھوں گی، جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حطیم کے اندر داخل کیا اور یہ فرمایا کہ حطیم میں دو رکعت ادا کرلو؛ کیوں کہ حطیم بھی بیت اللہ میں سے ہے، تمہاری قوم نے بہ سبب قلت خرچ بوقت تعمیر حطیم کو خانہ کعبہ سے خارج کر دیا، اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت سے قریب نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر از سر نو بناء ابراہیمی کے موافق بناتا اور حطیم کو خانہ کعبہ کے اندر داخل کرتا اور چوکھٹ خانہ کعبہ کو زمین سے ملا دیتا اور دو دروازے خانہ کعبہ کے کرتا، ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی اور اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ایسا ہی کروں گا۔(۱)

معلوم ہوا کہ اس واعظ نے جو واقعہ بیان کیا، وہ صحیح نہیں ہے اور نہ اس میں فتنہ کے خوف سے کسی سنت کے ترک کرنے کا ذکر ہے؛ بلکہ غرض آپ کی یہ تھی کہ قوم قریش چوں کہ ابھی اسلام لائی ہے، زمانہ کفر اور جاہلیت قریب ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کے ایمان واسلام میں کچھ خلل واقع ہو۔ ادھر فی الحال خانہ کعبہ کا متغیر کرنا امر ضروری نہیں ہے اور پھر آپ کی وفات اس سے پہلے ہی ہوگئی۔ الغرض اس واقعہ کو مسئلہ نکاح بیوہ سے کچھ مناسبت نہیں ہے، کسی امر دینی کو اس وجہ سے کہ لوگ ناراض ہوں گے، چھوڑ نا جائز نہیں ہے اور زید پر اس نکاح کی وجہ سے کچھ مواخذہ نہیں ہے؛ بلکہ وہ ماجور ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸/۷-۴۹)

بیوہ، یا مطلقہ کو اپنے والد کے حکم سے نکاح ثانی فرض ہوجاتا ہے، یا نہیں:

سوال: بیوہ، یا مطلقہ کو اپنے والد کے حکم سے نکاح ثانی کرنا فرض ہوجاتا ہے، یا نہیں؟ دراں صورت کہ وہ کسی وجہ سے شرعی معذور بھی نہیں اور ایسی صورت میں وہ انکار کرنے سے کافر ہے، یا نہیں؟ اور یہ بھی عرض ہے کہ ایسی قوم کی عورت ہے جو رسماً ورواجاً نکاح ثانی کو معیوب اور برا جانتی ہے؟ والسلام

الجواب

ماں باپ کے حکم سے ہر کام واجب نہیں ہو جاتا؛ بلکہ اس میں تفصیل ہے، جس کے لیے رسالہ تعدیل حقوق الوالدین کا مطالعہ مفید ہوگا، جو بہشتی گوہر کے اخیر میں طبع جدید میں ملحق کیا گیا ہے۔

پس صورت مسئولہ کا حواب یہ ہے کہ اگر بیوہ، یا مطلقہ نکاح ثانی کو معیوب سمجھتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے، (۳) اس سے

---

(۱) عن الأسود بن يزيد أن ابن الزبير قال له: حدثني بماكانت تقضى إليک أم المومنين يرنى عا ئشة فقال: حدثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لها: لولا إن قومک حديث عهد بالجاهلية لهدمت الكعبة وجعلت لها بابين، فلما ملک ابن الزبير هدمها وجعل لها بابين، انتهٰى. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى كسر الكعبة: ۱۰۷/۱، ظفير)

(۳) وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ، الخ. (سورة النور: ۳۲، انيس)

آیت کریمہ میں بیواؤں کی شادی کرانے کا حکم ہے، اس حکم کو معیوب سمجھنا احکام الٰہی کا انکار واستہزاء ہے، جو کہ عقیدۂ کفر ہے۔ علامہ جصاصؒ لکھتے ہیں: قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ ... وَدَلَّ أَيْضًا عَلَى أَنَّ الِاسْتِهْزَاءَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَبِشَيْءٍ مِنْ شَرَائِعِ دِينِهِ كُفْرٌ مِنْ فَاعِلِهِ. (أحكام القرآن، مطلب فى أن تعلم العلم أفضل أم الجهاد: ۱۸۳/۳، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

قوله تعالى: (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ) (التوبة: ٦٥) فيه دلالة على أن اللاعب والخائض سواء فى إظهار كلمة الكفر على غير وجه الإكراه لأن المنافقين ذكروا أنهم قالوا ما قالوه لعبا، فأخبر الله تعالى عن كفرهم باللعب بذلک، ودل أن الاستهزاء بآيات الله تعالى كفر. (أحكام القرآن للكيا الهراسى: ۲۱٤/٤، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

اس کو توبہ کرنا اور ایمان کی تجدید فرض ہے اور اگر معیوب نہیں سمجھتی؛ بلکہ پہلے شوہر کی محبت غالب ہے اور وہ اس سے مانع ہے، یا بچوں کے ضائع ہونے کا خوف ہے، یا اور کوئی وجہ مخفی نکاح سے مانع ہے، مثلاً مجامعت سے تکلیف ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ تو اس میں تفصیل ہے، اگر اس کو اپنی عفت پر خطرہ نہ ہو، خواہش نفسانی غالب نہ ہو، صبر سے بیٹھ سکے اور والدین پر اپنے نفقہ کا بار نہ ڈالے، یا ان پر بار ڈالے اور وہ خوشی سے برداشت کریں تو اس کا نکاح کرنا واجب نہیں، ورنہ واجب ہے، بشرطیکہ حقوق نکاح کو ادا کر سکے، ورنہ روزہ رکھ کر خواہش کو مغلوب کرے اور محنت ومزدوری سے پیٹ پالے، اگر والدین اس کا خرچ برداشت نہ کرسکیں، وهذه خلاصة الدلائل الحديثية و الفقهية التي ذكرها الشيخ في رسالته المذكورة. واللہ اعلم

۱۱/ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام:۳/۲۲۷)

بیوہ سے نکاح افضل ہے، یا کنواری سے:

سوال: اسلام میں بیوہ عورت سے نکاح کرنا بہتر ہے، یا کنواری لڑکی سے؟ (محمد ادریس فلاحی، گجرات)

الجواب

اصل میں یہ شخصی اور سماجی حالات پر موقوف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے ایک بیوہ خاتون سے نکاح کرلیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا تمہارے لیے زیادہ موزوں ہوتا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور میری کئی بہنیں ہیں، میں نے چاہا کہ کوئی عمر رسیدہ خاتون گھر میں آ جائے، جو ان کی تربیت کر سکے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا۔(۱)

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۲۰۸۵ (عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَتَلاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا عَلَى نَاضِحٍ لَنَا، قَدْ أَعْيَا فَلا يَكَادُ يَسِيرُ، فَقَالَ لِي: مَا لِبَعِيرِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: عَيِيَ، قَالَ: فَتَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَزَجَرَهُ، وَدَعَا لَهُ، فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيرُ، فَقَالَ لِي: كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: بِخَيْرٍ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ، قَالَ: أَفَتَبِيعُنِيهِ؟ قَالَ: فَاسْتَحْيَيْتُ وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاضِحٌ غَيْرُهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَبِعْنِيهِ، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلَى أَنَّ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ، حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِينَةَ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي عَرُوسٌ، فَاسْتَأْذَنْتُهُ، فَأَذِنَ لِي، فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقِيَنِي خَالِي، فَسَأَلَنِي عَنِ الْبَعِيرِ، فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيهِ، فَلامَنِي قَالَ: وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِي حِينَ اسْتَأْذَنْتُهُ: هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟، فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا، فَقَالَ: هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلاعِبُهَا وَتُلاعِبُكَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تُوُفِّيَ وَالِدِي أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِي أَخَوَاتٌ صِغَارٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ، فَلا تُؤَدِّبُهُنَّ، وَلا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ قَالَ الْمُغِيرَةُ: هَذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لا نَرَى بِهِ بَأْسًا. (صحيح البخارى، باب استئذان الرجل، رقم الحديث: ۲۹۶۷، صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۷۱۵، انيس)

لیکن ہمارے زمانہ میں اور ہندوستان کے سماج میں صورتِ حال یہ ہے کہ برادرانِ وطن کے سماجی تصورات سے متاثر ہوکر بیوہ اور مطلقہ عورتوں کا نکاح بہت کم عمل میں آتا ہے اور لوگ اس طرف رخ ہی نہیں کرتے؛ اس لیے موجودہ حالات میں میرا خیال ہے کہ ایسی خواتین سے نکاح کرنا زیادہ افضل ہے، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بیوہ، یا مطلقہ تھیں اور بعض تو ایک سے زیادہ شوہروں سے گزر کر حرم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی تھیں؛ اس لیے اس دور میں ایسی بے سہارا خواتین سے نکاح کرنا شاید زیادہ افضل ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۲۹۷-۲۹۸)

بیوہ عورت سے نکاح:

سوال: کیا میں بیوہ سے نکاح کرسکتا ہوں؟ میرے گھر میں لوگوں کو اس سے انکار ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ پہلے بیوہ سے نکاح کرلوں، پھر بعد میں کنواری سے نکاح کروں؟ (اسلم خاں، نانڈیڑ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح کے لیے میاں بیوی میں مناسبت اور ہم آہنگی اہم ہے، نہ کہ عورت کا کنواری، یا بیوہ ہونا؛ اس لیے بیوہ سے بھی نکاح کیا جاسکتا ہے، آنے والی بہو کو چوں کہ گھر کے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا پڑتا ہے؛ اس لیے ان کو اعتماد میں لے کر نکاح کرنا بہتر ہے۔ بیوہ کے بعد کنواری سے نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن یہ کچھ باعث اجر وثواب نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے۔ اسلام نے دوسرے نکاح کی اجازت کچھ شرطوں کے ساتھ دی ہے۔ (۱) ان شرطوں کی رعایت ضروری ہے اور چوں کہ عام طور پر لوگ اس رعایت کو ملحوظ نہیں رکھ پاتے؛ اس لیے ایک ہی نکاح پر اکتفا کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ:۴/۲۹۸)

بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکنے کے خوف سے نکاح نہ کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بندہ کہتا ہے میں شادی نہیں کروں گا؛ کیوں کہ میں جہاد کروں گا، دوسرا بندہ کہتا ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث سے اعراض کررہے ہو، وہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں سنت سے اعراض نہیں کررہا ہوں؛ بلکہ مجھے اپنے آپ پہ بھروسہ نہیں کہ میں اپنی بیوی کے حقوق ادا کرسکتا ہوں، یا نہیں؟

---

(۱) سورة النساء: ۳ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (انیس)

(۲) وَذَهَبَ بَعْضُ النَّاسِ إِلَى أَنَّ هَذِهِ الْجُمَلَ اشْتَمَلَتْ عَلَى شَرْطٍ وَاحِدٍ، وَجُمْلَةِ اعْتِرَاضٍ. فَالشَّرْطُ: وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا، وَجَوَابُهُ: فَوَاحِدَةً. (البحر المحيط فی التفسير، سورة النساء: ۳/۵۰۷، دار الفكر بيروت، انيس)

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ کون حق پر ہے؟ عین نوازش ہوگی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

فقہائے کرام نے نکاح کے چھ(۶) درجے بیان کئے ہیں:

(۱) حالت اعتدال میں سنت مؤکدہ ہے؛ یعنی جب ایک آدمی جماع، مہر اور بیوی کے نان نفقہ کی طاقت رکھتا ہو، نیز زنا اور بیوی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو، اسی طرح فرائض اور سنن کے چھوڑنے کا خوف بھی نہ ہو تو اس حالت میں نکاح سنت مؤکدہ ہے۔

(۲) اگر نکاح نہ کرنے کی وجہ سے زنا میں واقع ہونے کا خطرہ ہو تو واجب ہے۔

(۳) اگر زنا میں واقع ہونے کا یقین ہو تو فرض ہے۔

(۴) اگر بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے اور اس پر ظلم کرنے کا خطرہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) اگر بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے اور اس پر ظلم کرنے کا یقین ہو تو حرام ہے۔

(۶) اگر صرف یہ خطرہ ہو کہ بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکے گا تو مباح ہے۔

پس صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص اس وجہ سے نکاح نہیں کرتا کہ اسے اپنے آپ پر یہ بھروسہ نہیں کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرسکے گا، یا نہیں تو اس حالت میں وہ سنت سے اعراض کرنے والا نہیں ہے، البتہ اگر یہ شخص جماع پر قدرت رکھتا ہے نیز مہر نان نفقہ اور سکنی کا انتظام کرسکتا ہے تو اس کے حق میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہوگا۔

لمافی المرقاة (۲۳۷/۶): قال بعضهم هو واجب بالإجماع لأنه يغلب على الظن أو يخاف الوقوع فى الحرام وفى النهاية إن كان له خوف وقوع الزنا بحيث لا يتمكن من التحرز إلا به كان فرضا وعند خوف الجور مكروه وأما فى حالة الاعتدال فداؤد وأتباعه من أهل الظاهر على أنه فرض عين على القادر على الوطء والإنفاق تمسكا بقوله تعالى ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء﴾ (النساء: ٣) واختلف مشايخنا، فقيل: فرض كفاية، وقيل: واجب على الكفاية، وقيل: مستحب، وقيل: سنة مأكدة وهو الأصح وهوأقرب إلى العبادات، حتى أن الاشتغال به أفضل من التخلى عنه لمحض العبادة. (۱)

وفى الدرالمختار، كتاب النكاح (۶/۳): (ويكون واجبا عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية... (و) يكون (سنة) مؤكدةفى الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً (حال الاعتدال) أى القدرة على وطء ومهر ونفقة... (ومكروها لخوف الجور) فإن تيقنه، حرم ذلک.

وفى الشامية (۷/۳): مطلب: كثيرا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة: (قوله: سنة

---

(۱) مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح: ۲۰۴۱/۵، دارالفكر بيروت، انيس

مؤكدة فى الأصح) وهو محمل القول بالاستحباب وكثيرا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة وقيل فرض كفاية وقيل واجب كفاية وتمامه فى الفتح وقيل واجب عينا ورجحه فى النهر كما يأتى قال فى البحر ودليل السنية حالة الاعتدال الاقتداء بحاله صلى الله عليه وسلم فى نفسه ورده على من أراد من أمته التخلى للعبادة كما فى الصحيحين ردا بليغا بقوله فمن رغب عن سنتى فليس منى كما أوضحه فى الفتح،اه، وهو أفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما فى درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلى للنوافل قوله (فيأثم بتركه) لأن الصحيح أن ترك المؤكدة مؤثم كما علم فى الصلاة، بحر... قوله (أى القدرة على وطء)... والمراد حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن فلو لم يقدر على واحد من الثلاثة أو خاف واحدا من الثلاثة أى الأخيرة فليس معتدلا فلا يكون سنة فى حقه كما أفاده فى البدائع،اه ... قوله (ومكروها) أى تحريما،بحر قوله (فإن تيقنه) أى تيقن الجور حرم لأن النكاح إنما شرع لمصلحة تحصين النفس وتحصيل الثواب وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد بحر وترك الشارح قسما سادسا ذكره فى البحر عن المجتبى وهو الإباحة إن خاف العجز عن الإيفاء بموجبه،آه، أى خوفا غير راجح وإلا كان مكروها تحريما لأن عدم الجور من مواجبه والظاهر أنه إذا لم يقصد إقامة السنة بل قصد مجرد التوصل إلى قضاء الشهوة ولم يخف شيئا لم يثب عليه إذ لا ثواب إلا بالنية فيكون مباحا أيضا كالوطء لقضاء الشهوة. (نجم الفتاویٰ:۴/۳-۴)

اندیشۂ تقسیمِ وراثت سے نکاح نہ کرنا:

سوال: دولڑکیوں کا باپ پہلے مرگیا تھا اور سوائے لڑکیوں کے اور کوئی لڑکا نہیں تھا، اس کی عورت ابھی زندہ تھی تو وراثت کا شریعت کے اعتبار سے پنجاب میں رواج نہیں ہے تو خاوند نے زمین اور گھر چھوڑا، اس کی مالکہ اس کی عورت تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اب صرف دولڑکیاں رہ گئیں، وہ عاقلہ اور بالغہ ہیں، ان کی منگنی والدہ نے اپنے بھائیوں کے لڑکوں کے ساتھ کردی تھی۔

اب والدہ کے مرنے کے بعد والدہ کے بھائیوں نے ہی لڑکیوں کو کہہ دیا کہ تم شادی نہ کراؤ اور خاوند کی طرف سے جو لڑکیوں کے چچا وغیرہ ہیں ان کے کہنے پر بھی شادی نہ کراؤ، اگر شادی کرالوگی تو شریعت کے اعتبار سے تو وہاں تقسیم نہیں ہے اور قانون کے اعتبار سے اب لڑکیوں کو حصہ نہیں ملتا۔ اب جب تک وہ لڑکیاں شادی نہ کراویں گے تب تک وہ مالک ہیں، اگر شادی ہوگئی تو دوسرے چچا وغیرہ کو جائیداد مل جائے گی۔

تو وہ چچا کہتے ہیں کہ ہم لڑکیوں کو قانون کی طرف سے اگر کسی طرح شادی کرانے پر مجبور کریں تو شریعت کے اعتبار

سے گناہ گار رہوں گے یا نہیں؟ ہماری نیت نیک ہے تا کہ ہر گناہ سے بچ جاویں؛ کیوں کہ آج کل فتنہ کا زمانہ ہے اور وہ بائیس وپچیس برس کی ہیں، پھر انہوں نے زمین مزارعت پر دوسروں کو دے رکھی ہے، جو کہ کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے اور وہ ان کے سامنے آتی جاتی ہیں، ہم کو شرم اور غیرت آتی ہے اور صرف ماموں کے کہنے پر شادی سے انکار کرتی ہیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر واقعی یہی ہے تو ماموں کی نیت صحیح نہیں، لڑکیوں کو ماموں کے کہنے پر عمل نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ ان کو چاہیے کہ وہ سنت کے موافق نکاح کرلیں،(۱) پھر اگر قانونی حیثیت سے لڑکیوں کا حصہ اُنھیں نہ ملتا ہو، چچا کو ملتا ہو تو چچا کو لازم ہے کہ ان کا حصہ ان کے حوالہ کردیں اس کو خود رکھنا حرام ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۶/۱۰-۴۸۷)

شادی نہ کرنے کی وجہ سے والدین کی شکایت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے والد اس زمانے کے خوب محنت سے پڑھے لکھے لوگوں میں سے تھے، جب کوئی اور سرکاری میں ایک یا دو ہوتا تھا، ایسے حالات میں والد صاحب نے بی اے کیا اور سرکاری ٹیچر منتخب ہوئے، انہوں نے میرے والدین کو ۴/ بیٹوں اور ۲/ بیٹیوں سے نوازا، سب سے بڑی بیٹی ہوئی، اس کے بعد میری پیدائش ہوئی، جب میری عمر ۱۷/ سال تھی، ۱۹۹۰ء میں ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے سہارنپور طبیہ کالج میں چھوڑ آئے، ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ میں اپنا مستقبل کیا اختیار کروں، ۱۹۹۴ء میں ڈی یو ایم کرنے کے بعد نجیب آباد آیا، یہ چار سال کا عرصہ بہت تکلیف اور پریشانی میں

---

(۱) لقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، فانه أغض للبصر وأحصن للفرج".

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی، فلیس منی، آه". (سنن ابن ماجة، باب ما جاء فی فضل النکاح: ۱۳۴، میر محمد کتب خانه، کراتشی/ومشکاة المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول: ۲۶۷، قدیمی)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ والمراد من الأکل ما یعم الأخذ والاستیلاء، وعبر به؛ لأن أهم الحوائج، وبه یحصل اتلاف المال غالبا ... والمراد من الباطل الحرام کالسرقة والغصّ وکل ما لم یأذن بأخذة الشرع. (روح المعانی، (تفسیر سورة البقرة): ۶۹/۲-۷۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ ان اللّٰہ یأمرکم أن تؤدو الأمانات الیٰ أهلها﴾. (سورة النساء: ۵۸)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا! لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه". (رواه البیهقی فی شعب الایمان)(مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة: ۲۵۵/۱، قدیمی)

گزرا، میں کم عمری کی وجہ سے نہیں لگتا تھا کہ ڈاکٹر ہوں، اسی وجہ سے مجھے کمپاؤنڈری کرنے اور نوکری کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا، پھر کلینک کرلی اور آج تک کلینک کررہا ہوں، میرے چھوٹے دو بھائی محمد شاداب، محمد ارشد، محمد جاوید کی پڑھائی کو میرے والدین نے مسلسل جاری رکھا اور ان تینوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی، محمد جاوید، محمد شاداب سرکاری ٹیچر ہوگئے، محمد ارشد کی اب بھی تعلیم جاری ہے، جب کہ میری تعلیم ہائی اسکول پر روک دی۔

اس تفصیل کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے اپنے والدین سے زبردست شکایت ہے، دوسری سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ میری عمر ۳۵؍سال ہوچکی ہے، میری شادی نہیں کرتے، جہاں جہاں سے رشتے کئے، وہاں سختی سے منع کردیا، میں نے علماء سے سنا ہے: بالغ ہونے کے بعد والدین کو اولاد کی شادی کردینی چاہیے؛ لیکن انہوں نے ابھی تک شادی نہیں کی تو کیا میری شکایت جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تعلیم کا تعلق زیادہ تر خود آدمی کے شوق سے ہے، آپ ماشاء اللہ عاقل بالغ ہیں، اگر والدین نے آپ کو بقول آپ کے مکمل تعلیم نہیں دلائی تو خود آپ نے اپنی مرضی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کیوں نہیں کی؟ اِسی طرح ۳۵؍سال عمر ہوجانے کے باوجود آپ اپنی شادی خود کیوں نہیں کررہے ہیں؟ والدین کی امید پر اپنی عمر کیوں ضائع کررہے ہیں؟ کوئی والدین اپنی اولاد کا بُرا نہیں چاہتے۔ آپ کے ساتھ کیا حالات پیش آئے ہیں؟ اس کا صحیح اندازہ والدین سے تحقیق کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ سعادت مند بیٹے ہونے کی حیثیت سے آپ کو بہر حال اپنے والدین کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ان کو ناراض کرکے اپنی آخرت خراب نہیں کرنی چاہیے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالی: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ (سورة الأسراء: ٢٣)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا﴾ (سورة الأحقاف: ١٥)

عن ابن أبي نجيح رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان موسرًا لأن ينكح فلم ينكح، فليس منا. (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٣٩/٣، رقم: ١٥٨٩٨، دار الكتب العلمية بيروت)

الإبن البالغ يعمل عملاً لا ضرر فيه دنيا ولا دينا لوالديه، وهما يكرهانه فلا بد من الاستيئذان فيه إذا كان له منه بدٌّ إذا تعذر عليه جمع مراعاة حق الوالدين. (الفتاویٰ الهندية: ٣٦٥/٥، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶/۸-۳۸)

کیا شادی نہ کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شادی کرنا سنت ہے، اگر کوئی مسلمان شادی نہ کرے تو وہ سنت کے ثواب سے محروم ہوگا، یا شادی نہ کرنے کی اس کو سزا بھی ملے گی؟

(المستفتی: محمد احمد خان فیض گنج، مراد آباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عام حالات میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے، شادی کرنے سے عنداللہ ثواب کا مستحق ہوگا؛ لہٰذا اگر کوئی شادی نہ کرے اور اس پر مصر رہے تو ثواب سے محروم ہوگا اور گنہگار بھی ہوگا۔

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه یقول: جاء ثلاثة رهط إلی بیوت أزواج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ...إلی أن قال: وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی. (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، النسخة الهندیة: ۲/ ۷۵۷،۷۵۸،رقم: ۴۸۷۲، ف:۵۰۶۳)

عن عائشة رضی للّٰہ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی، وتزوجوا، فإنی مکاثر بکم الأمم، ومن کان ذا طول فلینکح، ومن لم یجد فعلیه بالصیام، فإن الصوم له وجاء. (سنن ابن ماجة، النکاح، باب ما جاء فی فضل النکاح، ۱/ ۱۲۳، دارالسلام،رقم:۱۸۴۶)

ویکون سنة مؤکدة فی الأصح، فیأثم بترکه، ویثاب إن نوی تحصینا وولدا حال الاعتدال، وفی الشامیة: إن المراد الترک مع الإصرار. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب النکاح، کراتشی:۳/۷، زکریا دیوبند: ۴/ ۶۵، الموسوعة الفقهیة الکویتیة: ۴۱/ ۲۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۴/۱/۱۴۲۱ھ (الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۴۱۹) (فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/۵۰۰-۵۰۱)

نکاح میں کون سی نیت کی جائے گی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں کونسی نیت کرنی چاہیے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی:مفقود الخبر)

الجوابــــــــــــــــ

ینوی اتباع السنة وتحصین الفرج وتکثیر الأمة. (۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۷۵)

(۱) ترجمہ: سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی، شرمگاہ کی حفاظت اور تکثیر امت محمدیہ ملحوظ خاطر ہو۔ انیس

عن أنس بن مالک أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حمد اللّٰہ واثنیٰ علیه وقال: لکنی أنا أصلی، وأنام،وأصوم وأفطروأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی.(متفق علیه)(عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.(بلوغ المرام من أدلة الاحکام، ص: ۳۲۵،کتاب النکاح)(صحیح لمسلم،باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه،رقم الحدیث: ۱۴۰۱، صحیح البخاری، باب الترغیب فی النکاح۵۰۶۳،مسند البزار،رقم الحدیث:۶۸۰۷، سنن النسائی،باب النهی عن التبتل،رقم الحدیث:۳۲۱۷،انیس)

وعن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: قال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطیع فعلیه بالصوم فانه له وجاء.(متفق علیه)(بلوغ المرام من أدلة الاحکام، ص:۳۲۵، کتاب النکاح)

==

بیوی کا یہ کہنا کہ مسئلہ ملاؤں کی ڈھونگ سے ہے، نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا:

سوال: مریم نے شوہر زید سے معلوم کیا کہ چچازاد بھائی کا نکاح چچازاد بہن کے ساتھ ہے۔ زید نے جواب دیا کہ درست ہے۔ مریم نے کہا کہ آج دنیا میں نئے نئے مسئلہ چل گئے ہیں کہ سب ملاؤں کی ڈھونگ ہیں۔ مریم کا یہ عقیدہ اس کے شعور کے بعد ہی سے ہے تو مریم اور زید کا نکاح درست ہوا، یا کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح قائم اور درست ہے، یہ جملہ شریعت سے انکار نہیں ہے؛ بلکہ اپنی جہالت کی وجہ سے اس مسئلہ کو غلط مولویوں کا ڈھکوسلہ بازی سمجھتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۳۸۵/۵/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۹۲/۲)

جن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی، ان کے کہنے سے نکاح پر اثر:

سوال: زید نے بکر سے لڑکی کے رشتے سے متعلق کہا، بکر نے کہا کہ ''اگر میں اپنی لڑکی کا رشتہ تمہارے یہاں کروں تو اپنی ماں کو قبر سے نکال کر بھی تم کو دوں اور اپنی بیوی بھی تمہیں دوں''۔ یہی الفاظ بکر کے لڑکے نے بھی کہے۔ بعد میں بکر نے اپنی لڑکی کا رشتہ بھی کر دیا اور نکاح بھی کر دیا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا غلط؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ بیہودہ قسم شرعی نہیں، (۱) اس سے یہ نکاح حرام نہیں ہوا؛ بلکہ جو نکاح شرعی قواعد کے موافق کیا گیا، وہ صحیح ہوگیا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۶/۹/۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۶/۹/۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۵/۱۰)

== (صحیح البخاری، باب من لم یستطع الباءة، رقم الحدیث: ٥٠٦٦، صحیح لمسلم، باب استحباب النکاح، رقم الحدیث: ١٤٠٠، انیس)

وعن أنس بن مالک قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: تزوجوا الولود الودود، فانی مکاثر بکم الانبیاء یوم القیامة. (رواہ أحمد وصححه ابن حبان) (بلوغ المرام من أدلة الاحکام، ص: ٣٢٥، کتاب النکاح) (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ٤٠٢٨، انیس)

(۱) ''قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: ''لا تحلفوا بالطواغی ولا بآبائکم''. (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، باب الأیمان والنذور، الفصل الأول: ٢٩٦/٢، قدیمی) (صحیح لمسلم، باب من حلف باللات، رقم الحدیث: ١٦٤٨، سنن ابن ماجة، رقم الحدیث: ٢٠٩٥، انیس)

(۲) ''النکاح ینعقد متلبسا بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر''. (الدر المختار، کتاب النکاح: ٩/٣، سعید)

گناہوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

مسئلہ :قلت طعام وشراب اور کثرت صوم وصلوٰۃ کرے، بارتکاب معاصی وتلبس ہیئت فسق نکاح بالکل درست ہے،اگر چہ معصیت فسق کی لازم ہے۔اگر بدون طلاق کہیں ایسی عورت کا نکاح ہوگا،وہ محض زنا وحرام ہے۔فقط

(مجموعۂ کلاں ص:۱۳۴)(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ ص:۲۶۰)

ناجائز حمل ساقط کرانے سے نکاح باقی ہے، یانہیں:

سوال: زید پردیس میں مقیم ہونے کی حالت میں اس کی بیوی نے ۲،۳/ماہ کا ناجائز حمل ساقط کرادیا تو اس بات کوثابت کرنے کے لیے کتنے شرعی گواہ کی ضرورت ہے؟ ثابت ہوجانے پر زید کی بیوی نکاح میں ہے، یا فسخ ہوگیا؟ فسخ ہونے کی صورت میں دوبارہ رکھنا چاہیے تو کس صورت میں جائز ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ناجائز حمل باقی رہے، یا ساقط ہوجائے،اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، پہلا ہی نکاح باقی ہے؛اس لیے گواہوں کی ضرورت نہیں،اس کی فکر نہیں کریں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،۱۰/۵/۱۳۹۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۳۶-۵۳۷)

زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ زید کی منکوحہ ہندہ نااتفاقی سے، یا اور کسی وجہ سے بکر کے پاس چلی گئی،دوچار سال بکر کے گھر میں بطور عورت کے رہی؛ بلکہ ایک بچہ بھی بکر کے نطفہ سے پیدا ہوا؛ مگر زید نے طلاق نہیں دیا، بعد موت مذکورہ بالا کے زید نے سرکار کے ذریعہ سے، یا اور کسی وجہ سے اپنی منکوحہ ہندہ کو اپنے گھر لایا،اس صورت میں زید وہندہ کا ہم پہلا نکاح کافی ہے، یا نکاح ثانی کرنا ہوگا، یا طلاق ہوگئی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

زید کا نکاح باقی ہے، دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، البتہ زید کے لیے مستحب ہے کہ جب سے ہندہ نے بکر سے علاحدگی کی ہے،اس وقت کے بعد حیض آنے کا انتظار کرے،حیض کے قبل صحبت نہ کرے۔

لما فی المحرمات ردالمختار: (قوله: والمزنی بها لاتحرم علی زوجها) فله وطؤها بلا استبراء

---

(۱) عن هارون بن رئاب عن عبدالله بن عبيد بن عمير وعبدالكريم عن عبدالله بن عبيد بن عميرعن أبن عباس،عبدالكريم يرفعه إلى ابن عباس وهارون لم يرفعه، قالا: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن عندى امرأة هى من أحب الناس إلي،وهى لا تمنع يد لامس،قال: طلقها،قال: لاأصبر عنها،قال: استمتع بها". (سنن النسائى، تزويج الزانية،رقم الحديث:۳۲۲۹،انيس)

عندهما،وقال محمد:لا أحب له أن يطأ ها مالم يستبرئها، كمامر فى فصل المحرمات.(۱)

وقال الشامی تحت قول الدر: (لا يقربها زوجها) اى يحرم عليه وطيها حتى تحيض وتطهر كما صرح به شارح الوهبانية و هذا يمنع من حمله علىٰ قول محمد لأنه يقول بالاستحباب، كذا قاله المصنف فى المنح فى فصل المحرمات.(۲)

اور بچہ زید کو ملے گا،خواہ زید اس کے نسب کا انکار کرے،خواہ اقرار کرے۔

قال الشامی تحت(قوله:علىٰ أربع مراتب)... وقوى وهوفر اش المنكوحة ومعتد الرجعى فإنه فيه لاينتفى إلا باللعان.(۱۳۷/۲)(۳)

وفى البدائع (شرط وجوب اللعان بقذفها،الخ:۲۴۱/۳) وفيه أيضاً،ص: ۲٤٦)**وعلىٰ هذا قلنا:إن القذف اذا لم ينعقد موجبا اللعان أوسقط بعد الوجوب و وجب الحد أو لم يجب أو لم يسقط لكنهما لم يتلا عنا بعد، لا يتقطع نسب الولد و كذا إذا نفى نسب ولد حرة فصدقته لا ينقطع نسبه لتعذر اللعان،آه.(۴)**

عبدالکریم عفی عنہ،۵/ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ (امدادالاحکام:۲۱۹/۳)

زنائے شوہر سے بیوی کا نکاح فاسد نہیں:

سوال: زید کی منکوحہ بیوی شریفہ ہے اور منکوحہ ہوتے ہوئے پھر اگر زید زنا کرے ہندہ کے ساتھ تو کیا زید کا نکاح شریفہ کے ساتھ قائم رہے گا، یا نہیں؟ خارج ہوجائے گا؟ اور منکوحہ بیوی شریفہ سے جو اولاد ہوگی، وہ حرامی ہوگی، یا حلالی؟ اور صرف زید گنہ گار ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اس سے نکاح منقطع نہیں ہوگا،(۵) گناہ ہوتا ہے،اولاد حرامی نہ ہوگی؛ بلکہ ثابت النسب ہوگی۔(۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵۴۷/۱۰-۵۴۸)

(۱،۲) ردالمحتار، مطلب فى وطء المعتدة: ۵۲۷/۲،دارالفكربيروت،انيس

(۳) ردالمحتار،فصل فى ثبوت النسب:۵۵۰/۳،دارالفكربيروت،انيس

(۴) بدائع الصنائع،فصل فى حكم اللعان:۲٤٦/۳،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۵) زنائے شوہر سے بیوی کا نکاح منقطع نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نکاح جن طریقوں سے ختم ہوتا ہے،ان میں زنا نہیں۔

"وشرعا رفع قيد النكاح فى الحال بالبائن أوالمال بالرجعى بلفظ مخصوص، هو ما اشتمل على الطلاق، فخرج الفسوخ خيار عتق وبلوغ وردة، فإنه فسخ لا طلاق ... الثالث أنه اشتمل على الطلاق، فخرج الفسوخ خيار عتق وبلوغ وردة، فإنه فسخ لاطلاق ... الثالث أنه كان ينبغى تعريفه بأنه رفع عقد النكاح بلفظ مخصوص ولو مالا". (الدرالمختار، كتاب الطلاق:۲۲٦/۳،سعيد) ==

عورت کی زنا سے نکاح ختم نہیں ہوتا:

سوال: زید کی بیوی نے بکر کے ساتھ زنا کیا، جس کا ثبوت موجود ہے اور دونوں نے اپنے اس فعل بد کا اقرار بھی کیا ہے تو زید کی بیوی نکاح سے خارج ہوگی، یا نہیں؟ زید اس کو دوبارہ رکھنے پر تیار ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟ مع حوالہ معتبرہ وضاحت فرماویں۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس حرکت سے نکاح ختم نہیں ہوا، زید اگر رکھنا چاہتا ہے تو بیوی سے توبہ استغفار کرالے اور آئندہ کو اس سے ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد لے لے۔

درمختار میں ہے:

"ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة". (٥/٢٧٤)(١)

اور شامی میں ہے:

"الفجور يعم الزنا وغيره".

اس کے لیے استدلال میں حدیث بھی نقل کی ہے:

" وقد قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لمن زوجته لاترد يد لامس، وقال: إني أحبها: "استمتع بها". (٢) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۷/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۵۵۰-۵۵۱)

==(٦) قال أصحابنا: لثبوت النسب ثلاث مراتب: الاولىٰ النكاح الصحيح وماهو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه انه يثبت من غير دعوة، الخ". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ١/ ٥٣٦، رشيدية)

"لأن النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد، وبالوطي عن شبهة، وبملك اليمين، الخ". (الهداية، باب ثبوت النسب: ٢/ ٤٣٤، مكتبه شركت علمية ملتان

(١) الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع: ٦/ ٤٢٧، سعيد

(٢) ردالمحتار: ٥/ ٢٧٤)(ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/ ٤٢٧، سعيد)

له امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر، لايجب تطليقها، كذا في القنية. (الفتاوىٰ الهندية كتاب الكراهية، باب الثلاثون في المتفرقات: ٥/ ٣٧٢، رشيدية)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: إن امرأتي لاتمتع يد لامس، قال: "غربها إن شئت" قال: إني أخاف أن تتبعها نفسي، قال: استمتع بها". (سنن النسائي: كتب الطلاق، باب ماجاء في الخلع: ٢/ ١٠٧، قديمي)

زوجہ کا زنا کرنا:

سوال: زوجہ کے زنا کرنے سے نکاح باطل ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

باطل نہیں ہوتا۔(کذا فی رحمۃالأمۃ فی اختلاف الأئمۃ)(۱)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۴۱)

زنا کرنے سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوتی:

(الجمعیۃ، مورخہ:۱۳؍نومبر۱۹۳۴ء)

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو اپنے گھر میں چھوڑ کر واسطے روزگار کے کلکتہ چلا گیا اور برابر خرچ اخراجات کے لیے روپیہ بھیجتا رہا، اس درمیان میں اس کی بیوی کا ایک شخص سے ناجائز تعلق ہوگیا، جب یہ بات بستی والوں کو معلوم ہوئی تو ان دونوں کو بستی سے نکال دیا، وہ لوگ دوسری بستی میں جا کر قیام پذیر ہوئے۔معلوم ہونے پر وہاں کے لوگوں نے بھی ان دونوں کو نکال دیا، عورت وہاں سے اپنے شوہر کے گھر چلی آئی۔ اتفاقاً اسی روز اس کا شوہر بھی کلکتہ سے آ گیا، جب یہ سب حرکات اس کو معلوم ہوئیں تو اس نے کہا کہ ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے، اگر اس نے برا فعل کیا ہے تو اس کا وبال اس کے سر رہے گا اور بیوی بھی اپنے شوہر کو چھوڑنا نہیں چاہتی ہے۔

براہ کرم مطلع فرمائیں کہ بیوی اپنے شوہر پر حلال رہی ہے، حرام؟

الجواب

بیوی کی بداعمالی سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا، وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے۔(۲) اگر شوہر اس کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھ سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۳۵۱/۵)

ڈاکٹر کے ساتھ خلوت کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

سوال: اگر کوئی عورت اپنے معالج سے جو کافر بھی ہو، خلاملا پیدا کرے، اس سے تخلیہ کرے، اس کے ساتھ

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ لِي امْرَأَةً لا تَرُدُّ يَدَ لامِسٍ،قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَطَلِّقْهَا، قَالَ: إِنِّي أُحِبُّهَا، قَالَ:فَأَمْسِكْهَا إِذَنْ.(مسند الشافعی ترتیب السنجر،باب إنكار لون الولد،رقم الحديث:١٢٠٦،انیس

(۲) عن ابن عباس... جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:إن عندي امرأة هي من أحب الناس إلي وهي لا تمنع يد لامس، قال: طلقها، قال: لا اصبر عنها، استمتع بها (سنن النسائي، كتاب النكاح:٥٩/٢،سعيد

وفي آخر المجتبىٰ: لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة.(الدرالمختار، كتاب النكاح:٥٠/٣، سعيد)

بالکل بے حجاب ہوجائے، اس کے ساتھ خط وکتابت کرے، اس کو تحفۃً دستیاں کشیدہ نکال کردے، جس میں اپنا اور اس کا نام ایک جگہ کشیدہ میں نکالے تو کیا ان افعال سے نکاح ٹوٹ گیا؟ اور جب نکاح ٹوٹ گیا تو حسب تحریر شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی بحاشیہ آیت ایک، رکوع ایک، پارہ پانچ جملہ مہر ساقط نہیں ہوتا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ان افعال کے ناجائز اور گناہ ہونے میں شبہ نہیں؛ مگر ان سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (کذا فی مجموعہ الفتاویٰ)(۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۵۱-۵۵۲)

نکاح کے بعد ملازم کے ساتھ بیوی کا بھاگ جانا:

سوال (۱) زید کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی سے پچھلے سال ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی، یہ طے ہوا تھا کہ رخصتی اگلے سال ہوگی۔ نکاح کے نو، یا دس ماہ کے بعد لڑکی اپنے ایک ملازم چمار کے ساتھ بھاگ گئی، یا وہ بھگا لے گیا، بعد تلاش کے چار دن بعد لڑکی بہرائچ میں اس نوکر کے ساتھ ملی۔ لڑکی کے باپ اس کو اپنے گھر لائے اور زید کو بلاکر روپیہ پیشہ سامان کا لالچ دے کر لڑکی کو زید کے ساتھ رخصت کردیا۔ زید کے والدین کو ان واقعات کا علم ہوگیا تھا تو جب زید اپنی بیوی کو لے کر اپنے گھر آیا تو والدین نے مکان سے نکال دیا۔ مجبوراً زید اپنی بیوی کو لے کر کہیں چلا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ والدین گنہگار ہوئے، یا نہیں؟ اگر ہوئے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

(۲) زید کے حق میں وہ عورت حلال رہی، یا حرام؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) ضابطہ میں بالغ لڑکے اور اس کی بیوی کا نفقہ والد کے ذمہ نہیں، (۲) جب کہ لڑکا محتاج نہ ہو، خود کماتا ہو، اس لحاظ سے ان کو نکال دینا جرم نہیں۔ نیز اس کو چاہیے تھا کہ جب اس کا نکاح اس کے والد نے کیا تھا تو رخصتی بھی ان کے مشورے وسرپرستی میں کر کے لاتا، اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کی تنبیہ کے لیے نکال دینا بھی جرم نہیں؛ تاہم آج کل ایسی طبائع کم ہیں جو ایسی تنبیہات سے اصلاح پذیر ہوں؛ بلکہ دیگر خطرات بھی ہوتے ہیں، جن کا سدباب اہم ہوتا ہے، جیسے یہی لڑکی ملازم چمار کافر کے ساتھ چلی گئی تھی۔

---

(۱) سوال: اگر زید کی زوجہ نے زنا کی تو نکاح باطل ہوگا یا نہیں؟ جواب: ''نہیں''۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب النکاح: ۲/۱۷، سعید)

''ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ... والفجور یعم الزنا وغیره''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۲۷، سعید)

وفی المجتبی: لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا یجب علیه تسریح الفاجر إلا إذا خاف أن لا یقیما حدود الله. (النهرالفائق، فصل فی المحرمات: ۲/۱۹۹، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۲) ولذا عبر به؛ لأن البالغ لاتجب نفقته علی أبیه. (البحرالرائق، کتاب النکاح، باب النفقة: ۴/۳۴۱، رشیدیة)

(۲) اس نالائق حرکت کے باوجود وہ عورت اس کی بیوی ہے اور حلال ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۱۳۹۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۳/۱۰-۵۵۴)

دوسرے کی بیوی کو لے کر بھاگ جانا اور طلاق شوہر کے عدت کے بعد نکاح:

سوال (۱) زید کسی کی بیوی سے محبت کرکے اس کو لے کر بھاگ گیا، اپنی بیوی کی طرح استعمال کیا، اس عورت کا شوہر اس بدسلوک کو دیکھ کر اسے تین طلاق دیا، ادھر وہ عورت اس نے زید کے گھر پر تین حیض گزارے۔ زید نے بعد قضائے عدت اس شادی کی۔ اب سوال یہ ہے کہ عدت گزارنا شرعا درست ہے، یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) بغیر توبہ کئے ہوئے دونوں کا نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اور شرعاً ومعاشرۃً کیا سزا ہونی چاہیے، جب کہ ہندوستانی دارالقضاء ہر جگہ موجود نہیں ہے؟

(۳) نکاح پڑھانے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست ہے تو خلاف اولیٰ ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) کسی کی بیوی لے کر بھاگ جانا معصیت کبیرہ اور سخت حرام ہے،(۲) جب شوہر نے طلاق دے دی اور اس کے بعد تین ماہوار گزر گئی، اگر چہ کہیں گزری ہو تو عدت پوری ہوگئی، پھر دوسرے شخص سے نکاح کی اجازت ہوگئی،(۳) یہاں تک کہ اگر عورت کو طلاق کا علم بھی نہ ہو، تب بھی عدت پوری ہونے پر کہا جائے گا کہ عدت ختم ہوگئی۔

”وانقضاءہ بدون علمها“.(بحر: ۱۲٤/٤)(۴)

---

(۱) إن رجلا أتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال: یارسول! إن امرأتی لاتدفع ید لامس، فقال علیه السلام: ”طلقها“فقال:إنی أحبها وهی جمیلة ،فقال علیه السلام:”استمتع بها“. وفی المجتبی من آخر الحظر والإباحة: لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة، الخ“.(البحرالرائق، کتاب النکاح،فصل فی المحرمات:۱۸۸/۳،رشیدیة)

(۲) رجل خدع امرأة إنسان، وأخرجها، وزوجها من غیره، أوصغیرة، یحبس إلی انیحدث نوبته أو یموت؛ لأنه سعی فی الارض بالفساد، کذا فی قضاء الولوالجیة“.(الأشباه والنظائر، کتاب الخدود والتعزیر،الفن الثانی، الفوائد:۷٤/۲،إدارة القرآن کراتشی)

(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿ولاتعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله﴾(سورة البقرة:۲۳۵)

وقال اللّٰہ تعالیٰ:﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾سورة البقرة:۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التی تحیض ثلاثة قروه:أی حیض، لقوله تعالیٰ:﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾“.(مجمع الأنهر، باب العدة: ٤٦٤/۱،دارإحیاء الثراث العربی بیروت)

(۴) ”ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت یعنی ابتداء عدة الطلاق من وقه وابتداء عدة الوفاة من وقتها، ==

(۲) اس کمینہ اور حرام حرکت سے توبہ بہر حال لازم ہے، دونوں توبہ کریں، نادم ہوں۔(۱)، نکاح کرادیا جائے، معاشرہ کو آج کس سزا پر قدرت ہے؟

(۳) بعد عدت نکاح پڑھادیا تو ٹھیک کیا، دونوں کو معصیت سے بچالیا، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔(۲) معاشرہ کو اگر قدرت تھی تو دونوں کو اس معصیت سے روکنا لازم تھا۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۵۵-۵۵۶)

جو عورت ایک سال تک ہندو کے ہاں رہے، اس کا نکاح:

سوال: ایک عورت جو کہ صوبہ بہار کی رہنے والی ہے، اس کو دھوکہ سے ایک ہندہ کے ہاتھ بیچ دیا تھا، عورت کو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ہندو ہے، جہاں مجھے فروخت کیا گیا، وہ اپنا ایمان بچانے کے لیے مسلمانوں سے ملتی رہی اور حد درجہ کوشش کرتی رہی کہ کسی صورت سے ایمان بچا رہے؛ لیکن کسی مسلمان نے اس عورت کی مدد نہیں۔اس جستجو میں وہ عورت اس ہندو کے یہاں ایک سال رہی، یہ عورت کا حلفیہ بیان ہے۔اس کے بعد وہ عورت ایک مسلمان کے ساتھ ہوگئی اور حلفیہ یہ کہتی ہے کہ میرا کوئی نکاح نہیں ہوا۔اس صورت میں اس عورت کا نکاح اس مسلمان سے جس کے ساتھ ہے، وہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ عورت کہتی ہے کہ ہندوؤں کے یہاں بیچنے سے وہ کسی مسلمان کے نکاح میں، یا عدت میں نہیں تھی اور غالب گمان یہ ہے کہ وہ اس بات میں سچی ہے تو اس سے نکاح کرنا درست ہے۔(۴) ایک آزاد عورت کو فروخت کرنا درست نہیں، اس سے مملوکہ نہیں بن جاتی۔(۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۵۶-۵۵۷)

== سواء علمت بالطلاق والموت اولم تعلم، حتى لولم تعلم ومضت مدة العدة فقد انقضت ؛لأن سبب وجوبها الطلاق او الوفاة، فيعتبر ابتداؤها من وقت وجود السبب.(البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۳/۴،رشيدية)

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة، الخ"(النووی على صحيح مسلم ، باب التوبة: ۳۵۴/۲،قديمی)

(۲) نکاح پڑھانا کوئی ایسا عیب نہیں، جس کی وجہ سے اس کی امامت متأثر ہو، لہذا مذکورہ شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔

(۳) عن أبي سعيد الخدری رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال:من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فقلبه، وذلک أضعف الايمان.(مشكاة المصابيح، كتاب الاداب، باب الامر بالمعروف، الفصل الاول: ۴۳۶/۲،قديمی)(صحيح لمسلم،باب بيان كون النهی عن المنكر من المعروف،رقم الحديث: ۴۹،انيس))

(۴) قلت : وحاصله:أنه متى أخبرت بأمر محتمل، فإن ثقة او وقع فی قلبه صدقها، لا بأس بتزوجها، وإن بأمر مستنكر، لا، مالم يستفسرها".(الدر المختار،كتاب الحظر والاباحة،فصل فی البيع: ۴۲۱/۶،سعيد)

(۵) وكذا بيع الميتة والدم والحر باطل ؛ لأنها ليست أموال، فلاتكون محلا للبيع".(الهداية،كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵۳/۳،امدادية،ملتان)

اغوا کے بعد نکاح اور متعدد مسائل:

سوال: زید بکر کی لڑکی اغوا کر لیتا ہے، پھر کچھ عرصہ بعد یوں زید و بکر میں صلح ہو جاتی ہے کہ زید و بکر کی لڑکی کا نکاح آپس میں باندھا جاتا ہے، زید کا بھائی اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح بکر کے چھوتے لڑکے کے ساتھ باندھ دیتا ہے، اس کے علاوہ سات سو روپیہ نقد بھی بکر کے حوالے کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ پھر زید کے بھائی کی لڑکی جب جوان ہوتی ہے تو بکر چاہتا ہے کہ فسخ نکاح کر لیا جائے؟ تو زید اور اس کا بھائی لڑکی سے دعویٰ کروا کر عدالت سے مذکورہ لڑکی کا نکاح فسخ کروا لیتے ہیں۔

اب وہی مولوی صاحب عدالت سے فسخ شدہ نکاح کو فسخ مان کر اس لڑکی کا نکاح ایک مرد سے پڑھا دیتے ہیں اور جب اعتراض کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح کرتے وقت وکالت لڑکی کے والد نے کی تھی، جو مشرک ہے اور مشرک وکالت مردود ہے؛ اس لیے لڑکی کا سابقہ نکاح بھی باقی نہیں۔ جب کہا گیا کہ لڑکی کا والد مشرک کیسے مانا تو جواب دیا گیا کہ ایک روز اس نے مجھے کہا تھا کہ ”مولوی صاحب! آپ اور آپ کے سارے مقتدی وہابی ہیں، اس سے سمجھا گیا کہ وہ مشرک ہے اور مشرک کا نکاح کیسا؟ یعنی مشرک کی وکالت مردود ہے۔ نیز ویسے بھی مندرجہ بالا نکاح چھوٹی لڑکی والد درست نہیں؛ اس لیے کہ روپیہ پیش کئے گئے ہیں اور زید کے بھائی نے اپنی بیٹی پر ظلم کیا ہے۔ اس صورت میں شرعی طور پر بھی لڑکی باپ کا نکاح فسخ کرا سکتی۔ کیا یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زید کا بکر کی لڑکی کو اغوا کرنا تو حرام ہوا؛ لیکن اس کے بعد نکاح کر لیا تو صحیح ہو گیا۔ زید کے بھائی نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح جو بکر کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے، وہ بھی صحیح ہے؛(۱)، لیکن جو سات سو روپیہ نقد دیئے ہیں، ان کی واپسی لازم ہے؛ کیوں کہ یہ خالص رشوت ہے۔

”**أخذ أهل المرأة شيئا عن التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة**“. (ردالمحتار: ۵۶۰/۲)(۲)

بلا وجہ شرعی عدالت کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرانا ظلم ہے، کسی شرعی وجہ سے اگر حاکم مسلم با اختیار نے نکاح فسخ کیا ہے، تب تو یہ فسخ معتبر ہے اور بعد فسخ دوسری جگہ نکاح درست ہے اور اگر حاکم غیر مسلم ہے تو یہ فسخ معتبر نہیں ہوا؛ بلکہ کالعدم ہوا ہے،(۳) اور دوسری جگہ نکاح کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر شوہر طلاق دے دے تو دوسری جگہ درست ہوگا۔

---

(۱) وينعقد: أي النكاح متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعا للمضى، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۲) ردالمحتار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۱۵۶/۳، سعيد

(۳) صرف پانچ عیوب کی بنا پر قاضی کو تفریق کا اختیار ملتا ہے: ایک اس وقت جبکہ شوہر پاگل ہو گیا ہو، دوسرے جب کہ وہ نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو، تیسرے جب وہ نامرد ہو، چوتھے وہ بالکل لاپتہ ہو، پانچویں جب غائب غیر مفقود کی صورت ہو۔ ==

ان مولوی صاحب کا لڑکے کے باپ کو محض اس وجہ سے کہ اس نے مولوی صاحب کو اوران کے مقتدیوں کو وہابی کہا ہے، مشرک کہنا درست نہیں؛ بلکہ جہالت ہے، لہذا محض اسی بنا پر سابقہ نکاح کو غیر معتبر کہنا درست نہیں۔ روپیہ کا لینا ناجائز ہے؛ لیکن اس سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷/صفر/۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۶۹-۵۷۱)

ضمیمۂ استفتاء ماقبل:

سوال: نقل فتویٰ مولوی صاحب جو جواز نکاح کے لیا گیا؛ یعنی وہ مولوی جس نے نکاح پر نکاح باندھا تو یہی فتویٰ لیا گیا ہے کہ مولوی صاحب کا نکاح درست ہے، اس کو دیکھ کر جواب دیا جائے:

ایک شخص نے ایک عورت کو اغوا کرلیا اور پھر اغوا کرنے والے کے بھائی نے عورت کے ساتھ افساد کرنے کے لیے سات سو روپیہ نقد دیا، عورت کے بھائی صغیر نے اپنی لڑکی صغیرہ کا نکاح کر دیا۔ پس بموجب قانون سرکاری لڑکی کا نکاح جو پہلے ہوا تھا، عدالت میں فسخ کرایا گیا، ایک مولوی صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اور شخص کے ساتھ پڑھا دیا، اس نکاح خواں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب:

''فتح القدیر'' میں ہے کہ بعض فقہا کے نزدیک نکاح صغیرہ کا کرنا جائز ہے، منعقد نہیں ہوتا، ابن شبرمہ کا یہی مذہب ہے۔ بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اب وجد کو اختیار ہے کہ صغیرہ کا نکاح کردے اور بعد بلوغ اس کو فسخ کرنا درست نہیں، بغیر اب وجد کا نکاح جائز نہیں، شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔ ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب کہ اب وجد (باپ اور دادا) کو بھی نکاح جائز ہے اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے خیار فسخ حاصل نہیں اور غیر اب وجد کے بھی صغیرہ کا نکاح کرنا جائز ہے اور صغیرہ کو بعد بلوغ خیار فسخ حاصل ہے۔ (۱)

اور شامی میں ہے کہ اب وجد کو ولایت نظر یہ ہے، اگر یقین ہو کہ خیر خواہی صغیرہ کے واسطے نکاح نہیں باندھا تو باجماع امت نکاح منعقد نہیں ہوا۔ (۲) کتاب مسمی ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں بہت صورتیں مجتہد فیہ ہیں، برخلاف حنفیہ فسخ نکاح کا حکم دے دیا، جس میں دستخط مولانا اشرف علی وغیرہ علماء کے ہیں۔

== ان صورتوں کے سوا قاضی کو کہیں بھی تفریق کا اختیار نہیں ہے اور محض عورت کی طرف سے ناپسندیدگی کسی بھی فقہ میں فسخ نکاح کی وجۂ جواز نہیں بنتی''۔ (الحلیۃ الناجزۃ، ص: ۲۴۳، عنوان قاضی کی تفریق بین الزوجین''، دارالاشاعت کراچی)

(۱) فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۷۴، ۲۷۶، مصطفی البابی الحلبی، مصر

(۲) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۷، سعید

پس یقین ہے کہ نکاح صغیرہ برائے خرخواہی نہیں ہوا تو فسخ نکاح عدالت کے بعد مولوی نکاح خواں کو حکم دینا کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ یہ غلط ہے کہ بالکل یہ حکم خلاف شرع ہے، حکم دینے والے نے خدا سے خوف نہیں کیا۔

نوٹ: اگر وہ شخص کہ جس کا فسخ کرایا گیا عقیدۂ فاسدہ رکھتا ہوتو فرض ہے جمیع مسلمانوں پر کہ عورت نہ دیں کہ قرآن پاک میں سورۂ ممتحنہ میں ہے:

﴿**فلاترجعوهن إلى الكفار، لاهن حل لهم ولاهم**﴾**الآية** (سورة الممتحنة: ١٠)

پھر خدائے تعالیٰ نے فرمایا:

﴿**ولاجناح عليكم أن تنكحوهن**﴾(سورة الممتحنة: ١٠)

غیر اللہ کو پکارنا اس عقیدہ سے کہ وہ میری پکار سنتا ہے ہر وقت، شرک ہے۔ سورۂ جن میں ہے:

﴿**قل إنما أدعو ربى**﴾**الخ**(سورة الجن: ٢٠)

یعنی: ”میں کسی کو نہیں پکاروں گا شرک نہیں کروں گا حق تعالیٰ اپنے غیرب سے واقف کسی کو نہیں کرتا؛ مگر نبیوں کے لیے فرشتے مقرر ہیں واسطے وحی پہنچانے کے اور دفع شیاطین کے“ اور جس نے یہ حکم نامہ نہیں مانا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

﴿**ومن بعص الله ورسوله فإن له نارجهنم خالدين فيهاأبدا**﴾(سورة الجن: ٢٣)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا فرض ہے بتانا، اگر میں نہ بتاؤں تو اللہ کے عذاب سے کوئی چھڑانے والا نہیں۔

الراقم: عظمت اللہ شاہ کشمیری

”یہ جو کہا گیا، اس میں کوئی اہل اسلام منصف مزاج شبہ نہیں کرے گا، جس کو خوف خدا نہیں اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے“۔ آفریں صد آفریں شاہ صاحب پر! کہ کیا مسئلہ منقح لکھا، اب بھی اگر شبہ کرے ایسے دلائل قرآن وحدیث وفقہ شریف پر، کیا لکھے، وہ محض ضد ہوگی۔

مولوی محمد نذیر بقلم خود و، مولوی محمد عبدالخالق بقلم خود

آپ کے فتویٰ کا فائدہ مزید یہ ہوگیا کہ جو لوگ پہلے خیالات فاسدہ کے مرتکب تھے اور مندرجہ بالا قسم عقیدہ رکھتے تھے، اب راہ راست پر آرہے ہیں اور جو بھی فتویٰ دیکھتا ہے، کہتا ہے کون مغیبان کلی اور مساوی وغیرہ کا قائل ہے اور یہ باعث مسرت ہے، توقع ہے کہ ایسی زن جو نکاح ثانی کے جواز کے حق میں ہیں، آئیں گی اور معاملہ یہی تھا جو آپ کی خدمت میں لکھ کر عرض کیا گیا، اگر وہ اس کے خلاف کوئی بات کہہ کر فتویٰ حاصل کرلے تو اس کی نقل آنجناب ضرور لکھ کر رکھ لیں۔ اس قسم کا فتویٰ دیوبند اور ڈابھیل سے منگوایا گیا ہے، دونوں وصول ہوئے، انہوں نے بھی نکاح کے بارے میں آپ سے اتفاق کیا ہے، باقی امور کے بارے میں وضاحت نہیں کی، ایک ان میں سے واپس برائے وضاحت کے گیا ہے۔

(راقم الحروف: سلطان محمود، ہیڈ مدرسہ اسکول اوکھڑی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جہاں تک میں سمجھتا ہوں، آپ کی تحریر میں یہ امور جواب طلب ہیں:

(۱) جو شخص مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے کو کافر نہ سمجھے، وہ خود کیسا ہے؟ مسلم ہے، یا کافر؟

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کے متعلق کلی علم غیب اور ہر وقت ہر جگہ سے فریادرسی کا اعتقاد رکھنے والے کی علما نے تو تکفیر کی ہے؛ مگر تم اے اہل مظاہر علوم! اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ یعنی دیگر علمائے حق کی موافقت کرتے ہو، یا اس مسئلے میں اہل حق کے مخالف ہو، یا کچھ جداگانہ مسلک رکھتے ہو؟

(۳) جو امام جائز نکاح پڑھائے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے اور اس سے بہتر دوسرا آدمی امامت کے لائق موجود نہ ہو تو پھر بھی امام مذکورہ کی امامت مکروہ ہے، یا نہیں؟

(۴) باپ دادا نے اگر صغیرہ کا نکاح کر دیا ہو تو وہ فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اب ترتیب وار جواب سنئے۔

أقول وبالله التوفيق ويده أزمة الحق والتحقيق:

(۱) وہ شخص اس مشرکانہ عقیدہ کو بہتر سمجھتا ہے اور اس کے معتقد کو مشرک نہیں سمجھتا؛ بلکہ مسلم سمجھتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے کہ مشرکانہ عقیدہ کے باوجود وہ مسلم کیسے رہ سکتا ہے؟

(۲) اہل حق کے فتویٰ کے خلاف اہل مظاہر علوم کا مسلک نہیں۔

(۳) ایسی مجبوری کی حالت میں کراہت نہیں۔

(۴) صغیرہ کا نکاح اگر اب وجدہ کے غیر نے کیا ہو تو اس کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے؛ یعنی آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہیں، فوراً نکاح سے ناراضگی کا اظہار کر دے اور پھر عدالت مسلمہ کے ذریعہ اس نکاح کو فسخ کرالے۔ اگر اب وجد نے کیا ہو تو اس میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا، البتہ جب کہ غیر کفو؛ یعنی لڑکی کی قوم سے گھٹ کر نیچے کی قوم میں کر دیا ہو، یا صالح کا نکاح فاسق سے کر دیا ہو، یا مہر میں غبن فاحش ہو اور اس نکاح سے قبل اب وجد کا سیئ الاختیار ہونا معروف ہو تو ایسی صورت میں خیار بلوغ حاصل ہوگا، اگر کفو میں کیا ہے تو پھر باجود سیئ الاختیار ہونے کے بھی خیار بلوغ حاصل نہیں۔

”وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبرا، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش، اوغير كفو إن كان الولي أبا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار وإن عرف لايصح النكاح اتفاقا، الخ“. (الدرالمختار)

”والحاصل ان المانع هو كون الاب مشهورا بإختيار السوء قبل العقد، فإذا لم يكن مشهورا بذلک، ثم زوج بنته من فاسق، صح. وإن تحقق بذلک أنه سئ الاختيار واشتهر به عند الناس، فلوزوج بنتا اخرىٰ من فاسق، لم يصح الثانی؛ لأنه مشهور بسوء الإختيار قبله، بخلاف الاول، لعدم وجود المانع قبله.

ولو كان المانع مجرد تحقق سوء الاختيار بدون الاشتهار، لزم إحالة المسئلة، اعنى قولهم: ولزم النكاح ولو بغبن فاحش اوبغير كفو إن كان الولى أبا او جدا، ثم اعلم أن مامر عن النوازل من أن النكاح باطل، معناه: أنه سيبطل، كما فى الذخيرة ... وماذكرنا من ثبوت الخيار للبنت إذا بلغت: أى هو فى الصغيرة، الخ". (شامی: ۲/۴۷۰)(۱)

زید کے بھائی نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح جو بکر کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ کیا ہے، اگر یہ کفو میں کیا ہے اور مہر میں غبن فاحش نہیں تو یہ نکاح لاتر دد درست ہے اوراس میں خیار بلوغ حاصل نہیں اور عدالت کے ذریعہ اس کو فسخ کرانا بھی درست نہیں اگر چہ اس نکاح سے مصالحت اور دفع فساد بھی حاصل ہوگیا اور پھر دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح بھی درست نہیں جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے دے۔ اگر غیر کفو میں کیا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ زید کا بھائی سیئ الاختیار مشہور نہ ہوتو اس کا حکم بھی وہی ہے، یعنی نکاح درست ہوگیا اور خیار بلوغ حاصل نہیں اور عدالت سے اس نکاح کا فسخ کرانا بھی درست نہیں، بغیر شوہر سے طلاق لیے اس کا نکاح ثانی بھی ناجائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زید کا بھائی سیئ الاختیار ہونے میں مشہور ہے تو اس صورت میں البتہ خیار بلوغ حاصل ہے اور آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی ناراضی ظاہر کر کے عدالت مسلمہ کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرا کے نکاح ثانی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم ربیع الاول ۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۱۷۵-۵۷۵)

اغوا سے نکاح متاثر نہیں ہوتا:

سوال: ایک عورت کو اغوا کر کے اغوا کنندہ نے اس سے دوسرا نکاح کرلیا، کیا اس دوسرے نکاح سے پہلے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا، یا نہیں؟

الجواب

جب ایک مرتبہ کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو جائے تو یہ عورت اس مرد کی بیوی ہے، اب اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا ناجائز ہے اور اس سے پہلا نکاح متاثر نہیں ہوگا، جب تک خاوند اس کو طلاق نہ دے۔

لما فى الهندية: لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۸۰، الباب الثالث فى بيان المحرمات)(۲) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۲۱)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولى: ۳/۶۵-۶۷، سعيد

(۲) قال عالم بن علاء الانصارى: ولايجوز نكاح منكوحة الغير ومعتداة الغير عند الكل. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۴، كتاب النكاح، فى بيان مايجوز عن الانكحة ومالايجوز) ومثله فى ردّالمحتار: ۲/۳۰۰، فصل فى المحرمات)

عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے کہ ایک لڑکی اور لڑکے نے اپنے ورثا اور اولیا کو بتائے بغیر چپکے سے عدالت جا کر کورٹ میرج (نکاح) کر لیا، جب کہ مجلس نکاح میں سرکاری خطیب صاحب کے علاوہ صرف دو اور آدمی بطور گواہ موجود تھے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ نیز اس نکاح سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال ہے، یا نہیں؟

الجواب

احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ عقد نکاح خوب ظاہر کر کے علی الاعلان کیا جائے، چپکے سے بغیر گواہوں کے نکاح کرنے کو شریعت مقدسہ نے باطل قرار دیا ہے، چونکہ صورت مسئولہ کی مطابق اس نکاح میں لڑکے لڑکی کے علاوہ سرکاری خطیب اور دو آدمی اور بھی بطور گواہ شریک تھے؛ اس لیے یہ نکاح جائز اور درست ہے؛ مگر کراہت سے خالی نہیں، تاہم اس عقد نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہے۔

کما قال العلامۃ ظفر احمد العثمانی: (الجواب) نکاح سر کہ ممنوع و باطل است آن است کہ دو شاہدین علاوہ ناکح ومنکوحہ نباشد واگر شاہدین، یا شھود حاضر باشند ایں چنیں نکاح نکاح سر کہ باطل نباشد اما خالی از کراہیت نباشد۔

لأن السنة فی النكاح الاعلان ولذا شرع له الدف ونحوه وفی الحديث: الفرق بين الحلال والحلام الدف ولأن فيه القاء نفسه فی التهمة ويتهمه بالزنا من لم يعلم بالنكاح والحديث: اتقوا مواضع التهم. (امداد الاحکام: ۲/ ۲۳۷) (فتاوی حقانیہ: ۴/ ۳۰۳)

سول میرج کا شرعی حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مسلمان یورپین ممالک میں ''سول میرج'' کے ذریعے شادی کرتے ہیں، شریعت اسلامیہ میں ایسے مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا اس نظریہ کو شریعت اسلامیہ قبول کرتی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی تو ان کی جو اولاد پیدا ہوتی ہے، اسلامی معاشرے میں اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ اور اس کو کس نظر سے قبول کرتا ہے، اگر نہیں کرتا تو ایسے میاں بیوی کا اسلامی معاشرے میں کیا درجہ رہ جاتا ہے؟ اس کے علاوہ اگر وہ ''سول میرج'' کے بعد اسلامی قواعد وضوابط کے مطابق دوبارہ تجدید نکاح کرا لیں تو پھر ان کی پوزیشن کیا ہوگی؟

الجواب

صورت مسئولہ میں چونکہ ''سول میرج'' کی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ ''سول میرج'' کس طریقہ پر کیا جاتا ہے؛ تاکہ شرعی نکاح اور سول میرج کا مقابلہ کر کے اس جواز اور عدم جواز پر کچھ اظہار خیال کیا جا سکتا؛ تاہم اپنی معلومات کی

حدتک شرعی طریقہ کے مطابق ازدواجی سلسلے کے چند اصول قانونی شکل میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر سول میرج ان اصولوں کے مطابق ہوتو اس نکاح کو تسلیم کیا جائے اوراس پر تمام وہ احکام جاری ہوں گے، جو کہ شرعی نکاح پر جاری ہوتے ہیں اور اگر''سول میرج'' ان اصولوں کے مخالف ہوتو شریعت اسلامی اس کو''نکاح'' تسلیم نہیں کرے گی اور ایسے میاں بیوی سے جواولاد پیدا ہوگی وہ ولدالزنا شمار کی جائے گی۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ مطلق نکاح قطع نظر متناکحین کے بالغ ہونے، یا نابالغ ہونے سے آیا دنیا کا کام ہے، یا دین کا؛ تاکہ اس سے یہ سمجھنا آسان ہوکہ اس میں یہ تصرف فی الدنیا ہے، یا فی الدین! سواس کا ایک معیار ہے، وہ یہ کہ جس کا شریعت میں تاکیدی؛ یعنی وجوبی، یا ترغیبی؛ یعنی استحبابی حکم کیا گیا ہو، یا اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہوتو وہ دین کا کام ہے، پھر اگراس کے ترک کرنے پر وعید، یا ناراضگی بھی وارد ہوئی ہوتو وہ فرض ہے یا واجب اور جس کے ترک پر کوئی وعید، یا ناراضگی وارد نہیں ہوئی ہوتو وہ مستحب ہے اور جس میں یہ بات نہ ہوتو وہ دنیا کا کام ہے، اگر چہ اس کے متعلق جو احکام وارد ہوں، وہ احکام ہر حال میں دین ہی ہیں اور جس اعتقاد یا عمل سے ان احکام میں تغیر ہوتا ہوں، وہ تغیر فی الدین ہے۔ اب نکاح کو اس معیار پر منطبق کرکے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ دین کا کام ہے کہ بعض حالات میں اس کا تاکیدی اور بعض میں ترغیبی حکم بھی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی ہے اور اس کے ترک پر مذمت وشناعت بھی فرمائی گئی، چناں چہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ﴾ (سورة النور: ۳۲) (تم میں جو بے نکاح عورتیں ہوں تم ان کا نکاح کردیا کرو۔)

وغیرها من الآیات والاحادیث.

علماء امت اور ائمہ کے اقوال سے بھی اس کے امر دینی ہونے کا اثبات موجود ہے۔

درمختار میں ہے:

"لیس لنا عبادة شرعت عن عهد آدم علیه السلام إلی الآن ثم تستمر فی الجنة إلا النكاح والایمان". (۱)

اس میں نکاح کے عبادت ہونے کی تصریح موجود ہے اور عبادت بھی ایسی کہ تمام شرائع میں مشترک اور عبادت کے دینی کام ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے، اگر چہ اس کے استمرار فی الجنۃ ہونے پر بعض نے کلام کیا ہے لیکن باقی دوسرے اجزاء سب کے نزدیک مسلم ہیں۔

اور شامی میں لکھا ہے:

"وقدمهٗ علی الجهاد (إلٰی قوله) وكذا علی العتق والوقف والأضحیة وإن كانت عبادات أیضًا لانهٗ أقرب إلی الأركان الأربع حتٰی قالوا:إن الاشتغال بهٖ أفضل من التخلّی لنوافل العبادات أی الاشتغال بهٖ وما یشتمل علیه من القیام بمصالحهٖ واعفاف النفس عن الحمام وتربیة الولد ونحو ذلک". (۲)

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/۳-٤، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۳، دارالفکر بیروت، انیس

دیکھئے اس عبارت میں کس شدومد کے ساتھ نکاح کی فضیلت دینیہ کو بیان کیا گیا ہے، جب یہ بات ثابت ہوگیا کہ نکاح ایک امر دینی ہے اور ہر ایک دینی کام کے لیے شریعت نے کچھ اسلوب اور طریقے بیان کئے ہیں، نکاح کے لیے بھی ضروری ارکان اور شرائط ہوں گے، جن کے مطابق اگر کیا جائے تو اس کو نکاح کہا جائے گا اور اس پر سب نتائج درست مرتب ہوں گے اور اگر ان شرائط اور ارکان کے مطابق نہ کیا جائے تو اس کو شرعا نکاح نہیں کہا جائے گا اور اسلامی معاشرے میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور بجائے بہتر نتائج کے بدنتائج اس پر مرتب ہوں گے۔ اس مقصد کے حصول اور اس مشکل کے حل کے لیے ہم اپنی شریعت اسلامی کی کتابوں کی تتبع اور تلاش کرتے ہیں تو کتابوں میں اس کے متعلق ایک مستقل بحث ''کتاب النکاح'' کی شکل میں موجود ہے، جس کا مطالعہ کرنے سے شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہوجوتی ہے۔ شریعت اسلامی کے فقہاء کرام نے شرعی نکاح کی تفسیر یوں بیان کی ہے۔

هو عقد يفيد ملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من امرأه لم يمنع من نكاحها مانع شرعى. (الدرالمختار: ۳/۳، کتاب النکاح)

یعنی یہ مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسا ربط وتعلق قائم کرنا ہے کہ جس سے آدمی کو عورت سے اور عورت کو آدمی سے نفع حاصل کرنا حلال ہوجاتا ہے، جن الفاظ سے یہ خاص ربط وتعلق پیدا ہوجاتا ہے، وہ نکاح کے ارکان ہیں، کسی چیز کا رکن اس کو کہتے ہیں کہ اس چیز کی ذات کا دارومدار اسی پر ہو۔

وأما ركنهٗ فالايجاب والقبول، كذا فى الكافى والايجاب هو المتلفظ به أولاً من أى جانب كان والقبول جوابهٗ، هٰكذا فى العناية. (۱)

یعنی شرعی نکاح کا انعقاد ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، چاہے یہ ایجاب وقبول خود مرد عورت کرلیں، اگر خوف فتنہ نہ ہو، یا بذریعہ اولیا، یا وکیل، یا فضولی کے ہوجائے۔ اب اس ایجاب وقبول کے معتبر اور مسلم ہونے کے لیے چند شرائط ہیں جن پر اس ایجاب وقبول کے معتبر ہونے، یا نہ ہونے کا توقف ہے۔

وأما شروطهٗ فمنها العقل والبلوغ والحرية فى العاقد إلا أن الأوّل شرط الانعقاد فلاينعقد نكاح المجنون والصّبىّ الذى لايعقل والاخير إن شرطا النفاذ فان نكاح الصبى العاقل يتوقف نفاذه على اجازة وليه هٰكذا فى البدائع. وفيها المحل القابل وهى المرأة التى احلها الشرع بالنكاح كذا فيالنهاية. ومنها سماع كل من العاقدين كلام صاحبه هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان. ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح هٰكذا فى البدائع ومنها سماع الشاهدين كلامهما معًا، هكذا فى فتح القدير. ومنها رضا المرأة اذا كانت بالغة بكرًا كانت أو ثيبًا و منها ان يكون الايجاب والقبول فى مجلس واحد،الخ، ومنها ان لايخاف القبول الايجاب

(۱) العناية شرح الهداية، كتاب النكاح: ۱۸۸/۳، دارالفكر بيروت، انيس

ومنها ان يضيف النكاحالى كلّها او ما يعبر من الكل،الخ،ومنها ان يكون الزوج والزوجة معلومين فلو زوج بنة ولهٗ بنتان لايصح الا اذا كانت احداهما متزوجة فينصرف الى الفارغة كذا فى انهما لفائق والكل. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۵/۱-۲۸۷، كتاب النكاح)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والا عاقل بالغ اور آزاد ہو۔اس میں اول شرط؛ یعنی عقل شرط انعقاد ہے؛اس لیے مجنون اور صبی غیر عاقل کا نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اخیر دوشرط بلوغ وحریت شرائط ہیں نفاذ نکاح کے؛ کیوں کہ اگر لڑکا عاقل ہوتو اس کا نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے؛مگر اجازت ولی پر موقوف ہوتا ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ جس عورت سے نکاح ہورہا ہے، وہ محل صالح ہو؛ یعنی وہ عورت محرمات شرعیہ سے نہ ہو؛ بلکہ شریعت مطہرہ نے نکاح میں لینا اس کا حلال کیا ہو اور یہ کہ نکاح کرنے والے متعاقدین ایک دوسرے کی بات سن لیں اور یہ بھی شرط ہے کہ یہ ایجاب وقبول روبروئے گواہان کے ہو،جس کو شہادت کہتے ہیں۔

عام علماء کرام نے لکھا ہے کہ شہادت جواز نکاح کے لیے شرط ہے، اگر ایجاب وقبول ہو جائے؛مگر روبروئے گواہان کے نہ ہوتو یہ نکاح ہی نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہدین (گواہان) دونوں متعاقدین کی باتیں سن لیں۔اگر عورت بالغہ ہو، چاہے باکرہ ہو، یا ثیبہ تو اس کی رضامندی اور اجازت لینا بھی ضروری ہے اور یہ کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوں،اور یہ کہ قبول ایجاب سے مخالف نہ ہو اور یہ کہ نکاح کی اضافت اس کے کل بدن کی طرف ہو، یا ایسے جز کی طرف جس کو کل بدن سے تعبیر کیا جاتا ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں معلوم ہوں، مجہول نہ ہوں۔

ان شرائط اور ارکان کے علاوہ نکاح میں بعض امور ایسے ہیں، جو سنن اور مستحب کے درجہ میں ہیں،جن پر عمل کرنے سے اس ازدواجی سلسلہ میں خیر وبرکت پیدا ہوتی ہے۔فقہ اسلامی کی معتبر کتاب ''درمختار'' میں ہے:

ويندب اعلانهٗ وتقديم خطبة.

وفى الشامي: لحديث الترمذى اعلنوا هٰذا النكاح وجعلوه فى المساجد (الحديث) والمراد من تقديم الخطبة ما يذكر قبل أجراء لعقد من الحمد والتشهد وانها لاتتعين بالفاظ مخصوصة وان خطب بما ورد فهو أحسن. (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان نکاح مستحب ہے،اور اسی طرح ایجاب وقبول کرنے سے قبل خطبہ پڑھنا جو حمد وشہادت پر مشتمل ہو مستحب ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

وكونه فى مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدل والاستدانة لهٗ والنظر إليها قبله

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۸/۳،دارالفكر بيروت

عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:اعلنوا النكاح واضربوا عليه بالغربال(أى الدف).(سنن ابن ماجة،باب إعلان النكاح: ۹۰/۳،رقم الحديث: ۱۸۹۵،انيس)

و کونها دونه سنًا وحسبًا وعزًّا ومالاً وفوقهٗ خلقًا وادبًا وورعًا وجمالاً.(۱)

مگر یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے ازدواجی سلسلہ میں مزید استحکام اور خیر و برکت پیدا ہوتی ہے اور یہ امور شرائط اور ارکان نہیں کہ جن کے نہ ہونے سے نکاح صحیح نہ ہوگا؛ بلکہ یہ مستحب امور ہیں، جن کا لحاظ رکھنا نہ رکھنے سے بہتر ہے۔ ان تمام تفصیل کو مدنظر رکھ کر شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''سول میرج'' (جو یورپ وغیرہ میں مسلمان لوگ کرتے ہیں) اور شرعی نکاح میں کچھ فرق ہے، یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں تو فبھا ونعمت اور اگر جواب اثبات میں ہے کہ دونوں میں کچھ فرق ہے تو سول میرج کو ہرگز شرعی نکاح نہیں کہا جا سکے گا۔

ہاں! اگر بعد میں مذکورہ بالا شرط کے مطابق تجدید نکاح کرلیں تو درست ہوگا، ورنہ حرام کاری سے جو گندگی معاشرہ میں پھیلتی ہے، وہ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا، عقل سلیم، فطرت اسلامی اور شریعت اسلامیہ مرد و عورت کے ایسے بے باکانہ اور اصول دین کے خلاف ملنے کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔ ھٰذا ما عندی واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم واحکم (فتاوی حقانیہ:۴/۳۲۶)

سول میرج کا حکم:

سوال: میں نے اور قمر النساء نے والدین سے چھپ کر کورٹ میں جا کر سول میرج کرلیا، بعد میں جب لڑکی کے والدین کو یہ بات معلوم ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور اپنی لڑکی سے کہا: اگر تو نے کورٹ میں جا کر یہ نکاح ختم نہ کیا تو تجھے مار ڈالیں گے اور مجھے بھی سخت دھمکیاں دیں؛ اس لیے ہم دونوں کورٹ گئے اور لڑکی نے اپنے والدین کی حاضری میں یہ درخواست دی کہ میں سابقہ نکاح ختم کرتی ہوں، چناں چہ کورٹ کی جانب سے سابقہ نکاح ختم کر دیا گیا؛ مگر ہم دونوں نے صرف ظاہراً والدین کو دکھانے کے لیے یہ کام کیا تھا، ورنہ ہم دونوں خفیہ یہ عہد کر چکے ہیں کہ کبھی نہ کبھی والدین کو رضامند کر کے ایک دوسرے سے ازدواجی رشتہ قائم کرلیں گے۔ اب ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ کورٹ میں جب نکاح ختم کر دیا تو طلاق مغلظہ ہوگئی اور اب بغیر شرعی حلالہ کے تم ایک دوسرے سے منسلک نہیں ہو سکتے، اگر والدین رضامند ہو جائیں تو بغیر حلالہ کے ہم دونوں نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکے اور لڑکی نے کورٹ میں جا کر سول میرج کیا ہے، اس سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا؛ اس لیے کہ نکاح صحیح ہونے کے لیے دو شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے، (۲) اور دونوں نے کورٹ میں

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۸، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حریین عاقلین بالغین مسلمین، الخ. (الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۶)

جا کر جج کے سامنے جو تفریق اختیار کی وہ طلاق نہیں ہے، جب نکاح ہی منعقد نہیں ہوا تو طلاق کیسی؟ مولوی صاحب کا بیان صحیح نہیں ہے، آپ دونوں سول میرج کے بعد بھی اجنبی تھے اور سول میرج ختم کرنے کے بعد بھی اجنبی ہیں، اگر آپ دونوں باہم کفو ہیں، یا لڑکی کے اولیاء رضامندی ہیں تو نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۹/۲/۹ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۵۱-۱۵۲)

سول میرج:

سوال: ملک افریقہ میں ''بربون'' نامی حکومت، فرانس کے تابع ایک جزیرہ ہے، وہاں عقد نکاح حکومت فرانس کے قانون کے مطابق کرنا ہوتا ہے، اس کو سول میرج کہتے ہیں۔ وہاں حکومت شریعت اسلامیہ کے موافق عقد نکاح کا اعتبار نہیں کرتی؛ یعنی عورت کو غیر منکوحہ قرار دیا جاتا ہے اور اولاد کو میراث کی تقسیم میں مشکل درپیش ہوتی ہے، نیز اولاد کے وہاں کی پیدائش کے حقوق کو نقصان پہونچتا ہے۔

اگر کسی شخص نے شریعت اسلامیہ کے مطابق عقد نکاح کرنے سے پہلے یا بعد میں حکومت کے قانون کے موافق بھی نکاح کرلیا تو اب اس کو حکومت منظور کرے گی، مگر اس صورت میں اس شخص پر حکومتی عقد کے احکام عائد ہوں گے، مثلاً:

(۱) اب وہ شخص دوسرا نکاح نہیں کرسکتا۔

(۲) تقسیم میراث اسلامیہ کے موافق نہیں؛ بلکہ وہاں کے قانون کے موافق کرنی ہوگی، مثلاً: زوجہ کو ثمن کے بجائے نصف دیا جائے گا۔

ہندوستان سے جو مسلمان وہاں پر تجارت وغیرہ کے لیے مقیم ہیں، ان میں سے بعض اہل اغراض نکاح شرعی کے قبل، یا بعد نکاح قانونی مذکور کرلیتے ہیں۔ اب ایسے شخص کے بارے میں یہ امر قابل دریافت ہے کہ کیا اس کو بوجہ عقد قانونی خارج عن الاسلام سمجھا جائے گا اور کیا اس کو دوبارہ کلمہ طیبہ پڑھ کر تجدید نکاح کرنا ضروری ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر نفس نکاح جائز اور مشروع طریق پر ہو اور اس میں کوئی کام اعتقاداً وعملاً وقولاً خلاف شرع نہ کرنا پڑے، مثلاً ایسی عورت سے نکاح کیا جائے، جو اس کے لیے شرعا حلال ہے، ایسی عورت نہ ہو، جس سے شرعاً نکاح حرام ہوتا ہے، مثلاً: اس کی محرم نہ ہو، منکوحۂ غیر یا معتدۂ غیر نہ ہو، مشرکہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ کتب فقہ باب المحرمات میں تفصیل مذکور ہے، (۱) تو یہ قانونی نکاح کرانے سے آدمی خارج عن الاسلام نہیں ہوگا، اگر چہ اس نکاح پر جو نتائج مرتب ہوں

---

(۱) ''أسباب التحريم انواع : القرابة، والمصاهرة، والرضاع، والرتيب ، وبقى المطلقة ثلاثا، والمحرمة لحق الغير من نكاح،أوعدة، الخ''.(ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر،كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳۲۲/۱، دارإحياء التراث العربى بيروت)

گے، وہ بھی خلاف شرع ہوں گے؛ مگر وہ اہون ہوں گے، ان نتائج سے جو بغیر قانونی نکاح کے مرتب ہوتے ہیں۔

"من ابتلى ببليتين فليختر أهونهما". (۱)

ان خلاف شرع نتائج سے بچنے کی کوئی تدبیر اختیار کرلی جائے، وہ یہ کہ ورثہ کو اپنی زندگی میں حسب حصص شرعیہ دے دے اور ان کو مالک بنادے، (۲) اور نکاح ثانی کو اعتقادا جائز سمجھے وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۹/۱۰-۵۸۰)

---

(۱) ومن ابتلى ببليتين وجب أن يختار أقلهما محظورا، كما في غاية البيان. (مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ٤٧١، قديمى)/كذا فى النهر الفائق شرح كنزالدقائق، باب سجود السهو: ٣٣١/١، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

قال الزيلعى فى باب شروط الصلاة: ثم الأصل فى جنس هذه المسائل أن من ابتلى ببليتين وهما متساويتان، بأيتهما شاء وإن اختلفا، يختار أهونهما. (غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر للحموى، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ٢٦١/١، إدارة القرآن كراتشى)

وقد عرف أن من ابتلى ببليتين يختار أهونهما. (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، الفصل الحادى والثلاثون فى صلاة المريض: ١٥١/٢، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

إذا تعارض مفسدتان، يختار اهونهما. (قوعد الفقة، (رقم القاعدة: ٤٠٥) ص: ١٤٠، ناشر الصدف پبلشرز)

(۲) "ثم قال فى الظهيرية قبيل المحاضر والسجلات عند الكلام على كتابة صك الوقف: إن اراد الوقف على أولاده يقول: للذكر مثل حظ الأنثيين، وإن شاء يقول: الذكر والانثى على السواء، ولكن الاول اقرب إلى الصواب... فهذا نص صريح فى التفرقة بين الهبة والوقف، فتكون الفريضة الشرعية فى الوقف هى المفاضلة، فإذا اطلقها الوافق انصرفت إليها؛ لأنها هى الكامة المعهودة فى باب الوقف، وإن كان الكامل عكسها فى باب الصدقة فالتسوية بينهما غير صحيحة، على انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة، وصرح الاصوليون بأن العرف يصلح مخصصا، والعرف العام بين يقع التصريح بذلك لزيادة التأكيد فى غالب كتب الاوقاف بأن يقول: يقسم بينهم على الفريضة حظ الانثى؟ لأنه غير المتعارف بينهم". (ردالمحتار، مطلب مهم فى قول الواقف على الفريضة الشرعية: ٤٤٤/٤، سعيد)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں حسب فریضۂ شرعیہ مال کو تقسیم کرنا درست ہے۔

"قد ثبت بما ذكرنا أن مذهب الجمهور فى التسوية بين الذكر والانثى فى حالة الحياة أقوى وأرجع منحيث الدليل، ولكن ربما يخطر بالبال أن هذا فيما قصدفيه الاب العطية والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين اولاده فى حياته، لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة فى الاصطلاح الفقه ولكنهم فى الحقيقة والمقصود استعمال بما يكون بعد الموت وحينئذ ينبغى أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسم رجل فى مثل هذه الصورة للذكر مثل حظ الانثيين على قول الامام احمد، ومحمدبن الحسن رحمهما الله، فالظاهر ان ذلك يسع له، ولم أر ذلك صريحا فى كلام الفقهاء، غير أنه لايبد خارجا عن قوعدهم". (تكملة فتح الملهم، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الاولاد فى الهبة: ٧٥/٢، مكتبة دارالعلوم كراتشى)

باپ اور بھائی کے ڈر سے کئے ہوئے نکاح سے منکر ہو جانا:

سوال: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مسمی عبدالحمید اور مسماۃ وحیدن اپنا نکاح اپنی مرضی سے از خود کرنا چاہتے تھے۔ ایک روز مسماۃ وحیدن نے اپنے والد کے مکان پر روبرو ایک مسلمان بالغ مرد اور دو مسلمان بالغ عورتوں کے عبدالحمید کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ''میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا'' عبدالحمید نے جواب میں کہا کہ ''میں نے قبول کیا''۔

یہ سوال وجواب ایک ہی جگہ ہوئے، جس کو گواہوں نے سنا۔ وحیدن نے اپنے ہاتھوں سے شکر گھر میں سے لے کر تقسیم کردی کہ یہ میرے نکاح کی شیرینی ہے، جس کو گواہوں نے دکھایا اور عدالت سے بیان حلفی تصدیق کرالی، جب باپ اور بھائی کو علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔

اب مسماۃ وحیدن بوجۂ خوف اپنے باپ اور بھائی کے اس واقعہ سے منکر ہے، جب کہ عبدالحمید کے ساتھ خفیہ طور پر ازدواجی زندگی گزار چکی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اب مسماۃ وحیدن دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اور یہ نکاح حسبِ طریقہ تحریر درست ہو گیا تھا، یا نہیں؟ اور اب باپ اور بھائی کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے جب نکاح کا ایجاب وقبول ہوا، (۱) اور یہ نکاح کفو میں ہوا تو وہ شرعاً معتبر اور لازم ہو گیا، (۲) لڑکی کے والدین، یا کوئی اور اس کو غیر معتبر نہیں کہہ سکتے، اب لڑکی کا انکار بھی شرعاً معتبر نہیں، اس کے بعد مسماۃ وحدین کا نکاح کسی اور شخص سے نہیں ہوسکتا، (۳) اس کے باپ بھائی کو چاہیے کہ عبدالحمید کے ساتھ اس کو رخصت کردیں

---

(۱) النكاح ينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... بشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا، الخ''.(الدر المختار، كتاب النكاح:۳/۹-۲۲،سعيد)

(۲) ''نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي ...روى الحسن: إن كان الزوج كفوا، نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد أصلا''.
(البحر الرائق:۳/۱۹٤، كتاب النكاح،باب الأولياء والاكفاء، رشيديه)

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا تُنْكَحُ النِّسَاءُ إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ، وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.(مسند أبي يعلى الموصلي،مسند جابر رضى الله عنه،رقم الحديث:۲۰۹٤،قال المحقق حسين سليم أسد:إسناده ضعيف،انيس)

(۳) ''لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره،وكذلك المعتدة،كذا في السراج الوهاج''.(الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير:۱/۲۸۰، رشيديه)

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، وَسُئِلَ عَنِ الْمُحْصَنَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: هُنَّ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ، وَيَرْجِعُ ذَلِكَ إِلَى أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الزِّنَا.(موطأ الإمام محمد بن الحسن الشيباني،باب التفسير،رقم الحديث:۱۰۰۲،انيس)

اورکوئی ہنگامہ برپا نہ کریں، ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اتنی مدت تک مسماۃ حرام کاری کرتی رہی، یا پھر دوسری جگہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی۔غرض باپ اور بھائی راضی ہوجائیں اور مسماۃ اصل واقعہ کی منکرنہ ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۸۷)

عمر رسیدہ لوگوں کا کم عمر لڑکیوں سے نکاح:

سوال: گلف ممالک سے عمر رسیدہ لوگ جن کے پیٹ میں آنت، نہ منہ میں دانت، یہاں آتے ہیں، دلالوں کے ذریعہ جواں سال لڑکیوں سے نکاح کرتے ہیں، کچھ دن عیش کرکے اپنی ہوس پوری کرکے واپس چل دیتے ہیں، بعض ایسے لوگ ان منکوحہ لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں، جو پہلی بیوی کے سامنے ماماؤں کی طرح رہتی ہیں، کیا اس طرح ایک سے زائد نکاح جائز ہے؟ (عزم رحمانی، راجیونگر)

الجواب

اسلام نے ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے؛ لیکن سنجیدہ جذبہ کے تحت جس کا مقصد ایک ضرورت کی تکمیل ہو، محض چندروزہ ہوس رانی مقصود نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی محسوس کرتا ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل برت سکے گا، ان امور کی رعایت کے بغیر دوسرا نکاح کرنا گناہ ہے، البتہ اگر نکاح کرلیا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور نکاح کے شرعی احکام جاری ہوں گے۔شریعت میں یہ بات بھی مطلوب ہے کہ زوجین کی عمر میں مناسبت ہونی چاہیے؛ لیکن اس کی رعایت واجب نہیں، عمر رسیدہ لوگوں کے کم عمر لڑکیوں سے نکاح کرنے میں جہاں ان کی ہوس نفسانی کو دخل ہے، وہیں لڑکیوں کے والدین کی حرص وطمع کو اور اس سے زیادہ جہیز اور گھوڑے جوڑے کی ظالمانہ رسم کو؛ اس لیے ان برائیوں کا سدِ باب کئے بغیر محض ان کو برا بھلا کہنا بے فائدہ ہے۔(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۱-۳۱۲)

نکاح پر اظہارِ مسرت کے بعد ناراضگی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاجی اسلم نے اپنی لڑکی نور جہاں کی منگنی مسمی بشیر احمد ولد سلطان محمد سے آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے کی اور اس وقت مظفر اللہ ولد محمود خان، محمد قریشی ولد مقدر، اسرار احمد ولد نوارے، عثمان غنی اور دیگر افراد کی موجودگی میں مسماۃ نور جہاں کے والد محمد اسلم نے یہ الفاظ کہے کہ ''میں نے اپنی بیٹی نور جہاں کی شادی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے کردی'' اور فضل محمد ولد سلطان محمد (جوکہ دلہا کا بھائی ہے) نے اسی وقت گواہوں کے سامنے بطور وکیل یہ الفاظ کہے کہ ''میں نے اپنے بھائی بشیر محمد ولد سلطان محمد کے لیے قبول کیا'' اور سات تولہ سونا حق مہر مقرر کیا گیا، اس کے بعد مٹھائی وغیرہ بھی تقسیم کی گئی؛ لیکن رواج اور عرف کی وجہ سے یہ کاروائی تحریر میں نہ لائی جاسکی۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) قرآن وسنت کی رو سے مندرجہ بالا الفاظ کہنے سے یہ نکاح منعقد ہوا ہے، یانہیں؟ حالاں کہ مذکورہ لڑکی نورجہاں کو اس کاروائی کی خبر کردی گئی تھی اور وہ راضی بھی تھی، جب کہ پٹھانوں کے رواج کے مطابق سونے کی انگوٹھی بطورنشانی اسے پہنادی گئی۔

(۲) اب اتنا عرصہ گزرنے کے بعد چند ماہ پہلے مسماۃ نورجہاں دختر حاجی محمد اسلم نے کہا کہ میں خوش نہیں ہوں، حالاں کہ اس سات آٹھ سال کے عرصے میں وہ برابر خوشی کا اظہار کرتی رہی، اس کے بعد مسماۃ نورجہاں نے اپنے والد کی مرضی اور اسے اطلاع کئے بغیر چوری چھپے مسمی خالد سے نکاح کرلیا اور سرکاری کاغذات میں بھی نکاح رجسٹرڈ کرالیا۔ اب عرض یہ ہے کہ حاجی محمد اسلم جو کہ دلہن کا والد ہے (اوراب بھی بقائمی ہوش وحواس ہے) نے عدالت میں یہ گواہی دی ہے کہ میں نے اپنی بیٹی نورجہاں کا نکاح تقریباً آٹھ سال پہلے مسمی بشیراحمد ولد سلطان احمد سے کردیا تھا تو اس کے باوجود قرآن وسنت کی روشنی میں نورجہاں کا نکاح مسمی خالد سے منعقد ہوگیا ہے، یانہیں؟ اور کیا یہ لڑکی اس طریقہ سے والد کی مرضی کے بغیر اپنا سابقہ نکاح فسخ کرسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

(۱) شریعت محمدی میں نکاح جانبین کی طرف سے باہمی ایجاب وقبول کو کہا جاتا ہے، چاہے یہ ایجاب وقبول عاقدین کے وکلا کے مابین ہوں، یا خود عاقدین ایک دوسرے سے ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

لما فی الدرالمختار: وینعقد ملبسًا بایجاب من احدهما وقبول من الأخر وضعًا للمضی، الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۲۶۳، کتاب النکاح)

(۲) اور گواہوں کی موجودگی اور حق مہر کا تقرر بھی نکاح کے شرائط میں سے ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وشرط حضور شاهدین حرین أو حر وحراتین مکلفین، الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۲۷۲، کتاب النکاح)

ولقوله تعالیٰ: ﴿وابتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین﴾ (الآیة)(۱)

(۳) اور جب ایک عورت کا نکاح اس کی خوشی اور رضامندی سے کسی مرد سے کردیا جائے، یا بغیر اس کے علم کے کردیا جائے اور اس کی خبر ہونے کے بعد وہ اسے رد نہ کرے؛ بلکہ اس پر خاموش رہے، یا رضامندی کا اظہار کردے تو اس کے بعد عورت کا نکاح سے انکار نا قابل مسموع ہوگا۔

قال العلامة الحصکفی: فإن استاذنها هو أی الولی أو وکیله أو رسوله أو زوجها ولیها واخبرها رسوله أو فضولیٌ عدل فسکتت أوضحکت غیر متهزأة او بتسمت أو بکت بلاصوت فهو إذن. (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار: ۲/۲۹۹، کتاب النکاح)

(۱) سورۃ النساء: ۲۴، انیس

ان جملہ مقدمات کے بعد صورت مسئولہ کے مطابق حاجی اسلم کی بیٹی نور جہاں کا نکاح بشیر محمد ولد سلطان احمد کے ساتھ منعقد ہو چکا ہے اور شرعاً یہ لڑکی اس کی منکوحہ ہے، لہٰذا خالد کے ساتھ اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے اور خالد کا نکاح منکوحۃ الغیر کے ساتھ نکاح ہے، جو بنص قرآنی ممنوع ہے۔

لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾(سورۃ النساء: ٢٤)(۱)

قال العلامة الحصكفي: وأما النكاح منكوحة الغير ومعتدته ...فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ٦٥٩/٢، باب العدة)

نکاح کے انعقاد کو صفحۂ قرطاس پر لانا ضروری نہیں؛ بلکہ صرف گواہوں کی موجودگی شرط ہے، لہٰذا مسماۃ نور جہاں بنت حاجی اسلم شرعاً بشیر محمد ولد سلطان احمد کی منکوحہ ہے اور مسمی خالد سے اس کا نکاح کالعدم ہے اور اسی طرح مسماۃ نور جہاں کا بشیر محمد ولد سلطان احمد سے نکاح کے لیے اجازت دینے کے بعد نکاح پر عدم رضامندگی کا اظہار کرنا بھی ناقابل تسلیم ہے۔ (فتاوی حقانیہ: ۳۱۹/۴)

نکاح درحالت مرض شدید:

سوال: زید درد پسلی و پھیپڑے میں جس کو نمونیا؛ یعنی مرض ذات الجنب کہتے ہیں، مبتلا تھا اور اُٹھ بیٹھ، چل پھر نہیں سکتا تھا؛ بلکہ معطل الحواس تھا، اس کے مختار و سربراہ کار نے ایسی حالت میں اپنی لڑکی ہندہ کے ساتھ اس کا نکاح پڑھوا دیا اور بعوض مہر تمام جائداد زید کی زبانی طور پر دے دیا جانا مشہور کیا، اس نکاح میں زید کے خاص قرابت دار نزدیکی کوئی موجود نہ تھے، یہاں تک کہ ماں و چچا زاد بھائی وغیرہ بھی شریک نہ تھے، نہ کسی کو اطلاع دی گئی تھی اور جائداد پدری بھی زید کی ہے۔ بعد نکاح کے زید اس بیماری سے اچھا ہو کر ایک سال زندہ رہ کر فوت ہو گیا؛ مگر اپنی حیات میں اس نے نہ تو رخصت کرایا اور نہ ہندہ کو اپنے گھر بلایا، نہ جائداد کا انتقال باضابطہ کیا، نہ سرکاری دفتر میں نام لکھوایا، نہ خلوت صحیحہ ہوئی، نہ زفاف ہوا۔ بعد مرنے زید کے ہندہ کل جائداد کے دلا پانے کے نالش کرتی ہے، جو دائر عدالت ہے۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے:

(۱) ایسا نکاح بحالت مرض مہلک جائز ہے؟

(۲) اور بالعوض مہر کے کل جائداد اس طرح پر بلا مرضی دیگر ورثاء منتقل ہو سکتی ہے، جب کہ زفاف (۳) اور خلوت صحیحہ میں کلام ہے تو ایسی حالت میں ہندہ ترکہ پا سکتی ہے؟

(۴) یہ کہ اگر مہر بخش دیا گیا، میراث کی حقدار ہندہ ہو سکتی ہے؟

---

(۱) أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، وَسُئِلَ عَنِ الْمُحْصَنَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: هُنَّ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ، وَيَرْجِعُ ذَلِكَ إِلَى أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الزِّنَا. (موطأ الإمام محمد بن الحسن الشيباني، باب التفسير، رقم الحديث: ١٠٠٢، انيس)

الجواب

فی رد المختار: والمختار أنه ماكان الغالب منه الموت وإن لم يكن صاحب فراش.(۱)

(وفيه): لابد أن يكون المرض الذي طلقها فيه مرض الموت فإذا صح تبين أنه لم يكن مرض الموت.(۲)

(وفيه)(وما لزمه {أي المريض مرض الموت} في مرضه بسبب معروف) (إلىٰ قوله) (والسبب المعروف) ...(كنكاح مشاهد) إن بمهر المثل أما الزيا دة فباطلة وإن جاز النكاح، عناية.(۳)

(وفيه): صدرت {أي صيغة النكاح}عن قصد (إلىٰ قوله) فيصح به.(۴)

(وفيه) (و) يجب (الأكثر منها{أي العشرة} إن سمى) الأكثر ويتأكد (عند وطء أوخلوة صحت)من الزوج (أوموت أحدهما)...(و)يجب (نصفه بطلاق قبل الوطء أو خلوة).(۵)

(وفيه): (فيفرض للزوجة فصاعدا الثمن مع ولد أوولد إبن) وأما مع ولد البنت فيفرض لها الربع (وإن سفل والربع لهاعند عدمهما).(۶)

وفي ردالمحتار: وليس منه ما لو تزوجها على عبد الغير لوجوب قيمته إذا لم يجز مالكه (إلىٰ قوله)لامهرالمثل.(۲/۵٤۸)(۷)

روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر مرض مذکور میں زید کے اتنے حواس باقی نہ تھے کہ جس سے وہ یہ سمجھ سکتا کہ میں منہ سے کیا کہہ رہا ہوں؛ یعنی ایسا بدحواس تھا کہ اس کو یہ بھی خبر نہیں کہ میں منہ سے کیا کہہ رہا ہوں، تب تو یہ نکاح ہی نہیں ہوا؛ اس لیے نہ مہر واجب ہوگا، نہ میراث اور اگر اس قدر حواس باقی ہیں کہ جب اس سے قبول نکاح کے لیے کہا گیا تو اس نے اپنے ارادے وقصد سے قبول کیا، گو تامل اور فکر کی اس کو مہلت وفرصت نہیں ہوئی تو اس صورت میں نکاح درست ہوگیا اور چوں کہ وہ اس مرض سے اچھا ہوکر ایک سال تک زندہ بھی رہا، لہذا وہ مرض الموت نہیں رہا؛ اس لیے تمام اپنی جائداد مملوکہ مہر میں ٹھہرانا صحیح ہوگیا، پس اگر وہ جائداد کل اسی کی مملوک ہے تو پوری جائداد مہر میں ہوجائے گی، گو وہ جائداد بدری ہو اور اگر جائداد میں اور بھی کوئی شریک ہے، مثلاً زید کے باپ کا کوئی اور وراث بھی ہے اور اس

(۱) الدرالمختار، کتاب الوصایا: ٦٦١/٦، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار، باب طلاق المریض: ۳۸۸/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) الدرالمختار، باب اقرار المریض: ٦۱۱/٥، دارالفکر بیروت، انیس

(۴) الدرالمختار، کتاب النکاح: ۱۹/۳-۲۰، انیس

(۵) الدرالمختار، باب المهر: ۱۰۲/۳-۱۰٤، دارالفکر بیروت، انیس

(۶) الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۷۰۰/٦، دارالفکر بیروت، انیس

(۷) ردالمحتار، مطلب نکاح الشغار: ۱۰۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

جائداد میں وہ شریک ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس قدر جائداد مملوکہ زید کی ہے، وہ وہ مہر میں ہو جاوے گی اور جس قدر اس میں دوسرے کی ہے، وہ بھی مہر میں لگادی گئی ہے، اس کی مالیت و قیمت کی مقدار زید کی دوسری اشیاء ترکہ سے تکمیل کی جائے گی اور چوں کہ زید مر گیا؛ اس لیے کل مہر ثابت ہو گیا، اگر چہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی؛ کیوں کہ موت سے کل مہر موکد ہو جاتا ہے۔ پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اگر اتنا ہوش تھا کہ اپنے قصد سے نکاح قبول کیا ہے تو وہ نکاح درست ہو گیا اور کل جائداد مہر میں آ گئی اور اس صورت میں خلوت صحیحہ کی کوئی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ سب اس وقت ہے، جب نکاح اور مہر عادل گواہوں سے ثابت ہو، گو زید کے اعزہ موجود نہ ہوں اور گو وہ رضا مند نہ ہوں اور گو عدالت میں باضابطہ اس کی تحریر و تکمیل نہ ہوئی ہو اور گو زید نے کبھی رخصت کرانے کی استدعا نہ کی ہو؛ کیوں کہ شریعت میں یہ امور شرط نہیں ہیں، وہذا ظاہر اور مہر ایک دین ہے، جو مستقل حق ہے اور میراث جداگانہ مستقل حق ہے، ایک حق کے معاف کر دینے سے دوسرا حق ساقط نہیں ہوتا، لہذا مہر بخش دینے پر بھی میراث ملے گی۔ فقط

۲۸ / رجب ۱۳۲۱ھ (امداد: ۲/ ۴۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۱۷)

لڑکی سے محبت کے بعد شادی:

سوال: تین سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(الف) تین چار مرتبہ غیر مسلم لڑکیوں سے زنا کیا ہے اور شراب بھی پی ہے۔

(ب) کمیشن کی بنیاد پر کمپنی میں کام کرتا ہوں۔

(ج) ایک مسلم لڑکی سے محبت کرتا ہوں، وہ مجھے بوسہ لیا کرتی ہے اور میں بھی اس کو بوسہ لیتا ہوں، البتہ زنا نہیں کیا ہے، عنقریب شریک حیات بنانے والا ہوں۔ مندرجہ بالا سوالات کی مذہب اسلام میں کہاں تک اجازت اور سزا ہے؟ ان غلطیوں کا اعتراف کر کے نیک اور سچا مسلمان بننا چاہتا ہو، تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

(۔۔۔۔۔۔، رین بازار، حیدرآباد)

الجواب

(الف) زنا کرنا سخت گناہ اور معصیت ہے، (۱) خواہ مسلمان لڑکی سے ہو، یا غیر مسلم لڑکی سے اور شراب پینا

(۱) الْكَبِيرَةُ الْعَاشِرَةُ الزِّنَا وَبَعضه أكبر من بعض، قَالَ اللّٰه تَعَالَى: ﴿وَلَا تقربُوا الزِّنَى إِنَّه كَانَ فَاحِشَة وساء سَبِيلا﴾ وَقَالَ الله تَعَالَى: ﴿وَالَّذين لَا يدعونَ مَعَ الله إِلَهًا آخر وَلَا يقتلُون النَّفس الَّتِي حرم اللّٰه إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يزنون وَمن يفعل ذَلِك يلق أثاماً يُضَاعف لَهُ الْعَذَاب يَوْم الْقِيَامَة ويخلد فِيهِ مهاناً إِلَّا من تَابَ﴾ وَقَالَ اللّٰه تَعَالَى ﴿الزَّانِيَة وَالزَّانِي فاجلدوا كل وَاحِد مِنْهُمَا مائَة جلدَة وَلَا تأخذكم بهما رأفة فِي دين اللّٰه إِن كُنْتُم تؤمنون بِاللَّه وَالْيَوْم الآخر وليشهد عذابهما طَائِفَة من الْمُؤمنِينَ﴾ قَالَ الْعلمَاء هَذَا عَذَاب الزَّانِيَة وَالزَّانِي فِي الدُّنْيَا إِذا كَانَا عزبين غيرمتزوجين فَإِن كَانَا متزوجين أَو قد تزوجا وَلَو مرة فِي الْعُمر فَإِنَّهُمَا يرجمان بِالْحِجَارَةِ إِلَى أَن يموتا كَذَلِك ثَبت فِي السنة عَن النَّبِي صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم==

بھی ،(۲) آئندہ آپ اس سے بچیں ،توبہ کریں اور نکاح میں عجلت کریں ؛ تاکہ آئندہ آپ ایسے گناہوں سے بچ سکیں۔

(ب) آپ کی کمپنی کا کام اگر سود اور قمار پر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ،کمپنی کے کاروبار کی تفصیل لکھیں تو تفصیلی جواب دیا جائے گا۔

(ج) آپ کو چاہیے کہ آپ اس لڑکی سے جلد نکاح کرلیں اور اس سے پہلے ایسی کوئی حرکت نہ کریں ،ایک اجنبی لڑکی کا لڑکے کو، یا لڑکے کا لڑکی کو بوسہ لینا سخت گناہ ہے،(۲) اور پچھلے گناہوں کی تلافی ،توبہ اور آئندہ ایسی حرکتوں سے اجتناب ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۴۳۲-۴۳۳)

ایک ہندو عورت کے سوالات در بارہ اسلام وجہیز وزیور دختر خود وغیرہ:

سوال: میں اہل ہنود ہوں اور عرصہ آٹھ سال سے بیوہ ہوگئی ہوں اور میں نے اپنی مذہبی رسوم کے موافق اپنی دختر بہ عمر دس سال کی شادی کردی ہے؛ لیکن ابھی رخصتی ''گونا'' حسب رواج نہیں ہوا۔اب ہم دونوں کیا مسلمان ہوسکتے ہیں؟

الجواب

ہوسکتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۰۴)

میاں بیوی دونوں مسلمان ہوگئے تو کیا حکم ہے:

سوال: شوہر اور بیوی پہلے ہندو تھے اور کچھ مدت کے بعد دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو کیا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

== فَإِن لـم يسْتَوْف الْقصاص مِنْهُمَا فِي الدُّنْيَا وَمَاتَا من غير تَوْبَة فَإِنَّهُمَا يعذبان فِي النَّار بسياط من نَار كَمَا ورد أَن الـزبُـور مَكْتُوبًا إِن الزناة معلقون بفروجهم فِي النَّار يضْربُونَ عَلَيْهَا بسياط من حَدِيد فَإِذا اسْتَغَاثَ من الضَّرْب نادته الـزَّبَـانِيَة أَيْـن كَانَ هَذَا الصَّوْت وَأَنت تضحك وتفرح وتمرح وَلَا تراقب الله تَعَالَى وَلَا تَسْتَحي مِنْهُ وَثَبت عَن رَسُول الـلّـه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَنه قَالَ: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِين يَزْنِي وَهُوَ مُؤمن وَلَا يسرق السَّارِق حِين يسرق وَهُوَ مُؤمن وَلَا يشـرب الْـخـمر حِين يشْربهَا وَهُوَ مُؤمن وَلَا ينتهب نهبة ذَات شرف يرفع النَّاس إِلَيْهِ أَبْصَارهم حِين ينتهبها وَهُوَ مُؤمن، وَقَالَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِذا زنى العَبْد خرج مِنْهُ الْإِيمَان فَكَانَ كالظلة على رَأسه ثمَّ إِذا أقلع رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَان، وَقَالَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم:من زنى أَو شرب الْخمر نزع الله مِنْهُ الْإِيمَان كَمَا يخلع الْإِنْسَان الْقَمِيص من رَأسه وَفِي الحَدِيث الـنَّبَـوِيّ قَـالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثَلَاثَة لَا يكلمهم الله يَوْم الْقِيَامَة وَلَا ينظر إِلَيْهِم وَلَا يزكيهم وَلَهُم عَذَاب أَلِيم شيخ زَان وَملك كَذَّاب وعائل مستكبر. (الكبائر للذهبى:۱/۵۰-۵۱،دارالندوة الجديدة بيروت،انيس)

(۱) ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيْلاً﴾ (سورة الاسراء:۳۲)

" لـعـن رسـول الـلّـه صـلـى اللّٰه عليه وسلم في الخمر عشرة،عاصرها،و معتصرها والمعصورة له وحاملها، والـمـحـمـولة لـه،و بـائـعها والمبيوعة له وساقيها والمستاق له حتى عد عشرة من هذا الضرب"، عن أنس رضى اللّٰه عنه. (سنن ابن ماجة،رقم الحديث: ۳۳۸۱،باب لعنة الخمر على عشرة أوجه)

(۲) "ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة ". (الفتاوى الهندية :۵/۳۲۹)

الجواب

شوہراور بیوی پہلے ہندو تھے اورانہوں نے ہندوطریقہ کے مطابق نکاح کیا تھااورس کے بعد خدا کی توفیق سے دونوں مسلمان ہوگئے تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری نہیں۔اسلام لانے کے بعد بلاتجدید نکاح دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔ہدایہ میں ہے:

واذا تزوج الكافر و بغير شهود اوفى عدة كافر وذلک فی دينهم جائز ثم اسلما اقراعليه وهذا عند أبی حنيفة. (الهداية:۱/۳۲٤،باب نكاح أهل الشرک) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۱۵۴)

قبولِ اسلام کے بعد نکاحِ ثانی:

سوال: ایک مسماۃ عیسائی اپنے کو یہ کہتی ہے کہ میرا شوہر تو مرگیا،اب میں مسلمان سے شادی کر کے رہنا چاہتی ہوں۔ایسی صورت میں اس عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً و مصلياً

اسلام قبول کرلے،عدت گزر چکی ہو تو مسلمان سے شادی کرے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،۴/۱/۱۳۹۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۰۶)

ہندوعورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہونے کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال: ایک ہندوعورت اپنے شوہر کے داخلِ اسلام ہونے کے ایک دن بعد کلمۂ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوئی تو کیاان دونوں کے لیے نکاح ثانی کی ضرورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ضرورت نہیں،جیسا کہ شامی میں ہے:

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن، ولأمة مؤمنة خير من مشركة ولو أعجبتكم﴾ (سورة البقرة:۲۲۱)

"لا يجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا كتابی". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث فی بيان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرک: ۱/۲۸۲، رشيديه)/(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فی عدم نكاح الكافر المسلمة:۳/٤٦٥،دارالكتب العلميه بيروت)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فاذا بلغن أجلهن، فلا جناح عليكم فيما فعلن فی أنفسهن بالمعروف﴾ (سورة البقرة:۲۳٤)

"عن المسور ابب مخرمة أن سبيغة الأسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليال، فجاء ت النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم فاستأذنته أن تنكح، فأذن لها فنكحت". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب العدة، الفصل الأول،ص:۲۸۸، قديمی)

وما لم يفرق القاضی فهی زوجته حتی لو مات قبل أن تسلم امرأته الكافرة وجب لها المهر أی كماله، وان لم يدخل بها لأن النكاح كان قائما ويتقرر بالموت،فتح، وإنما لم يتوارثا لمانع الكفر،انتهیٰ. (۱)**فقط واللہ اعلم بالصواب**

کتبہ: **عبدالوہاب کان اللہ لہ** (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۳۱)

نومسلم کا نکاح:

سوال: زید کا لڑکا عمر عیسائی ہے، بکر کی لڑکی فریدہ مسلمان ہے، بالغہ ہے، عمر اگر مذہب اسلام قبول کرلے تو کیا فریدہ کا نکاح عمر سے ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بالکل ہوسکتا ہے؛(۲) مگر اس کا بھی اطمینان کرلیا جائے کہ یہ قبولِ اسلام کہیں نکاح ہی کی خاطر تو نہیں، کبھی نکاح کے بعد کہیں لڑکی کا دین بھی تباہ ہوجائے۔ **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

حررہ **العبد محمود غفرلہ**، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۶/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/ ۵۰۶-۵۰۷)

عدت کے بعد نومسلمہ کا نکاح:

سوال: ایک غیر مسلم لڑکی تھی، جو شادی شدہ تھی، ایک مسلم کا اس سے تعلق ہوگیا اور لڑکی نے کچھ دنوں بعد اسلام قبول کرلیا، ایک سال سے وہ لڑکی اس مسلمان کے ساتھ رہ رہی ہے، ابھی تک انہوں نے نکاح نہیں کیا، لڑکی چاہتی ہے کہ نکاح ہوجائے۔ کیا دونوں کا نکاح درست ہوگا اور اس لڑکی کے لیے عدت بھی ہے، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اسلام قبول کرنے کے بعد سال بھر گزر چکا ہے تو اب اس کی شادی اس شخص سے درست ہے۔ (۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم** (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/ ۵۰۷)

---

(۱) ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۱۸۹/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) "ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز نكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتی يؤمنوا﴾. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فی عدم نكاح الكافر المسلمة: ۴۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ولو أسلم أحدهما ثمه ... لم تبن حتی تحيض ...أو تمضی ثلاثة أشهر.... وليست بعدة... وهل تجب العدة بعد مضی هذه المدة؟ فان كانت المرأة حربية، فلا؛لأجه لا عدة علی الحربية. وابن كانت هی المسلمة فخرجت الينا فتمت الحيض هنا، فكذلك عند أبی حنيفة رحمه الله تعالیٰ، خلافا لهما؛ لأن المهاجرة لا عدة عليها عنده، خلافا لهما، كما سيأتی بدائع وهداية. وجزم الطحاوی بوجوبها. قال فی البحر: وينبغی حمله علی اختيار قولهما،الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۱۹۱/۳-۱۹۳، سعيد)

نومسلمہ کا نکاح:

سوال: ایک عورت غیر مسلمہ کی شادی اپنے مذہب کے اعتبار سے سات سال کی عمر میں ہوچکی تھی؛ لیکن بلوغ تک نہ شوہر کے گھر گئی، نہ اس سے کچھ تعلق پیدا کیا، اس کے بعد وہ ایک مسلمان کے گھر رہنے لگی اور مسلمان ہوکر اسی دن اس سے شادی کردی، اس کے بھائی اس کی شادی دوسری جگہ کردینا چاہتے تھے، شادی کے بعد اس کا ایک لڑکا چار سال کے بعد ہوا تو کیا قبولیتِ اسلام کے بعد کیا ہوا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

شوہر والی عورت (مدخولہ ہو، یا غیر مدخولہ) جب دار الحرب میں اسلام قبول کرے تو تین حیض گزرنے پر اس کا نکاح فسخ ہوتا ہے، پھر اگر غیر مدخولہ ہو تو اس پر عدت واجب نہیں ہوتی؛ بلکہ نکاح فسخ ہونے کے بعد اس کا نکاح درست ہوجاتا ہے وصورت مسئولہ میں اسلام قبول کرتے ہی اس کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا، یہ درست نہیں ہوا، تین حیض کا انتظار لازم تھا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۰۸)

نومسلمہ کا نکاح:

سوال: ہندوستان میں ایک عورت مسلمان ہوگئی اور اس کا خاوند کفر پر ہے، اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندوستان اگر دار الحرب ہے تو فرقت کے لیے تین حیض ضروری ہے؛ کیوں کہ اسلام عدمِ ولایت کی وجہ سے پیش نہیں کیا جاسکتا؛ مگر یہاں بعض دفعہ میں پیش کیا جاسکتا ہے، بعض دفعہ نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دار الامن ہے تو مذکورہ صورت کا کیا حل ہے، آیا مہاجرۃ النساء کی صورت ہے یہ؟ غرضیکہ جیسی تحقیق ہو، تحریر ہو؟ مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے فرقت تین حیض سے لکھی ہے۔ کیا وہ بھی صورت ہے، جو ہندوستان میں باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ہندوستان کے متعلق پہلے سے اختلاف چلا آتا ہے، حضرت شاہ عبد العزیز صاحب، حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو دار الحرب فرمایا ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب اور نواب صدیق صاحب اور مولانا عبد الباری

---

(۱) "ولو أسلم أحدهما ثمه ... لم تبن حتى تحيض... أو تمضي ثلاثة أشهر... وليست بعدة... وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة؟ فان كانت المرأة حربية، فلا؛ لأجه لا عدة على الحربية وابن كانت هي المسلمة فخرجت الينا فتمت الحيض هنا، فكذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، خلافا لهما؛ لأن المهاجرة لا عدة عليها عنده، خلافا لهما، كما سيأتي بدائع وهداية. وجزم الطحاوي بوجوبها. قال في البحر: وينبغي حمله على اختيار قولهما. الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۳/۱۹۱-۱۹۳، سعيد)

صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کیا ہے۔طرفین اہل تحقیق اس میں اور اپنے دعوے پر دلیل بھی پیش کرتے ہیں، جیسا کہ مجموعہ فتاوی(۱) اور فتاوی عزیزی میں موجود ہے،(۲)اور یہ اختلاف درحقیقت دارالحرب کے آثار اور علامات میں اکابر ائمہ کے اختلاف پر مبنی ہے۔مبسوط، عالمگیری، شامی(۳)وغیرہ میں ان اکابر کے اقوال دارالحرب کی تعریف کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔

اسی اختلاف کی بنا پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمانا احوط ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ تین حیض کے گزرنے کے بعد ایسی عورت کا نکاح منقطع ہوگا اور پھر تین حیض اور عورت کو انتظار کرنا چاہیے،غرض چھ حیض کے بعد اس کو نکاح ثانی کی اجازت ہوگی، یہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر عدت واجب نہیں، لہٰذا صرف تین حیض گزر جانے پر نکاح ثانی درست ہوگا، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اوسع ہے۔ہندوستان میں بلکہ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے محض قبولِ اسلام کی بنا پر مہاجرۃ النساء کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

”(ولو أسلم أحدهما)أى أحد المجوسين أو امرأة الكتابى (ثمة): أى فى دارالحرب وملحق بها كالبحر الملح (لم تبن حتى تحيض ثلاثا) أوتمضى ثلاثة أشهر (قبل اسلام الآخر)إقامةً لشرط الفرقة قيام السبب، وليست بعدة لدخول غير المدخول بها“.

---

(۱) مجموعۃ الفتاوی:۱/۲۴۷، کتاب الصلوٰۃ،سعید

(۲) فتاوی عزیزی (فارسی):۱/۳۰،سعید

(۳) وَالْحَاصِلُ أَنَّ عِنْدَ أَبِی حَنِیفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی – إِنَّمَا تَصِیرُ دَارُهُمْ دَارَ الْحَرْبِ بِثَلَاثِ شَرَائِطَ: أَحَدُهَا: أَنْ تَكُونَ مُتَاخِمَةً أَرْضَ التُّرْكِ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ أَرْضِ الْحَرْبِ دَارٌ لِلْمُسْلِمِينَ، وَالثَّانِی: أَنْ لَا يَبْقَى فِيهَا مُسْلِمٌ آمِنٌ بِإِيمَانِهِ، وَلَا ذِمِّیٌّ آمِنٌ بِأَمَانِهِ، وَالثَّالِثُ: أَنْ يُظْهِرُوا أَحْكَامَ الشِّرْكِ فِيهَا، وَعَنْ أَبِی يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى إِذَا أَظْهَرُوا أَحْكَامَ الشِّرْكِ فِيهَا فَقَدْ صَارَتْ دَارُهُمْ دَارَ حَرْبٍ؛ لِأَنَّ الْبُقْعَةَ إِنَّمَا تُنْسَبُ إِلَيْنَا أَوْ إِلَيْهِمْ بِاعْتِبَارِ الْقُوَّةِ وَالْغَلَبَةِ، فَكُلُّ مَوْضِعٍ ظَهَرَ فِيهِ حُكْمُ الشِّرْكِ فَالْقُوَّةُ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ لِلْمُشْرِكِينَ فَكَانَتْ دَارَ حَرْبٍ، وَكُلُّ مَوْضِعٍ كَانَ الظَّاهِرُ فِيهِ حُكْمُ الْإِسْلَامِ فَالْقُوَّةُ فِيهِ لِلْمُسْلِمِينَ، وَلَكِنْ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى – يَعْتَبِرُ تَمَامَ الْقَهْرِ وَالْقُوَّةِ؛ لِأَنَّ هَذِهِ الْبَلْدَةَ كَانَتْ مِنْ دَارِ الْإِسْلَامِ مُحْرَزَةً لِلْمُسْلِمِينَ فَلَا يَبْطُلُ ذَلِكَ الْإِحْرَازُ إِلَّا بِتَمَامِ الْقَهْرِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، وَذَلِكَ بِاسْتِجْمَاعِ الشَّرَائِطِ الثَّلَاثِ.(مبسوط السرخسی، باب المرتدین: ۱۰/۹۳، مکتبه حبیبیه کوئٹه)

الفتاوی العالمكيرية، كتاب السير، مطلب فيما تصير به دار الحرب دار اسلام وعكسه: ۲/۲۳۲، رشيديه)

رد المحتار على الدر المختار،باب المستأمن، مطلب فيما تصير به دار الاسلام دار حرب وبالعكس: ۴/۱۷۴، سعيد

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَصْحَابِنَا فِي أَنَّ دَارَ الْكُفْرِ تَصِيرُ دَارَ إِسْلَامٍ بِظُهُورِ أَحْكَامِ الْإِسْلَامِ فِيهَا وَاخْتَلَفُوا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ، إِنَّهَا بِمَاذَا تَصِيرُ دَارَ الْكُفْرِ؟ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: إِنَّهَا لَا تَصِيرُ دَارَ الْكُفْرِ إِلَّا بِثَلَاثِ شَرَائِطَ، أَحَدُهَا: ظُهُورُ أَحْكَامِ الْكُفْرِ فِيهَا وَالثَّانِي: أَنْ تَكُونَ مُتَاخِمَةً لِدَارِ الْكُفْرِ وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا يَبْقَى فِيهَا مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنًا بِالْأَمَانِ الْأَوَّلِ، وَهُوَ أَمَانُ الْمُسْلِمِينَ،وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ – رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِنَّهَا تَصِيرُ دَارَ الْكُفْرِ بِظُهُورِ أَحْكَامِ الْكُفْرِ فِيهَا.(بدائع الصنائع،فصل فی بيان معنى الدارين دارالإسلام ودار الكفر:۷/۱۳۰، دارالكتب العلمية بيروت،انيس

قال الشامی: ”(قوله: وليست بعدة): أی ليست هذه المدة عدة؛ لأن غير المدخول بها داخلة تحت هذا الحكم، ولو كانت عدة، لاختص ذلک بالمدخول بها وهل تجب العدة بعد مضی هذه المدة ؟ فان كانت المرأ ة حربية، فلا ؛ لأنه لاعدة على الحربية، وإن كانت هی المسلمة فخرجت إلينا، فتمت الحيض هنا، فكذلک عند أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ، خلافا لهما؛لأن المهاجرة لاعدة عليها عنده، خلافا لهما، كما سيأتی،الخ“.(رد المحتار: ۳۹۱/۲، مطبوعه نعمانیه)(۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۷/۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/رجب ۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۸/۱۰-۵۱۰)

کیا نومسلمہ کو چھ مرتبہ حیض کے بعد نکاح کی اجازت ہے:

سوال: ایک عورت جو غیر مسلمہ اور شادی شدہ ہے اور اس عورت کے غیر مسلم شوہر سے اولاد بھی ہے؛ لیکن ایک مسلمان اس عورت کے ساتھ اور عورت بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ عورت کا کہنا ہے کہ نہ ہندو ہوں، نہ مسلم؛ مگر ٹیکا لگاتی ہے؛ یعنی اس میں شرک کی آمیزش ہے اور اس مسلمان نالائق نے بھی جمعہ تک کی نماز چھوڑ دی، اس نے اس غیر مسلمہ کے خاوند کو طلاق پر آمادہ بھی نہ کیا، نہ وہ مسلمان ہوئی، نہ یہ پورا مرتد ہوا۔ غرض دونوں کو شرعاً کس طریقہ سے الگ کرنا، یا ملانا چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر دونوں ملے ہوئے ہیں تو ان کو فوراً الگ الگ کرا دیا جائے۔(۲)

اور عورت اسلام قبول کرلے، ٹیکہ وغیرہ مشرکانہ چیزیں چھوڑ دے۔(۳) جب اسے چھ مرتبہ ماہواری آجائے تو اس

---

(۱) ردالمحتار مع الدرالمختار، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبی والمجنون ليسا بأهل لايقاع الطلاق: ۱۹۱/۳-۱۹۲، سعيد

(۲) ”قال النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”من رأى منكم منكرا، فليغير بيده“.(الحديث)(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۴۳۶/۲، قديمی)(عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ–وَهَذَا حَدِيثُ أَبِی بَكْرٍ– قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ .فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.(صحيح لمسلم،باب بيان كون النهی عن المنكر من المعروف،رقم الحديث: ۴۹،مسند الإمام أحمد،رقم الحديث: ۱۱۴۶۰، صحيح ابن حبان،رقم الحديث: ۳۰۷،الإيمان لابن مندة،رقم الحدی ۱۸۱،انيس

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

”ومنها: ألا تكون المرأة مشركة اذا كان الرجل مسلما، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة“. (بدائع النصائع، فصل فی نكاح المشركة: ۴۵۸/۳، دار الكتب العلميه بيروت)

مسلمان سے اس کا نکاح کر دیا جائے،(۱) اس وقت تک عورت کسی دوسری عافیت کی جگہ رہے، کلمہ اور نماز وغیرہ آہستہ آہستہ سیکھتی رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۷/۱۳۹۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۲۱)

فاسق کا نکاح درست ہے:

سوال: جو بڑے مرد، یا بچے سونے چاندی اور ریشم کا استعمال کرتے ہوں اور داڑھی کترواتے ہوں اور مونچھیں بڑھاتے ہوں اور گناہ معلوم ہونے پر توبہ نہ کریں، ایسے لوگوں کا نکاح صحیح رہ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے لوگ فاسق و گناہگار ہیں، ان کو کافر نہ کہا جائے اور نکاح ان کا صحیح ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۱۳)

جو مرد اور عورت کبھی نماز نہیں پڑھتے، ان کا نکاح:

سوال: لڑکا اور لڑکی دونوں کلمہ تو جانتے ہیں؛ مگر کبھی نماز نہیں پڑھتے تو کیا ان دونوں کا نکاح درست ہے؟

---

(۱) تین ماہواریوں کے بعد اس کا سابق نکاح ختم ہو جائے گا۔

"لو أسلم أحدهما ثمة، لم تبن حتى تحيض ثلاثا قبل إسلام الآخر". (الدر المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبى والمجنون ليسا بأهل لايقاع الطلاق: ۳/۱۹۱، سعيد)(وكذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۳۷۰، رشيديه) / (وكذا فى فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشكر: ۳/۴۲۱-۴۳، مصطفى البابى الحلبى مصر)

اور باقی تین ماہواریاں اختتام نکاح کی عدت ہیں۔

قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

(۲) حلق الشارب بدعة وقيل سنة ولاباس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية والسنة فيهاالقبضة،الخ، ولهذا قال يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب الخطر والاباحة: ۵/۳۵۹، ظفير)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ، قَالَ وَكِيعٌ: انْتِقَاصُ الْمَاءِ: يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ. (صحيح لمسلم، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲۶۱، سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۲۹۳، سنن أبى داؤد، رقم الحديث: ۵۳، سنن الترمذى، رقم الحديث: ۲۷۵۷، سنن النسائى، رقم الحديث: ۵۰۴۰، صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث: ۸۸، معجم ابن عساكر، رقم الحديث: ۷۸۴، انيس)

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْاخْتِتَانُ. (موطأ الإمام مالك، رواية أبى مصعب الزهرى، باب فى السنة: الفطرة، رقم الحديث: ۱۹۲۷، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح تو صحیح ہوگا،(۱) مگر ترکِ فرض کا گناہ کچھ ہلکا گناہ نہیں، اس کا اہتمام بہت ضروری ہے، نماز ترک کرنا معمولی گناہ نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۶/۱۰)

اقرارِ زوجیت کا حکم:

سوال: اگر زید نے اقرار کیا کہ ہندہ میری منکوحہ اور زوجہ ہے تو یہ اقرار ثبوتِ زوجیت کے لیے معتبر ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

معتبر ہوگا۔

---

(۱) ”وأما ركن النكاح فهو الايجاب والقبول، وذلك بألفاظ مخصوصة،الخ“.(بدائع النصائع، فصل في ركن النكاح:۳۱۷/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”من ترك صلاة، لقي الله وهو عليه عضبان“. (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۵۸۵، الرياض) (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ وَقَعَ فِي عَيْنِهِ الْمَاءُ، فَقِيلَ لَهُ نَنْزِعَ الْمَاءَ مِنْ عَيْنِكَ عَلَى أَنَّكَ لا تُصَلِّي سَبْعَةَ أَيَّامٍ، فَقَالَ: لا، إِنَّهُ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ وَهُوَ يَقْدِرُ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.(مسند ابن الجعد،رقم الحديث: ۲۳۳۶،انيس)

”من ترك الصلاة متعمدا، فقد كفر جهارا“. (فيض القيدر: ۵۷۳۷/۱۱ـ۵۷۳۸، رقم الحديث: ۸۵۸۷، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)(عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا.(المعجم الأوسط،رقم الحديث:۳۳۴۸،انيس)

”ويكفر جاهدها لثبوتها بدليل قطعي، وتاركها عمدا مجانة: أى تكاسلا فاسق، الخ“. (الدرالمختار، كتاب الصلاة:۳۵۲/۱، سعيد)

(الْكَبِيرَةُ السَّادِسَةُ وَالسَّبْعُونَ: تَعَمُّدُ تَرْكِ الصَّلَاةِ) قَالَ تَعَالَى مُخْبِرًا عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ﴾(المدثر:۴۲)

﴿قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾(المدثر:۴۳)

﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ﴾(المدثر:۴۴)

﴿وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ﴾(المدثر:۴۵)

وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ:بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَمُسْلِمٌ:بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ أَوْ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيُّ:لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ إلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَالتِّرْمِذِيُّ:بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَابْنُ مَاجَهْ:بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَصَحَّ كَمَا قَالَهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ،قَالَ الْحَاكِمُ: وَلَا يُعْرَفُ لَهُ عِلَّةٌ:الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ.وَالطَّبَرَانِيُّ بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهِ:مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا.وَفِي رِوَايَةٍ:بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكُفْرِ أَوْ الشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ، فَإِذَا تَرَكَ الصَّلَاةَ فَقَدْ كَفَرَ.وَفِي أُخْرَى:لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْكِ إلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ، فَإِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ أَشْرَكَ،الخ.(الكبائر للذهبى: ۲۱۷/۱،دارالفكربيروت،انيس)

ہدایہ میں ہے:

ویجوزإقرارالرجل بالوالدین والولد والزوجة والمولٰی لأنه أقر بما یلزمه ولیس فیه تحمیل النسب علی الغیر،إنتھٰی. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۴۴) ☆

---

(۱) الهداية،فصل:ومن أقر بغلام یولد مثله لمثله،الخ:۱۸۸/۳،دارإحیاء التراث العربی بیروت لبنان،انیس

(ویجوز إقرار الرجل بالوالدین والولد والزوجة والمولی)، لأنه إقرار بما یلزمه، ولیس فیه تحمیل النسب علی الغیر (ویقبل إقرار المرأة بالوالدین والزوج والمولی) لما بینا (ولا یقبل) إقرارها إذا کانت ذات زوجٍ أو معتدة منه (بالولد) لأن فیه تحمیل النسب علی الغیر وهو الزوج؛ لأن النسب منه (إلا أن یصدقها الزوج) لأن الحق له (أو تشهد بولادتها) امرأة (قابلة)أو غیرها،لأن قول المرأة الواحدة فی الولادة مقبول،قال الأقطع:فتثبت الولادة بشهادتها، ویلتحق النسب بالفراش،آه.(اللباب فی شرح الکتاب،کتاب الإقرار:۸۶/۲،المکتبة العلمیة بیروت،انیس)

(وَصَحَّ إِقْرَارُ الرَّجُلِ بِالْوَالِدَیْنِ وَالْوَلَدِ) بِالشُّرُوطِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِی الِابْنِ، لِأَنَّهُ إقْرَارٌ عَلَی نَفْسِهِ وَلَیْسَ فِیهِ حَمْلُ النَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ (وَالزَّوْجَةِ) أَیْ صَحَّ إقْرَارُهُ بِالزَّوْجَةِ بِشَرْطِ خُلُوِّهَا عَنْ زَوْجٍ، وَعِدَّتِهِ، وَبِشَرْطِ أَنْ لَا یَکُونَ تَحْتَ الْمُقِرِّ أُخْتُهَا وَلَا أَرْبَعٌ سِوَاهَا (وَالْمَوْلَی) أَیْ صَحَّ إقْرَارُهُ بِالْمَوْلَی مِنْ جِهَةِ الْعَتَاقَةِ إنْ لَمْ یَکُنْ وَلَاؤُهُ ثَابِتًا مِنْ جِهَةِ غَیْرِ الْمُقِرِّ (وَشُرِطَ تَصْدِیقُ هَؤُلَاءِ) لِأَنَّ إقْرَارَ غَیْرِهِمْ لَا یَلْزَمُهُمْ لِأَنَّ کُلًّا مِنْهُمْ فِی یَدِ نَفْسِهِ لَا إذَا کَانَ الْمُقَرُّ لَهُ صَغِیرًا فِی یَدِ الْمُقِرِّ وَهُوَ لَا یُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ أَوْ عَبْدًا لَهُ فَثَبَتَ نَسَبُهُ بِمُجَرَّدِ الْإِقْرَارِ وَلَوْ کَانَ عَبْدًا لِغَیْرِهِ یُشْتَرَطُ تَصْدِیقُ مَوْلَاهُ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ.(مجمع الأنهر،باب إقرارالمریض:۳۰۵/۲،دار إحیاء التراث العربی بیروت،انیس)

☆ نکاح کا بیان:

مسئلہ: نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں، آدمی گناہ سے بچتا ہے، دل ٹھکانے ہو جاتا ہے، نیت خراب اور ڈانواڈول نہیں ہونے پاتی۔

مسئلہ: نکاح فقط دو لفظوں سے بندھ جاتا ہے، جیسے کسی نے گواہوں کے روبرو کہا: میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا، اس نے کہا میں نے قبول کیا، بس نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے۔

مسئلہ: کسی نے کہا اپنی فلاں لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو، اس نے کہا: میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا تو نکاح ہو گیا، چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا، یا نہ کہے، بہر حال نکاح ہو گیا۔

مسئلہ: اگر خود عورت وہاں موجود ہو اور اشارہ کر کے یوں کہہ دیا کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا، وہ کہے کہ میں نے قبول کیا، تب بھی نکاح ہو گیا، نام لینے کی ضرورت نہیں اور اگر وہ خود موجود نہ ہو تو اس کا بھی نام لے اور اس کے باپ کا نام بھی اتنے زور سے لے کہ گواہ سن لیں۔

مسئلہ: نکاح ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کم از کم دو مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہونے اور ایجاب وقبول کے دونوں لفظ کہتے (ہوئے) سنیں، تب نکاح ہوگا، نیز وہ مرد عورتیں مسلمان ہوں اور بالغ بھی ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں، تب بھی نکاح درست نہیں ہے، چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں، دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد ہونا چاہیے۔ ==

اقرار زوجیت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ بارہ سال کا ہوتا کہ ایک مرد اور عورت سے تعلق بلا عقد نکاح ہوکر ایک لڑکا تولد ہوا اور چند روز بعد عورت لڑکے کو لے کر دوسرے ملک میں جا کر رہنے لگی گئی، برس بعد مرد بھی اس ملک میں گیا، عورت مرد کے پاس خود آئی اور مرد کو اپنے مکان پر لے گئی اور آدمیوں سے کہا کہ ہمارا خصم آیا ہے اور مرد نے بھی آدمیوں سے کہا کہ ہماری جورو ہے، دوسرے ملک میں تین سال گزرے دونوں کو رہتے ہوئے اور جب کہ مرد عورت کو جورو تسلیم کرتا ہے ہر آدمی کے سامنے اور عورت خصم قبول کرتی ہے، ہر آدمی کے سامنے اہل محلّہ مرد کو خصم اور عورت کو بی بی کہتے ہیں اور جانتے ہیں اور مرد وعورت اہل محلّہ کے اس کہنے کو قبول کرتے ہیں تو ایسی حالت میں دونوں کا کیا حکم ہے، بموجب دستور زمانہ نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ عورت کا وارث ابتدا سے نہیں ہے۔ از روئے شرع محمدی کیا حکم ہے؟

الجواب

اس میں کئی قول ہیں اور قاضی خان نے اس تفصیل کو پسند کیا ہے۔

"إن أقرّا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد، لا يكون نكاحاً، وان أقر الرجل أنه زوجها وهى أنها زوجته يكون نكاحاً، ويتضمن إقرارهما الانشاء،الخ. (كذا فى ردالمحتارعن الفتح: ۴۳۵/۲)(۱)

اس بنا پر مرد وعورت کے ان قولوں سے نکاح نہیں ہوا۔

لأن قول المرأة يتضمن الاقرار بعقد ماض لأن معناه: أن الرجل الذى هو زوجى قبل المجىء قد جاء.

ان کو اب نکاح با قاعدہ کر لینا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ:۲/۲۳۵)

== مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے، جیسے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا اور کہیں تاکہ نکاح کی خوب شہرت ہوجائے اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے؛ لیکن اگر کوئی ایسی ضرورت پڑ گئی کہ بہت سے آدمی جمع نہ ہوسکیں تو خیر کم سے کم دو مرد یا ایک عورت، دو عورتیں ضرور موجود ہون جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

مسئلہ: اگر مرد بھی جوان ہے اور عورت بھی جوان ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں، دو گواہوں کے سامنے ایک کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح ترے ساتھ کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا بس نکاح ہوگیا۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہہ دیا کہ تم میرا نکاح کسی سے کردو، یا یوں کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کردو اور اس نے دو گواہوں کے سامنے کر دیا، تب بھی نکاح ہوگیا، اب اگر وہ انکارے تب بھی کچھ نہیں ہوسکتا۔ (ماخوذ از: دین کی باتیں، مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ)

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۱۳/۳، دارالفکر بیروت، انیس

انعقادِ نکاح کے لیے نکاح کا اقرار کافی نہیں اور بعض الفاظِ نکاح:

سوال: ہندہ اور زید کے درمیان تین چار سال سے محبت کا خط خطوط تھا اور ہندہ نے بعض خطوں میں یہ لکھا تھا کہ ''میں آپ ہی کو خاوند بناؤں گی'' اور بعض میں یہ کہ ''آپ کو شہور بنانا چاہتی ہوں'' اور اکثر خطوں میں اس نے زید کو خاوند سے تعبیر کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ اظہار بھی کیا ہے کہ ''آپ اور میرے درمیان نکاح منعقد ہو چکا ہے'' کیوں کہ اس کو معلوم تھا کہ جو خطوط اس نے زید کے پاس بھیجے تھے، ان کو زید نے دو تین بالغ آدمیوں کو سامنے پڑھ کر اس کو تین بار آدمیوں کے سامنے قبول کرلیا ہے، یہ کہہ کر کہ ''میں اس کو اپنی زوجیت میں قبول کرتا ہوں''۔

اب ہندہ کے باپ نے ان تمام باتوں کا علم ہو جانے اور ہندہ کے بہت سے خطوط ہاتھ لگ جانے کے باوجود بھی اس کو دوسری جگہ شادی میں دے دیا اور اس نے بھی خواہ اپنے والدین کے خوف سے، یا دنیوی طمع کی خاطر اپنے نکاح کی اذن دے دی۔ اب صورتِ اُولیٰ میں مذہب حنفی کے مطابق نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ بر تقدیر اول نکاحِ ثانی کا کیا حکم ہے؟ اور اس جرم کا مرتکب کون؟ اور اس کی کیا سزا؟ مع الادلۃ الشریفۃ بینوا توجروا۔

(شہر میرٹھ مدرسہ السامیہ اندر کوٹ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

الفاظ بالا: ''میں آپ ہی کو خاوند بناؤں گی، آپ کو شوہر بنانا چاہتی ہوں، آپ اور میرے درمیان نکاح منعقد ہو چکا ہے'' نکاح کے لیے ایجاب نہیں۔ پہلے اور دوسرے الفاظ سے خواہش ظاہر کی ہے۔ تیسرے الفاظ سے اقرار کیا ہے، جو کذب ہے، انشائے عقد کے لیے کوئی لفظ نہیں، نیز خاوند سے تعبیر کرنا بھی ایجاب کے لیے کافی نہیں۔

اگر ہندہ نے یہ ہی الفاظ لکھے ہیں اور زید نے انہی کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر قبول کیا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا، والدین نے جو ہندہ کی اجازت سے اس کا نکاح کیا ہے، وہ صحیح اور معتبر ہے؛ لیکن اگر ہندہ نے کچھ ایسے الفاظ بھی لکھے ہیں، جو ایجاب کے لیے کافی ہیں اور زید نے ان کو سنا کر گواہوں کے سامنے قبول کیا ہے تو وہ صحیح اور معتبر ہے اور والدین کا کیا ہوا نکاح معتبر نہیں۔ (والبسط فی ردالمحتار: ۴۰۹/۲)(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۱۳۵۸ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲؍شعبان ۱۳۵۸ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲؍شعبان ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۷/۱۰-۲۶۸)

---

(۱) (قوله: فتح) فانه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب.

وصورة: أن يكتب اليها يخطبها، فاذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: ان فلانا كتب يخطبني فاشهدو أني زوجت نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى: زوجت نفسي من فلان، لاينعقد؛ لأجن سماع الشطرين شرط صحةالنكاح، وباسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين، بخلاف ما اذا نفيا. (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد) ==

حمائل پر ہاتھ رکھ کر اقرار سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: میرا نام زہرہ خاتون ہے، والد کا نام نذیر محمد خان ہے، ساہوا گاؤں ضلع چورو کی رہنے والی ہوں، میری ایک بڑی بہن مقصودہ بانو ہے، جو میری ہی طرح طلاق کے بعد تعلیم حاصل کر کے رتن گڑھ میں ملازم ہے۔ ہم دونوں بہنوں کی شادی ایک ساتھ ہوئی تھی اور ۱۴، ۱۵ سال کی عمر میں ہوئی تھی، ہم دونوں سسرال پہونچ گئی، دونوں آٹھویں اور دسویں پاس تھیں۔ ہم لوگ گاؤں اور پچھڑے ہوئے قصبے میں پلے ہیں، نہ ہم میں اسلامی شعور تھا اور نہ ہم مذہب کی الف ب سے واقف تھے، صرف کلمہ طیبہ آتا تھا، حلال وحرام، نکاح وطلاق کی اہمیت، یا فرق سے ذرا بھی واقف نہیں تھے، والدین نے بہت ناز سے پیار سے پالا تھا، والد سرکاری کمپاؤنڈر تھے، ریٹائرڈ ہونے کے بعد پریکٹس کر رہے ہیں۔

غرض یہ کہ سسرال سے میری والدہ کنیز فاطمہ کا قریبی رشتہ تھا، لہٰذا گھر کی ایک دوعورتوں نے خاصا پیار دیا؛ مگر میرا شوہر دوچار دن بعد سے ہی جھگڑے اور گالیاں پر آمادہ تھا، اس کا کہنا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا نہیں چاہتا تھا اور اب وہ میری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتا، وہ سامنے رہنے والی ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ بعد میں (میں) گھر آگئی، والدین نے میرے شوہر اور سسرال والوں کو بہت نوازا، بہت سمجھایا؛ مگر جو جھگڑے، گالی گلوچ، مار پیٹ شروع ہو چکی تھی، وہ کم نہ ہو سکی؛ بلکہ اضافہ ہی ہوتا رہا۔

میرے ہی کمرے میں میرا شوہر محمد شفیع اپنی محبوبہ سے سبھی کچھ کرتا رہا، میرا خاموش رہنا ضروری تھا، میں خاموش پھر بھی گالیاں کھاتی اور پٹتی رہیں: ”طلاق دے دوں گا، طلاق دے کر ہی رہوں گا تُو تو تیرے باپ کے گھر ہی اچھی لگتی ہے“۔

مجھے گھر روانہ کر دیا گیا اور والدین نے فٹ بال کی طرح ٹھوکر مار کر سسرال واپس کر دیا، میرے شوہر نے پھر جھگڑا کیا کہ ”تو طلاق کے قابل ہے، میں تجھے دے دوں گا اور سفید چادر اوڑھا کر گھر سے ذلیل کر کے نکالوں گا“۔

ایک روز بہت جھگڑا ہوا، جب میں مقابلہ میں تھک گئی تو دو تین عورتوں نے بیچ بچاؤں کیا تو اور غضب ہو گیا: ”نکال دو اس رانڈ کو، میں نے اسے طلاق دی، اسے دھکے دے کر نکالو“۔

میں والدین کے ہاں بھجوادی گئی، والدین سے سارا ماجرا سن کر نرس کی ٹریننگ میں ڈال دیا۔ اب میں ہوسٹل میں ٹریننگ کرنے لگی اور اپنے کو طلاق شدہ سمجھنے لگی۔

== ولا بكتابة حاضر بل غائب، بشرط اعلام الشهود، بما في الكتاب، وما لم يكن بلفظ الأمر، فيتولى الطرفين، فتح، ولا بالاقرار على المختار، خلاصة، كقوله: هي امرأتي؛ لأن الاقرار اظهار لما هو ثابت وليس بانشاء". (الدر المختار)

(قوله: المراد هنا أن الاقرار لا يكون من صيغ العقد، الخ. (رد المحتار، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳-۱۳، سعيد)

"وفي الفتاوى: رجل وامرأة بالنكاح بين يدي الشهود، وقالا بالفارسية: "ما زن وشوئيم" لا ينعقد النكاح بينهما، هو المختار". (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح: ۴/۲، مكتبة امجد اكادمى لاهور)

میرے والد کے بھائی جناب نور محمد خان کی سالی کے لڑکے جن کا نام واجد حسین خان ہے، یہ جے پور میں رہتے ہیں، ان کی خالہ نور محمد خان کی اہلیہ نے میری شادی سے پہلے ان کے پیغام میرے نام اشارۃً بھجوائے تھے، چوں کہ میری شادی میری والدہ کی رشتہ دری میں ہونا طے ہوگئی تھی؛ اس لیے خاموشی اختیار کی گئی۔ غرضیکہ واجد حسین خان مجھ سے ملنے ہوسٹل آتے رہتے تھے اور گھنٹوں باتیں ہوتی رہتی تھیں، اخلاقی طور پر ہم ایک دوسرے کے بہت قریب تھے، ان کے گھر بھی آنا جانا تھا، میری ٹریننگ بھی ختم ہو چکی تھی۔

ایک دن واجد صاحب مجھے گھر لے گئے، دنیاداری کی باتیں ہوتی رہیں، مجھے رات میں واجد صاحب کے گھر میں قیام کرنا پڑا، اس رات ہم دونوں میں یہ بھی طے ہو گیا کہ ہم ایک دوسرے سے شادی کرلیں گے ''ہم دونوں نے ہی حمائل شریف پر ہاتھ رکھ کر عہد کیا کہ ہم دونوں شادی کرلیں گے''۔

اور اسی رات ہم ایک دوسرے میں ضم ہو گئے، میرے بطن سے واجد حسین صاحب کا نطفہ قرار پایا اور ایک دو دن انہیں کے گھر رہ کر اپنے گاؤں چلی آئی۔

مجھے سروس کرنا تھی، میری سسرال کے کچھ معتبر لوگ میرے گھر آئے اور والدین سے کہا کہ لڑکا کہتا ہے کہ ''میں نے طلاق نہیں دی، لڑکی کو بھیج دو''، لہٰذا مجھے سسرال بھیج دیا گیا، وہاں جا کر میں نے اپنے کو ہر طرح محفوظ رکھا اور اس جال سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ میرا شوہر جو مجھے طلاق دے چکا تھا، اب وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ شادی اس لڑکی سے کرے اور نوکری مجھ سے کرائے اور خدمت بھی میں کروں؛ لیکن وہ جھگڑے بھی برابر کرتا رہا اور آنگن میں بیٹھ کر کہتا ہے: ''جانِ من نوکری کرو نوکری، طلاق دے چکا تو کیا ہوا، تجھے اس گھر سے جانا ہے''۔ میری زبان تو کھل ہی چکی تھی، لہٰذا ایک سوال کے چار جواب دیتی اور پٹتی، چناں چہ ایک دن بہت بڑا ہنگامہ ہوا، اگر چند عورتیں نہ بچ بچاؤ کرتیں تو شاید مار ہی ڈالتا۔ جھگڑے اور طلاق کی اطلاع میرے والدین کو پہونچی تو میرے بڑے بھائی محمد بشیر مجھے لینے آئے، پھر جھگڑا ہوا، میرے شوہر نے کہا کہ طلاق دے دی تو کیا ہوا، میں اس بدمعاش رانڈ کو نہیں بھیجوں گا۔

غرضیکہ میں اپنے بڑے بھائی صاحب کے ساتھ والدین کے گھر آ گئی، میرا رجحان تعلیم کی طرف ہو گیا۔ میں نے واجد صاحب کے نطفے سے ایک لڑکے کو جنم دیا، جو اس وقت گیارہ سال کا ہے۔ میں واجد حسین خان صاحب کو اپنا شوہر ۱۹۷۴ء سے تسلیم کرتی ہوں، اس طرح وہ بھی مجھے اپنی بیوی تسلیم کرتے ہیں، ''ہم دونوں نے حمائل شریف پر ہاتھ رکھ کر ایک دوسرے کو زن وشوہر تسلیم کیا ہے؛ لیکن نکاح کے دو بول نہیں پڑھے، یا سنے''۔

۱۹۷۵ء میں میں نے لڑکے کو جنم دیا، اردو پڑھی، عربی پڑھی اور دینیات سے واقفیت حاصل کی، ان دونوں میں جے پور میں ڈاکٹری تعلیم حاصل کر رہی ہوں، بچہ میرے پاس رہتا ہے۔ اردو، دینیات اور انگلش کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ واجد ایک عدد بیوی کے شوہر اور ایک بچی کے باپ ہو چکے ہیں۔ اب وہ مجھے اور بچے کو نوازنا چاہتے ہیں، وہ

کثیر تعداد کو روشناس کرا چکے ہیں کہ میں ۱۹۷۴ء سے ان کی بیوی ہوں اور یہ بچہ جن کا نام انہوں نے خود ہی رکھا تھا؛ یعنی آصف کے وہ والد ہیں، یا آصف ان کا بیٹا ہے۔

لہٰذا کیا واجد حسین خان صاحب سے میرا نکاح ہو چکا ہے، یا مجھے نکاح پڑھنا ہوگا؟ اگر نکاح پڑھنا ہوگا تو بچہ کی ہیئت کیا رہے گی؟ یہ بچہ تو انہیں کے نطفے سے ہے؟ مجھے میرے پہلے شوہر سے طلاق ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر پہلے شوہر کی طلاق دینے کے گواہ موجود ہیں،(۱) یا خود شوہر کو طلاق کا اقرار ہے اور اس اقرار کے گواہ ہیں تو طلاق ہوگئی۔(۲) وقتِ طلاق سے تین مرتبہ ماہواری آنے پر عدت ختم ہوگئی اور دوسرے نکاح کا آپ کو حق ہوگیا؛(۳) لیکن حمائل شریف ہاتھ میں رکھ کر دونوں کا عہد کر لینا کافی نہیں؛ بلکہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول لازم ہے، بغیر اس کے نکاح نہیں ہوتا۔(۴) واجد حسین خان صاحب کے ساتھ جو تعلق ہوا وہ زنا کاری ہے اور زنا سے بچہ پیدا ہوا، اس کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا۔(۵) گزشتہ زندگی سے تائب ہو کر واجد حسین صاحب سے نکاح کر لیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۶۹-۶۷۳)

---

(۱) "والشرط فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا أو غير مال كالنكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصاية ونحو ذلك مما ليس بمال، كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول: ۳/۴۵۱، رشيديه)

(۲) "أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك ايقاعا منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للايقاع غير مالك للاستناد". (مبسوط السرخسي: ۴/۱۰۹، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿والمطلقت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيديه)

"وتحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة؛ لأن انقضائها بانقضاء الحيضه الثالثة، وقد انقضت بيقين". (بدائع الصنائع، فصل في شرائط جواز الرجمة: ۴/۳۹۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين، أو رجل وامرأتين". (الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۵) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: كان عتبة بن أبي وقاص عهد الیٰ أخيه سعد بن أبي وقاص أن ابن وليدة زمعة مني ... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هولک يا عبد بن زمعة! الولد للفراش وللعاهر الحجر". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۲/۲۸۷، قديمي)

"قال أصحابنا: لثبوت النسب ثلاث مراتب: الأول: النكاح الصحيح، وما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة، ولا ينتفي بمجرد النفي، وانما ينتفي باللعان، فان كانا ممن لا لعان بينهما، لا ينتفي نسب الوالد، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر، في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشيديه)

جھوٹے اقرار اور جھوٹی خبر سے انعقاد نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک معشوقہ اپنے عاشق کو لے کر اپنی سہیلیوں کے گھر گئی تو گھر والوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو معشوقہ نے کہا کہ میرا شوہر ہے، جس وقت یہ کہا، اس وقت تین عورتیں ایک مرد موجود تھے، اس وقت موجود مرد نے عاشق سے کہا کہ تم اس کے شوہر ہو تو اس نے بھی جھوٹی تسلی کے لیے کہا کہ ہاں میں اس کا شوہر ہوں تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں مدرسہ چلہ امروہہ کے مفتیان کرام نے یہ لکھا ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور مدرسہ جامع مسجد امروہہ کے مفتیان کرام نے یہ لکھا ہے کہ نکاح منعقد ہو گیا۔

حضرت مفتی صاحب! آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری صحیح اور مدلل رہنمائی فرمائیں اور اس استفتا کے ساتھ دونوں فتوؤں کی فوٹو کاپی منسلک ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں؟

جامع مسجد امروہہ کا جواب:

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں نکاح ہو گیا؛ اس لیے کہ جب دونوں نے گواہوں کی موجودگی میں میاں بیوی ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار کو انشاء کا درجہ دیا جائے گا اور انعقاد نکاح کا حکم لگایا جائے گا۔

فلا ينعقد بالإقرار على المختار وقيل: إن كان بمحضر من الشهود، صح كما يصح بلفظ الجعل وجعل الإقرار إنشاء وهو الاصح، وقال في الفتح: قال قاضي خان: وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن أقرا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد لا يكون نكاحًا وإن أقر الرجل أنه زوجها وهي أنه زوجته يكون إنكاحًا ويتضمن إقرارهما الإنشاء. (الدر المختار مع الشامی: ٧٤/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد منصف بدایونی غفرلہ، جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ، ۲۰/۱/۱۴۳۷ھ۔

الجواب صحیح: ریاست علی رام پوری غفرلہ، جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ، ۲۰/محرم الحرام ۱۴۳۷ھ۔

دار العلوم چلّہ امروہہ کا جواب:

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مذکورہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لا بقولهما عند الشهود: ما زن وشوئيم، أي لا يصح النكاح بالإقرار عند الشهود بالزوجية بدون لفظ يدل على إنشاء بالعقد؛ لان الإقرار إظهار لما هو ثابت وليس بإنشاء، وفي فتاوى

قاضی خان: إن أقر لعقد ماض ولم يكن بينهما عقد لا يكون نكاحًا، لأنه كذب. (شرح الوقاية الجزء الثانی مع الحاشية، ص: ۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفا اللہ عنہ، ۱۸ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ۔ الجواب صحیح: عبد القادر غفرلہ، ۱۸/۱/۱۴۳۷ھ۔

دار الافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا جواب:

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفيق

جامع مسجد امروہہ کی طرف سے ۲۰ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کا لکھا ہوا جواب، اسی طرح دار العلوم چلہ امروہہ کی طرف سے ۱۸ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کا لکھا ہوا جواب دیکھا گیا ہے اور دونوں کے دلائل پر بھی غور کیا گیا، اس کے بعد کتب فقہیہ کی مراجعت کر کے اس مسئلے سے متعلق تمام عبارات پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ مذکورہ واقعہ میں جھوٹے اقرار کی وجہ سے نکاح منعقد نہیں ہوا ہے اور نہ ہی یہ جھوٹا اقرار انشاء کے حکم میں ہوگا۔ اب اس مسئلہ سے متعلق دو باتوں پر توجہ دینا انتہائی ضروری ہے:

(۱) سوال نامہ کی عبارت اور اصل واقعہ پر غور کرنے کی سخت ضرورت ہے، گھر والوں نے عاشق لڑکے کے بارے میں معشوقہ لڑکی سے پوچھا تھا کہ یہ کون ہے؟ تو لڑکی نے جھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا کہ میرا شوہر ہے اور لڑکے سے معشوقہ کے بارے میں پوچھنے پر اس نے بھی جھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا کہ یہ میری بیوی ہے، دونوں نے ایسی جھوٹی خبر دی ہے، جس کا ماضی میں کوئی وجود نہیں ہے؛ اس لیے عام لوگوں کے سامنے اس طرح کی جھوٹی خبر اور جھوٹا اقرار کو انشاء مان کر نکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ہاں البتہ قاضی کے سامنے انشاء کے حکم میں قرار دیا جاتا ہے۔ فتاوی محمودیہ میں بھی اس مسئلے کا تفصیلی جواب لکھا ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۱۰/۲۶۷، میرٹھ: ۱۶/۲۱۲)

اب جزئیات ملاحظہ فرمایئے: البحر الرائق میں ہے:

فلو قال بحضرة الشهود: هي امرأتي وأنا زوجها، وقالت: هو زوجي وأنا امرأته، لم ينعقد النكاح لأن الإقرار إظهار لما هو ثابت وليس بإنشاء، الخ. (البحر الرائق، زكريا: ۳/۱٤۹، كوئٹه: ۳/۸٤)

محیط برہانی اور تاتارخانیہ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

إذا قال لامرأة: هٰذه امرأتي وقالت المرأة: هذا زوجي وكان ذلك بمحضر من الشهود لا يكون نكاحًا وكذا لو قال بالفارسية: زن وشوئيم، لايكون ذلك نكاحًا، وفي فتاوى النسفي إن فيه اختلف المشايخ قال ثمه ولو قضٰى قاض بصحة هذا النكاح ينفذ القضاء ويصح النكاح ودلت المسئلة على أن قضاء القاضي في مثل هذه المجتهدات صحيح، الخ. (المحيط البرهاني: ٤/١٠، رقم: ٣٤٨٣، الفتاوى التاتارخانية: ٤/١٤، رقم: ٥٣٨٣)

فتح القدیر کی عبارت اور بھی واضح ہے، ملاحظہ فرمائیے:

رجل وامرأة أقرّا بالنكاح بحضرة الشهود، قال: هي امرأتي وأنا زوجها وقالت: هو زوجي وأنا امرأته، وقال الآخر: نعم، لاينعقد النكاح بينهما لأن الإقرار إظهار لما هو ثابت فهو فرع سبق الثبوت،الخ. (فتح القدير زكريا وأشرفية:۱۵۸/۳، مطبع كوئٹه:۱۰۴/۳)

اور خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی بہت واضح ہے ملاحظہ فرمائیے:

وفي الفتاوى: رجل وامرأة أقرًا بالنكاح بين يدى الشهود وقالا: بالفارسية ما زن وشوئيم، لا ينعقد النكاح بينهما، هو المختار، ولو قال:اين زن من است، بمحضر من الشهود، فقالت المرأة: إين شوى من است، ولم يكن بينهما نكاح، اختلف المشايخ فيه، والصحيح أنه لا ينعقد النكاح. (خلاصة الفتاوى،كتاب النكاح، مكتبة أشرفية: ۴/۲)

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں صحت نکاح سے متعلق شامی کی جو عبارت نقل کی جاتی ہے، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن أقرّا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد لايكون نكاحًا وإن أقر الرجل أنه زوجها وهي أنها زوجته يكون إنكاحًا يتضمن إقرار هما الإنشاء بخلاف إقرارهما بماض لأنه كذب،الخ. (شامي، زكريا: ۷۴/۴، كراتشي:۱۳/۳)

اب اس عبارت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ جہاں اقرار کو انشاء کے حکم میں مانا گیا ہے، وہاں پر **یکون نکاحًا** کے الفاظ نہیں ہیں؛ بلکہ انکاحًا کے الفاظ ہیں اور جہاں خلاف واقعہ اقرار ماضی سے عدم انعقاد اور عدم انشاء کی بات ثابت کی گئی ہے، وہاں **یکون إنکاحًا** کے الفاظ نہیں؛ بلکہ **لایکون نکاحًا** کے الفاظ ہیں اور **یکون إنکاحًا** کے معنی ہیں نکاح کردینا، جو قاضی کے ذریعہ سے ہی ثابت ہوتا ہے اور **لایکون نکاحًا** کے معنی ہیں نکاح نہیں ہوا۔ اب اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عام لوگوں کے سامنے جھوٹے اقرار سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کو انشاء کے حکم میں قرار دیا جاتا ہے اور قاضی کے سامنے جب جھوٹا اقرار کرے اور قاضی تسلیم کر کے فیصلہ کردے تو اس سے قاضی کی طرف سے نکاح کردینا ثابت ہوجاتا ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ اور محیط برہانی کی مذکورہ عبارات سے واضح ہوچکا ہے، لہٰذا سوال نامہ میں ذکر کردہ واقعہ میں جھوٹے اقرار اور جھوٹی خبر سے نکاح منعقد نہیں ہوا اور دونوں ایک دوسرے کے لیے میاں بیوی نہیں ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱؍صفر المظفر ۱۴۲۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۲۳۶۲/۴۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۲/۱۴۲۷ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/)

حکم نکاح مرد وزن کہ ہر دو مدعی زوجیت اند وقبل ازاں نکاح نہ شدہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ قوم طوائف سے تھی اور پیشہ ناچ گانے وغیرہ کا کرتی تھی، جب زید سے اس کا تعلق ہوا تو زید نے اس کو سمجھا کر پیشہ ناچ گانے وغیرہ سے توبہ کرادی اور ہندہ اس کو قطعی چھوڑ کر زید کے پردہ کے مکان کے اندر رہنے لگی اور ہر دو اشخاص نے دو شخصیوں کے روبرو کہا کہ ہم دونوں مثل میاں بیوی کے رہنے لگے اور ہر دو اشخاص نے دو شخصوں کے روبرو کہا کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں۔ اب فرمائیے کہ ہندہ زید کی بیوی ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

فی ردالمحتار عن الفتح: قال قاضی خان: وینبغی أن یکون الجواب علی التفصیل إن أقرّا بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد، لا یکون نکاحا وإن أقر الرجل أنه زوجها وهی أنها زوجته یکون نکاحا ویتضمن أقرار هما الانشاء،الخ. (۴۳۵/۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب دونوں نے دو گواہوں کے روبرو اقرار کرلیا (بشرطیکہ وہ دونوں مرد ہوں اور دونوں اقرار ایک ہی مجلس میں ہوں) تو نکاح ہوگیا۔ (امدادالفتاویٰ جدید: ۲۳۵/۲)

نکاح ہوجانے کے بعد کسی کا یہ دعوی کرنا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی باکرہ بالغہ کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کردیا، جب وہ عورت اپنے خاوند زید کے ساتھ دس ماہ مرادآباد رہ چکی اور اس عرصہ میں عمر اپنی والدہ کی فوتگی پر گھر آیا اور خیرات کرکے باوجود دیکھنے آبادی زن وبیوی کے واپس سفر میں چلا گیا، بعد اس کے گیارہ ماہ میں آیا، عیدالاضحیٰ کے روز بعد نماز عید عمر نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ میرا نکاح تیری لڑکی کے ساتھ جب تیری اذن سے ہوچکا ہے تو تو نے امام مسجد ہوکر لڑکی کا نکاح دوسری کیوں پڑھا دیا، میرے ساتھ شرعی فیصلہ کر۔

جب لڑکی کا باپ شرعی فیصلہ پر آمادہ ہوا تو عمر پھر سفر میں چلا گیا، دو ماہ گزارا کر پھر گھر آیا اور شرعی فیصلے کے لیے لڑکی کے باپ کو بلایا اور دو گواہ بھی تیار ہوئے کہ ہمارے روبرو لڑکی مذکورہ کا ایجاب وقبول لڑکی کے باپ نے عمر کو کرادیا تھا، پہلے زید سے حالاں کہ یہ گواہ زید کے نکاح میں شامل رہے، ایک نے ان میں سے وکیل لڑکی کا ہوکر اجازت لے کے مجلس میں زید کے ساتھ نکاح پڑھا تھا اور ایک سال تک خاموش آبادی دیکھتے رہے اور زید کے نکاح میں بھی شامل رہے۔

(۱) کیا مدعی عمر کا خاموش رہنا عرصہ دراز تک باوجود علم نکاح ثانی اور تصرف مالکانہ ناکح ثانی اس کے دعوے کو مسترد کرتا ہے، یا نہیں؟

(۲) اور گواہان کی گواہی کے باوجود وکالت نکاح ثانی کے اور علم تصرف مالکانہ ناکح ثانی کے اتنے عرصہ خاموش رہنا اور گواہی کو زبان پر نہ لانا گواہی کو بھی مسترد کرتا ہے، یا نہیں؟

(۳) میعاد شہادت حسبہ کی کیا ہے؟

(۴) اور کیا محکم بلاوجہ تاخیر حکم میں ایک ہفتہ گزار کر حکم دیوے تو حکم مسترد ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور صورت بالا میں مدعی اور گواہان کی گواہی کو جائز رکھ کر حکم نکاح اول کا دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(۵) کیا لڑکی کا باپ بعد مسترد ہونے دعوے عمر اور شہادت گواہان کے امامت سے معزول ہوسکتا ہے، نہیں؟

الجواب

جواب دوسری جگہ لکھا ہوا ہے، دیوبند سے تصدیق کی گئی ،اقوال باللہ التوفیق: اگر واقعی صورت مرقومہ استفتائیہ صحیح ہے تو دعوی مدعی عمر کا شرعاً دور ہوگا؛ کیوں کہ عرصہ دراز ناکح ثانی کو بضع میں تصرف مالکانہ کرتا دیکھتا رہا اور مانع کے ساکت رہا۔

''حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار: متی ثبت أن الخصم عاین ذا الید یتصرف المتنازع فیه تصرف الملاک وهوساکت عن المعارضة من غیر مانع کان ذلک مانعاً من الدعوی،انتهی''.

(۲) اور گواہوں کا اتنے عرصے خاموش رہنا اور ثانی میں گواہ اور وکیل بن کر نکاح کرادینا اور عورت کے بضع میں ناکح ثانی کو سال بھر تصرف مالکانہ کرتے دیکھنا اور شہادت کو زبان تک نہ لانا شہادت کو مسترد کردیتا ہے۔

درمختار وشامی (صفحہ:۴۰۸، کتاب الشہادات):

''(و)یجب الأداء (بلا طلب لو)الشهادة (فی حقوق اللّٰه تعالیٰ) وهی کثیرة عد منها فی الأشباه أربعة عشر، قال: ومتی أخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد د. (۱)

والعذر کمرض أو بُعد مسافة أوخوف طریق.

(۳) میعاد شہادۃ حسبہ کی اصح روایت میں ایک ماہ ہے۔

شامی (صفحہ:۱۷۲):

''اعلم أن التقادم عند الامام مفوض إلی رأی القاض فی کل عصر؛ لکن الأصح ما عن محمد أنه مقدر بشهر وهومروی عنهما أیضاً''. (۲)

(۴) جب دعوی عمر کا اور گواہان کی گواہی شرعاً مردود ہے تو کسی بے علم کا دعوی مدعی عمر کا سن کر اور گواہان کی گواہی لے کر حکم صحت نکاح اول کا دینا محض اتباع نفس ہے؛ کیوں کہ مقلد بغیر قول مفتی بہ کے فتوی نہیں دے سکتا۔

---

(۱) الدر المختار، کتاب الشهادات: ٥/٤٦٣، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب الشهادة علی الزنا: ٤/٣٢، دار الفکر بیروت، انیس

شامی (صفحہ:۲۳۶ ر ج:۴):

''بل المقلد متی خالف معتمد مذهبه، لا ینفذ حکمه وینقض، هو المختار للفتوی''.(۱)

اور قاضی حکم میں بلاوجہ تاخیر کرے تو فاسق ہوجاتا ہے۔

''فی الأشباه: لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطه، الخ''.(۲)

شامی (صفحہ:۳۸۳ ر ج:۴):

وفی الفصل الأول من جامع الفصولین: القاضی بتاخیر الحکم یأثم ویعزر ویعزل.(۳)

یعنی قاضی اگر حکم میں بلاوجہ تاخیر کرے تو گناہ گار ہوتا ہے تعزیر کیا جاوے اور معزول کیا جاوے، جب قاضی کا یہ حکم ہے تو ایسے بے علم کو جس کو قواعد شرعیہ سے بالکل واقفی نہیں حق فتوی دینے کا کب حاصل ہے۔

درمختار:

'' والفاسق لا یصلح مفتیاً ''.(۴)

(۵) بعد مردود ہونے دعوی مدعی اور گواہی گواہان کے لڑکی کے باپ کی امامت میں کوئی نقص شرعی نہیں؛ تا کہ اس کو معزول کیا جاوے، لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ بعد اظہار حق ہذا کے جو شخص بلاوجہ لڑکی کے باپ کو ملامت کرے اور عمر اور گواہان مردود الشہادت کی پاسداری کرے، اس پر تعزیر شرعی قائم ہوگی۔ هذا ما علیه الأحناف رضوان الله تعالی علیهم أجمعین. فقط

کتبہ احمد الدین۔ الجواب صحیح: محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (امداد المفتین:۲/۴۹۰)

تعزیہ کو اگر اچھا سمجھ کر دیکھا تو اس کا نکاح:

مسئلہ: بعد سلام مسنون! مطالعہ نمائید، خط آپ کا آیا، حال معلوم ہوا۔

تعزیہ دیکھنا حرام ہے،(۱) سو اس نے توبہ کرلی ہے، اگر نہیں کی تو اب کرادو اور دو دفعہ جو اس نے تم کو بھائی کہا ہے، اس سے نکاح میں نقصان نہیں آیا اور تعزیہ دیکھنے سے اگر اس نے تماشہ دیکھنے کی طرح دیکھا ہے، جب بھی نکاح نہیں

(۱) الدر المختار، مطلب یفتی بقول الإمام علی الإطلاق: ۳۶۰/۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۲-۳) الدر المختار، مطلب فی القاضی حکم: ۴۲۳/۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۴) الدر المختار، کتاب القضاء: ۳۵۹/۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۱) وإیاه ثم إیاه أن یشغله ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنیاحة والحزن إذ لیس ذلک من أخلاق المؤمنین وإلا لکان یوم وفاته صلی الله علیه وسلم أولی بذلک وأحری.(الصواعق المحرقة، ص:۱۰۹)

''ولو جاز ان یتخذ یوم موته یو م مصیبة لکان یوم الا ثنین أولی بذلک إذ قبض الله تعالیٰ نبیه محمداً صلی الله علیه وسلم فیه وکذلک أبو بکر الصدیق رضی الله عنه قبض فیه.(غنیة الطالبین: ۳۸/۲) ==

ٹوٹا، البتہ جو اس کو اچھا اور عبادت جان کر دیکھا ہو تو کفر کا اندیشہ ہے، پس تم اب اس سے دوبارہ نکاح کرلو، اس طرح کہ دو آدمی کے روبرو نکاح پڑھ لو اور مہر تین روپیہ کا کرلینا تجدید نکاح کی بہتر ہے، ورنہ بظاہر نکاح نہیں ٹوٹا۔(۱) فقط

مکرر پھر لکھتا ہوں کہ احتیاطاً دو آدمیوں کے سامنے نکاح بمہر تین روپیہ کے کرلو اور طلاق نہیں ہوئی۔ فقط

مکتوب حضرت گنگوہی (مجموعۂ کلاں، ص:۲۰۶-۲۰۷) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۶۰)

☆ ☆ ☆

== وأما اتخاذه ما تماً لأجل قتل الحسين بن علي كما يفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم في الحيوٰة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعاً إذلم يأ مر الله ولا رسوله باتخاذ أيام مصائب الأنبياء وموتهم ما تماً فكيف بما دونهم؟(مجالس الأبرار، ص: ۲۳۹، رقم المجلس: ۳۷)

فإنه تجديد الماتم وقد نصوا على كراهيته كل عام في سيدنا الحسين رضي الله عنه مع أنه ليس له أصل في أمهات البلاد الإسلامية. (مجمع البحار: ۵۵۰/۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

درصواعق گفتہ کہ طریقہ اہل سنت آنست کہ درین روز ہم از مبتدعات فرقۂ رافضیہ مثل ندبہ ونوحہ وعزا وامثال آن اجتناب کنند کہ نہ از داب مؤمنان است والا روز وفات حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ واحریٰ می بود۔ (شرح سفر السعادت، ص:۵۴۳)

(یعنی: اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ یوم عاشوراء کو فرقۂ روافض کی بدعات مخترعہ مثلاً ماتم، نوحہ وغیرہ سے علاحدہ رہتے ہیں کہ یہ مومنوں کا کام نہیں ہے، ورنہ اس غم کا سب سے زیادہ حق دار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات تھا۔)

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از جملہ بدعات رفضہ کہ در دیار ہندوستان اشتہار تمام یافتہ ماتم داری وتعزیہ سازی است در ماہ محرم بزعم محبت حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۔۔۔ ایں بدعات چند چیز ست اول ساختن نقل قبور ومقبرہ وعلم وشدہ وغیرہا وایں معنی بالبداہت از قبیل بت سازی بت پرستی است۔ (مجموعہ ملفوظات معروف صراط مستقیم فارسی، ص:۵۹)

(یعنی: ماہ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے گمان میں ماتم اور تعزہ سازی بھی روافض کے ان بدعات میں سے ہے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، ان بدعتوں کی چند قسمیں ہیں: (۱) قبر ومقبرہ کی نقل علم وشدہ وغیرہ کہ یہ کھلے طور پر بت سازی اور بت پرستی کی قسم میں سے ہیں۔) (انیس)

(۱) یہ مہر کی کم سے کم مقدار کے مطابق ہے، جو اس فتویٰ کی تحریر کے زمانہ [تقریباً ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء] تک ایک مناسب رقم تھی۔ اس وقت چاندی غالبًا چھے سات آنہ تولہ ہوگی، اگر اس حساب کو آج کے دور پر پھیلایا جائے تو اس کی مقدار ۷/تولہ چاندی بنے گی، جو آج کل [رجب ۱۴۳۱ھ/جون ۲۰۱۰ء میں] اکیس سو روپئے (۲۱۰۰) کی ہوگی، آج کل چاندی ۳۰۱ (تین سو ایک روپیہ) فی تولہ ہے، لہٰذا آج کل اور آنے والے دور میں بھی تین روپئے کا مہر مقرر کرنا درست نہ ہوگا۔ اس تحریر کے بعد چاندی کی قیمت تیز رفتاری سے بڑھی، یہاں تک کہ سات سو روپیہ فی تولہ تک پہنچ گئی تھی، ادھر ایک مہینہ سے ان قیمتوں میں کمی شروع ہوئی ہے؛ مگر کسی مرحلہ پر ٹھہراؤ نہیں ہے، گھٹتی بڑھتی رہتی ہے؛ اس لیے بروقت جو قیمت ہو، اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ [نور] یکم صفر ۱۴۳۳ھ

رشتہ کا انتخاب اور منگنی

رشتہ کے انتخاب میں اسلامی معیار:

سوال: بعض نوجوان جہیز کی رسم کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اپنی شادی بھی بغیر جہیز لیے کرتے ہیں، لڑکی والوں سے کوئی مطالبہ بھی نہیں کرتے اور نہایت سادگی سے شادی انجام پا جاتی ہے، سماج میں سرخرو بھی ہو جاتے ہیں، کافی تعریفیں ہوتی ہیں؛ لیکن یہ شادی کسی نہ کسی امیر کبیر گھرانے ہی میں ہوتی ہے۔ کیا اس عمل کو شادی کے بعد کسی نہ کسی صورت میں مال کی حصولیابی کی امید سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا؟ اگر یہ نوجوان واقعی مخلص اور جہیز کے لالچی نہیں تو اپنی شادی غریب گھرانے کی نیک، دیندار اور اچھی لڑکی سے کیوں نہیں کرتے؟ ایسے لوگوں کے لیے شرعا کیا حکم ہے؟

(اسرار احمد، ذاکر نگر، نئی دہلی)

الجواب

نکاح کے سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ مال و دولت کے بجائے لڑکی کی دینی و اخلاقی حالت پر نظر رکھی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح چار وجہ سے کیا جاتا ہے، مال و دولت کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے، خاندان ونسب کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے''۔(۱) تو تم دیندار کا انتخاب کر کے شادی میں کامیابی حاصل کرو، **''فاظفر بذات الدين''**.(۲)

---

(۱) سنن أبي داؤد،رقم الحديث: ۲۰۴۸ (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُنْكَحُ النِّسَاءُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاکَ. (انيس)

(۲) صحيح البخاری: ۷۶۲/۲،باب الاکفاء فی الدين) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاکَ. (صحيح البخاری،رقم الحديث: ۵۰۹۰/صحيح لمسلم،باب استحباب نكاح ذات الدين،رقم الحديث: ۱۴۶۶،انيس)

عن أنس بن مالک عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ''من تزوج امرأة لعزها لم يزده اللّٰه إلا ذلًا، ومن تزوجها لما لها لم يزده اللّٰه إلا فقراً، ومن تزوجها لحسبها لم يزده اللّٰه إلا دنائة، ومن تزوج امرأة لم يرد بها إلا أن يغض بصره ويحصن فرجه أويصل رحمه بارک اللّٰه له فيها وبارک لها فيه''. (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحديث: ۲۳۴۲،انيس)

==

تاہم چوں کہ قرآن مجید نے کہا ہے:﴿ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ﴾(۱)(ان عورتوں سے نکاح کرو جوتمہیں پسند ہوں۔) یہاں چوں کہ قرآن نے پسند کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا اوراسے پسند کرنے والے کے ذوق پر چھوڑ دیا۔طبیعت ومزاج کے فرق کے تحت مختلف لوگوں کی پسند کا معیار بھی الگ الگ ہوسکتا ہے؛اس لیے اگر کوئی لڑکی دین واخلاق کے اعتبار سے بھی قابل قبول ہواور صاحب ثروت ہوتو اس سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ہاں بہتر یہی ہے کہ دین واخلاق پر نظر رکھی جائے،چناں چہ فقہانے فرمایا ہے کہ ’’دین واخلاق میں برابری اور کفاءت کی رعایت پر اکتفا کرنا افضل ہے‘‘۔(۲)

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ کا بیان ہے:

’’وعندنا الأفضل اعتبار الدين والاقتصار عليه‘‘(بدائع الصنائع:۳۱۷/۲)

(ہمارے نزدیک افضل طریقہ دین میں کفاءت کا اعتبار کرنا اورصرف اسی پر اکتفا کرنا ہے۔)

بہرحال ایسے نوجوانوں کا جہیز کے غیر شرعی رسم سے اپنے آپ کو بچانا قابل تحسین ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک لڑکی معتدل گھرانے کی ہو اور مسنون طریقہ پر شادی ہوتو شاید اس رسم کے سد باب میں زیادہ معاون ثابت ہوگا؛ کیوں کہ متوسط اور معاشی اعتبار سے دوسرے درجہ کا طبقہ متمول گھرانوں ہی کو دیکھ کر اوران کی نقل کرنے کی وجہ سے اس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔(کتاب الفتاویٰ:۲۹۵/۴-۲۹۷)

شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنا:

سوال: شرعاً لڑکی کو ایک نظر دیکھ سکتے ہیں،یا نہیں؟ (حافظ سید فاروق،مدرس سبیل السلام حیدرآباد)

الجواب

غیر محرم عورتوں کو عام حالات میں دیکھنا قطعا جائز نہیں ہے۔ہاں!اگر نکاح کا ارادہ ہوتو دیکھ سکتا ہے؛ بلکہ بہتر ہے؛ تاکہ آئندہ شکل وشباہت کا کوئی گلہ باقی نہ رہے۔

== عَنْ أَبِى أُمَامَةَ رضى اللّٰه عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَثَلُ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ فِى النِّسَاءِ كَمَثَلِ الْغُرَابِ الْأَعْصَم، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْغُرَابُ الْأَعْصَمُ؟ قَالَ:الَّذِى إِحْدَى رِجْلَيْهِ بَيْضَاءُ.(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث:۷۸۱۷،انیس)

(۱) سورة النساء:۳

(۲) عَنْ جَابِرٍ رضى اللّٰه عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْكَحُ النِّسَاءُ إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ، وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.(مسند أبى يعلى الموصلى،مسند جابر بن عبداللّٰه رضى اللّٰه عنه، رقم الحديث:۲۰۹۴،انیس)

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو منگیتر کو پہلے دیکھ لینے کی تلقین فرمائی۔ (۱) اگر دیکھنے کے بعد طبیعت کا رجحان اس سے نکاح کرنے کی طرف نہ ہو سکا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر پہلے ہی سے نکاح کرنے کی نیت نہ تھی اور صرف دیکھنے ہی کی غرض سے لڑکی کو دیکھا تو شدید گناہ ہے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۲۹۸-۲۹۹)

نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھنا:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بغیر دیکھے نکاح کرنے پر راضی نہ ہو تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ لڑکی کو دیکھا جائے؟ جواب مع حوالات سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب________________ حامداً و مصلياً

صاف صاف مطالبہ کرنا کہ مجھے دکھاؤ، میں خود دیکھوں گا تو مناسب نہیں۔ ہاں! کہیں موقع مل جائے چھپ چھپا کر دیکھنے میں مضائقہ نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

(۱) صحيح لمسلم،رقم الحديث: ٣٤٨٥ (عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: كنت عند النبى صلى الله عليه وسلم فأتاه رجل فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنظرت إليها؟ قال: لا، قال: فاذهب فانظر إليها، فإن فى أعين الأنصار شيئاً. (صحيح لمسلم، باب ندب النظر إلى وجه المرأة وكفيها، رقم الحديث: ١٤٢٤، انيس)

"ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إليها وإن خاف أن يشتهيها لقوله عليه الصلاة و السلام لمغيرة بن شعبة رضى الله عنه حين خطب امرأة: أنظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما، رواه الترمذى والنسائى وغيرهما". (رد المحتار: ٥/ ٢٣٧، كتاب الحظر والإباحة)

عن محمد مسلمة قال: خطبت امرأة فجعلت أتخبأ لها، حتى نظرت إليها فى نخل لها، فقيل له: أتفعل هذا وأنت صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا ألقى الله فى قلب امرىء خطبة امرأة، فلا بأس أن ينظر إليها. (سنن ابن ماجة، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج، رقم الحديث: ١٨٦٤، انيس)

عن أنس بن مالك أن المغيرة بن شعبة أراد أن يتزوج امرأة فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: اذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما، ففعل فتزوجها فذكر من موافقتها. (سنن ابن ماجة، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج، رقم الحديث: ١٨٦٥/ سنن الترمذى، باب ماجاء فى النظر إلى المخطوطة، رقم الحديث: ١٠٨٧/ مسند الإمام أحمد، رقم الحديث، حديث المغيرة بن شعبة: ١٨١٥٤/ سنن النسائى، إباحة النظر قبل التزويج، رقم الحديث: ٣٢٣٥، بلفظ: فانظر إليها فإنه أجدر أن يؤدم بينكما. انيس)

"عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "إذا خطب أحدكم المرأة، فإن استطاع أن ینظر إلٰی ما یدعوه إلٰی نکاحها، فلیفعل". (أبو داؤد، بذل المجهود: ۳۲۰/۲)(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۸/۱۰-۴۷۹)

اشکال بر جوابِ مذکورہ بالا:

سوال: مندرجہ بالا سوال کے۔۔۔ جواب سے مطمئن نہیں ہوا، مزید چند سوالات اسی سے متعلق جو ذہن کو بُری طرح کرید رہے ہیں، پیش خدمت ہیں۔ براہ کرم واضح طور پر جواب ارسال فرماویں؟

لفظ "مناسب نہیں" اور "شرعاً جائز ہونے" میں بڑا فرق ہے، میرا مقصود "شرعاً جائز نا جائز ہونے" میں ہے، یہ سب اسی لیے کہ پردہ کا عمل مانع ہوا ہے، لہٰذا اگر صحیح طور پر پردہ کیا جائے تو چھپ چھپا کر دیکھنے کا موقع بھی نہیں مل سکتا، اس طرح اگر دیکھنے کا موقع میسر آتا ہے تو پردہ پر عیب آتا ہے اور اگر پردہ سخت وصحیح ہے تو دیکھنا ممکن نہیں۔

دوسری چوری سے دیکھنا کریکٹر کے خلاف ہے، دیگر چھپ چھپا کر دیکھنے میں قطعی ممکن نہیں کہ صرف مطلوبہ کو ہی دیکھا جاوے، اس کے عوض دیگر مستورات پر نگاہ پڑنا فطری وقدرتی بات ہے، لہذا دوسروں کی بیوی اور بہو، بیٹیوں کو نگاہیں ڈالنا نہایت معیوب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے شرافت سے بھی پرے ہے یہاں تک کہ گناہ ہے۔

کیا اس مذہب میں شریفانہ طریقہ پر دیکھنے کا موقع ان فریقین کو حاصل نہیں ہے، جو ایک دوسرے کے ساتھ تمام عمر کا معاہدہ کرتے ہیں؟ اس دور میں صورت کا قبول ہونا ایک خاص جزو بن چکا ہے اور ایک طرف شرعی طور پر دونوں فریقین ایک دوسرے کو پسند کرنے کے لیے قطعی خود مختار ہیں، لہٰذا اس صورت میں کیا جائز اور صحیح نہیں ہوگا کہ دیکھنے کا موقع میسر کیا جائے۔

"نمائش" اور "دیکھنے" میں بڑا فرق ہے، میرا مقصود صرف دیکھنے سے ہے، نمائش سے نہیں ہے۔ آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی کر دیجئے، چوں کہ بعض جگہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

---

(۱) سنن أبی داؤد، باب الرجل ینظر الیٰ المرأة وهو یرید تزویجها: ۲۸۴/۱، مکتبه دار الحدیث، ملتان) (عن جابر رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا خطب أحدكم امرأة فإن استطاع أن ینظر إلی بعض ما یدعوه إلی نکاحها فلیفعل، فخطبتُ امرأة من بنی سلیم، فکنت أتخبأ لها فی أصول النخل، حتی رأیت منها مادعانی إلی نکاحها فتزوجتها. هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه، وإنما أخرج مسلم فی هذا الباب حدیث یزید بن کیسان عن أبی حازم مختصرا. (المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۲۶۹۶، انیس)

بذل المجهود، باب الرجل ینظر الیٰ المرأة وهو یرد تزویجها: ۱۹/۴-۲۰، امدادیه ملتان

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زید جس سے عقدِ نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ ایک سے پہلے ایک نظر اس کو دیکھ لے تو اس کی شریعت نے گنجائش دی ہے۔ اگر زید کی کوئی محرم (خالہ، پھوپی، نانی، دادی، وغیرہ) اپنے مکان پر زید کی منسوبہ کو پردہ کے ساتھ بلالیں اور زید وہاں کسی کمرہ میں ہو، جس کا منسوبہ کو علم نہ ہو اور وہاں سے دیکھ لے تو یہ درست ہے۔ اس صورت پر آپ کے پیش شدہ اشکالات وارد نہیں ہوں گے۔

اگر ہر شخص صاف صاف دیکھنے کا مطالبہ کرے اور یہ دروازہ کھول دیا جائے تو نہیں معلوم ایک ایک لڑکی کو شادی کرنے کے لیے کتنے کتنے لڑکوں کو دکھانے کی نوبت آئے گی، ایک ناپسند کرے گا، اس کی بھی شہرت ہوگی، اس سے احباب ناپسندیدگی کی وجہ دریافت کریں گے، وہ اس کا حلیہ پوری تفصیل سے بتائے گا، گھوڑی اور گائے کی سی کیفیت ہوجائے گی کہ گاہک آتے ہیں، دیکھتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ شادی عمر بھر کے ساتھ کی نیت سے کی جاتی ہے (چھوڑنے کی نیت سے نہیں کی جاتی)؛ لیکن ساتھ کا نباہ صرف صورت پر نہیں، بسا اوقات صورت اچھی ہونے کے باوجود خانہ داری کا سلیقہ نہیں ہوتا، تعلیم نہیں ہوتی، اخلاق کی تربیت نہیں ہوتی، گفتگو شستہ نہیں ہوتی اور بھی امور ہیں جن کو نباہ میں بڑا دخل ہے اور محض صورت دیکھ کر ان کے متعلق رائے صحیح کرنا دشوار ہے، پھر منسوبہ کو بھی قلبی تعلق ہوگا، یا نہیں؟

اس قسم کے امور کی وجہ سے ایک قوم نے مستقل انٹرویو شروع کردیا کہ تنہا کمرہ میں اپنی منسوبہ سے ملاقات کرکے ہاتھ ملاکر دیر تک گفتگو اور خوش طبعی کرکے طرفین اندازہ کرلیں۔ ایک قوم نے یہ روش اختیار کی کہ لڑکے اور لڑکی کو خاندان والے واحباب کسی جگہ ساتھ رہنے و زندگی کا کچھ حصہ مل کر گزارنے کے لیے تجربہ کے طور پر بھیج دیں کہ دونوں اپنے اپنے خاندان سے علاحدہ ہوکر کاروبار کریں اور سال دوسال کے بعد اگر اندازہ ہوجائے کہ نباہ ہوجائے گا تو پھر شادی کردی جائے، ورنہ تجربہ کے لیے لڑکے کے لیے دوسری لڑکی تجویز کی جائے اور لڑکی کے واسطے دوسرا لڑکا تجویز کیا جائے۔

اس سب کے باوجود پھر بھی موافقت نہیں ہوتی اور متارکت کی نوبت آتی ہے، جو جذبات قلب میں آج موجود ہیں، کوئی ذمہ داری نہیں کہ کل بھی موجود رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہیں، پس جتنی بات کی شریعت نے گنجائش دی ہے، اس پر اکتفا کیا جائے، شادی کے بعد صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ ہاں اگر صورتِ حال قابلِ برداشت نہ رہے تو شریعت نے خلع اور طلاق کا باب بھی رکھا ہے؛ تاکہ زندگی اجیرن نہ ہوجائے اور حقوق بھی تلف نہ ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۲/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۷۹-۴۸۱)

جس عورت سے شادی کرنا ہے، اسے دیکھنا:

سوال: جوان عورت کو جس سے شادی کرنے کا خیال ہو پسند کرنے کے لیے دیکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پسند کرنے کی غرض سے دیکھنا مستحب اور جائز ہے، بشرط یہ کہ پیغام قبول کرنے کی توقع کی جاسکتی ہو اگر توقع نہ ہوتو اجازت نہیں ہے۔

(قوله: والنظر إليها قبله) أى وإن خاف الشهوة، كما صرحوا به فى الحظر والإباحة وهذا إذا علم أنه يجاب فى نكاحها. (ردالمحتار: ۳۶۰/۲) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۲/۸)

شادی سے پہلے لڑکی کو بشہوت دیکھنا:

سوال: زید ایک غیر شادی شدہ آدمی ہے، وہ صفیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا شادی سے پہلے وہ صفیہ کو دیکھ سکتا ہے؟ اگرچہ شہوت کا اندیشہ ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب کہ زید صفیہ سے شادی کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے تو وہ اسے حسب ضرورت دیکھ سکتا ہے، اگرچہ شہوت کا اندیشہ ہو۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۲/۸-۱۵۳)

نکاح سے قبل لڑکا لڑکی کے لیے ایک دوسرے کو دیکھنا:

سوال: کیا نکاح کرنے کے قبل مرد عورت کو اور عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے اور کس قدر اگر یہ جائز ہے تو سند میں حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام اعظمؒ کا قول تحریر کریں؟

---

(۱) **(وكذا مريد نكاحها) ولو عن شهوة بنية السنة لا قضاء الشهوة (قوله: بنية السنة) ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا باس أن ينظر اليها وإن خاف أن يشتهيها لقوله عليه الصلاة والسلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة: انظر إليها فإنه احرى أن يودم بينكما. رواه الترمذى والنسائى وغير هما. (ردالمحتار: ۳۲۵/۵، كتاب الحظر والا باحة باب فى النظر واللمس)**

عن جابر رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم امرأة فإن استطاع أن ينظر إلى بعض ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل، فخطبتُ امرأة من بنى سليم، فكنت أتخبأ لها فى أصول النخل، حتى رأيت منها ما دعانى إلى نكاحها فتزوجتها. هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، وإنما أخرج مسلم فى هذا الباب حديث يزيد بن كيسان عن أبى حازم مختصرا. (المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۲۶۹۶، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وبا للّٰہ التوفیق

تنہائی میں بالکل ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے ہیں، البتہ دوسرے لوگ بھی وہاں موجود ہوں تو صرف چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور، ۱۳۸۵/۱۰/۲۴ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲/۷۵-۷۶)

جس سے شادی کا ارادہ ہو لڑکی کا اس کو اپنا فوٹو بھیجنا:

سوال: لڑکا انگلینڈ میں ہے اور لڑکی ہندوستان میں وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو لڑکی اپنا فوٹو کھچوا کر لڑکے پر بھیج سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

فوٹو کی اجازت نہیں، (۲) خود آکر دیکھ لے، یا کسی اور جائز طریقہ سے اطمینان حاصل کرلے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۵۳)

---

(۱) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إذا خطب أحدکم المرأة فان استطاع أن ینظر منها إلیٰ مایدعوہ إلیٰ نکاحها فلیفعل". (رواہ احمد ورجالہ ثقات وصححہ الحاکم) (بلوغ المرام مع السبل: ۹۷۹/۳) (مسند الإمام أحمد، مسند جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث: ۱۴۵۸۶/ورواہ الحاکم فی المستدرک وقال: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۲۶۹۶، انیس)

ولو أراد أن یتزوج المرأة فلا بأس أن ینظر الیها رد المحتار: ۲۳۵/۹، مکتبہ زکریادیوبند)

(۲) عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: سمعت النبیَّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: "إن أشد النّاس عذابا عنداللّٰہ المصورون". (صحیح البخاری: رقم: ۵۹۵۰، باب بیان عذاب المصورین یوم القیامة، انیس)

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: کل مصوّر فی النار. (مشکاة المصابیح: ۳۸۵، ط: دار الکتاب دیوبند، انیس)

إن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: إن الذین یصنعون هٰذہ الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم أحیوا ما خلقتم. (صحیح البخاری: رقم: ۵۹۵۱، باب بیان عذاب المصورین یوم القیامة، انیس)

وفی التوضیح: قال أصحابنا وغیرهم: تصویر صورة الحیوان حرام أشد التحریم وهو من الکبائر وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیرہ فحرام بکل حال؛ لأن فیه مضاهاة لخلق اللہ، وسواء کان فی ثوب أو بساط أ و دینار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط... وبمعناہ قال جماعة العلماء؛ مالک والثوری وأبوحنیفة وغیرهم رحمهم اللّٰہ. (عمدة القاری شرح البخاری: ۳۰۹/۱۰، باب عذاب المصورین یوم القیامة. (ط: دار الطباعة القاهرة) انیس)/وکذا فی الفتاوی الهندیة: ۳۵۹/۵، وکذا فی بدائع الصنائع: ۱۱۶/۱، وکذا فی الدّرالمختار مع ردالمحتار: ۴۰۹/۲، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة، وکذا ذکر العلامة النووی فی شرحه علی صحیح مسلم: ۱۹۹/۲، انیس)

(۳) (وکذا مرید نکاحها) ولو عن شهوة بنیة السنة لاقضاء الشهوة (قوله: بنیة السنة) ولو أراد أن یتزوج امرأة==

اعتبار مجلس:

سوال: فتاویٰ مولانا عبدالحی، جلد اول، کتاب النکاح، ص: ۳۰۷، مطبوعہ یوسفی پریس فرنگی کانپور کی عبارت استفتا سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کی وجہ سے نکاح اور منگنی میں فرق نہ ہوگا اور درمختار کی عبارت جو آپ نے تحریر فرمائی ہے، اس کی توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر الفاظ وعدہ کے بولے جاویں تو وعدہ پر محمول ہوں گے اور اگر الفاظ صریح نکاح کے بولے جاویں تو ان سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟

الجواب

اس آپ کی تاویل کی عبارت ردالمحتار شامی صاف رد کرتی ہے، چنانچہ عبارت شامی یہ ہے:

(قوله: أن المجلس للنكاح، الخ) أى لإنشاء عقده لأنه يفهم منه التحقيق فى الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتكها أو فعلت، لزم وليس للأول أن لايقبل، الخ. (۱)

دیکھئے اس عبارت میں صاف صیغہ ماضی موجود ہے، صیغہ استقبال نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کنایات میں مجلس کا اعتبار ہوتا ہے؛ کیوں کہ أعطيت، دادم وغیرہ صریح نکاح کے الفاظ نہیں ہیں، ان میں نکاح پر حمل کرنے کے لیے قرینہ کی ضرورت ہے، (۲) اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے مجلس کا ذکر جواب میں نفیاً واثباتاً کچھ نہیں فرمایا؛ بلکہ دوسرے اختلافات کو نقل فرمایا اور چوں کہ قصداً مجلس نکاح ووعدہ کے فرق کا سوال بھی نہ تھا؛ اس لیے اس سے کچھ تعرض نہ فرمایا اور صاحب درمختار نے صراحۃً اس فرق کو ثابت کیا اور علامہ شامی نے اس کو محقق رکھا تو حسب قاعدہ معروفہ **"الصريح يفوق الدلالة"**. (۳) عبارت درمختار وشامی کی تحقیق اس بارے میں لائق قبول ہوگی اور عرف بھی ایسا ہی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۸/۷)

== فلا باس ان ينظر اليها وإن خاف ان يشتهيها، لقوله عليه الصلاة والسلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة: انظر اليها، فإنه أحرى أن يودم بينكما، رواه الترمذى والنسائى وغيرهما. (ردالمحتار: ۳۲۵/۵، كتاب الحظر والإباحة، باب فى النظر واللمس)

(۱) ردالمحتار كتاب النكاح: ۳۶٤/۲، ظفير

(۲) وإذا كان المقصود هو المعنى لا اللفظ، لو صرح بالإستفهام أعتبر فهم الحال، كما ذكره الإستيجابى: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيتك، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (البحرالرائق، كتاب النكاح: ۸۹/۳، دارالكتاب الإسلامى بيروت، انيس)

(۳) لأن الصريح يفوق الدلالة. (الدرالمختار، باب المهر: ۱۹۳/۱، دارالكتب العلمية/النهر الفائق، باب المهر: ۲۵۸/۲، دارالكتب العلمية/الهداية: ۱٦۸/۳، دارإحياء التراث العربى بيروت/الجوهرة النيرة، كتاب الدعوىٰ: ۲۱٤/۲، المطبعة الخيرية بيروت/دررالحكام شرح غررالحكام، باب دعوى الرجلين: ۳٤٦/۲، دارإحياء الكتب العلمية بيروت، انيس)

منگنی ہوجانے کے بعد لڑکے اور لڑکی کا آزادانہ ملنا اور خلوت میں رہنا:

سوال: ہمارے یہاں خطبہ (منگنی) ہوجانے کے بعد لڑکا اور لڑکی نکاح ہونے سے پہلے دونوں بالکل آزادانہ میاں بیوی کی طرح ملتے ہیں، لڑکا تفریح کے لیے لڑکی کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے، ماں باپ بھی خوشی سے اجازت دے دیتے ہیں اور اگر کبھی چھٹی کے دن آ گئے تو کئی کئی دنوں تک دونوں تنہا گھومتے رہتے ہیں، کیا صرف منگنی ہوجانے کے بعد اس طرح آزادانہ ملنا تفریح کے لیے جانا اور خلوت میں رہنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

منگنی نکاح کا وعدہ ہے، نکاح نہیں ہے؛ اس لیے آزادانہ ساتھ پھرنا اور خلوت میں رہنا حرام ہے، صحبت کرنا زنا کے حکم میں ہے، بچہ ہوگا تو حرامی شمار ہوگا، اگر منگنی کے بعد الگ رہنا ناقابل برداشت ہے تو نکاح ہی کرلیا جائے۔(۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۲/۸)

نکاح کی مجلس اور منگنی کی مجلس میں ایجاب وقبول اور اس کا فرق:

سوال: ایک مجلس میں زید کے کفو میں سے کسی شخص نے عمر کو کہا کہ تم اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ زید کو دیتے ہو، یا نہیں؟ عمر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اپنی لڑکی زید کو دے چکا ہوں، یا یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کو بکر جو زید کا

---

(۱) أو هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح: ٣٦٤/٢)

یعنی: منگنی کے وقت اگر شرعی طور پر نکاح نہ ہو تو منگنی کی حیثیت ایک وعدہ ہی کی ہے کہ دو خاندان والوں نے آپس میں وعدہ کرلیا ہے کہ اس لڑکی کا اس لڑکے سے مستقبل میں نکاح ہوگا۔ وعدہ کرنے سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں ہوتے؛ لہٰذا منگنی کے بعد نکاح ہونے تک لڑکا اور لڑکی آپس میں ایک دوسرے کے لیے نامحرم اور اجنبی ہی رہتے ہیں اور نامحرم لڑکا و لڑکی کا آپس میں آمنے سامنے، یا فون پر بات چیت کرنا، یا ساتھ گھومنا پھرنا، ساتھ رہنا اور ساتھ سفر کرنا ممنوع اور معصیت ہے، لہٰذا حرام عمل سے بچنا ضروری ہے۔

وإذا كان المقصود هو المعنى لا اللفظ، لو صرح بالإستفهام أعتبر فهم الحال، كما ذكره الإستيجابي: لو قال هل أعطيتنيها، فقال: أعطيتك، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ٨٩/٣، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

وفي الشرنبلالية معزيا للجوهرة: ولايكلم الأجنبية إلا عجوزاً عطست أو سلّمت فيشمتها و يرد السلام عليها، وإلا لا، انتهى.

(قوله: وإلا لا) أي وإلا تكن عجوزاً بل شابةً لايشمّتها، ولايرد السلام بلسانه، قال في الخانية: وكذا الرجل مع المرأة إذا التقيا يسلّم الرجل أولاً، وإذا سلّمت المرأة الأجنبية على رجل إن كانت عجوزاً ردّ الرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع، وإن كانت شابةً ردّ عليها في نفسه، وكذا الرجل إذا سلّم على امرأة أجنبية، فالجواب فيه على العكس، آه. (الدر المختار ورد المحتار: ٣٦٩/٦، دار الفكر بيروت، انيس)

باپ ہے، اس کی بہو بنا دی ہے، پھر زید کے ولیوں میں سے کسی نے کہا اچھا، یا کہا، ہاں۔ آیا جانبین کی اس گفتگو سے نکاح منعقد ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال في الدر المختار: وهل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح (أي فنكاح) وإن للوعد فوعد، الخ. (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مجلس انعقاد نکاح کے لیے منعقد ہوئی ہے اور دو شاہد ایجاب وقبول کو سننے والے موجود ہیں تو نکاح منعقد ہو جاوے گا اور اگر وہ مجلس خطبہ (منگنی) اور وعدہ کی ہے تو الفاظ مذکورہ سے نکاح منعقد نہ ہوگا؛ بلکہ یہ وعدہ اور خطبہ (منگنی) ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۳۰/۷)

صرف وعدہ سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: والدین نے اپنی لڑکی کے متعلق یہ الفاظ کہے تھے کہ اگر زندہ رہی تو فلاں کو دیدیں گے، ایک شخص اس بالغہ لڑکی کو بھگا کر لے گیا، دوسری جگہ لے گیا اور نکاح پڑھالیا تو نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ لڑکی کے والدین نے جو الفاظ کہے تھے، ان سے نکاح منعقد ہوا تھا، یا نہیں؟

الجواب

والدین نے جو کہا تھا کہ ''اگر زندہ رہے تو فلاں کو دے دیں گے'' یہ ایک وعدہ تھا، اس کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوا اور یہ (قول) ایجاب وقبول نکاح کا نہیں ہے۔ (۲) لہذا جو نکاح امام صاحب نے لڑکی بالغہ کے رضا واجازت سے کفو میں کیا، وہ صحیح ہو گیا، امام صاحب اس میں گنہ گار نہیں ہوئے اور ان پر کچھ کفارہ لازم نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۳۳/۷)

وعدہ سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک شخص اپنے لڑکے کی شادی کرنے ایک شخص کے پاس آیا، اس کی دختر چھ ماہ کی تھی، اس کے والد نے کہا کہ اگر یہ لڑکی زندہ رہی تو میں تم کو دے دوں گا اور انہوں نے منظور کر لیا، جب لڑکی ۸، ۹/ برس کی ہوئی تو اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں اس کے گھر ہرگز نہ رہوں گی؛ لیکن والدین نے زبردستی اس کے خاوند کے پاس بھیج دیا۔ اب لڑکی بالغ ہے۔ کہتی ہے کہ میں ہرگز نہ رہوں گی اور ہمبستری سے انکار کر دیا، پھر وہ لڑکی ایک مسلمان کے پاس چلی گئی؛ لیکن نکاح نہیں کیا، پھر ایک پنڈت کے پاس جا کر ہندو ہو گئی تو کہ نکاح ٹوٹ جاوے، پھر ایک مولوی صاحب سے

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار كتاب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير

(۲) إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير)

جا کر کہا کہ مجھے مسلمان کر کے فلاں شخص سے نکاح کر دو۔ مولوی صاحب نے نکاح کر دیا اور ایک مولوی صاحب منع کرتے ہیں۔ کیا لڑکی کے انکار کرنے سے وہ نکاح ٹوٹ گیا، یا نہیں؟

الجواب

سوال سے نکاح کا ہونا کسی عبارت سے معلوم نہیں ہوا؛ کیوں کہ سوال میں یہ ہے کہ لڑکی کے باپ نے یہ کہا کہ اگر یہ لڑکی زندہ رہی تو میں تم کو دے دوں گا اور لڑکے کے والد نے منظور کر لیا تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ اگر اس کے بعد پھر ایجاب وقبول موافق قاعدہ نکاح کے ہوا ہو تو نکاح منعقد ہو گیا، (۱) اور نکاح ہونے کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ باپ کے نکاح کئے ہوئے کو لڑکی بعد بالغہ ہونے کے فسخ نہیں کر سکتی، (۲) اور کتب فقہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اس وجہ سے مرتدہ ہو جاوے کہ نکاح ٹوٹ جاوے اور وہ اپنے شوہر سے علاحدہ ہو جاوے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو زبردستی مسلمان کر کے شوہر اول کے نکاح میں دی جاوے، تھوڑے سے مہر کے ساتھ نکاح جدید شوہر اول سے کر دیا جاوے اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست نہ ہوگا۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۵/۷-۱۲۶)

کیا وعدۂ نکاح سے نکاح ہو جائے گا:

سوال: میری ایک سہیلی ہے، جسے ایک لڑکے سے بچپن ہی سے دوستی ہے اور ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، ایک مرتبہ لڑکا میری سہیلی اور مجھے اپنے گھر کے پڑوس والے گھر میں لے گیا، جہاں ایک بوڑھا تھا، غالباً لڑکے نے بوڑھے کو پہلے ہی نکاح کرانے کے لیے کہہ دیا تھا، چنانچہ بوڑھے نے سہیلی سے پوچھا کہ کیا تم لڑکے کو پسند کرتی ہو اور

---

(۱) (وينعقد) النكاح أي يحصل ويتحقق (بإيجاب وقبول). (درر الحكام شرح غرر الحكام، ما ينعقد به النكاح: ۳۲۶/۱، دار إحياء الكتب العربية بيروت، انيس)

(۲) لوفعل الأب أو لجد عندعدم الأب لايكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعدالبلوغ. (ردالمحتار باب الولی: ۴۲۰/۲، ظفير)

(۳) (ولوارتدت) لمجی الفرقة منهاقبل تأكده، الخ، وتجبرعلى الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهريسير كدينار وعليه الفتوىٰ. (الدرالمختار) (قوله: وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا و تمتع من التزوج بغيره بعد إسلامها ولايخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك. (رد المحتار، باب النكاح الكافر: ۵۴۰/۲، ظفير)

یہ اس وقت ہے، جب پہلا شوہر نکاح کا مطالبہ کرے؛ لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے، یا خاموشی اختیار کرے تو پھر وہ اس کے ساتھ نکاح پر مجبور نہ کیا جائے گا؛ بلکہ دوسرے سے شادی کر سکے گی۔ أما لو سكت أو تركه صريحا فإنها لايجبر وتزوج من غيره لأنه ترك حقه، بحر و نهر. (ردالمحتار، باب النكاح الكافر: ۵۴۰/۲، ظفير مفتاحی) (وكذا فی النهر الفائق شرح كنز الدقائق، باب نكاح الكافر: ۲۹۱/۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

اس سے نکاح کرنے پر رضا مند ہو؟ سہیلی نے کہا کہ میں لڑکے کو پسند کرتی ہوں اور نکاح کے لیے بھی راضی ہوں، اگر امی اور ابا راضی ہو جائے تو بوڑھے شخص نے تین بار کہنے کے لیے کہا، چنانچہ سہیلی نے تین بار یہی کہا کہ ''میں شادی کرنے کے لیے راضی ہوں، بشرطیکہ امی اور ابا راضی ہو جائیں''، پھر بوڑھے نے لڑکے سے پوچھا کہ کیا تم لڑکی کو پسند کرتے ہو اور اس سے شادی کرنے پر راضی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ''میں بالکل راضی ہوں، صرف ان (لڑکی) کے امی ابا راضی ہو جائیں''، پھر بوڑھے شخص نے سہیلی کو کاغذ کا ایک ٹکڑا دیا اور کہا کہ اس میں اپنا نام، والدین کا نام لکھو اور یہ بھی کہ میں راضی ہوں، چنانچہ سہیلی نے ویسا ہی لکھ کر اس شخص کو کاغذ حوالہ کر دیا، اس کے بعد لڑکا اپنے گھر لے گیا، جہاں اس کی صرف ہمشیرہ تھی، ان سب باتوں کی اطلاع کئے بغیر سہیلی اپنے گھر آ گئی، اس واقعہ کی اطلاع کسی چوتھے شخص کو بھی نہیں ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ کیا اس طرح نکاح منعقد ہو گیا، یا نہیں؟ کیوں کہ مسئلہ بہت سنگین ہے۔
(آپ کی دینی بہن)

الجواب

آپ کے دینی بھائی کی حیثیت سے پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ اسلام میں کسی عورت کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی اختیار کرے، یا اس کے ساتھ کہیں آئے جائے،(۱) شریعت کے اس حکم میں جہاں عورت

---

(۱) عن أسامة بن زيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما تركت بعدى فتنة أضر على الرجال من النساء.(صحيح البخارى،رقم الحديث:٥٠٩٦،صحيح لمسلم،رقم الحديث:٢٧٤٠،سنن ابن ماجة،رقم الحديث:٣٩٩٨، سنن الترمذى،رقم الحديث:٢٧٨٠،انيس)

عن أبى سعيد الخدرى قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخرأن تسافر سفرًا يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلاومعها أبو ها أوابنها أوزوجها أوأخوها أوذومحرم منها.(صحيح لمسلم،باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره: ٤٣٤/١،رقم الحديث:١٣٤٠،انيس)

عن أبى الأحوص قال: قال عبد الله :المرأة عورة وأقرب ماتكون من ربها إذا كانت فى قعربيتها فإذا خرجت استشرفها الشيطان.(المصنف لابن أبى شيبة: ٣٨٤/٢،رقم:٨٦٩٨ ، سنن الترمذى، رقم: ١١٨٣،مسند البزار: ٤٢٧/٥، رقم: ٢٠٦١،صحيح ابن خزيمة:٩٣/٣،رقم: ١٥٨٥،صحيح ابن حبان: ٤١٢/١٢، رقم:٥٥٩٨،انيس)

عن أبى موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:كل عين زانية وإن المرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهى كذا وكذا؛يعنى زانية.(سنن الترمذى،رقم الحديث:٢٧٨٦،انيس)

روى أنه عليه السلام قال لابنته فاطمة:أى شىء خيرللمرأة قالت: أن لا ترى رجلا ولا يرأها رجلا.(مجالس الأبرار،ص:٥٩٧-٥٩٨،رقم المجلس:٩٨)

عن أم سلمة أنهاكانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة إذ اقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسم:احتجبا منه، فقلت: يارسول الله ! أليس هو أعمىٰ، لا يبصرنا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفعميا وإن انتما السماء لا تبصرانه".(مشكاة المصابيح:٢٦٩،باب النظر إلى المخطوبة،انيس)==

کی عفت وعصمت کی حفاظت ہے، وہیں اس کے جان ومال، اس کے مستقبل اور اس کے مفادات کی بھی حفاظت ہے؛ اسی لیے لڑکی گو بالغ ہو؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ وہ بغیر ولی کے اپنے طور پر نکاح کے بارے میں کوئی فیصلہ کرلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا نكاح إلا بولي". (۱)

(یعنی) نکاح ولی کے وساطت سے کیا جانا چاہیے۔

جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لڑکی کا یہ کہنا کہ میں راضی ہوں، اگر امی ابا راضی ہوجائیں تو اچھا ہے اور وہ شادی کرلے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نکاح کا ایجاب یا قبول نہیں؛ بلکہ نکاح کا وعدہ، یا آئندہ نکاح کرلینے پر رضامندی کا اظہار ہے، (۲) پھر نکاح کے منعقد کرنے کے لیے دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بہ طور گواہ مجلس عقد میں ہونا ضروری ہے۔ (البحر الرائق: ۱۵۵/۳) (۳) اور یہاں اس گفتگو کے موقع پر اس لڑکی اور لڑکے کے علاوہ صرف ایک مرد اور ایک عورت تھے، لہٰذا نکاح منعقد نہیں ہوا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۰۱/۴-۳۰۲)

== ومن منكراتهم أيضاً خروج النساء عند ذهابهم وعند مجيئهم، فان الواجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها عن الخروج ولو أذن لها وخرجت كانا عاصيين والإذن قديكون بالسكوت فهو كالقول لأن النهي عن المنكر فرض، و.ن خرجت بغير اذن زوجها يلعنها كل مك في السماء وكل شيء يمر عليه إلا الإنس والجن وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال: ما تركت بعدى فتنة أضر من النساء، فخروج النساء في هذا الزمان من بيوتهن من أكثر الفتن لا سيما الخروج المحرم كخروجهن خلف الجنازة ولزيارة القبور وعند خروج الحجاج ومجيئهم والخير قعود هن في بيو تهن وعدم خروجهن عن منزلهن ألا ترىٰ انه تعالى أمر خير نساء الدنيا وهن أزواج النبي عليه السلام بعدم الخروج من بيو تهن فقال: ﴿وقرن في بيو تكن﴾ وهذا النظم الكريم وإن نزل فيهن إلا أن حكمه يعم الجميع لما تقرر ان خطابات القرآن تعم الموجودين وقت نزوله ومن سيوجد إلى القيامة. (مجالس الا برار، ص: ۱٤٥، رقم المجلس: ۲۰، انيس)

(۱) السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث: ۱۳٦۱۱ (عن أبي موسى رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم، وعن عائشة وعن ابن عباس رضي الله عنهما قالا: لا نكاح إلا بولي. (سنن ابن ماجة، باب لا نكاح إلا بولي، رقم الحديث: ۱۸۸۰، انيس)

(۲) قال ابن نجيم: لوقال: هل أعطيتنيها، فقال: أعطيتك، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۹/۳، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

(۳) (قوله: عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين أو اعميين أو ابني عاقدين) متعلق بينعقد بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذي: "البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة"، ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعا: "لا نكاح إلا بشهود"، فكان شرطاولذا قال في مآل الفتاوىٰ: لو تزوج بغير شهود ثم أخبر الشهود على وجه الخبر لا يجوز إلا أن يجدد عقدا بحضرتهم. (البحر الرائق: ۹٤/۳، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

صرف وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: بعض علاقوں میں منگنی کی رسومات کی ادائیگی پر کافی مالی اخراجات کئے جاتے ہیں؛ لیکن کوئی با قاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوتا ہے۔ کیا ایسی رسومات کی ادائیگی کو نکاح کہا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نکاح نام ہے گواہوں کے سامنے با قاعدہ ایجاب وقبول کرنے کا،(۱) چوں کہ منگنی کی جملہ رسومات میں با قاعدہ طور پر ایجاب وقبول کا اہتمام نہیں ہوتا، جو صرف رشتہ دینے، یا لینے کا وعدہ ہوتا ہے؛ اس لیے صرف ان رسومات کے ادا کر لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور نہ اس پر شرعی ازدواجی احکام جاری ہوں گے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحت (قوله: إذا لم ينو الاستقبال): قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل أُعطتنيها، فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان اللعقد فنكاح. (رد المحتار: ۱۱/۳، كتاب النكاح) (۲) (فتاوی حقانیہ: ۲۹۹/۴)

خِطبہ کسے کہتے ہیں؟ اور منگنی، یا سلامتی کے عنوان سے اجتماع کی شرعی حیثیت:

سوال: شریعت اسلامیہ میں منگنی (یا سلامتی) کا کیا حکم ہے؟ اس کی صورت یہ ہے کہ لڑکے والا کسی لڑکی والے کے ہاں بذات خود، یا کسی نمائندہ کے ذریعے نکاح کا پیغام دیتا ہے، اگر لڑکی والا اس پیغام کو قبول کر لیتا ہے تو لڑکے کے ماں باپ، یا ذمہ دار حضرات لڑکی کے ماں باپ، یا ذمہ دار حضرات سے نکاح کے سلسلے میں مہر کی مقدار اور نکاح کی تاریخ وغیرہ کی تعیین کرتے ہیں، گویا نکاح کی بات چیت پکی ہوگئی، اس کے بعد مزید تشہیر کے لیے نکاح کے دن سے قبل لڑکی والوں کے گھر پر منگنی (یا سلامتی) کے نام سے ایک دن مقرر کر کے ایک مجلس قائم کرتے ہیں، جس میں اپنی اپنی حیثیت کے موافق پچاس، سو، یا ہزار دو ہزار آدمی دونوں طرف سے متعلقین اور رشتہ داروں کو دعوت دی جاتی ہے، مقررہ تاریخ میں یعنی سلامتی کے دن جب سب لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ایک شخص کھڑے ہو کر اعلان کرتا ہے کہ یہ فلاں اور فلانہ کی سلامتی ہے، فلاں کا لڑکا فلاں سے اور فلاں کی لڑکی فلانہ سے اتنے اتنے مہر پر سلامتی ہوگئی ہے اور لڑکی

---

(۱) ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا غير عدول أو محدودين في القذف. (الهداية، كتاب النكاح: ۱۸۵/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس)

(۲) قال ابن نجيم: لو قال: هل أعطيتنيها فقال أعطيتك إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (البحر الرائق: ۸۳/۳، كتاب النكاح)

ومثله في الهندية: ۲٦۷/۱، كتاب النكاح. الباب الاوّل في تفسيره شرعاً. الخ.

کے لیے مہر متعینہ زیورات، یا روپیہ وغیرہ لڑکی والوں کو برسر مجلس سپرد کردیا جاتا ہے، لڑکی والے ان اسباب کو اپنی تحویل میں لیتے ہیں اور جو سامان لڑکی کے لیے دیا جاتا ہے زیورات وغیرہ، برسر مجلس لڑکی والے اس تمام سامان کی باضابطہ جانچ پڑتال کرتے ہیں اور اہل شرکاء میں سے بعض حضرات کو دکھایا جاتا ہے، اس کے بعد امام صاحب دعا کرتے ہیں اور لڑکی والوں کی طرف سے تمام شرکائے مجلس کو حسب حیثیت ضیافت کرتے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح کا پیغام قبول کرنے کے بعد اور جانبین کی رضامندی سے نکاح کے سلسلے میں مہر کی مقدار اور نکاح کی تاریخ وغیرہ متعین کرنے کے بعد اس طرح سلامتی کے نام سے لوگوں کو جمع کرکے مجلس قائم کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ ہمارے یہاں ایک مستند عالم جو دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جانبین کی رضامندی کے بعد اس طرح سلامتی کے نام مجلس قائم کرنا شرعاً جائز ہے؛ بلکہ موجب ثواب ہے۔ حدیث شریف میں جسے خطبہ کہتے ہیں، وہ اسی کو کہتے ہیں، اس عالم صاحب کا کہنا شرعاً صحیح ہے، یا نہیں؟ صورت مسئولہ میں جو دو صورتیں پیش کی گئی ہیں، پہلی صورت کو خِطبہ کہتے ہیں، یا دوسری صورت کو؟

الجواب

شرعاً خِطبہ کا حاصل صرف اتنا ہے کہ مرد، یا اس کے اقارب؛ عورت، یا اس کے اقارب کو نکاح کا پیغام دیں، اس غرض کے لیے کوئی اجتماع، یا تحائف کا تبادلہ خِطبہ کے لیے ہرگز ضروری نہیں۔ لہٰذا منگنی، یا سلامتی کے نام سے جس اجتماع کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے، اس کو سنت قرار دینا بالکل غلط ہے؛ بلکہ سنت سمجھ کر ایسا کرنا بدعت اور واجب الترک ہے۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۷/۱۲/۱۴۰۴ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۲)

---

(۱) منگنی کے موقع سے اجتماع غیر مسلموں کا طریقہ ہے، اسلام میں اس نکاح کو بابرکت نکاح کہا گیا ہے، جس میں کم خرچ ہو، منگنی گرچہ مقدمات نکاح میں سے ہے؛ لیکن یہ ایک قسم کا معاہدہ ہے، جس کے لیے اجتماع اور پارٹی کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، اجتماع یا پارٹی وقت کے ساتھ مال کا بھی ضیاع ہے، نیز دیگر منکرات وبدعات کو فروغ بھی دینا ہے۔

عن عبداللّٰه بن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، باب في لبس الشهرة (ح: ٤٠٣١)، وقدأخرجه البزارفي مسنده (ح: ٢٩٦٦) والطبراني في الأوسط (ح: ٨٣٢٧) عن حذيفة بن اليمان رضي اللّٰه عنه. انيس)

قال الإمام الصنعاني: هذا الحديث دال على أن من تشبه بالفساق كان منهم، أو الكفار، أو المبتدعة في أي شيء مما يختصون. (فتح العلي الحميد في شرح كتاب مفيد المستفيد في كفرتارك التوحيد، تفسيرقوله: من تشبه بقوم فهو منهم: ٨٧/١، انيس)

==

منگنی خطبہ نکاح کے قائم مقام نہیں ہوسکتی:

سوال: میری عمر ۷۲ سال کی ہوچکی ہے، اللہ نے تین فرزند اور بیٹیاں عطا کر رکھی ہیں، تین لڑکوں اور تین بیٹیوں کی شادیوں سے میرے مالک نے سبکدوش کر دیا ہے، اب صرف ایک چھوٹی بچی کا فریضہ ادا کرنا میرے ذمہ باقی ہے، اس لڑکی کی عمر ۲۹ ر سال ہے، صوم صلوٰۃ کی پابند ہے اور امور خانہ داری میں معقول مہارت رکھتی ہے، والدہ کی وفات کے بعد خاموش رہتی ہے اور اس کی خاموشی مجھے شاق گزرتی ہے۔ میری رفیقہ حیات کا ڈیڑھ سال ہوا کہ وہ انتقال کر گئی اور مناسب رشتہ کی تلاش کرتی رہی اور یہ حسرت دل میں لیے چلی گئی، بیٹی کی افسردگی نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس کی شادی جلد کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں، چناں چہ ۱۹۷۶ء میں ایک قریبی رشتہ دار کی وساطت سے اس بچی کی منگنی کر دی گئی، جب لڑکے کو اس کے رشتہ دار کے ذریعے پیغام شادی کا بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ کم از کم دو سال تک انتظار کریں، ورنہ بصورت دیگر آپ جہاں چاہیں اپنی لڑکی کی شادی کر سکتے ہیں، ان ناگفتہ بہ حالات میں میرا ضمیر اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ میں اس لڑکے کی منت سماجت کروں، کیا رسم منگنی کو خطبہ نکاح کا مقام دیا جاسکتا ہے؟ اگر کوئی دوسرا موزوں لڑکا مل جائے تو کیا ہم اس سے نکاح کر سکتے ہیں، منگنی رکاوٹ تو نہیں بنے گی؟

== عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور. رقم الحديث: ۱۷۱۸)/صحيح البخاری، باب إذا اصطلحوا على صلح جورفالصلح مردود، رقم الحديث: ۲۶۹۷، انيس)

قال أهل العربية: الرد هٰهُنا بمعنى المردود ومعناه فهوباطل غيرمعتدبه وهذاالحديث قاعدة عظيمة من قواعدالإسلام وهومن جوامع كلمه صلى الله عليه وسلم فإنه صريح فی ردكل البدع والمخترعات. (شرح النووی لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة، الخ: ۱۶/۱۲، انيس)

قال العلامة الحلبی: كل مباح يؤدی إليه (أی إلى اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه. (غنية المستملی المعروف بالكبيری، فصل فی مسائل شتٰی: ۵۶۹. انيس)

"وكل مباح أدى إلٰى هذا فهومكروه حتى أفتٰى بعض الفقهاء حين شاع صوم أيام البيض فی زمانه بكراهته لئلا يؤدی إلى اعتقاد الواجب مع أن صوم أيام البيض مستحبة ورد فيه أخبار كثيرة فماظنک بالمباح وماظنک بالمكروه". (مجالس الأبرار: ۲۹۹/۵، انيس)

"قال ابن المنير: إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن مرتبتها لأن التيامن مستحب فی كل شیء من أمورالعبادة؛ لكن لما خشی ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه، أشارإلٰى كراهته والله أعلم. (فتح الباری لابن حجر، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۳۳۸/۲، انيس)

"واستنبط منه أن المندوب ربما ينقلب مكروهًا إذا خيف أن يرفع عن رتبته". (مجمع بحارالأنوار، صرف: ۳۱۵/۳، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية. انيس

الجواب

منگنی خطبہ نکاح کے قائم مقام نہیں ہوسکتی اور نہ شرعاً اس سے نکاح منعقد ہوتا ہے، وہ تو محض نکاح کا ایک وعدہ ہے،(۱) اور وعدے کی خلاف ورزی کسی عذر کے بغیر جائز نہیں۔(۲) ہاں! اگر کوئی عذر کو مثلاً لڑکے میں کوئی عیب جو پہلے معلوم نہیں تھا، اب معلوم ہوجائے، یا لڑکی اس رشتے کو ناپسند کرے تو ایسی صورت میں منگنی توڑ دینا جائز ہے؛ لیکن اس کی اطلاع فریق ثانی کو کردینی ضروری ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھئے: امداد المفتین ص: ۵۸۲-۵۸۴، سوال نمبر: ۴۴۶-۴۴۸) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۲/۶/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۳)

منگنی اور با قاعدہ نکاح میں فرق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے کہ:

میری دختر کی شادی زید کے ساتھ ہوئی، جس کی باقاعدہ عائلی قوانین کے مطابق رجسٹری ہوئی اور سرکاری دستاویزات موجود ہیں، نکاح کے چند دنوں بعد مخالفین نے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا کہ میری دختر کا عقد نکاح سکندر کے ساتھ ہوا تھا، اس دعوے پر انہوں نے آٹھ جھوٹے گواہ بھی پیش کیے، اس پر میں اپنے گاؤں کے ایک مولوی صاحب کے مشورے سے اپنی لڑکی کو شادی کے نو دن بعد اپنے گھر لے آیا، مولوی صاحب نے مشورہ دیا کہ چوں کہ معاملہ جرگہ میں پیش ہوا ہے؛ اس لیے بہتر ہے کہ فیصلہ ہونے تک فی الحال اپنی لڑکی کو گھر لے آؤ، بعد ازاں برادری کے تین افراد بطور جرگہ مقرر ہوئے ثالثوں نے بیانات لے لیے، پھر سکندر نے ثالثوں سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھے دو ہزار روپیہ دے دیں تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہوتا ہوں، ثالثوں نے زیادتی سمجھتے ہوئے فیصلہ کی منظوری دے دی، اخلاقی جرم یہ تھا کہ میں نے اقرار کیا اور اب بھی کرتا ہوں کہ میری لڑکی چھ سال کی تھی اور سکندر ایک سال کا تھا اور سکندر کے والد نے میری بیٹی منسوب کرنے کی خواہش کی اور یہ خواہش نہ میں نے واضح الفاظ میں قبول کی تھی اور نہ انکار کیا تھا اور نہ باقاعدہ منگنی ہوئی تھی اور نہ کوئی رواج ہوا تھا؛ بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ نہیں ہے؛ اس لیے میں نے مناسب رشتہ ملنے پر زید کے ساتھ نکاح کیا اور باقاعدہ نکاح ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زید کے ساتھ نکاح درست ہوا ہے، یا یہ سکندر کا حق ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: انارگل، پنڈی گیپ کیملپور، ۲۹/۶/۱۹۷۲ء)

---

(۱) و فی الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۱۲ (طبع سعید) وان للوعد. وفی الشامیة، ص: ۱۱، لو قال: هل اعطیتنیها؟ فقال: اعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح.

(۲) وفی الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰ (طبع قدیمی کتب خانه) عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان.

الجواب

اگر آپ نے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول نہ کیا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح نہیں ہے، لہٰذا اس لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ بلا شک وشبہ درست ہے۔

قال فی المرقاة:لکن إن تزوج الثانی تلک المرأة بغیرإذن الأول صح النکاح، الخ.(۲۱۱/٦)(۱)

وفی تنقیح فتاویٰ الحامدیة (۳۱/۱) لا تکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح أصلا.(۲)

اگر آپ نے گواہوں کے روبرو یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلانہ فلاں کے لیے نکاح میں دے دیا اور اس مجلس میں دوسری جانب سے یہ بولا گیا ہو کہ ہم نے فلاں کے لیے قبول کیا تو یہ نکاح شرعی ہے، اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کالعدم ہے۔(۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۷۲-۳۷۱/۴)

لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے رشتہ مانگا، لڑکی کے والد نے کہا کہ میں تم سے دو کنال زمین لکھ کر لوں گا، اگر یہ شرط منظور ہے تو رواج کے مطابق منگنی کرو۔ اس کے بعد سائل نے کپڑوں کا ایک جوڑہ لا کر لڑکی کو پہنایا، ساتھ ہی دونوں طرف سے رشتہ دار بھی اکٹھے ہوئے اور کھانا کھا کر دعائے خیر ہوئی، اس وقت کے دو گواہوں کا بیان یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف یہ بات ہوئی تھی کہ بڑی لڑکی کا رشتہ تم کو دیں گے۔ اب طرفین میں ناچاقی پیدا ہوگئی اور لڑکی والوں نے انکار کیا، جب کہ لڑکے کا والد کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا۔ براہ مہربانی یہ بتائیں کہ یہ نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: چوہدری علی، مرڈکوہالہ، ایبٹ آباد)

الجواب

صورت مذکورہ میں صرف خطبہ موجود ہوا ہے، جو کہ نکاح شرعی نہیں ہے، لہٰذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے، اگرچہ مکروہ ہے۔

قال فی المرقاة:لکن إن تزوج الثانی تلک المرأة بغیرإذن الأول،صح النکاح،الخ.(۲۱۱/٦)(۴)

---

(۱) مرقاة المفاتیح: ۲۱۱/٦،باب إعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الأول

(۲) تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۳۱۱،قبیل فوائد ذکرها المؤلف مفرقة

(۳) قال عبد اللّٰه بن مودود الموصلی: ورکن النکاح الایجاب والقبول وینعقد بلفظین ماضیین...ولا ینعقدنکاح المسلمین إلا بحضور رجلین أو رجل وامرأتین،الخ.(الاختیار لتعلیل المختار: ۱۰۹/۲،کتاب النکاح)

(۴) مرقاة المفاتیح: ۲۱۱/٦،باب اعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الأول

انتخاب اور منگنی

وفـی تـنقیح فتاویٰ الحامدیة (۳۱/۱): لا تـکـون الـخطبة واقعة موقع عقد النکاح أصلاً. (۱)

وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۷۴-۳۷۵)

منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: زید مع چند کس واسطے ناطہ مانگنے اپنے فرزند بالغ کے بکر صاحب دختر کے گھر گیا، دختر نابالغہ تھی، بکر صاحب دختر نے اپنے بھائی حقیقی احمد اللہ کو جواب دینے کے لیے اجازت دی، احمد اللہ مذکور نے اپنی طرف سے خالد کو، جو کہ زید کا بہنوئی ہے، جواب دینے کے واسطے مختار بنایا امام صاحب نے، جن کو خود زید اپنے ساتھ لایا تھا۔ کہا کہ زید ناطہ اپنے فرزند کے واسطہ مانگتا ہے تو خالد (زید کے بہنوئی) نے جواب دیا کہ ہم نے دے دیا تو امام صاحب نے دعا فرمائی جو کہ خود امام صاحب کے بیان سے عیاں ہے، اسی طرح باقی گواہان کا بیان ہے۔ صرف زید کا حقیقی بھائی اور خالد زید کا بہنوئی بیان دیتے ہیں کہ ایجاب بھی ہوا، قبول بھی، زید نے کہا جو کہ سراسر غلط ہے؛ بلکہ ان دو گواہان کے لیے بکر صاحب دختر نے کہا تھا کہ قرآن شریف ہاتھ میں لو؛ مگر انکاری ہو گئے ہیں اور مجلس داہنداری کی تھی۔ پس صورتِ بالا میں نکاح ہوا، یا نہیں؟ عنداللہ جواباً مشکور فرمائیں وعبارت فقہ درج فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

تنقیح:

جو لوگ ایجاب اور قبول دونوں کو بیان کرتے ہیں، ان سے وہ الفاظ لکھوا کر بھیجئے، جن سے ایجاب وقبول ہوا ہے، ایجاب کے الفاظ علاحدہ ہوں اور قبول کے لیے علاحدہ ہوں، تب جواب دیا جائے گا۔ نیز اس سے پہلے کبھی پیغام بھیجا ہے، یا یہ گفتگو اول ہی مرتبہ ہوئی؟ اور ان بیانات کو بھی ہمراہ بھیجئے؟

(اس تنقیح کا جوابِ تنقیح اصل کتاب میں موجود نہیں۔ (غلام اللہ گل منگچری)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

عبدالرحمٰن مدعی کے بیان میں بھی تصریح ہے: ''مجلس داہنداری ہو'' اسی طرح عبداللہ، احمد اللہ، غلام رسول، احمد جونیہ، عزیز جو، چودھری وجے جو سب اس کے مقر ہیں کہ ''مجلس رشتہ اور منگنی کی تھی'' اس کا کوئی اقرار نہیں کرتا کہ ''مجلس نکاح کی تھی'' اور ہمارے عرف میں مجلس نکاح اور ہوتی ہے اور مجلس رشتہ اور اور منگنی ہمارے یہاں صرف وعدۂ نکاح کا

---

(۱) تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۳۱۱، قبیل فوائد ذکرھا المؤلف مفرقة

انتخاب اور منگنی

نام ہے،صرف وعدہ سے نکاح نہیں منعقد ہوتا؛ بلکہ نکاح کے لیے مستقلاً دوسری مجلس منعقد کی جاتی ہے،لہذا اگر وہاں کا عرف بھی یہی ہے تو صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

"کتزوجني نفسک إذا لم ینوا الإستقبال:أی الإستیعاد:أی طلب الوعد ... قال فی شرح الطحطاوی:لو قال:هل أعطیتنیها ؟فقال:أعطیت،إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح،آه". (ردالمحتار:۲/۴۰۸)(۱)

نیز امام صاحب کے الفاظ کہ "زید ناطہ اپنے فرزند کے واسطے مانگتا ہے" صریح ہیں کہ رشتہ کی درخواست کی جاری ہے اور جواب میں خالد کا کہنا کہ "ہم نے دے دیا" بھی رشتہ ہی پر محمول ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۹/شوال/۱۳۵۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۵۵)

مجلسِ وعدۂ نکاح کیا نکاح ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کو اس کے چچا زاد بھائی کے لڑکے سے شادی کرایا،اور ان دونوں بھائیوں نے وعدہ کیا کہ "ہم دوسرے سے شادی نہیں کرائیں گے" کچھ دن کے بعد لڑکے کے باپ غریب ہوگئے اور وہ روزی کے لیے باہر چلے گئے اور لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی۔اس دوران وہ لڑکے کا باپ آپہونچا اور ان کے پہونچنے کی خبر سن کر لڑکی کا باپ آیا اور اپنی معذوریت پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے،اس کو آپ معاف فرمائیے،میں مجبور ہوں تو لڑکے کے باپ نے جواب دیا کہ اگر میں زندہ رہوں تو دیکھوں گا،کس طرح آپ دوسری جگہ شادی کراتے ہیں،اگر میں زندہ رہا تو بندوق سے تیری جان نکالوں گا اور اگر مر گیا تو قیامت میں اس کا جواب دینا ہوگا اللہ کے دربار میں۔مسجد میں اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا۔اب یہ نکاح درست ہوا،یا نہیں؟

---

(۱) **الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب النکاح :۳/ ۱۱-۱۲،سعید**

(۲) **"النکاح ینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار،کتاب النکاح:۹/۳، سعید)**

(۳) **"لا یجوز لرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة".(الفتاویٰ العالمگیریة ،کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس، المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر:۴۵۱/۳،دار الکتب العلمیة بیروت)**

(۴) **"کتزوجني نفسک إذا لم ینوا الا ستقبال:أی الاستیعاد:أی طلب الوعد ...قال فی شرح الطحطاوی: لو قال: هل أعطیتنیها ؟ فقال:أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد ،وإن کان للعقد فنکاح". (الدرالمختار مع ردالمحتار ، کتاب النکاح:۳/ ۱۱-۱۲،سعید)**

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر وہ مجلس عقدِ نکاح کی مجلس تھی اور گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہوگا ،(۱) پھر دوسری جگہ شادی کا حق نہیں رہا، وہ نکاح ثانی غلط ہے۔(۳) اگر پہلی دفعہ نکاح کا ایجاب وقبول نہیں کیا گیا؛ بلکہ رشتہ کیا گیا، جو وعدۂ نکاح ہے،(۴) تو بلا وجہ وعدۂ خلافی کرنا گناہ ہے؛ لیکن اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس جگہ نکاح نہ کیا جائے؛ بلکہ دوسری جگہ کردیا جائے تو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔اس بات پر بندوق مارنے کا حق ہرگز نہیں اور قیامت میں بھی عذاب نہیں ہوگا،لڑکی کی مصلحت کوملحوظ رکھنا چاہیے، یہ ولی کی ذمہ داری ہے۔مسئلہ وعدہ الأشباہ والنظائر میں اور مجلسِ نکاح کی بحث شامی میں مذکور ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۶/۱/۴ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۵۷)

وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: زید نے اپنے دوست بکر سے مذاقاً کہا کہ:''تمہاری لڑکی فاطمہ کا عقد اور رشتہ میرے لڑکے خالد کے لیے مطلوب ہے''۔بکر نے جواباً کہا کہ:''ہاں! مجھے منظور ہے، میں راضی ہوں''۔اس کے بعد دونوں فاطمہ اور خالد کو بہو اور داماد کہنے لگے۔ مذکورہ الفاظ کا تکرار متعدد مجلسوں میں ہوتا ہے۔یہ واضح رہے کہ فاطمہ اور خالد کم سن (ایک سال، یا اس سے بھی کم عمر کے تھے) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ الفاظ سے کیا شرعاً نکاح منعقد ہوگیا؟ اور کیا یہ ایجاب وقبول میں داخل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ صرف (رشتہ) خطبہ ہے، جوکہ وعدۂ نکاح کے درجہ میں ہے، نکاح نہیں، لہذا ابھی نکاح منعقد نہیں ہوا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ''الخلف في الوعد حرام ...''إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه ''. (انتهى) وقيل: عليه ، فيه بحث ،فإن أمر : (أوفوا بالعقود)مطلق ، فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء''. (غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة:۲۳٦/۳،إدارة القرآن كراتشي)

عن أبي هريرة ص عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اٰية المنافق ثلاث:إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان.(صحيح البخاري، كتاب الايمان،باب علامة المنافق: ۱۰/۱،طبع قديمي كتب خانه،انيس)

''النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر''.(الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳،سعيد)

(۲) ''قال في شرح الطحطاوي:لوقال:هل أعطيتنيها ؟ فقال:أعطيت،إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح''.(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح:۱۱/۳، ۱۲،سعيد)

انتخاب اور منگنی

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۵۸)

حلفاً نکاح کا وعدہ کرنے کی شرعی حیثیت:

سوال: جناب مفتی صاحب! میں ایک شخص کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ایک دفعہ مجھے اکیلا دیکھ کر قرآن مجید لے کر میرے پاس آ گیا اور مجھے ڈرا دھمکا کر کہنے لگا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تم مجھ سے شادی کروگی۔ میں نے خوف کی وجہ سے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر ہاں کہہ دیا۔کیا ایسا کرنے سے میرا اس شخص کے ساتھ نکاح ہوگیا، یا میں آزاد ہوں؟ میں اب بھی اس کو دیکھنا نہیں چاہتی، اگر میں نے یہ گناہ کیا ہے تو قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا کفارہ بھی بتائیں؟ میں دعا گو رہوں گی۔ (ایک دکھی بیٹی)

الجواب

سوال میں مذکورہ الفاظ نکاح کے الفاظ نہیں ہیں؛ بلکہ وعدۂ نکاح ہے،(۱) اور اگر یہ الفاظ الفاظ نکاح ہوتے تو پھر بھی نکاح نہ ہوتا؛ کیوں کہ مستفتی کے بیان کے مطابق یہ بات چیت بغیر گواہ کے ہوئی ہے،(۲) لہٰذا آپ آزاد ہیں،البتہ

(۱) (سئل)فیما إذا خطب وکیل زید ابنة عمرو البالغة لزید بمحضر من النسا فأجابه الأب إلی ذلک قائلاً:أن مهر ابنتی کذا إن رضیت فبها وإلا فلا،فرضی الخاطب ودفع للأب شیئا من الحلی وألبسه لابنته فلم ترض البنت بالخطبة وردتها،فهل یسوغ لها ذلک ولا تکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح أصلاً؟ (الجواب)حیث لم یجز بینهما عقد نکاح شرعی بإیجاب وقبول شرعیتین لا تکون الخطبة واقعة موقع عقدالنکاح أصلاً.(العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۱/۳۱-۳۲،دارالمعرفة بیروت،انیس)

(۲) ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین عدولا کانوا غیر عدول أو محدودین فی القذف.(الهدایة،کتاب النکاح: ۱/۱۸۵،دارإحیاء التراث العربی بیروت،انیس)

(قوله:عند حرین أو حر وحرتین عاقلین بالغین مسلمین ولو فاسقین أو محدودین أو اعمیین أو ابنی عاقدین)متعلق بینعقد بیان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم یصح بغیر شهود لحدیث الترمذی:"البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن من غیر بینة"،ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعا:"لا نکاح إلا بشهود"،فکان شرطاولذا قال فی مآل الفتاویٰ:لو تزوج بغیر شهود ثم أخبر الشهود علی وجه الخبر لا یجوز إلا أن یجدد عقدا بحضرتهم، الخ.(البحر الرائق:۳/۹٤،دارالکتاب الإسلامی بیروت،انیس)

(۳) وأما کفارة الأیمان، فعلی ثلاثة أوجه:عتق رقبة، أو إطعام عشرة مساکین، أو کسوتهم.(النتف فی الفتاویٰ للسغدی، کفارة الأیمان: ۱/۱۹۲،مؤسسة الرسالة بیروت،انیس

بظاہر یہ معاملہ حلف وقسم کا ہے؛ اس لیے حنث کی صورت میں کفارہ دینا پڑے گا۔ (۳) (فتاوی حقانیہ:۳۲۱/۴)

لفظ رشتہ اور نسبت سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک شریف کی دو لڑکیاں ہیں، ایک کی عمر پندرہ سال چھ ماہ اور دوسری کی عمر بارہ سال چند ماہ کی۔ لڑکیوں کے والد نے بڑی لڑکی کی نسبت اپنے ایک رشتہ کے بھانجے سے کردی تھی۔ دوسری کی نسبت بعد میں اپنے کنبہ کے ایک شخص سے کردی تھی؛ لیکن چھوٹی لڑکی کی جو نابالغ ہے، چالیس سال زیادہ عمر کے شخص کے ساتھ نسبت کی ہے اور بڑی جو بالغ ہے، اس کی تقریباً پچیس سال کی عمر کے شخص کے ساتھ نسبت کی ہے۔ اب جو لڑکی کے والدین سے اس طرح کہا گیا کہ اپنے ہی گھر کی بات ہے، روپیہ پیسہ تم نے کوئی سی لڑکی پر نہیں لیا، دونوں لڑکیوں کی نسبت خدا کے واسطے کردی ہے اور صرف نسبت کرنے سے کوئی عقد شریعت کا حکم نہیں آجاتا والدین کو مجاز ہے کہ اگر کوئی بات بہتری کی دیکھیں تو عقد سے پہلے رشتہ بدل سکتے ہیں؛ اس لیے مناسب اور افضل بات یہ ہے کہ بڑی لڑکی کا نکاح جو شخص چالیس سے زیادہ عمر کا ہے، اس کے ساتھ کردیا جاوے اور چھوٹی لڑکی کا نکاح چھوٹی عمر والے سے کیا جاوے؛ کیوں کہ انصاف کی بات یہی ہے تو اس پر لڑکیوں کا والد کہتا ہے: جو ہوگیا، سو ہوگیا، ہم اپنی لڑکیوں کے بدل کر رشتہ دو دو خاوند نہیں کرانا چاہتے ہیں، لڑکیوں کی یوں ہی قسمت تھی، جن کے ساتھ پہلے نسبت کا نام لے لیا گیا، ایسے ہی رہے گا، حالاں کہ ابھی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی، لہذا عرض ہے کہ کیا یہ بات شریعت کے عین مناسب ہے اور جو بات شریعت میں جائز؛ بلکہ افضل ہو تحریر فرمایا جاوے؛ تاکہ عقیدہ باطلہ کی اصلاح کی جاوے۔

الجواب

رشتہ اور نسبت سے نکاح نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ وعدہ نکاح ہے اور اگر تبدیل کرنے میں مصلحت ہو، جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے تو یہ ردوبدل کرنا؛ یعنی بڑی لڑکی کا نکاح بڑے لڑکے سے اور چھوٹی لڑکی کا نکاح چھوٹے لڑکے سے کرنا بلا تأمل جائز ہے اور اس کو ناجائز سمجھنا درست ہے۔ (۱) (امداد المفتین:۴۸۸/۲)

---

(۱) قوله: (أويترك) أى نكاحها قبل الخطبة منهية إذا كانا راضيين وتعين الصداق لكن إن تزوج الثانى تلك المرأة بغيرإذن الأول صح النكاح، الخ. (٢١١/٦) (مرقاة المفاتيح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط الفصل الأول: ٢٠٦٧/٥، دارالفكر بيروت، انيس)

قال ابن نجيم: لوقال هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيتك، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (البحرالرائق، كتاب النكاح: ٨٩/٣، دارالكتاب الإسلامى بيروت، انيس)

قول وقرار سے نکاح حکم:

سوال: عمر وفاطمہ دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، عمر کی دولڑکیاں پیدا ہوئی ہیں اور فاطمہ کے دولڑکے پیدا ہوئے ہیں ،دونوں بھائی بہن آپس میں اپنے بچوں کے متعلق ایک دوسرے سے شادی کے قول وقرار کرتے ہیں، چناں چہ بچوں کے بڑے ہونے کے بعد عمر اپنی بڑی لڑکی کی شادی اپنی بہن فاطمہ کے بڑے لڑکے سے کردیتا ہے باقاعدہ شرعی نکاح کے ساتھ، چنانچہ دونوں خوش وخرم ہیں۔اس کے بعد فاطمہ اپنے بھائی سے کہتی ہے کہ میرا چھوٹا لڑکا عرصہ دس سال سے بھاگ گیا ہے؛اس لیے بھائی!تم اپنی لڑکی کی شادی کسی اور جگہ کردو، چناں چہ عمر نے دوسری جگہ شادی کردی ہے۔

اس کے بعد بعض لوگوں نے (واللہ اعلم) دشمنی سے، یا کسی اور وجہ سے یہ کہنا شروع کردیا کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے؛ اس لیے کہ اس لڑکی کا نکاح فاطمہ کے چھوٹے لڑکے سے بچپن میں ہو چکا ہے، چناں چہ فاطمہ کو بھی لوگوں نے بہکالیا ہے، وہ بھی ایسا ہی کہتی ہے۔اب کیا ہم اس پہلے نکاح کو جب کہ وہ نکاح ہی نہیں تھا؛ بلکہ آپس میں قول وقرار تھا اور شاید گواہ بھی نہیں ہے، کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر اس چھوٹے لڑکے اور لڑکی کے متعلق صرف وعدہ ہوا تھا کہ ان کی شادی کردیں گے اور نکاح نہیں کیا گیا تھا، نہ نکاح پڑھنے والا کوئی موجود تھا، نہ گواہ موجود تھا، محض وعدہ کر لینے سے نکاح نہیں ہوگیا اور عمر نے دوسری جگہ جو شادی کردی ہے، وہ صحیح اور معتبر ہے۔(۱) دشمنی کی وجہ سے غلط بات کہنا اور بہکانا سخت مذموم ہے۔(۲) فاطمہ کو بھی چاہیے کہ اصل حقیقت کو نہ چھپائے۔وعدہ اور ہے اور شادی اور ہے، دونوں ایک چیز نہیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ”(وینعقد)متلبساً (بإیجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر ...(و) شرط (حضور) شاهدین(حرین)أو حر تین (مکلفین سامعین قولهما معاً، الخ)“. (الدر المختار : ۳/۹ـ۲۱،کتاب النکاح، سعید)

”(وأما شروطه) ... ومنها الشهادة، قال عامة العلماء : إنها شرط جواز النکاح“.(الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۶۷،کتاب النکاح ط الباب النکاح، رشیدیه)

(۲) عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: ”مامن امری یخذل امراً مسلماً فی موضع تنتهک فیه حرمته وینتقص فیه من عرضه إلا خذله اللّٰه تعالیٰ فی موطن یجب فیه نصرته.(سنن أبی داؤد،باب من رد عن مسلم غیبة،رقم الحدیث: ۴۸۸۴،انیس)

وعن أنس رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم :...”ومن رمی مسلماً بشیء یرید شینه به، حبسه اللّٰه علی جسر جهنم حتی یخرج مما قال.(الحدیث)(مشکاة المصابیح ،کتاب الآداب،باب الشفقة والرحمة علی الخلق ،الفصل الثانی،ص: ۴۲۴،قدیمی)(سنن أبی داؤد،باب من رد عن مسلم غیبة،رقم الحدیث:۴۸۸۳،انیس)

(۳) ”إن المجلس للنکاح فنکاح ،وإن للوعد فوعد“.(الدرالمختار: ۳/۱۲،کتاب النکاح،سعید

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۵/۱۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۳)

”لڑکی دیا، لیا“ کہنے سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: دو شخصوں نے غلام محمد سے کہا کہ تم اپنی لڑکی رحم علی کے لڑکے کو دے دو۔ غلام محمد نے کہا: میں نے دے دی۔ مذکوران نے رحم علی کو کہا کہ غلام محمد نے لڑکی دے دی ہے، وہ خوش ہو کر منظور کرتا ہے تو کیا یہ نکاح، یا ناطہ صحیح ہوا؟

الجواب

اگر روبرو شاہدین کے مجلس نکاح میں یہ ایجاب وقبول ہوا ہے تو اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا ہے۔

درمختار میں ہے:

وهل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۶۱)

منگنی میں لڑکا لڑکی دینے لینے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ہماری قوم میں یہ رواج ہے کہ بوقت منگنی لڑکی والا لڑکے والے سے مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی تمہارے فلاں لڑکے کو دی۔ لڑکے والا کہتا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی۔ اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ اس طرح منگنی کر کے لڑکی کو دوسری جگہ بیاہ دیتے ہیں۔

الجواب

منگنی کے وقت الفاظ مذکورہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ وعدہ نکاح ہے اور اس سے منگنی ہوتی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

وإن للوعد فوعد. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۳۰-۱۳۱)

”ناطہ دے دیا“ کہنے سے نکاح نہیں ہوتا ہے:

سوال: گل زمان کی والدہ سے مسمیٰ سمندر سے کہا کہ اپنی دختر کا ناطہ میرے فرزند گل زمان سے دے دو۔ سمندر نے روبرو گواہان اسی مجلس میں جواب دیا کہ میں نے اپنی دختر مذکورہ کا ناطہ گل زمان کے لیے دے دیا ہے۔ کچھ عرصہ

---

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب النكاح: ۲/۳٦۳، ظفير)

وفي الكتاب يقول: إذا قال: خطبتك إلى نفسك بكذا فقالت: زوجتك نفسي فهو نكاح جائز إذا كان بمحضر من الشهود. (المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح: ٥/٦٢، دار المعرفة بيروت، انيس)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير

کے بعد سمندر فوت ہوگیا، دختر مذکورہ کا برادر دوسری جگہ نکاح دختر کا کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اقول وبالله التوفيق! سوال کے مختلف پہلوؤں اور لفظوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کا کہنا محض وعدۂ نکاح ہے، عقد نہیں۔ ناطہ کا لفظ ہندوستان (اس وقت ہندوستان پورے ملک کو بولا جاتا ہے) اور پنجاب میں رشتہ کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے، چناں چہ پنجاب میں ناطہ دار بمعنی رشتہ دار کے مستعمل ہوتا ہے؛ بلکہ گل زمان خود بھی اپنے سوال میں قریب اسی معنی میں ناطہ کے لفظ کو استعمال کرتا ہے، چناں چہ کہتا ہے میری والدہ میرے ناطہ کے لیے سمندر کے پاس جاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس عبارت میں ناطہ کو بمعنی نکاح کے سمجھنا کسی طرح چسپاں نہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہے کہ عقد نکاح؛ یعنی ایجاب وقبول کے لیے مجلس منعقد نہ کی گئی تھی؛ بلکہ گل زماں کی والدہ اپنی عادت مستمرہ کے طور پر درخواست اور خطبہ کے لیے آئی، جس کو سمندر نے منظور کیا، جو کہ محض وعدہ ہے، چناں چہ گل زمان کی والدہ کا کوئی جواب بھی سمندر کے اس جملہ کے مقابلہ میں مذکور نہیں، پھر اگر عقد بھی اس کو قرار دیا جاوے تو اس کے لیے تاویلات بعیدہ کے ارتکاب کی ضرورت ہوگی، مثلاً اگر گل زمان اس وقت بالغ تھا تو اس کی والدہ وکیل، یا فضولی ہوگی اور اگر نابالغ تھا تو وکیل ولی، یا فضولی اس کی ہوگی، حالاں کہ توکیل کا کوئی تذکرہ نہیں۔ پس یہ ایسا ہے، جیسے کہ کسی نے صاحب دختر سے یہ کہا کہ میرے بیٹے کو اپنی بیٹی دے دو اور اس نے کہا: دے دی تو یہ نکاح نہ ہوا۔

كما في الظهيرية: لو قال: هب ابنتك لابني، فقال: وهبت، لم يصح مالم يقل أب الصبي: قبلت. (۱)

وفي الخلاصة: لو قال الوكيل بالنكاح: هب ابنتك لفلان، فقال الأب: وهبت، لاينعقد النكاح مالم يقل الوكيل بعده: قبلت. (۲)

علاوہ اس کے شامی میں ہے:

نقلاً عن شرح الطهاوي لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كا ن المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (۳)

یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گفتگو کی کیفیت کی رعایت ضروری ہے۔ پس اگر مجلس وعدۂ نکاح کی ہوگی تو الفاظ محتملہ کو وعدہ پر حمل کیا جاوے اور اگر مجلس نکاح کی ہے تو نکاح ہوگا، چناں چہ اسی عبارت کے تحت میں شامی میں نقل کیا ہے:

(۱،۲) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦٢/٢، ظفير

(۳،۴) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦۳/٢، ظفير

(۵) كذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۳۱۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

قال الرحمتی: فعلمنا أن العبرة لما يظهر من كلامها لا لنيتهما. (۴)

"**وأما إذا قال أحدهما: ده، وقال الآخر: دادم، أو: داد،فيكون نكاحاً، وإن لم يقل الآخر: پزيرفتم**"(۵)

اعتبار وعدہ کی نفی نہیں کرتا؛ بلکہ فقہا کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ امر توکیل ہے، یا ایجاب ہے، چوں کہ اس میں بہت بڑا اختلاف ہے، جس کا ثمرہ یہ ہے کہ مجیب کے جواب کے بعد آمر کے قبول کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ اور چوں کہ فقہا کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ آمر کے قبول کی بغیر نکاح صحیح نہیں، **كما مر عن الخلاصة والظهيرية** اور بعضوں کے یہاں پھر آمر کو پزیرفتم کے کہنے کی ضرورت نہیں، اسی کو عمدۃ الرعایہ میں اختیار بھی کیا گیا ہے، اسی وجہ سے عمدہ میں یہ کہا ہے:

"**وإن لم يقل پذيرفتم**". (۱)

وقصرت عرفت ما فيه اور اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ عبارت وعدہ نہ ہوسکتی ہے، پس جب کہ اس عبارت میں احتمال وعدہ کا بھی ہے اور مجلس کے لیے دو امر بھی یقینی ہیں: ایک یہ کہ مجلس خطبہ اور وعدہ کی ہے۔ دوم یہ کہ مجلس خطبۂ نکاح اور ایجاب وقبول کی نہیں ہے، پس ان الفاظ کو وعدہ پر حمل کرنا اقرب ہے۔

كما في الدرالمختار: (هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح) أى لإنشاء عقده لأنه يوهم منه التحقيق فى الحال،فإذا قال الآخر: أعطيتك أو فعلت لزم،الخ،(وإن للوعد فوعد) انتہٰی. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۳۱-۱۳۳)

ایک نے کہا: 'لڑکی دے دی' اور دوسرے نے کہا: 'لے لی'، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ میں نے دختر صغیرہ تمہیں دے دی۔ بکر نے کہا: اچھا لے لی۔ اس وقت نہ محفل شادی کی تھی، نہ تزویج کی؛ بلکہ غرض آخر کی محفل تھی۔ نکاح منعقد ہوا، یا نہ؟

'لے لیا' کے بجائے 'قبضہ کرلیا' کہنا:

سوال: اور اگر بکر نے بجائے لے لیا کے قبضہ کرلیا، یا قبول کرلیا کہا تو کس صورت میں نکاح منعقد ہوگا، دختر بالغہ ہے، والد فوت ہوگیا، دادا زندہ ہے تو دادا اس کا نکاح دوسری جگہ کرسکتا ہے، یا نہ؟

---

(۱) عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية، كتاب النكاح: ۲/۷، ظفير

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/٣٦٤، ظفير

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۲/٣٦٤، ظفير

(۴) ردالمحتار، باب الولى: ۲/٤١٠، ظفير

==

الجواب

(۱) اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا، کما فی الدر المختار: أن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (۳)

(۲) جب کہ مجلس نکاح نہیں ہے تو ان الفاظ مذکورہ سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوا اور دادا کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے شخص سے اس کا نکاح کردے اور اگر لڑکی بالغہ ہوگئی ہے تو نکاح ثانی کے جواز کے لیے اس کی رضا کی بھی ضرورت ہے اور سکوت اس کا دادا کے اذن لینے پر بحکم رضا ہے۔

كما في الدر المختار: (فإن استاذنها هو) أى الولى وهو السنة. (الدر المختار)

أى بأن يقول لها قبل النكاح: فلان يخطبك أويذكرك، فسكتت وإن زوجها بغير استئمار فقد اخطأ السنة وتوقف على رضاها. (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۳/۷-۱۳۴)

پیغام نکاح، نکاح نہیں:

سوال (۱) زید نے اپنے لڑکے کا عمر کی لڑکی کے لیے شادی کا پیغام دیا، عمر نے بعد مشورہ عزیزان، زید کے لڑکے

== (وهو) الولى (شرط) صحة نكاح (صغيرومجنون ورقيق) لامكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولى) والأصل أن كل من تصرف فى ماله تصرف فى نفسه ومالا فلا (وله) أى للولى (إذا كان عصبة) ولو غير محرم كابن عم فى الأصح، خانية، ...(ولاتجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أى الولى هو السنة. (الدر المختار، كتاب النكاح: باب الولى: ۱۸۳/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(الولى فى النكاح) لاالمال (العصبة بنفسه) وهو ما يتصل بالميت حتى المعتقة (بلا توسطة أنثى)...(على ترتيب الإرث والحجب) فيقدم ابن المجنونة على أبيها. (الدر المختار)

(فيقدم ابن المجنونة على أبيها) هذا عندهما خلافا لمحمد، حيث قدم الأب، وفى الهندية عن الطحاوى: أن الأفضل أن يأمر الأب الإبن بالنكاح حتى يجوز بلاخلاف، الخ، وابن الإبن كالإبن، ثم يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق، ثم لأب، الخ. (ردالمحتار، باب الولى: ۷۶/۳، دار الفكر بيروت، انيس)

(ويجوز نكاح الصغير والصغيرة إذا زوجهما الولى بكراً كانت الصغيرة أوثيباً ... فإن زوجهما الأب والجد يعنى الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما لأنهما كاملا الرأى (الهداية، باب فى الاولياء: ۱۹۳/۱، دار إحياء التراث العربى بيروت، انيس)

عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأذن فى نفسها وإذنها صماتها؟ قال: نعم. (صحيح لمسلم، باب استئذان الثيب، رقم الحديث: ۱۴۲۱، انيس)

(۱) "كتزوجنى نفسك إذا لم ينو الإستقبال: أى الاستيعاد: أى طلب الوعد ...قال فى شرح لاطحطاوى: لوقال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح". (الدر المختار على ردالمحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، ۱۲، سعيد)

انتخاب اور منگنی

کے لیے قبول کرلیا۔ دینِ مہر کے شرائط بھی طے ہوگئے۔ زید نے اپنے لڑکے کو جولندن میں زیرِ تعلیم ہے، اس رشتہ کی منظوری سے مطلع کر دیا۔ زید نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد رسمِ منگنی تقریباً پچاس اشخاص کی موجودگی میں ادا ہوگئی، لہذا شرعی نقطۂ نظر سے اس ایجاب وقبول کی بابت کیا حکم ہے؟

(۲) زید کے ایک پرانے دوست نے ان واقعات کے علم ہونے کے باوجود اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا پیغام دے دیا۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے ایسا کرنا جائز تھا؟ فقط

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) بیانِ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوا؛ بلکہ یہ خطبہ ہے اور اس کی حیثیت وعدہ کی ہے، اس سے ابھی طرفین شوہر وبیوی نہیں ہیں، حاضرین مجلس نے بھی اس کو خطبہ ہی سمجھا ہے۔ (۱)

(۲) اس طرح خطبہ ہو جانے کے بعد دوسرے شخص کے خطبہ سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۴)

پیغام پر پیغام:

سوال: دو خاندانوں کے درمیان رشتہ طے ہو چکا ہے، اسی اثناء میں تیسرا فریق چاہتا ہے کہ اس لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے ہو جائے۔ شرعی اعتبار سے ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ (ایس، ایم، اے، ایچ، مشیر آباد)

الجواب ــــــــــــــ

اگر ایک شخص نے کسی کو نکاح کا پیغام دیا اور ابھی اس نے پیغام قبول نہیں کیا ہے تو دوسرا شخص نکاح کا پیغام دے

---

(۱) "عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يبيع الرجل على بيع أخيه، ولا يخطب على خطبة أخيه، إلا أن يأذن له". (مشكاة المصابيح، باب المنهى عنها من البيوع، الفصل الأول، ص: ٢٤٧، قديمى) (صحيح لمسلم، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه، رقم الحديث: ١٤١٢، عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما/ المعجم الأوسط، رقم الحديث: ٥١٠، انيس)

(۲) صحيح البخارى، رقم الحديث: ٥١٤٢ (نافع يحدث أن ابن عمر رضى الله عنهما كان يقول: نهى النبى صلى الله عليه وسلم أن يبيع بعضكم على بيع بعض، ولا يخطب الرجل على خطبة أخيه، حتى يترك الخاطب قبله أو يأذن له الخاطب. (صحيح البخارى، باب لايخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع، انيس)

سکتا ہے؛ لیکن جب کسی شخص نے اس پیغام کو قبول کرلیا تو اب تیسرے شخص کے لیے اس کا علم رکھنے کے باوجود کسی اور رشتہ کا پیغام دینا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک بھائی کا پیغام رہتے ہوئے دوسرا اپنی طرف سے پیغام دے؛ الا یہ کہ پیغام دینے والا شخص اپنے پیغام سے دستبردار ہو جائے، یا دوسرے شخص کو اپنی طرف سے پیام نکاح دینے کی اجازت دے دے''۔(۲) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۲۹۴-۲۹۵)

منگنی کے وقت کا ایجاب وقبول ایک قسم کا وعدہ ہے:

جناب مولانا صاحب مولوی ومفتی اشرف علی صاحب دام فیوضکم السلام علیکم

عرض ہے کہ کمترین کو واپسی خط ملا، آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ لفظ کس طرح کہے گئے تھے۔ اب اس طرح لکھتا ہوں، پہلے بھی آنجناب کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ اس منگنی کے سال دو سال بعد پھر نکاح وشادی کرتے ہیں، اس کو منگنا مشہور کرتے ہیں، گویا اس کو اصلی نکاح تصور ومشہور نہیں کرتے، یہ رسمی معاملہ ہے۔ لڑکی کا والد لڑکے کے والد کو کہتا ہے کہ میں نے اپنی لڑکی فاطمہ تمہارے لڑکے نور محمد کو بخشی۔ لڑکے کے والد نے کہا میں نے قبول کی۔ تین دفعہ اس طرح کہا اور جیسے نکاح کے وقت گواہ مقرر کئے جاتے ہیں، گواہ کوئی مقرر نہیں کئے۔ ہمارے اس ملک میں اس کا نام منگنا وشرح ایجاب رکھا ہے؛ کیوں کہ اس رسم کے بعد دوبارہ دن شادی کے مقرر کر کے پھر نکاح پڑھایا جاتا ہے۔ اب لڑکی کا والد دوسری جگہ نسبت کرسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مجلس خطبہ میں یہ الفاظ وعدہ پر محمول ہوں گے، لہذا نکاح نہیں ہوا اور لڑکی کا والد دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے۔

قال في الدر: لو قال: هل اعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد.

قال الشامي: (قوله: إن المجلس للنكاح) أي لإنشاء عقده لأنه يفهم منه التحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتكها أوفعلت، لزم، وليس للأول أن لا يقبل، آه. (۴۳۳/۲)(۱)

قلت: هذا إذا كان المجلس للنكا ح وأما إذا كان للوعد فقول الآخر أعطيتكها محمول على الوعد، فافهم والله أعلم

حررہ الاحقر احمد، ۲۴/صفر ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۲۰۲/۳)

---

(۱) الدر المختار على ردالمحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، ۱۲، طبع سعيد، انيس

منگنی کے وقت اولیاء طرفین کا ایجاب وقبول ایک قسم کا وعدہ ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس ملک پنجاب میں رواج ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی کا ولی لڑکے کے ولی کو کہتا ہے کہ میں نے فلانی لڑکی تیری فلانے لڑکے کو دی۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی اور بعدہ شادی کرتے ہیں اور نکاح وغیرہ بعد میں ہوتا ہے۔ اسی صورت سے جس لڑکی کی منگنی ہوئی ہو تو اس کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

اس لیے کہ ملک پنجاب میں تمام علماء کرام اختلاف ڈالتے ہیں۔ آپ اسے صحیح لفظوں کے ساتھ بیان فرمادیں؟

الجواب

قال في الدر: لو قال: هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح، وإن للوعد فوعد، آه.

قال الشامي: إن المجلس للنكاح أي لإنشاء عقد ہ لانه يفهم منه التحقيق في الحال، الخ. (۴۳۳/۲)

اس سے معلوم ہوا کہ منگنی کے وقت لڑکی کے ولی کا یہ کہنا کہ "میں نے فلانی لڑکی تیرے لڑکے کو دی، الخ" یہ لفظ وعدہ پر محمول ہوگا، نہ کہ عقد نکاح پر؛ کیوں کہ مجلس وعدہ کی ہے، نکاح کی مجلس نہیں ہے، لہٰذا ان الفاظ سے نکاح نہ ہوگا، اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے۔ (امدادالاحکام: ۲۰۲/۳)

مروجہ منگنی وعدہ ہے، اس سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: مضافات پشاور اور ماورائے سرحد میں یہ عام بات ہے کہ ایک شخص نے کسی کے ہاں اپنے لڑکے کے

(۱) وإن للوعد فوعد. وفي رد المحتار: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح. (كتاب النكاح: ۱۲/۳، سعيد)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا ائتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامات النفاق: ۱۰/۱، قديمي)

(۳) عن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه. (سنن أبي داؤد، باب العدة، رقم الحديث: ۴۹۹۵/ سنن الترمذي، باب ماجاء علامة المنافق، رقم الحديث: ۲۶۳۳، انيس)

(فلا إثم عليه) قيل: فيه دليل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعي بل هو من مكارم الأخلاق بعد أن كانت نيته الوفاء، وأما جعل الخلف في الوعد من علامات النفاق، كما مر في أول الكتاب، فمعناه الوعد على نية الخلق، وقيل الخلف في الوعد بغير مانع حرام وهو المراد ههنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به في الشرائع السابقة أيضاً. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، باب الوعد، الفصل الثاني: ۱۸۰/۸ - ۱۸۱، دارالنوادر دمشق، انيس)

واسطے نکاح کے لیے بات چیت کی اور لڑکے والے کچھ زیور، کپڑے، مٹھائی لڑکی والوں کے پاس لے جاتے ہیں، اگر لڑکی والے اشیاء مذکورہ لے لیں تو پٹھانوں کے رواج میں یہ بات پکی ہوگئی، جس کو ان کی اصطلاح میں کوجدن (منگنی) کہتے ہیں۔ لڑکی کا ولی تین چار آدمیوں کے سامنے اقرار کر کے کہتا ہے کہ میں نے لڑکی اس لڑکے کو دے دی۔ لڑکا لڑکی کے گھر میں آتا رہتا ہے، اس کے بعد اگر لڑکی کا ولی منگنی سے انکار کر کے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دے تو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ واضح رہے کہ اس منگنی میں خطبہ مسنونہ اور مہر وغیرہ کچھ نہ تھا، صرف بات ٹھہرائی تھی۔ یہاں کا طبقہ صوفیان اس کو نکاح ٹھہراتے ہیں۔

(المستفتی: ۲۵۲: مولوی عبدالوہاب، خرکی، ۵/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۱/ مارچ ۳۴ء)

الجواب

یہ نکاح نہیں ہے، وعدۂ نکاح ہے۔(۱) اگر اس کے بعد بلا وجہ معقول لڑکی والا لڑکی کو دوسری جگہ بیاہ دے تو وعدہ خلافی کا مجرم ہوگا؛(۲) مگر دوسری جگہ نکاح درست ہو جائے گا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۴۸/۵)

منگنی سے نکاح منعقد ہوتا ہے، یا نہیں:

السوال: امیر حسن اپنے نابالغ لڑکے محمد عارف کی چوڑ یعنی پوٹلی زیورات وغیرہ بہمراہ قریباً بیس کس مسلم معتبران عبدالحق کے گھر لایا۔ صبح اس گاؤں کے عام مسلمان اس تقریب میں شامل ہونے کی غرض سے عبدالحق کے گھر جمع ہوئے، جن کی موجودگی میں امیر حسن نے پچاس روپیہ نقد اور مٹھائی اور مسماۃ عزیز فاطمہ نابالغہ دختر عبدالحق کے لیے زیور اور کپڑے اسی مجلس میں عزیز فاطمہ کے لیے عبدالحق کو دیئے اور عبدالحق سے اس کی مذکورہ لڑکی کا ناطہ طلب کیا، جس پر عبدالحق نے عام حاضرین میں اس طرح امیر حسن کے ساتھ ایجاب وقبول کیا؛ یعنی عبدالحق نے امیر حسن کو کہا کہ میں نے اپنی لڑکی مسماۃ فاطمہ کا ناطہ تمہارے لڑکے محمد عارف کو دے دیا ہے۔ امیر حسن نے کہا: میں نے قبول کیا ہے۔ اس پر دعائے خیر ہوئی۔ عبدالحق نے زیورات، کپڑے اور نقدی قبول کر کے لے لی اور مٹھائی حاضرین میں تقسیم ہوئی۔ آیا اس صورت میں نکاح عزیز فاطمہ ہمراہ محمد عارف ہو گیا، یا نہ؟

(المستفتی: ۱۴۸۵، حکیم ڈاکٹر عبدالشکور صاحب، ۳۰/ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۰/ جون ۱۹۳۷ء)

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.(ردالمحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، سعيد)

(۲) أنه لو صرح بالاستفهام فقال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيتكها وكان المجلس لنكاح ينعقد.(رد المحتار، كتاب النكاح: ۲۵/۳، سعيد)

الجواب

منگنی کی جو مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں، وہ صرف رشتہ اور ناطہ مقرر کرنے کے لیے کی جاتی ہیں، اس میں جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، وہ وعدہ کی حد تک رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منگنی کی مجلس کے بعد فریقین بھی اس کو نکاح قرار نہیں دیتے؛ بلکہ اس کے بعد نکاح کی مجلس منعقد کی جاتی ہے اور نکاح پڑھایا جاتا ہے؛ اس لیے ان مجالس کے الفاظ میں عرف یہی ہے کہ وہ بقصد وعدہ کہے جاتے ہیں، نہ بقصد نکاح، ورنہ نکاح کے بعد پھر مجلس نکاح منعقد کرنے کے لیے کوئی معنی نہیں۔ نیز منگنی کی مجلس کے بعد منکوحہ سے اگر زوج تعلقات زناشوئی کا مطالبہ کرے تو کوئی بھی اس کے لیے آمادہ نہیں ہوتا؛ بلکہ کہتے ہیں کہ نکاح تو ہوا ہی نہیں، عورت کو مرد کے پاس کیسے بھیج دیا جائے۔ بہر حال منگنی کی مجلس وعدے کی مجلس ہے، اس کے الفاظ سب وعدہ پر محمول ہوں گے؛ کیوں کہ عرف یہ ہے، لہٰذا اس کو نکاح قرار دینا درست نہیں۔(۱)

البتہ اگر منگنی کی مجلس میں صریح لفظ نکاح استعمال کیا جائے، مثلاً زوج، یا اس کا ولی یوں کہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو اور ولی زوجہ کہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا تو نکاح ہو جائے گا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۴۹/۵)

منگنی میں مقصود وعدہ نکاح ہوتا ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۹ء)

سوال: منگنی کے وقت لڑکی کے باپ کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی تیرے فلاں لڑکے کو دی اور لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ ہاں میں نے اپنے فلاں لڑکے کے لیے قبول کی۔ اس کے بعد وہ لڑکی لڑکے کو ملنے نہیں دیتے اور اس کو نصف نکاح خیال کیا جاتا ہے۔ کیا اس لڑکی کا نکاح بغیر اجازت لڑکے پاس اس کے ولی کے دوسری جگہ ہو سکتا ہے؟

الجواب

منگنی کے وقت جو الفاظ کہے جاتے ہیں، وہ وعدہ نکاح کے ہوتے ہیں، نکاح منعقد کرنا مقصود نہیں ہوتا؛ اسی لیے نکاح دوبارہ مجلس منعقد کر کے کیا جاتا ہے۔ پس منگنی کے اوپر نکاح کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایۃ المفتی: ۵۱/۵)

منگنی کی شرعی حیثیت اور منگنی کے بعد لڑکی کا نکاح سے انکار کرنا:

سوال: ایک مسلمان عورت، یا مرد تین دفعہ قرآن شریف کو ہاتھوں میں لے کر اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر عہد کرے

---

(۱) قال في الرد: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (ردالمحتار، كتاب النكاح ۱۱/۳، سعيد)

کہ زندگی میں اگر شادی کروں گا، یا کروں گی تو تم سے، ورنہ نہیں، اگر دوسرے مرد سے شادی کروں تو قرآن میرے خلاف گواہی دے گا۔ اس عورت نے، یا مرد تین دفعہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر عہد کیا، آج سے دو سال پہلے نابالغ تھی، میرے والدین سے یاسین نے ان کی جھولی میں قرآن مجید رکھ کر اپنے لیے رشتہ مانگا اور صاف کہہ دی کہ میری دوسری بیوی زندہ ہے؛ مگر اس سے سلوک اچھا نہیں ہے، میرا اس سے قطع تعلق کرنے کا ارادہ ہے، بعد میں وہ عید کے موقع پر ہمارے لیے اور تقریباً سب گھر والوں کے لیے کپڑے اور میرے لیے منگنی کی انگھوٹی لے کر آیا، میری والدہ نے والد سے کہا کہ یہ چیزیں قبول کرنا ہو تو سوچ سمجھ کر قبول کرو؛ کیوں کہ یہ شخص غرض مند ہے، میری موجودگی میں میرے والد نے کہا: کوئی بات نہیں، اللہ مالک ہے۔

میں نابالغ ضرور تھی؛ مگر مجھے تمام باتوں کی سمجھ تھی۔ چار، پانچ روز کے بعد میری والدہ نے میرے بڑے بھائی کو کہا کہ یہ سامان یاسین لے کر آیا ہے، تیرے والد نے قبول کر لیا ہے، میرے بھائی نے کہا: اماں! یہ سامان تیرے مشورہ سے آیا ہے؛ کیوں کہ یہ تو منگنی کا سامان ہے اور ماں کی شان میں بہت گستاخی کی اور کہا کہ اماں! تم بے غیرت ہو، اگلے روز یاسین کو پتہ لگا، اس نے میری والدہ سے حقیقت معلوم کی، میری والدہ نے وہ کر کہا کہ میرے لڑکے نے آج مجھے بے غیرت کہہ کر بالکل ننگا کر دیا ہے، یہ بات سن کر یاسین نے کہا کہ جب میں نے ماں کہا ہے تو سگی ماں سے زیادہ آپ کی عزت کروں گا، رات میں یاسین نے میرے بھائی کی جھولی میں اپنی لڑکی ڈال دی (جس کی عمر نو سال ہے) کہ تم اس سے اپنے بھائی کی شادی کر لینا، بدلے کے طور پر دیتا ہوں اور اس رشتے کے بدلے تم سے میں کچھ نہیں مانگوں گا، تحریر لکھ کر دستخط کر کے سے دیئے، والد اور والدہ نے پھر مشورہ کیا کہ یاسین کی لڑکی کو یونہی نہیں لیں گے؛ بلکہ اس کے بدلے میں رشتہ دے دو، یاسین کو بلا کر کہا گیا کہ تم میری چھوٹی لڑکی اپنے لڑکے کے لیے لے لو، اس پر یاسین نے کہا کہ اگر رشتہ دینا ہے تو بڑی لڑکی کا میرے لیے دو، ورنہ میں اپنی لڑکی تو آپ کو دے چکا ہوں، تین، چار دن کے صلاح مشورے کے بعد میرے والدین میرا رشتہ دینے پر رضامند ہو گئے اور میری والدہ نے میرے بڑے بھائی کو صاف لفظوں میں کہا کہ اپنے لیے بڑی لڑکی کا مشورہ مانگ رہا ہے، کبھی کل مجھ پر الزام نہ دینا کہ ماں نے ہمیں دھوکا دیا اور یہ طعنہ دینا کہ لڑکی سوکن پر دی ہے۔ عید پر میرے والدین منگنی کے کپڑے لے کر یاسین کے گھر گئے، جو کہ یاسین نے قبول کر لیے۔ عید کے بعد یاسین نے اپنی لڑکی کی منگنی کا اعلان میرے حقیقی ماموں، بڑے بھائی اور میری والدہ اور دیگر عزیزوں کے سامنے کر دیا، دعائے خیر بھی کی گئی۔ بعد میں یاسین کی حالت خراب ہو گئی۔ اس کے رشتہ دار طاقتور

---

(۱)　و فی الدر المختار، کتاب النکاح (۱۲/۳): وإن للوعد. و فی الشامیة (ص: ۱۱): لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (نیز دیکھئے: کفایت المفتی: ۴۸/۵-۵۱)

ہیں۔اس کی لڑکی کو بے اجازت اپنے گھر لے گئے۔بعد میں یاسین کی ساس فوت ہوگئی تو یاسین اپنی لڑکی اور لڑکے کو بھی وہاں چھوڑ آیا۔تین، چار دفعہ لینے گیا تو انہوں نے کہا کہ جب تک منگنی نہیں توڑیں گے، بچے واپس نہیں ملیں گے۔ یاسین نے کہا کہ میں قرآن اٹھا کر لڑکی دے چکا ہوں، میرا قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتا، میری زندگی میں میری لڑکی کو دوسرا خاوند نہیں ہوسکتا۔میرے گھر والوں نے یاسین کا کچھ ساتھ دیا؛لیکن یاسین نے یہاں تک کہا کہ لڑکا ساتھ بھیج دو، میں وہاں جا کر شرعی نکاح پڑھوادوں گا؛لیکن میرے باپ اور بھائی نے انکار کردیا۔سرگودھا سے مفتی سید احمد صاحب سے فتویٰ منگوایا، انہوں نے لکھ دیا کہ نابالغ لڑکی کا باپ جس جگہ اور جس وقت چاہے نکاح کرسکتا ہے، میرے بھائی اور باپ نے اس پر بھی ٹھکرادیا، میں اب بالغ ہوں اور میں اپنی مرضی کی خود مختار ہوں، اس کے علاوہ میں نے خود تین دفعہ قرآن اٹھا کر عہد کیا ہے اور عہد مجھے عزیز ہے اور مجھے قرآن وایمان عزیز ہے۔کیا عمداً پورا کرنا چاہیے، یا نہیں؟ یہ بیان فرمادیں؛ تاکہ سیدھے راستے پر چلنے میں کامیاب ہوجاؤں۔

الجواب

شرعاً منگنی کی حیثیت ایک وعدے کی ہے،(۱) جس کا پورا کرنا واجب ہے اور بغیر کسی عذر کے اس کی خلاف ورزی جائز نہیں، لہٰذا آپ اب بالغ ہونے کے بعد مختار ہیں کہ اگر یاسین سے نکاح کرنے میں آپ کو کوئی خرابی محسوس ہوتی ہو تو انکار کرسکتی ہیں؛لیکن اگر اس میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی تو اس کے ساتھ کئے وعدے کو پورا کرنا،(۱) اور اس کے ساتھ نکاح کرلینا چاہیے۔واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۰/۹/۱۳۹۷ھ۔(فتاویٰ عثمانی:۲/۲۲۷)

منگنی کی شرعی حیثیت اور کیا منگنی توڑنا جائز ہے:

(۱) فی الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق:: ۱۰/۱ (طبع قدیمی کتب خانه)عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:آیة المنافق ثلاث:إذا حدث کذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.

(۲) و فی الدر المختار، کتاب النکاح:۱۲/۳ (طبع سعید) وإن للوعد.

وفی الشامیة (ص: ۱۱):لوقال:هل أعطیتنیها؟فقال:أعطیت،إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح.

(۳) و فی صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱ (طبع قدیمی کتب خانه) عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: آیة المنافق ثلاث، إذا حدث کذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان)

(﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسئولا﴾(سورة الإسراء: ۳٤،انیس)

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:لکل غادر لواء یوم القیامة یعرف به.(صحیح البخاری،باب إذا جاریة فزأنها ماتت،رقم الحدیث: ٦٩٦٦،انیس)

(۴) عن زید بن أرقم عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاه ومن نیته أن یفی له فلم یف==

سوال: عرض یہ ہے کہ میرے والدین نے پانچ سال قبل میری منگنی اپنے بہت قریب ترین رشتہ داروں میں کی۔ تین سال سے میں ملک سے باہر سعودی عرب میں تھا اور اب میں ملک واپس آیا ہوں اور شادی بھی تیار ہے؛ لیکن میرے والدین اب عین وقت پر شادی کے حق میں نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تم نے اس جگہ شادی کی تو، تو ہمارا بیٹا نہیں رہے گا، جب کہ میں نے منانے کی بہت کوشش کی، معززین نے بھی بہت سمجھایا ہے؛ لیکن وہ نہیں مانتے، آخر میں مجبور ہو گیا، اب شریعت مطہرہ کی طرف رجوع کرتا ہوں، اس رشتہ ٹوٹنے پر دو بھائیوں سے قطع تعلق ہو جائے گا؛ یعنی میرے والدین اور سسرال میں، میرا خیال ہے کہ میں شادی کرلوں اور والدین کے حقوق بھی ادا کرتا رہوں اور باقی بھائیوں کی زیادہ خدمت کی ہے اور کرتا رہوں گا، جب کہ والدین اس رشتے کے توڑنے پر زیادتی کررہے ہیں، کوئی خاص شرعی وجہ بھی نہیں ہے کہ جس پر رشتہ چھوڑ دوں۔ اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ میں کیا کروں؟

الجواب

منگنی نکاح کا وعدہ ہے،(۲) اور جب تک کوئی معقول عذر پیش نہ آئے، اس وعدے کو پورا کرنا دیانۃً ضروری ہے،(۳) البتہ اگر کوئی معقول عذر پیش آجائے تو منگنی توڑی بھی جاسکتی ہے۔(۴) اب اگر آپ کے والدین کسی معقول عذر کی بنا پر منگنی ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں، اگر والدین کی بات معقول معلوم ہو اور کوئی عذر سامنے آجائے تو آپ ان کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے منگنی ختم کر سکتے ہیں؛ لیکن اگر والدین کسی معقول عذر کے بغیر

== ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه.(سنن أبی داؤد،باب العدة،رقم الحديث: ٤٩٩٥/سنن الترمذی،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث: ٢٦٣٣،انيس)

(فلم يف)أی بعذر(ولم يجيء للميعاد)أی لمانع(فلاإثم عليه).(مرقاة المفاتيح شرح مشكاةالمصابح،باب الوعد،رقم الحديث: ٣٨٨١،انيس)

(۱) عن علی رضی اللّٰه عنه أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم:بعث جيشا،وأمر عليهم رجلا،فأوقد نارا وقال:ادخلوها،فأرادوا أن يدخلوها،وقال آخرون:إنما فررنا منها،فذكروا للنبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال للذين أرادوا أن يدخلوها:لو دخلوها لم يزالوا فيها إلى يوم القيامة،وقال للآخرين:لا طاعة فی معصية،إنما الطاعة فی المعروف.(صحيح البخاری،باب ماجاء فی إجازة خبر الواحد،رقم الحديث: ٧٢٥٧/صحيح لمسلم،باب وجوب طاعة الأمراء فی غير معصية،رقم الحديث: ١٨٤٠،انيس)

عن علی رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:لا طاعة لبشر فی معصية اللّٰه.(مسند أبی يعلی الموصلی،رقم الحديث: ٢٧٩،انيس)

(۲) عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاه من نيته يفئ له فلم يف(أی بعذر)فلا إثم عليه.(رواه أبو داؤد)(مشكاةالمصابيح،باب الوعد،رقم الحديث: ٤٨٨١)(سنن أبی داؤد،باب العدة،رقم الحديث: ٤٩٩٥/سنن الترمذی،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث: ٢٦٣٣،انيس)

منگنی ختم کرنے پر اصرار کررہے ہیں تو آپ کے لیے اس معاملے میں ان کی اطاعت واجب نہیں ہے،(۱) ان کو حتی الامکان راضی کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور نکاح کرلیں؛ لیکن یہ فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عموماً والدین اپنی اولاد کی بھلائی ہی کی بات سوچتے ہیں، لہٰذا ان کی بات کو سرسری طور پر نظرانداز نہ کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۰/۴/۱۳۹۸ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۲۹)

منگنی کا دعویٰ کیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید دعویٰ کرتا ہے کہ عمر نے اپنی ہمشیرہ ہندہ کی نسبت میری ساتھ کردی۔ عمر کہتا ہے کہ میں نے نسبت نہیں کی، زید غلط دعویٰ کرتا ہے۔ شرعاً نسبت مانی جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

زید کے پاس اگر اپنے دعویٰ کے موافق دو گواہ شرعی موجود نہیں ہیں تو قول عمر کا معتبر ہے اور بعد ثبوت منگنی کے بھی عمر اگر مصلحت نہ سمجھے، اس سے نکاح کرنے کی اور لڑکی کے لیے وہ موقع اچھا نہ ہو تو اس سے نکاح کردینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۲۰۴)

---

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (ردالمحتار، كتاب النكاح:۳/۱۱، طبع سعيد، انيس)

گو وعدہ خلافی کوئی اچھی چیز نہیں ہے؛ لیکن اگر لڑکی کا فائدہ اسی میں ہے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے۔ (ظفیر)

یہاں وعدہ کے مطابق منگنی برقرار رکھنے میں نکاح کے مقاصد کا فقدان لازم آتا ہے۔ عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۱۴۰۰، كتاب النكاح، انيس)

نیز وعدہ پر قائم رہنے کی صورت میں گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ بھی ہے؛ اس لیے شادی کردینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

عن أبي سعيد وابن عباس قالا: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (شعب الإيمان للبيهقي، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۲۹۹، انيس)

عن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك (رضي اللّٰه عنهما) عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: في التوراة مكتوبٌ من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثماً فاثمُ ذٰلك عليه. (شعب الإيمان للبيهقي، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۳۰۳، انيس)

منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کی نسبت زید کے ساتھ پختہ طور پر کردی تھی؛ لیکن باقاعدہ نکاح کی نوبت نہیں آئی تھی کہ زید کو حبس دوام کی سزا ہوگئی۔ اب وہ شخص اپنی دختر کا نکاح دوسری جگہ کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ نکاح زید کے ساتھ باقاعدہ نہ ہوا تھا، صرف نسبت اور ہوئی تھی تو وہ شخص اپنی دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کرسکتا ہے۔ فقط (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۷-۱۳۶)

منگنی کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کردے تو درست ہے:

سوال: اگر کسی شخص نے اپنی دختر نابالغہ کی منگنی دوسرے شخص کے نابالغ لڑکی سے کردی؛ لیکن کچھ مدت کے بعد والد دختر نے اسی دختر کا نکاح دوسرے لڑکے سے کردیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

منگنی ہماری اصطلاح میں وعدۂ نکاح کو کہتے ہیں۔

پس نکاح اس سے منعقد نہیں ہوتا، لہذا دوسری جگہ جو والد دختر نے نکاح اس کا کیا، صحیح کیا۔

كما في الدر المختار: لو قال: هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح، وإن اللوعد فوعد. (الدر المختار، كتاب النكاح) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۶/۷)

منگنی ہوجانے کے بعد کسی لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرانا:

سوال: ایک لڑکی کی باقاعدہ منگنی ہوچکی ہے، جب کہ اس نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہے۔ کیا دوسرا

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير

(۲) ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (سورة الإسراء: ۳٤، انيس)

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، طبع قديمي كتب خانه، انيس)

عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لكل غادر لواء يوم القيامة يعرف به. (صحيح البخاري، باب إذا جارية فزأنها ماتت، رقم الحديث: ٦٩٦٦، انيس)

(۳) قال العلامة الحصكفي: وينعقد ملتبسا بايجاب من أحدهما وقول من الآخر. (الدر المختار علىٰ صدر ردّالمحتار: ۹/۳، كتاب النكاح) ومثله في البحر الرائق: ۸۳/۳، كتاب النكاح)

انتخاب اور منگنی

نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر چہ منگنی کی مجلس میں با قاعدہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہوتو یہ فقط وعدہ نکاح ہے، نکاح نہیں، لہٰذا اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ وعدے کی خلاف ورزی کرنا مروت کا تقاضہ نہیں، جس کی وجہ سے گناہ لازم ہے۔ (۲)

قال ابن عابدين تحت(قوله:إذا لم ينو الاستقبال): قال في شرح الطحاوي:لوقال: هل أُعطيتنيها؟ فقال:أعطيت، إن كان المجلس للوعد، فوعد وإن كان اللعقد، فنكاح. (رد المحتار: ۱۱/۳، كتاب النكاح) (۳) (فتاوی حقانیہ: ۲۹۸/۴)

منگنی کے بعد دوسری جگہ شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کی دو لڑکیاں تھیں، بڑی لڑکی کی شادی ایک ڈاکٹر سے ہوئی اور چھوٹی لڑکی کا خطبہ (منگنی) عرصہ چار سال ہوئے معزز اشخاص کے روبرو ہوا۔ مجلس خطبہ کے رسوم پورے کئے گئے، اب اس شخص کی بڑی لڑکی فوت ہوگئی ہے، والدین کا خیال ہوا کہ اس ڈاکٹر سے اس چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیا جائے، کارڈ کا مضمون منگنی کے وقت برائے شرع شریف ایجاب وقبول ہو چکا ہے، جس کو لڑکی عرصہ تک قبول وتسلیم کرتی رہی۔ سسرال کے گھر کے کپڑے وغیرہ پہنتی رہی۔ آیا یہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

خطبہ اور منگنی وعدۂ نکاح، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر چہ مجلس خطبہ کی رسوم پوری ہوگئی ہوں، البتہ وعدہ خلافی

---

(۱) عن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه. (سنن أبي داؤد،باب العدة،رقم الحديث: ۴۹۹۵/سنن الترمذي،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث: ۲۶۳۳،انيس)

(فلم يف)أي بعذر(ولم يجيء للميعاد)أي لمانع(فلاإثم عليه). (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الوعد،رقم الحديث: ۳۸۸۱،انيس)

(۲) إن المجلس للنكاح وإن للوعدفوعد. (الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۳۶۴/۲.ظفير)

(۳) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارباب المهر: ۵۰۱/۲،ظفير

کرنا بدون کسی عذر کے مذموم ہے،لیکن اگر مصلحت لڑکی کی دوسری جگہ نکاح کرنے میں ہے تو دوسری جگہ نکاح لڑکی مذکور کا جائز ہے۔(۱)اس صورت میں نکاح چھوٹی لڑکی کا ڈاکٹر کے ساتھ کرنا جائز ہے اور کارڈ میں جو ایجاب وقبول کا ہونا مذکور ہے، اس میں یہ نہیں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول منگنی کا ہو چکا ہے، ایجاب وقبول نکاح کا ہو چکا ہے، اگر اس ایجاب وقبول سے مراد منگنی ہے۔۔۔۔تو اس صورت میں نکاح چھوٹی لڑکی کا اس لڑکے سے منعقد نہیں ہوا، اب ڈاکٹر سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے اور اگر ایجاب وقبول سے مراد نکاح کا ایجاب وقبول ہے تو نکاح لڑکی کا اس لڑکے کے ساتھ منعقد ہو گیا، اب ڈاکٹر سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۶/۷۔۱۳۷)

منگنی کے بعد جو دیا تھا، نکاح نہ ہونے کی صورت میں واپس لے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جہاں منگنی ہوئی تھی، وہاں نکاح نہیں ہوا تو منسوبہ کو جو کچھ دیا گیا تھا۔اسے واپس لے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال في الدرالمختار: (خطب بنت رجل وبعث إليهاأشياء، ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائما)الخ، (وكذا) يسترد (مابعث هدية وهوقائم دون الهالك والمستهلك)الخ.(۳)

معلوم ہوا کہ جب نکاح نہ ہوا تو جو کچھ اس نے اس وجہ سے دیا ہے اور وہ موجود ہے، اس کو واپس لے سکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۹/۷)

منگنی کے بعد لڑکے کی صحت خراب ہوگئی، دوسری جگہ لڑکی کی شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ایسی صورت میں کہ زید نے اپنی بیٹی کا خطبہ (منگنی) عمر کے بیٹے سے صغر سنی میں کیا تھا اور موافق رسم ورواج کے لڑکے والوں کی جانب سے کچھ زیور اور کپڑے دیئے گئے تھے، آخر قضاء الٰہی سے دو تین سال، یا زیادہ کے بعد اس لڑکے کی ٹانگ میں مرض گمبھیر ہو گیا، اس کی وجہ سے وہ لڑکا لنگڑا ہو گیا، یہاں تک کہ اب وہ لڑکا بغیر لاٹھی کے سہارے کے چلنے سے محتاج ہے، تب لڑکی کے والد نے خیال کیا کہ اس حالت میں یہ لڑکا نفقہ وغیرہ دینے سے بالکل معذور ولاچار ہے اور بغیر خرچ وغیرہ کے ربط وملاوٹ مشکل ہے، لہذا زید نے وہ زیور وغیرہ جو خطبہ کی وجہ سے لڑکی کے لیے ملے تھے، واپس کر دیئے اور انکار کر دیا کہ اس لڑکے سے اپنی بیٹی کا نکاح نہ کروں گا اور وہ لڑکی بھی راضی نہیں ہے تو اب اس خطبہ اور زیور اور کپڑوں کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ اور اگر زید لڑکے موصوف سے اپنی

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳٦٠/۲، ظفیر

لڑکی کا نکاح نہ کرے اور دوسری جگہ اپنی لڑکی کا خطبہ اور نکاح کرنا چاہے تو اس کو شریعت اجازت دے گی، یا نہیں؟

الجواب

شرعاً ولی کو ضروری ہے کہ اپنی دختر کے نکاح میں اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھے، ایسے شخص سے نکاح کرے، جو ہر طرح دختر کا کفو ہو اور ناموافقت کا اندیشہ نہ ہو۔ پس صورت مسئولہ میں جب کہ وہ شخص جس سے خطبہ ہوا تھا، معذور ہو گیا اور قادر الکسب والنفقہ نہ رہا تو نکاح اس دختر کا اس سے نہ کرنا چاہیے، دوسرے شخص سے کرنا چاہیے، جو ہر طرح لڑکی کا کفو ہو۔ شامی میں ہے:

ولا یزوج بنته الشابة شیخاً کبیراً ولا رجلًا دمیماً ویزوجها کفواً، الخ. (۱)

پس زید اس حالت میں اس معذور سے جس سے خطبہ ہوا تھا، نکاح نہ کرے اور دوسرے عمدہ موقعہ کا خیال کرے، اس میں گنہ گار نہ ہوگا؛ بلکہ اس معذور سے نکاح کرنے میں گنہگار ہوگا اور خطاوار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ، شیخ الہند وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: احقر گل محمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۱/۷-۱۶۲)

لڑکے کے طور پر طریق کا درست نہ ہونا، منگنی توڑنے کے لیے معقول عذر ہے:

سوال: علاقہ راجستھان میں سائل کے اجداد کے دور سے ایک قدیم رسم چلی آرہی ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کی عالم شیر خوارگی وخوردسالی میں منگنی اس طرح کر دیتے ہیں کہ بچوں کو رسماً چینی چٹا دی جاتی ہے، اس رسم کو ''چینی چٹائی رسم'' کہا جاتا ہے، اس طرح دو بچوں کی نسبت طے کر دی جاتی ہے اور بلوغت پر ان کا عقد شرعی کر دیا جاتا ہے، چناں چہ اسی کہنہ علاقائی رسم کے مطابق سائل نے اپنی شیر خوار دختر جمیلہ (جب کہ اس کی عمر ڈیڑھ سال تھی) بشیر پسر بھورے شاہ، ساکن نزد بارود خانہ، ولایت آباد نمبر:۲، منگھو پیر روڈ، کراچی سے (جب کہ اس کی عمر پانچ سال تھی) منگنی طے کر دی تھی اور رسم چینی چٹائی عمل میں لائی گئی تھی۔ اب دونوں بالغ ہیں، لڑکے کے طور وطریق کو دیکھ کر سائل لڑکی کی منگنی کو ناقابل قیام اور رشتہ مناکحت کے قابل نہیں سمجھتا ہے اور شرعاً اس سے عقد کرنا نہیں چاہتا ہے۔ کیا سائل اس نسبت کو منقطع کرنے کا حق دار ہے؟ یا کیا وہ دختر کو سائل کی مرضی کے خلاف اس سے عقد کرنے، یا اس کو زوجہ بنانے کا

---

(۱) و فی الدر المختار، کتاب النکاح: ۱۲/۳ (طبع سعید) وإن للوعد. وفی الشامیة (ص: ۱۱): لو قال هل أعطیتنیها، فقال أعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح.

(۲) فی الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱ (طبع قدیمی کتب خانه) عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.

شرعاً مستحق ہے، یا نہیں؟

الجواب

منگنی خواہ زبانی ہو، یا عملی ہو (مثلاً صورت مسئولہ میں چینی چٹا کر) وہ نکاح نہیں، محض نکاح کا وعدہ ہے، جس سے کوئی عقد منعقد نہیں ہوتا،(۱) البتہ وعدے کی خلاف ورزی بلا عذر نا جائز ہے،(۲) اور کوئی معقول عذر ہو تو جائز ہے اور لڑکے کے طور طریق کا درست نہ رہنا، یا لڑکی کا اس رشتے پر راضی نہ ہونا عذر معقول ہے اور اس کی بنا پر اگر آپ منگنی ختم کر دیں تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں، لڑکے والوں کو اس پر شرعاً اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۶/۶/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۱)

شرعی عذر کی وجہ سے منگنی توڑنا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ کی منگنی اپنے برادر زادے بکر کے ساتھ کر دی۔ بعد میں بکر نے ایک عورت مسلمہ منکوحہ کو محض نکاح کی غرض سے مرتد کرایا، پھر مرتدہ منکوحہ غیر کو مسلمان کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا، باوجود اس نکاح کے بکر اپنے چچا سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دے۔ زید انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک مسلمہ کو مرتد کرانے کی وجہ سے تو خود بھی مرتد ہے؟

(المستفتی: ۹۵۹، محمد شاہ (ضلع منٹگمری) ۴/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶/مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر یہ واقعات صحیح ہیں کہ بکر نے منکوحہ مسلمہ کو مرتد کرایا، یا ترغیب دی اور پھر اسی مرتدہ سے بعد اس کے اسلام

(۱) وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدرالمختار، باب المرتد: ٢٣٠/٤، سعيد)

(۲) وفي المضمرات: لو افتى لامرأة بالكفر حتى تبين من زوجها فقد كفر قبلها. (شرح الفقه الأكبر لملا على القارى: ٢٧٠/١، بيروت)

(۳) و في الدر المختار، كتاب النكاح: ١٢/٣ (طبع سعيد) وان للوعد. وفي الشامية (ص: ١١) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.

(۴) في الصحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامة المنافق: ١٠/١ (طبع قديمي كتب خانه) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.

☆ منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح بہتر ہو تو کرنا درست ہے:

سوال: ہندہ کی صرف نسبت بکر کے ساتھ عرصہ سے ٹھہری ہوئی تھی، اس درمیان میں ہندہ کے ولی کے بھتیجہ کی زوجہ مر گئی، تب ہندہ کے ولی نے ہندہ کا نکاح اپنے بھتیجہ سے کر دیا۔ اب چند اشخاص کہتے ہیں کہ ہندہ کے ولی نے یہ بُرا کام کیا اور جو لوگ اس عقد میں شریک تھے، وہ گنگار ہوئے، جہاں پہلے نسبت ٹھہری تھی وہیں ہونا چاہیے تھا۔ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟ ==

لانے کے خود نکاح کر لیا تو زید اپنی لڑکی کی منگنی چھڑا لینے میں حق بجانب ہے اور بکر اس سے ایفائے وعدہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ (منگنی کی حیثیت ایک وعدہ کی ہوتی ہے)، نیز بکر پر توبہ وتجدید اسلام بھی لازم ہے؛(۱) کیوں کہ کسی مسلمان کو مرتد ہونے کی ترغیب دینے سے خود بھی انسان مرتد ہو جاتا ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۴۸/۵)

معقول کی عذر کی بنا پر منگنی توڑی جاسکتی ہے:

سوال: ایک صاحب نے اپنے لڑکے کی منگنی کی اور لڑکے کے والد نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کیا کہ یہ لڑکی تمہاری ہے اور لڑکا میرا ہے، یہ منگنی کی رسم اس طرح ادا ہوئی تھی، اب کچھ عرصہ بعد دونوں فریقوں میں کشیدگی ہوگئی، اب لڑکی والا رشتہ دینے سے انکار کر رہا ہے، اب ہمارے اوپر شریعت کی رو سے کوئی کفارہ تو لازم نہیں ہوتا؟

الجواب

شرعاً منگنی کی حیثیت ایک وعدے کی ہے،(۳) اور حتی الامکان وعدے کی پابندی ضروری ہے،(۴) لیکن اگر کوئی معقول عذر پیش آجائے، مثلاً لڑکی اس لڑکے سے نکاح پر رضامند نہ ہو، یا لڑکے کے اخلاق وعادات سے متعلق کچھ ایسی باتیں سامنے آئی ہوں، جو پہلے معلوم نہ تھیں تو منگنی کو توڑنا بھی جائز ہے اور منگنی کے وقت اگر زبان سے کوئی قسم

==

الجواب

نسبت اور منگنی کر دینا ایک وعدہ ہوتا ہے، پس اگر مصلحت دختر کی دوسری جگہ نکاح کرنے میں ہو تو پہلی نسبت کو چھوڑنے اور دوسری جگہ جو کہ بہتر ہے، نکاح کر دینے میں کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ ولی کو لڑکی کی بہتری اور مصلحت دیکھنا مقدم ہے، جہاں لڑکی کے لیے بہتری معلوم ہو، وہاں نکاح کر دیوے، اگر وہی موقع بہتر ہے، جہاں پہلے نسبت ہوئی تھی تو مواقع وعدے کے اسی کو اختیار کرے کہ ایفاء وعدہ بہت اچھا ہے؛ لیکن اگر وہ موقع لڑکی کے لیے اچھا نہ ہو تو دوسری جگہ کرنا اچھا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۱۱/۷)

(۱) لم أجده " الخلف في الوعد حرام ... ''إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه'. (انتهى) وقيل: عليه، فيه بحث فإن أمر: (أو فوا بالعقود) مطلق، فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء ''. (شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۲۳۶/۳، إدارة القرآن كراتشي)

والخلف في الوعد مذموم والتحرز عنه واجب. (المحيط البرهاني، الفصل الثامن في أفعال القاضي وصفاته: ۳۱/۸، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

☆ **منگنی کے بعد انکار کرنے کا حکم:**

سوال: زید نے اپنی دختر کے بارے میں ایک مجلس میں بکر سے کہا کہ میں اپنی بیٹی آپ کے بیٹے کو دیتا ہوں؛ لیکن نکاح بعد میں ہوگا، صرف بات ہوئی تھی، نکاح نہیں ہوا تھا، اب گھریلو اختلافات کی وجہ سے بکر انکار کر رہا ہے، کیا اب انکار کرنا اس کا درست ہے اور کیا نکاح ہوگیا تھا، یا نہیں؟

==

نہیں کھائی تھی تو اس پر کوئی کفارہ بھی واجب نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۷/۸/۲۲ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۳۰/۲) ☆

منگنی کر کے نکاح سے انکار کرنا:

سوال: چودھری عطا محمد کے لڑکے کی منگنی ہوئی، چودھری علی محمد کی لڑکی کے ساتھ جس کا نام شریفاً بی ہے؛ لیکن اب وہ انکار کرتا ہے کہ شادی نہیں کروں گا۔ ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ جب کوئی رشتہ مانگتا ہے تو برادری بٹھا کر صلاح کر کے لڑکی کے ماں باپ پھر زبان رشتہ کی دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ فلاں دن آ کر لڑکی کو کپڑے لگا کر چلے جائیں تو اسے ہم ''کپڑ امائی'' کہتے ہیں، یا ''منگنی'' تو بارات لڑکے کے گھر سے جاتی ہے اور لڑکی والے بھی اپنے رشتہ داروں کو دعوت میں بلاتے ہیں اور لڑکی کو کپڑے وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور اس کے بعد مٹھائی وغیرہ استعمال کی جاتی ہے۔ ایسا طریقہ چودھری محمد یونس ولد عطا محمد کے لڑکے کا ہوا؛ لیکن اب چودھری علی محمد اور اس کے

==

الجواب

صورت مسئولہ میں بکر کے لڑکے کا زید کی دختر سے نکاح منعقد نہیں ہوا تھا، صرف وعدہ نکاح ہوا تھا، (و فی الدر المختار، كتاب النكاح: ۱۲/۳ (طبع سعيد) وان للوعد. وفي الشامية (ص: ۱۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.) اب اگر زید نے اپنی لڑکی کی شادی بکر، یا اس کے لڑکے کو اطلاع دیئے بغیر دوسری جگہ کر دی تو اسے وعدہ کی خلاف ورزی کا گناہ ہوا، (وفی الصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱ (طبع قديمى كتب خانه) عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.) لیکن یہ نکاح درست ہو گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۷/۱۰/۳۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۲۹/۲)

منگنی کے بعد انکار کرنے کا حکم:

سوال: دو فریق آپس میں روبرو امام، روبرو مجلس یہ فیصلہ کریں، یا بیان دی کہ میں نے فلاں نام کی لڑکی کا رشتہ فلاں نام کے لڑکے کو دے دیا ہے، مجلس میں پھر دعا مانگی گئی اور مٹھائی تقسیم کر دی گئی، اس کے بعد کچھ ناراضگی کی وجہ سے لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ دے دیا۔ ایسا کرنے والوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب

نکاح کا رشتہ دے دینا نکاح کا وعدہ ہے اور وعدے کی خلاف ورزی بغیر شدید عذر کے ناجائز ہے، (والخلف في الوعد مذموم والتحرز عنه واجب. (المحيط البرهاني، الفصل الثامن فی أفعال القاضي وصفاته: ۳۱/۸، دار الكتب العلمية بیروت، انیس) البتہ شدید عذر کی صورت میں گنجائش ہے۔ (دیکھئے امداد المفتیین، ص: ۵۸۲-۵۸۴، سوال نمبر: ۴۴۶-۴۴۸) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۷/۲/۲۲ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۳۰/۲)

رشتے دار شادی دینے سے انکار کرتے ہیں۔اب فتویٰ صادر فرمائیں کہ شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

منگنی کے لیے یہ چیزیں شرعاً لازم نہیں، بغیر ان کے بھی درست ہے۔ منگنی ایک وعدہ ہے، بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا شرعاً بہت بُرا ہے۔"**والخلف في الوعد حرام**". (كذا في الدر المختار)(۱)

کوئی واقعی عذر ہوتو منگنی کو توڑنا درست ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند،۱۲/۱۰/۱۴۰۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۵۹)☆

وعدۂ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا:

سوال: زید ہندہ کے والدین نے زید وہندہ کا نکاح ان کے بچپن میں طے کر رکھا تھا۔زید کے والد کے انتقال ہونے پر اس کی والدہ نے اپنا دوسرا نکاح ہندہ کے بڑے والد (یعنی ہندہ کے والد کے بڑے بھائی) سے کر لیا۔اب

---

(۱) ﴿وأنكحوا الأيامىٰ منكم﴾الآية: هذا أمر بالتزويج ...والأيامىٰ جمع أيم، ويقال ذلك للمرأة التي لا زوج لها وللرجل الذي لا زوجة له ،وسواء كان قد تزوج ثم فارق، أولم يتزوج واحد منهما، الخ". (تفسير ابن كثير (پ:۱۸) سورة النور:۳/ ۲۸۶،سهيل اكادمي لاهور)

(۲) "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه ...آه...وعنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :"يفتح أبواب الجنة يوم الأثنين ويوم الخميس، فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئاً ،إلا رجل كانت بينه وبين أخيه شحناء، الخ".(مشكاة المصابيح ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات،الفصل الأول،ص: ٤٢٧ ،قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ:﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصابرين﴾(سورة الأنفال: ٤٦)

(۴) قال الملا على القاري:"وينبغي للآمر والناهي أن يرفق ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب،فقد قال الإمام الشافعي:من وعظ أخاه سراً نصحه وزانه،ومن عظه علانية فقد فضحه وشانه".(مرقاة المفاتيح،كتاب الآداب،باب الأمر بالمعروف،الفصل الأول،(رقم الحديث:٥١٣٧):٨/٨٦٣،رشيديه)

(۵) "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي، فلم يف،فلا إثم عليه ".(انتهىٰ)"وقيل:عليه،فيه بحث،فإن أمر (أوفوا بالعقود)مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء ".(شرح الأشباه والنظائر،كتاب الحظر والإباحة :٣/ ٢٣٦،إدارة القرآن كراتشي)

عن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه.(سنن أبي داؤد،باب العدة،رقم الحديث: ٤٩٩٥ /سنن الترمذي،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث:٢٦٣٣،انيس)

(فلم يف)أي بعذر(ولم يجيء للميعاد)أي لمانع (فلاإثم عليه).(مرقاة المفاتيح شرح المشكاة،باب الوعد،رقم الحديث: ٣٨٨١،انيس)

تقریباً دوسال سے زید کے دونوں ذمہ داروں نے ہندہ سے نکاح کرنے کا کسی مصلحت سے انکار کردیا، یہ بات ہندہ کے والدین کے لیے تکلیف کا سبب بنی۔ کہتے ہیں کہ ہمارا ان لوگوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہندہ کے والد کا یہ انتقام کہ اپنے بڑے بھائی سے ترکِ تعلق مذکورہ بالا وجہ سے کرلیں تو جائز ہے، یا نہیں؟ اس طرح دوسرے بھائیوں پر ان کا دباؤ ڈالنا کہ بڑے بھائی سے اس بنیاد پر مقاطعہ رکھیں تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۲)　ہندہ کے والد اور ان کے دوسرے چچاؤں کو اپنے بڑے بھائی سے مذکورہ بالا وجہ سے کس طرح معاملہ رکھنا چاہیے، حسنِ مدارات کا، یا نزاع و جھگڑا و فساد کا؟

(۳)　نکاح کے بچپن سے طے ہونے کے باوجود کسی مصلحت سے انکار کردینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱)　نکاحِ بیوہ بعد عدت شرعاً مستحسن ہے، (۱) وجہ مذکور کی بنا پر مقاطعہ کرنا اور مقاطعہ پر دوسروں کو آمادہ کرنا غلط اور خلافِ شرع ہے، جن پر دباؤ ڈالا جارہا ہے، وہ ہرگز دباؤ میں نہ آئیں، مقاطعہ کی ممانعت نہایت قوی ہے، اس کو نحوست کی وجہ سے مغفرت سے محرومی ہوتی ہے۔ (کما فی الحدیث) (۲)

(۲)　جھگڑے سے حتی الوسع پرہیز کریں، (۳) ملاطفت وشفقت سے فہمائش کریں۔ (۴)

(۳)　اگر وہاں نکاح کرنا مصلحت کے لیے خلاف ہو اور لڑکی کی زندگی دینی اور خوشگوار متوقع نہ ہو تو انکار کرنا بھی درست ہے، حموی میں خلفِ وعدہ کے تحت اس قسم کے وعدوں کی بحث کی ہے۔ (۵) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۱)

نکاح کا وعدہ کرکے اس کے خلاف کرنا:

سوال:　ایک شخص نے بوقت شادی طفل خود اس بات کا وعدہ کیا کہ ’’وہ اپنی لڑکی (جو اس وقت خورد سالہ اور

---

(۱)　كما صرح به الحموي في شرح الأشباه والنظائر نقلاً عن العقد (ص: ٤٥٢):’’الخلف في الوعد حرام، كذا في أضحية الذخيرة‘‘. (الأشباه والنظائر)’’(قوله : الخلف في الوعد حرام)قال السبكي :ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب أيفاء،وقال صاحب العقد الفريد في التقليد:إنما يوصف بماذكر:أي بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف،كما في قوله المذكورين في آية:(لئن اخرجتم لنخرجن معكم) فوصفوا بالنفاق،كما في الإحياء من حديث طويل عن أبي داؤد والترمذي مختصراً بلفظ: ’’إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي،فلم يف،فلا إثم عليه‘‘.(انتهٰى)وقيل:عليه فيه بحث، فإن أمر﴿أوفوا بالعقود﴾مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء.(كتاب الحظر والإباحة:٣/ ٢٣٦،إدارة القرآن كراتشي)

نابالغہ ہے) کا ناطہ عوض معاوضہ کردے گا؛ مگر اب لڑکی عرصہ سے بالغ ہوچکی ہے اور لڑکا ابھی نابالغ نادار اور ذریعہ معاش نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں منجانبین سخت کشیدگی اور حالات مکدر ہوچکے ہیں اور ناطہ کرنے کی صورت میں مضرت لڑکی کا یقینِ غالب ہے۔ اندریں حالات اس دورِ فتن میں اگر وعدہ کنندہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرے تو وہ شرعی نقطہ نگاہ سے قابلِ گرفت ہے، یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو اس کا دفعیہ کس صورت میں ہوسکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

وعدہ کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ بلاوجہ وعدہ خلافی کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتے وقت اس نیت سے وعدہ کرنا کہ بعد میں مخالفت کروں گا، سخت گناہ ہے۔ ہاں! اگر وعدہ کرتے وقت تو وعدہ پورا کرنے کی نیت تھی؛ لیکن بعد میں کچھ ایسے عوارض پیش آ گئے کہ وعدہ پورا کرنا دشوار ہے، یا مصالح کے خلاف ہے تو پورا کرنا واجب نہیں، اس کے خلاف کرنا درست ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۱۱/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۲)

لڑکی کے ولی وعدہ کے باوجود مصلحت کے پیش نظر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے:

سوال: احمد کا رشتہ یوسف کی لڑکی سے ہوکر تاریخ نکاح مقرر ہوگئی اور لڑکی والوں کی فرمائش کے موافق کپڑا، زیور وغیرہ تیار کرا کر دیا گیا۔ غرض کل سامان تیار ہوچکا اور چار روز میں نکاح ہونے کو تھا کہ اسماعیل نے یوسف کی اسی لڑکی سے پیغام بھیجا کہ احمد سے نہ کرو، وہ غریب ہے، ہم بیس ہزار کا زیور دیتے ہیں، ہمارے ساتھ نکاح کردو۔ غرض احمد کا زیور کپڑے وغیرہ واپس کرکے اسماعیل نے اپنا نکاح اس سے کرلیا۔ یہ فعل اسماعیل کا جائز ہے، یا حرام؟ لڑکی والوں نے احمد کا پیغام توڑ کر اسماعیل سے زیادہ پیسے کے لالچ میں نکاح کردیا، ان کے لیے کیا حکم ہے؟ فاسق فاجر ہیں، یا کیا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اولیاء دختر کو مصلحت دختر کی رعایت کرنا مقدم ہے اور خلاف وعدہ کرنا اگرچہ بے وجہ ممنوع ہے؛ لیکن بہتری دختر کی

(۱) مشکاۃ المصابیح، باب إعلان النکاح والخطبة عن البخاری ومسلم ص: ۲۷۱

نافع یحدث أن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما کان یقول: نھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أن یبیع بعضکم علی بیع بعض، ولا یخطب الرجل علی خطبة أخیہ، حتی یترک الخاطب قبله أو یأذن له الخاطب. (صحیح البخاری، باب لایخطب علی خطبة أخیه حتی ینکح أو یدع، رقم الحدیث: ۵۱۴۲، انیس)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا یبیع الرجل علی بیع أخیہ، ولا یخطب علی خطبة أخیہ، إلا أن یاذن لہ". صحیح لمسلم، باب تحریم الخطبة علی خطبة أخیہ، رقم الحدیث: ۱۴۱۲/ المعجم الأوسط، رقم الحدیث: ۵۱۰، انیس)

اگر دوسری جگہ کرنے میں ہو تو اولیاء دختر کو اس کی اجازت سے؛ بلکہ ضروری ہے کہ مصلحت دختر کی رعایت کی جاوے، البتہ اسماعیل کو نہ چاہیے تھا کہ یوسف کی دختر سے خطبہ اپنے نکاح کا بھیجتا؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے:

''ولا يخطب على خطبته أخيه''. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۷/۸)

منگنی ہونے کے دوسال بعد لڑکے کا انکار:

سوال: میری بیٹی کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ طے ہوا تھا، اس بات کو آج دوسال ہورہے ہیں؛ لیکن آج تک لڑکے والوں نے پیسوں کی تنگی کی وجہ سے عقد نہیں کیا، شادی سے پہلے لڑکی ایک حادثہ میں گر جانے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کی گئی تھی، ابھی الحمدللہ تندرست ہے؛ لیکن لڑکے والوں کے یہاں جب شادی کے متعلق پوچھنے کے لیے گئے تو انہوں نے نیز لڑکے نے آمادگی ظاہر نہیں کی؛ بلکہ انہوں نے کہا کہ تم اور ہم آج سے بے تعلق ہیں، تم اپنی بیٹی کی شادی اپنی مرضی کے موافق کردو، ہماری برادری میں لڑکی کی کمی ہے۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ اب ہم ازروئے شرع لڑکے والوں سے لڑکی کا علاج کرانے میں جو خرچ ہوا ہے، اس میں سے کچھ خرچ مانگ سکتے ہیں؟ یا شادی کے لیے مجبور کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ یا اس سلسلے میں کورٹ کا سہارا لیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً:

منگنی یعنی شادی کرنے کا وعدہ اور قول وقرار اس پر دونوں جماعتوں کا قائم رہنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ واوفو بالعهد ان العهد كان مسئولا ﴾ (سورة بنى إسرائيل: ٣٤)

(یعنی: اور عہد (قول وقرار) پورے کرتے رہو، بے شک عہد کے متعلق پرسش ہونے والی ہے۔)

لہٰذا کسی شرعی سبب کے بغیر قول وقرار سے پھر جانا اور دوسال تک امید دِلا کر پھر انکار کردینا گناہ کا کام ہے، برادری کے ذمہ دار لوگوں کا فرض ہے کہ رشتہ کرانے کی پوری کوشش کریں؛ لیکن مجبور نہ کیا جائے، کوٹ کا سہارا لینا اور خرچ مانگنا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

(۱) ولاتجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدرالمختار على ردالمحتار، باب الولي: ٤١٠/٢)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يُسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا، وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا. (صحيح لمسلم، باب استئذان الثيب فى النكاح بالنطق، رقم الحديث: ١٤٢١، انيس)

(۲) عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخارى، باب علامة المنافق: ١٠/١، طبع قديمى كتب خانه، انيس)

انتخاب اور منگنی

یکم ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۹/۶)

منگنی کے بعد لڑکی بالغ ہوئی اور وہاں شادی سے انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی دختر کی منگنی اور وعدہ دوسرے شخص سے کیا تھا، اب لڑکی جوان ہوکر اس وعدہ اور منگنی کو نامنظور کرتی ہے۔ شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب

لڑکی کے جوان اور بالغ ہونے پر بدون رضامندی لڑکی کے اس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ پس جب کہ لڑکی اس شخص سے نکاح ہونے پر راضی نہیں ہے، جس سے اس کے باپ نے وعدہ کیا تھا اور منگنی کی تھی تو باپ کو چاہیے کہ وہاں نکاح نہ کرے اور اگر وہ بلا رضامندی لڑکی کے ایسا کرے گا تو وہ نکاح نہ ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۱/۸)

ایک جگہ ناطہ کردینے کے بعد بلاوجہ توڑ دینا گناہ ہے:

سوال: غلام حسن خان نے پنی لڑکی کا ناطہ روبرو گواہوں کے فضل الٰہی خان کے لڑکے سے کردیا، کچھ عرصہ بعد غلام حسن نے اپنی لڑکی مذکورہ کا نکاح دوسری جگہ کردیا، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور لڑکی مذکورہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو عالم ایسا نکاح کردے، اس کے اور گواہوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

ناطہ جس کو منگنی کہتے ہیں، ایک وعدہ ہے اور وعدہ کرکے بلاوجہ پھر جانا ناجائز ہے اور اگر اول ہی سے ارادہ وعدہ پورا

---

(۱) لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، باب الوعد، الفصل الثانی: ۱۸۱/۸، دارالنوادر دمشق، انیس)
عن أبی هریرۃ رضی اللّٰہ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: المسلمون عند شروطھم. (شرح معانی الآثار، باب العمری، رقم الحدیث: ۵۸٤۸، انیس)

(۲) الخلف فی الوعد أمر لا یستحب وإن کان جائزاً ولا کراھۃ فیہ إذا کان عندالوعد عازماً ثم بدأ لہ أن لا یفعل، فأما إذا کان یضمر وقت الوعد أن لا یفعل، کان نفاقاً وتغریراً وھو ممنوع. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، باب فی الکبر: ٦٥/٣، مطبعۃ ندوۃ العلماء لکھنؤ، انیس)

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يُسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا، وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا. (صحیح لمسلم، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، رقم الحدیث: ۱٤۲۱، انیس) / ولاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ". (الدرالمختار: ۵۸/۳، کتاب النکاح، باب الولی، طبع سعید، انیس)

(۴) (وینعقد) ملتبسا (بإیجاب) من أحدھما (وقبول) من الآخر (وضعا للمضی) لأن الماضی أدل علی التحقیق==

انتخاب اور منگنی

کرنے کا نہ ہو تو علامت نفاق ہے، جو سخت گناہ ہے۔ حدیث میں ہے:

''آیة المنافق ثلاثة: إذا وعد اخلف. (الحدیث)(مشکاۃالمصابیح)(۲)

وقال فی اللمعات من باب الوعد: وقیل الخلف فی الوعد بغیر مانع حرام وهو المراد ههنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به فی الشرائع السابقة أیضاً. (۱)

الغرض اگر غلام حسن نے بلا وجہ خلاف کیا ہے تو سخت گناہ گار ہوا، اس کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر عذر پیش آیا تو مضائقہ نہیں؛ لیکن نکاح دوسری جگہ کیا گیا، وہ بہر حال بلا شبہ درست وصحیح ہے؛ اس لیے نکاح کے پڑھنے والے اور گواہوں پر کوئی گناہ نہیں۔ (۲۷/صفر ۱۳۵۰ھ)

ایضاً:

سوال: زید نے اپنی چھوٹی لڑکی کو اپنے بھائی عمر کے لڑکے سے نامزد کیا اور پھر انکار کر دیا، لڑکی خواہش مند ہے کہ میرا نکاح وہیں کیا جائے اور اپنی چچی سے اشارۃً کہتی ہے کہ میرا نکاح یہیں ہو۔ ایسی صورت میں زید کے بھائی عمر لڑکی کے چچا کو اختیار ہے کہ وہ لڑکی کا نکاح یہیں کر دے؟

== (كزوجت) نفسی أوبنتی أوموكلتی منک (و)یقول الآخر: (تزوجت و)ینعقد أیضا(بما)أی بلفظین(وضع أحدهما له)للمضی (والآخر للإستقبال)أو للحال،فالأول الأمر(كزوجنی)أو زوجینی نفسک أو كونی امرأتی فإنه لیس بإیجاب بل هو توكیل ضمنی ...(وشرط سماع كل من العاقدین لفظ الآخر)لیتحقق رضاهما (و)شرط (حضور) شاهدین (حرین) أوحر و حرتین (مكلفین سامعین قولهمامعاً). (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۹/۳، ۱۰، ۲۱، ۲۲، انیس)/''كما للوكیل الذی وكلته أن یزوجها من نفسه،فإن له ذلک،فیكون أصیلاً من جانب وكیلاً من اٰخر''. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۹۸/۳، باب الأكفاء، طبع سعید، انیس)

(قوله: فی غیرالكفء): أی فی تزویجها نفسها من غیرالكفء، وكذا له الاعتراض فی تزویجها نفسها بأقل من مهر مثلها حتی یتم مهر المثل أو یفرق القاضی''. (ردالمحتار: ۵٦/۳، باب الولی، طبع سعید، انیس)

(۱) عن زید بن أرقم عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نیته أن یفی له فلم یف ولم یجیء للمیعاد فلا إثم علیه. (سنن أبی داؤد، باب العدة، رقم الحدیث: ۴۹۹۵/سنن الترمذی، باب ماجاء علامة المنافق، رقم الحدیث: ۲٦۳۳، انیس)

(فلا إثم علیه)قیل: فیه دلیل علی أن الوفاء بالوعد لیس بواجب شرعی بل هو من مكارم الأخلاق بعد أن كانت نیته الوفاء، وأما جعل الخلف فی الوعد من علامات النفاق، كما مر فی أول الكتاب، فمعناه الوعد علی نیة الخلق، وقیل الخلف فی الوعد بغیر مانع حرام وهو المراد ههنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به فی الشرائع السابقة أیضاً. (لمعات التنقیح فی شرح مشكاة المصابیح، باب الوعد، الفصل الثانی: ۱۸۰/۸ - ۱۸۱، دارالنوادر دمشق، انیس)

الجواب

زید کو بدون کسی قوی عذر کے وعدہ خلافی نہ کرنی چاہیے،(۲) خصوصاً جب کہ لڑکی کی مرضی کے بھی خلاف ہو، پھر اگر لڑکی بالغہ ہے تو بغیر اس کی رضا و اجازت کے کسی جگہ نکاح نہیں ہوسکتا، نہ باپ کرسکتا ہے، نہ کوئی دوسرا، (۳) اور اجازت سے سب کر سکتے ہیں، اگر باپ کی منشا کے خلاف لڑکی نے اپنے چچا عمر کو وکیل بنا کر اپنا نکاح اسی جگہ کرالیا، جس جگہ رشتہ ہوا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، باپ کو فسخ کرنے کا حق نہیں رہے گا، بشرطیکہ مہر مثل سے کم نہ رکھا جائے۔(کذا فی سائر کتب الفقه مفصلاً)(۴)

۳ / ربیع الاولیٰ ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۲/ ۴۶۷)

منگنی کرنے کے بعد بلا عذر شرعی پھر جانا گناہ ہے:

سوال: جو شخص اپنی لڑکی تین جگہ منسوب کرنے کو نامزد کر کے تاریخ مقررہ شادی سے ایک دو یوم پہلے منحرف ہوکر جواب دے دے تو ایسے شخص کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر بلا عذر شرعی ایسا کرتا ہے تو سخت گناہ گار ہے۔ اول تو اس لیے کہ اس میں فریق ثانی کا نقصان ہوتا ہے، مسلمان کو نقصان پہنچانا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی عذر شرعی پیش آ جائے، مثلاً لڑکی نامنظور کر دے، یا لڑکے کا کوئی ایسا حال، یا عادت معلوم ہو کہ جس کی وجہ سے نکاح کرنے کو عادۃ لوگ ناپسند کرتے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ابو داؤد کی ایک روایت مرفوع میں اس مضمون کی تصریح ہے۔(۱) (امداد المفتین: ۲/ ۴۸۷)

منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین:

سوال (۱) قبل از عقدِ مناکحت لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے مٹھائی وغیرہ کا لینا بالشرط، یا بلا شرط عرف کی بنا پر اور لڑکے والوں کا دینا طیب خاطر سے، یا مجبوری کی وجہ سے کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲) ڈالی مقرری کا جواز ہے، یا نہیں؟ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب جانبین سے لڑکا و لڑکی والے راضی ہو جاتے ہیں تو ایک دن مقرر کیا جاتا ہے اور اس دن لڑکے والے چند اشخاص کچھ مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لیے کپڑے اور پان چھالیاں لے کر لڑکی والے کے ہاں پہنچتے ہیں اور وہاں لڑکی والے کے برادری وغیرہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ایک ڈالی میں کچھ پان چھالیاں اور کچھ نقد رکھ کر لڑکی کی والدہ، یا دادی وغیرہ کے پاس بھیجی جاتی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، قبيل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عارية: ۳/ ۱۵۶، سعيد

ہے، وہ سب چیزیں لے لیتی ہے اور چند پان، چند چھالیاں واپس کر دیتی ہے، بعدہ موجودہ لوگوں کو پانچ چھالیاں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور بعض جگہ کا یہ بھی رواج ہے کہ اس ڈالی کو لے کر مسجد میں بھی عورتیں جاتی ہیں اور کہیں کہیں تو مزارات؛ بلکہ ہندوؤں کے معبد میں سلام وغیرہ کرنے کو جاتی ہیں۔

اب ان صورتوں میں کیا ایک ہی حکم ہوگا، یا کیا صورت ہوگی؟ کیا جواز کی بھی کوئی صورت کسی حالت میں نکل سکتی ہے؟ جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

(۳) جبر کر کے ڈالی مقرری کے دن، یا بارات کے دن ابواب، یعنی حمام وغیرہ دیگر اخراجات کے لیے روپیوں کا لڑکے والوں سے لینا کیسا ہے؟

(۴) قبل از عقد ڈالی مقرری کے دن لڑکے والوں سے کپڑے لے کر لڑکی والوں کو پہنانا کیسا ہے؟

(۵) اگر مذکورہ بالا امور کے بغیر ارتکاب کئے کہیں شادی نہ ہوتی تو، یا بڑی مشکل ہو جاتی ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جاوے؟ کیا کوئی جواز کی صورت نکل سکتی ہے، یا نہیں؟ اور تقویٰ کیا ہوگا؟ اور ایسے موقعوں پر مقتدایانِ قوم کو کیا کرنا چاہیے، جب کہ بصورتِ عدم پابندی رسوم شادی تقریب غیر ممکن، یا عادۃً محال ہو جاتی ہے۔

خلاف شرع رسم کی پابندی:

(۶) اگر کوئی کہے کہ ہم کو ان امور کے جائز، یا ناجائز سے کوئی واسطہ نہیں، ہم وہی کریں گے، جو باپ دادا نے کیا ہے تو اس شخص کا کیا حکم ہے، آیا کلمہ کفریہ ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ سب جوابات مفصل مع حوالہ کتب متعدد بہت

---

(۱) البحر الرائق،باب المهر، قبيل قول الكنز :"ولو نكح ذمي ذمية بميتة الخ": ۳/ ۳۲۵، رشيديه

(۲) الدرالمختار على ردالمحتار، مطلب: فی حط المهر والإبراء منه: ۳/ ۱۳۰،دارالفكربيروت/الأشباه والنظائر: ۸۵، دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۳) مجموعۃ الفتاویٰ، مترجم لمولانا عبدالحئ لکھنوی، کتاب الحظر والإباحۃ، استفتاء نمبر:۲۷):۲/ ۲۳۰،سعید

(۴) "وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة ، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه:"إن اللّٰه عز وجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح ،كتاب الصلاة،باب الدعاء في التشهد،الفصل الأول: ۳/ ۳۱، (تحت رقم الحديث: ۹۳۶) رشيديه)

"الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية،كتاب الصلاة ، قبيل فصل في القراءة : ۲/ ۳۶۵،سهيل اكادمي لاهور)

(۵) اصلاح الرسوم، شیخ المشایخ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

انتخاب اور منگنی

جلد تحریر فرما کر ممنون فرمایا جائے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم،فللزوج أن يسترده،لأنه رشوة “.(الدر المختار)

وقال الشامی:”(قوله:عند التسليم)أی بأن أن يسلمها أخوهاأ ونحوه حتى يأخذ شيئاً،وكذا لو أبى أن يتزوجها،فللزوج الاسترداد قائماً هالكاً؛لأنه رشوة،بزازية“.(شامی:۲/۲٦٥)(۱)

لوأخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم ، فللزوج أن يسترده ، لأنه رشوة “.(بحر:۸۷/۳)(۱)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ رشوت ہے،اگر شرط نہ کی جائے اور لڑکے والے بطیّب خاطر؛مگر بناء علی المعروف دیتے ہیں،تب بھی بقاعدہ ”المعروف کالمشروط“ ناجائز ہے۔(۲)اگر شرط کر لی جائے اور مجبوری دیں تو اس کا ناجائز ہونا بالکل اظہر ہے۔ہاں!اگر کہیں عرف نہ ہو اور بلا طلب و بلا شرط بطیّب خاطر دیں تو یہ ہدیہ ہوگا،اس کا لینا درست ہے۔

”قال فی الوسيلة الأحمدية شرح الطريقة المحمدية: ولعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:”الراشی والمرتشی“ومن الرشوة ما أخذه ولی المرأة قبل النكاح إذا كان بالسؤال أو كان إعطاء الزوج بناءً على عدم رضائه على تقدير عدمه ، أما إذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه ، فيكون هدية ، فيجوز “.(مجموعة الفتاویٰ : ۲/ ۲۱٦)(۳)

(۲) اس ڈالی میں دو امر قابل غور ہیں:

اول:ان اشیاء کا حکم جو لڑکے والے لڑکی والوں کو دیتے ہیں۔

دوم:اس ہیئت مخصوصہ کا حکم۔

سو اول میں تو وہی تفصیل ہے،جو کہ جواب نمبر:۱ میں گزری۔

دوم کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً بے اصل ہے کہ محض ایک رسم ہے،جس کا التزام کر رکھا ہے اور التزام مالا یلزم ناجائز

(۱) الفتاویٰ الهندية،كتاب الحدود،فصل فی التعزير:۱٦۷/۲،رشيديه

(۲) ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع ،ذكر الفروع:۴۲۴/٦،سعيد

(۳) فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الهندية ، كتاب النكاح ، فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر: ۱/ ۳۹۱،رشيديه

(۴) الفتاویٰ الهندية،كتاب السير،الباب التاسع أحكام فی المرتدين،مطلب:موجبات الكفر أنواع،منها ما يتعلق بالعلم والعلماء:۲۷۲/۲،رشيديه

(۵) الفتاویٰ الهندية،كتاب السير، الباب التاسع فی أحكام المرتدين الموجبات الكفر عن المأون،منها مايتعلق بالعلم والعلماء:۲۷۱/۲-۲۷۲،رشيديه

انتخاب اور منگنی

ہے۔(۴) نیز اس میں فخر اور ریا ہے اور اس وجہ سے یہ رسم کی جاتی ہے، لہذا شرعاً ممنوع ہے۔اس قسم کے رسوم کے مفاسد کو اور مضرات کو''اصلاح الرسوم'' میں نہایت بسط سے بیا کیا ہے۔(۵)

(۳) قطعاًنا جائز ہے۔

''ولا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي''. (كذا في البحر،ص: ٤١، الفتاویٰ الهندية: ٢/ ٧٧٨)(١)

في ردالمحتار:''ومن السحت ما يأخذ الصهر من الختن بسبب بنته''. (٢)

وفي الخانية:''رجل خطب امرأة وهي تسكن في بيت أختها، وزوج أختها لا يرضى بنكاح هذا الرجل إلا أن يدفع إليه در اهم، فدفع الخاطب دراهم،كا ن له أن يسترد ما دفع إليه؛لأنه رشوة''. (٣)

وفي الهندية:''خطب امرأة في بيت أخيها أن يدفعها حتى يدفع إليه دراهم فدفع و تزوجها ، يرجع بما دفع ،لأنه رشوة ،كذا في القنية''. (٤)

(۴) اس کا جواب نمبر:۱ میں گزرا، اس میں اتنی وسعت اور ہے کہ اگر ان کپڑوں کو مہر میں شمار کر لیا جائے تو شرعاً درست ہے؛ لیکن اس مخصوص رسم کا عدمِ جواز جواب نمبر:۲ میں گزر چکا ہے۔

(۵) جو امور شرعاً ناجائز اور منع ہیں، وہ شادی کی رعایت سے جائز نہیں ہو سکتے، انسان کو چاہیے (کہ) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنے دین اور شرعی احکام پر پختہ رہے، ان شاء اللہ کوئی مجبوری پیش نہ آئے گی۔(﴿ومن يتوكل على اللّٰه فهو حسبه﴾(سورة الطلاق: ٣) اور مقتدا کو تو ایسے مواقع میں خصوصاً احکامِ شرعیہ پر نہایت سختی سے جما رہنا چاہیے؛ کیوں کہ اس کی شرکت سے عوام کی طبائع میں ان امور قبائحہ کا مستحسن ہونا محتمل ہے۔

(۶) ایسا سخت گناہ اور نہایت خطرناک ہے، حتی کہ بعض فقہا نے ایسا کہنے والے کی تکفیر کی ہے، لہذا ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی ضروری ہے، جس قول کے قائل اور جس فعل کے مرتکب کی تمام فقہا نے تکفیر کی ہو، اس کو بالاتفاق تجدیدِ

(١) الفتاویٰ الهندية ، الباب التاسع في أحكام المرتدين،منها ما يتعلق بذات الله تعالىٰ وصفاته وغير ذلك: ٢/ ٢٥٨،رشيديه

(٢) العبارة المذكورة من أو لها إلى آخرها من الفتاویٰ الهندية،كتاب السير،قبيل الباب العاشر في البغاة: ٢/ ٢٨٣،رشيديه

(٣) خلاصة الفتاوىٰ،كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني في ألفاظ الكفر مايكون كفراً،الخ، أما الأول في المقدمية: ٤/ ٣٨٢،رشيديه

(٤) البحر الرائق كتاب السير ، باب أحكام المرتدين : ٥/ ٢١٠،رشيديه

(٥) البحر الرائق ، كتاب السير ، باب أحكام المرتدين: ٥/ ٢٠٩ـ ٢١٠،رشيديه

ایمان اور تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور جس کی بعض نے تکفیر کی ہو، اس کے کفر وایمان کے حق میں اگر چہ عدمِ کفر کی روایت کو ترجیح دی جائے گی؛ لیکن تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح اس کو بھی احتیاطاً ضروری ہے۔

"إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في هذه الحادثة كذا ، فقال ذلك الغير : "من برسم كار ميكنم نه بشرع" يكفر عند بعض المشايخ ". (عالمگیری: ۸۹۱/۲)(۵)

"سئل الحاكم عبد الرحمٰن عمن قال: "برسم كار ميكنم نه بحكم شرع"، هل هو كفر؟ قال: إن كان مراده فساد الحق وترك الشرع واتباع الرسم لا رد الحكم، لا يكفر، كذا في المحيط". (عالمگیری: ۸۸۱/۲)(۱)

"ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط". (۲)

"إذا كان في المسئلة وجوه، توجب الكفر ووجه واحد يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه". (كذافي الخلاصة)(۳)

"في البزازية: إلا أذا صرح بإرادة توجب الكفر، فلا ينفعه التاويل. (كذا في البحر الرائق)(۴)

"ثم إن كان نية القائل الوجه الذي يمنع الكفر، فهو مسلم، وإن كان نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا ينفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وتجديد النكاح بينه وبين أمرأته ". (كذا في المحيط والبحر)(۵) **وغيره ذلك من كتب الفقه. فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۴/۱۱/۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ذی قعدہ ۵۴ھ جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۰/۱۱)

منگنی پر کچھ رقم لینا:

سوال: یہاں گاؤں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کی شادی کی جب بات چیت ہوتی ہے تو لڑکے والے آ کر گاؤں کے برادری کو بلاتے ہیں، جب سب جمع ہوتے ہیں تو لڑکے والے سے دس پانچ روپیہ خرچ لیتے ہیں؛ اس لیے لیتے ہیں کہ برادری کو بلانے کے لیے حجام جاتا ہے تو اس میں کچھ پیسہ اس کو دیا جاتا ہے اور جو لوگ آتے ہیں، ان کی تواضع چائے، پان وغیرہ سے کی جاتی ہے تو برادری والوں کا یہ روپیہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر اس کو مسجد میں دے دیں تو

(۱) أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه : "إن الله عز وجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه ". (مرقاة المفاتيح ، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳۱/۳، (تحت رقم الحديث: ۹۳۶) طبع رشيديه، انيس)

کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

لڑکی کی بات چیت پختہ کرنے کے موقعہ پر لڑکے والے سے کچھ رقم لینا کہ نائی کو دی جائے گی اور برادری کو جمع کر کے چائے پان میں میں خرچ کی جائے گی، یہ غلط رسم ہے، اس کو ختم کیا جائے، نہ نائی کی ضرورت ہے، نہ برادری کو جمع کرنے کی؛ بلکہ گھر کے بڑے جس طرح مناسب ہو، ایک دو آدمی سے مشورہ کرلیں۔ ایسی جمع کردہ رقم جس سے لی ہے، اس کو واپس کردیں، وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دے دے تو مسجد میں خرچ کردینا بھی درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۹۱)

منگنی کے موقع پر لڑکے کے والد کا مجمع کو سلام کرنا:

سوال: بوقت منگنی جب جوڑا وغیرہ دیا جاتا ہے تو لڑکے کے والد پورے مجمع کو سلام کرتے ہیں۔ یہ سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ سلام شرعی نہیں، رسم و رواج کا سلام ہے، جو قابل ترک ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۱/۱۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۹۱)

منگنی کے وقت شوہر کی طرف سے دی ہوئی رقم کا حکم:

سوال: تقریباً پورے صوبہ گجرات میں یہ رواج ہے کہ جب منگنی ہوتی ہے، اس وقت لڑکی کے لیے زیور اور کپڑے بنانے کے لیے ایک رقم طے ہوتی ہے، وہ رقم لڑکا، یا اس کا ولی دیتا ہے اور اس کو وتج ویلہ کہتے ہیں۔ وہ رقم حسب حیثیت جانبین دوسو، چار سو، ہزار، دو ہزار؛ بلکہ اس سے بھی زائد تک طے ہوتی ہے اور اس کے طے ہوئے بغیر منگنی قبول نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس رقم کے طے کرنے میں اگر جانبین کا اتفاق نہ ہو تو منگنی قبول نہیں ہوتی اور انکار کردیا جاتا ہے۔ اگر لڑکے، یا اس کے ولی کے پاس پیسے نہ ہوں تو اس کے لیے سودی قرضہ تک لیا جاتا ہے اور مہر اس کے علاوہ ہے اور وہ عموماً ایک سو ساڑھے ستائیس روپیہ ہے۔ بعض جگہ اس سے بھی زائد ہے۔ مذکورہ

---

(۱) ”الإصرار علی أمر مندوب یبلغه إلی حد الکراهة“. (السعایة، کتاب الصلاة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/۳٦٥، سهیل اکادمی لاهور، انیس)

بالا رسم مدت سے چلی آرہی ہے؛ لیکن اس پیسے کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوئی کہ مہر معجّل ہے، یا ہبہ ہے، یا عاریت اور نہ تعامل سے صحیح پتہ چلتا ہے اور بعض جگہ تصریح بھی ہوتی ہے کہ ہبہ ہے، یا عاریت ہے، یا مہر معجّل اور بعض جگہ پیسہ کے بجائے زیور اور کپڑا بھی دیا جاتا ہے؛ لیکن عموماً پیسے دیئے جاتے ہیں اور اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوتی۔ اب اس رقم کے لینے کے بعد لڑکی کا باپ بالکل آزاد ہوتا ہے، چاہے سب خود کھائے، یا نکاح کے وقت کھانے وغیرہ میں صرف کرے، یا کہ زیور اور کپڑے بنائے، اگر کھا جائے، یا کھانے وغیرہ میں صرف کردے تو لڑکا، یا اس کا ولی کوئی اعتراض نہیں کرتا اور نہ مطالبہ کرتا ہے، نہ قانونی کارروائی کرتا ہے؛ لیکن کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے اور وہ پیسہ صرف کپڑے، زیور میں صرف کرنا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔

اب جو پیسے لڑکی کے باپ نے کھائے، وہ تو گئے، یا جس کا کھانا کھلایا، وہ بھی گئے، اس کا مطالبہ نہیں ہوتا؛ لیکن جو زیور بنایا جاتا ہے، اس کو لڑکی اپنے ساتھ لے کر خاوند کے گھر آتی ہے اور اپنے استعمال میں لاتی ہے؛ لیکن خاوند مالک سمجھا جاتا ہے، وقت ضرورت اس کو فروخت بھی کرسکتا ہے اور رہن بھی رکھ سکتا ہے۔ عورت کی وفات کے بعد خاوند مالک ہوتا ہے اور بعد طلاق بھی اور بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی، یا اس کا باپ قبضہ کرلیتا ہے اور خاوند کو نہیں دیا جاتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کے نکاح کے وقت لڑکے کے پاس سے زیور اور کپڑے لینا، یا ساس کے لیے پیسے لینا اس کی کوئی اصل قرون اولیٰ میں ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے اور اس طریقے سے پیسے لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور خصوصاً سودی قرضہ؟ اور اگر جائز ہے تو پھر یہ مہر معجّل ہے، یا ہبہ ہے، یا عاریت؟

(المستفتی: ۲۴۳۰: مولوی احمد ثبات صاحب، ضلع سورت، ۵/ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲۸/دسمبر ۱۹۳۸ء)

---

(۱) فعلى اعتبار الإبتداء لا يلزم التاجيل ...إذ لا جبر فى التبرع. (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب بيع الفاسد: ۱۵۸/۵، طبع سعيد)

(۲) وإذا بعث الزوج إلٰى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه أراد ان يسترد من المزاة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت: ۳۲۷/۱، ماجديه)

(۳) ولو أخذ أهل امرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت: ۳۲۷/۱، ماجديه)

(۴) ولا رجوع فيما يهبه لزوجته، فالعبرة لوقت الهبة لا لوقت الرجوع فالزوجية من الموانع من الرجوع كالموت. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب النفقة: ۵۹۶/۳، طبع سعيد)

(۵) ولو أخذ أهل امرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۲۷/۱، ماجدية)

الجواب

سوال اس پر مبنی ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی والے شوہر اور اس کے اولیا سے ایک معین رقم، مثلاً: دوسو، چار سو، یا ہزار، دو ہزار روپیہ نقد مانگتے ہیں، یا زیور اور کپڑے کی صورت میں طلب کرتے ہیں اور جب تک شوہر دینا منظور نہ کرے، منگنی نہیں ہوتی اور اس رسم کے التزام کی وجہ سے بسا اوقات ختم اور منگنی چھوٹ جاتی ہے، یا شوہر کو سودی قرض لے کر مطالبہ منظور اور پورا کرنا پڑتا ہے تو سائل اس رسم کے التزام اور اس کے لیے سودی قرض لے کر رسم پوری کرنے کے متعلق سوال کرتا ہے کہ یہ بات کیسی ہے تو اس کا جواب ایک ہی ہے کہ یہ التزام اور رسم کے طور پر اس کی پابندی اور اس کے لیے سود جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب یقیناً مذموم اور سخت بری بات ہے۔(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ اس رقم کی حیثیت کیا ہے؟ مہر میں شامل ہے، یا ہدیہ اور ہبہ ہے، یا عاریت، بظاہر مہر میں شامل نہیں ہوتی؛ کیوں کہ مہر کی مقدار اکثری طور پر ایک سو ساڑھے ستائیس روپئے معین ہوتی ہے اور یہ رقم مختلف مقدار کی ہوتی ہے اور مہر کے ذکر کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ نیز جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ شوہر اس رقم کے زیور وغیرہ کو عورت سے واپس بھی لے لیتا ہے اور عورت کو واپس دینے میں عذر نہیں ہوتا، اس طرح اس کو ہدیہ، یا ہبہ بھی قرار نہیں دے سکتے؛ کیوں کہ اس صورت میں بھی عورت سے بحالت قیام زوجیت، یا بعد طلاق، یا بعد موت اس رقم کو واپس لینے کا زوج کو حق نہیں، حالاں کہ ان سب صورتوں میں اس کو واپس لینے کا حقدار سمجھا جاتا ہے۔ پس شوہر کے حق واپسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی حیثیت متعین ہے کہ عاریت ہوتی ہے اور اس حیثیت کے لحاظ سے اولیاء زوجہ کو زوج سے منگنی کے وقت اس کا مطالبہ کرنا اور اصرار کرنا اور رقم کی کمی زیادتی پر جھگڑا کرنا اور منگنی توڑ دینا یہ سب باتیں محض لغو اور شرعی اصول سے غلط اور ناجائز ہے؛ کیوں کہ عاریت کا مطالبہ کرنا تو درکنار، ہدیہ یا ہبہ کا مطالبہ کرنا بھی جائز نہیں۔ ''لا جبر فی التبرع''(۱) مشہور فقہی قاعدہ ہے۔ پس مطالبہ اور جبر سے جو رقم لی جائے، وہ یا تو مہر میں شامل کی جائے کہ پھر زوج کو واپس لینے کا حق نہ ہو،(۲) اور یہ صورت جائز ہے، یا وہ عورت کی قیمت اور عوض ہو اور یہ رشوت اور حرام ہے،(۳) یا اولیاء زوجہ کو زوج سے مطالبہ کا کوئی حق نہیں، وہ اپنی خوشی سے بطور دست پیمان جو چاہے، دے دے اور اسے ہدیہ، یا ہبہ قرار دے، جس میں حق رجوع نہ ہو،(۴) یا عاریت رکھے، جسے واپس لے سکے۔ بہر حال یہ رسم

---

(۱) و فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر: ۱۵۶/۳ (طبع سعید): أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة...الخ. وفی الهندية: ۳۲۷/۱ (طبع ماجدیه)

(۲) وفی الدر المختار: ۱۵۱/۳: ولو بعث إلى امرأته شيئا ولم يذكر جهة عند الدفع غير جهة المهر...فقالت هو أی المبعوث هدية وقال هو من المهر أو من الكسوة أو عارية فالقول ل بيمينه.

انتخاب اور منگنی

قابلِ اصلاح اور اس کی موجودہ صورت واجب الترک ہے۔ (۵) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۵/۵۰-۵۱)

منگنی کے عوض لڑکی والوں کا رقم وصول کرنا:

سوال: ایک شخص مسمیٰ سلمان ایک جگہ اپنے بیٹے مسمیٰ عبدالستار کی منگنی کر چکا تھا اور لڑکی والوں کو حسب دستور دو ہزار ایک سو روپیہ بھی دے چکا تھا؛ لیکن اس کے بعد مسمیٰ عبدالستار کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے فوراً مجمع میں اعلان کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیا، پھر تقریباً دو ماہ بعد وہ لڑکی وفات پا چکی، جس کے ساتھ شادی ہونے والی تھی۔ اب ہم جب لڑکی والوں سے اپنے دیئے ہوئے اکیس سو روپے کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ یہ کہہ کر کہ ہماری بیٹی مرگئی ہے، لہٰذا تمہارے پیسے بھی واپس نہیں دیں گے، رقم واپس کرنے سے انکار کرتے ہیں، کیا یہ رقم ہمیں واپس مل سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعض مقامات پر لڑکی کی منگنی کے معاوضے میں جو رقم لڑکی والے وصول کرتے ہیں، وہ شرعاً رشوت کے حکم میں ہے، جس کا لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں، لہٰذا لڑکی کا انتقال ہونا، یا نہ ہونا، ہر حالت میں لڑکی والوں پر واجب تھا کہ یہ رقم واپس کریں۔ (۱) ہاں! اگر یہ رقم مہر کا جزء بنا کر دی جائے تو یہ لڑکی کو دینی چاہیے تھی؛ (۲) لیکن چونکہ نکاح منعقد ہونے سے پہلے ہی لڑکی کا انتقال ہو گیا؛ اس لیے اب مہر کا بھی کوئی سوال نہیں رہا، لہٰذا لڑکی والوں پر بہر صورت واجب ہے کہ وہ رقم واپس کریں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۵/۱۰/۱۳۹۶ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۴)

منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چمانا:

سوال (۱) منگنی میں جب لڑکے کو کپڑا پہنایا جاتا ہے تو عورتیں گھر بلا کر لے جاتی ہیں اور چراغ، چاول، پان کا پتہ، گھاس، چھالی وغیرہ سے لڑکے کو چماتی ہیں، جس میں محرم وغیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں؟

شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا:

(۲) شادی سے دو چار دن پہلے گھر کو لیپنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور انگلیوں کے نشانات اور رنگ کے چھینٹے

(۱) ''ابٹن: ایک خوشبودار مصالحہ جو جسم کو صاف اور ملائم بنانے کے لئے ملا جاتا ہے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۱، فیروز سنز، لاہور)

انتخاب اور منگنی

وغیرہ دیواروں پر دیئے جاتے ہیں؟

لڑکے کو مہندی، ابٹن لگانا:

(۳) شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے کو مہندی لگاتے ہیں اور ابٹن لگاتے ہیں،(۱) اور ابٹن دانا جلا کر بنایا جاتا ہے مثلاً۔

دولہے کو نہلانے کا انتظام، عورت کا ساڑی کی کور ڈالنا:

(۴) لڑکے کو سسرال جاتے وقت نہلانے کے لیے خاص انتظام کرتے ہیں، گڈھا کھود کر او پر سے تختہ ڈال کر لڑکے کو بٹھاتے ہیں اور اس کے سر پر ایک محرم عورت اپنی ساڑی، یا دوپٹہ کا کور ڈالے ہوئے ہوتی ہے اور کپڑا پہناتے

---

(۱) غیر محرموں کے ساتھ اختلاط شرعاً مذموم وممنوع ہے اور چوں کہ اس رسم اس کا ارتکاب ہوتا ہے اور ہر ایسا فعل جس میں ارتکابِ منہیات ہو، اس کو ترک کرنا اور بند کرنا لازم ہے:

قال الملا علی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ:"وخلاصة الكلام :من أبصر ما أنكر ه الشر ع فليغيره أی بأن يمنعه بالفعل بأن يكسر الآلات ويريق الخمر،الخ".(مرقاة المفاتيح،كتاب الآداب،باب الأمر بالمعروف،الفصل الأول:۸/۸۶۱،رشيديه)

(۲) "عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم:"من تشبه بقوم،فهو منهم".(رواه أحمد وأبو داؤد)(مشكاة المصابيح،كتاب اللباس،الفصل الثانی،ص:۳۷۵،قديمی)

وقال الملاعلی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ تحته "أی من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار ...قال الطيبی رحمه اللّٰه تعالیٰ:هذا عام فی الخلق والخلق والشعار ... قلت:بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير".(مرقاة المفاتيح:۸/۱۵۵،رشيديه)

(۳) " وعن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: لعن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم المخنثين من الرجال، والمتر جلات من النساء،وقال : "أخرجوهم من بيوتكم".(رواه البخاری)

"وعنه قال : قال النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم :"لعن اللّٰه المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال".(رواه البخاری)(مشكاة المصابيح،باب الترجل،الفصل الأول،ص:۳۸۰،قديمی)

قال الملا علی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ تحت الحديثين:"فی الزی واللباس والخضاب والصوت والصورة والتكلم وسائر الحركات والسكنات ... فهذا الفعل منهی ،لانه تغير لخلق اللّٰه ...،لأنه تشبه بهن ... والعجب من أهل اليمن فی أن رجالهم يتحنون مع أن هذا شعار الرافضة أيضاً ... والثانی:من يتكلف أخلاق النساء وحركاتهن و سكناتهن وزيهن ،فهذا هوالمذموم الذی جاء فی الحديث لعنه".(مرقاة المفاتيح،كتاب اللباس،باب الترجل،الفصل الاول:۸/۲۱۶-۲۱۷،رشيديه) نیز یہ روافض کا شعار بھی ہے کہ جیسا کہ اوپر کی عبارت میں تصریح ہے۔

(۱) ایسے شعار کہنے سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہے، جن میں کسی مسلمان کی تحقیر ہو اور مسلمان کے محترم ہونے کی بنا پر اس کی شان میں ایسے اشعار کہنا حرام ہے۔

وقت تک ڈالے رہتی ہے اور پھر لڑکے کو مسجد میں لے جاتے ہیں اور کثیر تعداد میں عورتیں اس کے ساتھ گیت گاتی جاتی ہیں، اس میں اکثر حصہ فحش کلام کا ہوتا ہے۔

سسرال پہونچنے پر دولہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ:

(۵) سسرال جانے پر لڑکے کو فوراً لڑکی کے گھر لے جاتے ہیں اور وہاں بھی چومنا ہوتا اور لڑکے کو اس کی سالیاں وغیرہ شربت پلاتی ہیں، جس میں جونک وغیرہ کے پانی کا غلبہ ظن ہوتا ہے اور تمام عورتیں گیت گاتی ہوتی ہیں، جس میں لڑکے کے ماں باپ، دادا وغیرہ کو بہت سی گالیوں سے بھی نوازا جاتا ہے اور لڑکے کو تمام لوگوں کے سامنے مجلس میں گھر کے کل کپڑے کو نکال کر سسرال کا کپڑا پہنایا جاتا ہے، جس میں نظریہ سحر وغیرہ کا غلبہ ظن ہوتا ہے۔

دولہے سے دولہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ:

(۶) پھر لڑکے کو کھانا کھلاتے وقت آدمی متعین ہوتے ہیں، جو کچھ باقی رہنے کے ساتھ لڑکے کے آگے سے پلیٹ اٹھا لیتے ہیں اور لڑکی کو باعثِ تبرک سمجھ کر کھلاتے ہیں اور لڑکے کو گھر بلایا جاتا ہے، جس میں محرم وغیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں اور لڑکے کے سامنے لڑکی کے چہرہ کو کھول کر بٹھا دیتے ہیں، اس کے سر پر سیندور ڈالنے کو کہتے ہیں اور ایک سبیل پر چھالی رکھ کر جسے تیل سے بھگوئے ہوئے ہیں، سل کے پتھر سے توڑنے کو کہتے ہیں، وہ اڑ جاتا ہے تو لڑکے کو بہت گالیاں دیتی ہیں اور دو باپ کا کہا جاتا ہے اور کچھ لڑکیاں پان کے پتے کو گراتی جاتی ہیں اور لڑکے سے اس کے اٹھانے کے لیے کہا جاتا ہے۔

کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا، جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست:

(۷) لڑکا اور لڑکی کے کپڑے کو تمام کنبہ والے کو دکھا کر رکھا جاتا ہے اور ضروری سمجھا جاتا ہے اور جہیز کے

"عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر". (متفق علیه) (مشکاة المصابیح، کتاب الأداب، باب حفظ اللسان، الفصل الأول، ص: ٤١١، قدیمی)

"وعن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: لأن یمتلیء جوف رجل قیحاق یریه خیر من أن یمتلی شعراً". (متفق علیه) (مشکاة المصابیح، باب البیان والشعر من کتاب الأداب، الفصل الأول، ص: ٤٠٩، قدیمی)

"قلت: الظاهر الإطلاق ... ولعل وجه تخصیصه بالذکر نبیه علی أنه أقبح أنواعه، أو إشعار بأن الشعر مذموم، لأنه قدیؤدی إلی ذلک". (مرقاة المفاتیح: ٨/٥٤٦، رشیدیه)

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، باب المهر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عاریة: ٣/١٥٦، سعید

سامان کو تمام لوگوں کے سامنے شمار کیا جاتا ہے اور ایک فہرست لکھ کر لڑکے والے کو دیتے ہیں اور ایک ایک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ ان سب کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں نوازیں اور ان کے ثبوت کو پیش کریں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) یہ رسمِ خلاف شرع ہے، اس کو بند کرنا لازم ہے۔ (۱)

(۲) صفائی کے لیے گھر کو لیپنے میں تو مضائقہ نہیں؛ مگر انگلیوں کے نشانات وغیرہ لگانا غلط رسم ہے، اس کو بند کیا جائے۔ (۲)

(۳) یہ بھی کوئی شرعی چیز نہیں، قابلِ ترک رسم ہے، اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ بھی ہے، جس کی ممانعت آئی ہے۔ (۳)

(۵) اس کو بھی بند کیا جائے۔ (۱)

(۶) اس کو بھی بند کیا جائے۔

(۷) سامان اس طرح اعلان کے ساتھ دینا اور سب کو دکھانا غلط طریقہ ہے، اس کو بند کیا جائے۔ دیتے ہوئے سامان کی فہرست بنا کر دینا اور اپنے پاس رکھنا درست ہے؛ مگر حیثیت سے بڑھ کر قرض وغیرہ لے کر سامان دینا بھی غلط ہے۔ ان رسوم کی تفصیل اور ان کے مفاسد ''اصلاح الرسوم'' میں درج ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۹۲-۱۹۵)

رخصتی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا:

سوال: منگنی اور شادی کے وقت لڑکی والا جو روپیہ لیتا ہے، اگر اس کی حسب مرضی روپیہ نہ دیں تو وہ شادی سے ہی انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح لین دین درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر یہ بطورِ قرض لیا جائے تو حسب ضرورت تراضی طرفین کا لین دین درست ہے؛ مگر اس میں بھی یہ لحاظ رہے کہ شادی کے دباؤ اور اثر سے نہ ہو۔ اگر یہ قرض نہیں؛ بلکہ شادی ہی کے اثر سے لیا جاتا ہے تو یہ رشوت اور حرام ہے، اس کی واپسی ضروری ہے۔

درمختار میں ہے: ''**لو أخذ أهل المرأة عند التسليم ، فللزوج أن يسترده ؛لأنه رشوة**''.

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**(قوله:عند التسليم) :أى بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئا، وكذا لو أبى أن يزوجها، فللزوج أن يسترده قائماً أو هالكا؛لأنه رشوة،**

(۱) ردالمحتار، باب المهر: ۳/۱۰۰-۱۰۱، دارالفكر بيروت، انيس

بزازية". (ردالمحتار: ۲/۳۳٦) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۳۸)

منگنی کے وقت لڑکے کی طرف سے لڑکی کے لیے زیورات وغیرہ کے وعدہ کی حیثیت اور حکم:

سوال زید نے اپنی عورت کے انتقال کے بعد اسی عورت کی بہن کی باکرہ لڑکی سے نکاح کیا۔ لڑکی کے اولیا سے یہ واثق اقرار کیا: میرے پاس دباغت شدہ چرم موجود ہے، فی الحال نقدروپیہ نہیں ہے، اس چرم کو فروخت کر کے اپنی اس زوجۂ ثانیہ کو حسب رواج ملکی پانچ سوروپے کے زیورات بنوا کے دیتا ہوں۔ اس کے اس قول کے اعتبار سے نکاح کر دیا گیا۔ نکاح کے بعد ایک مہینہ کے عرصہ میں وہ بعارضۂ سرطان بیمار ہوگیا۔ اپنی بیماری کی حالت میں اپنے چچا صاحب اور دیگر عمائدین جماعت سے یہ کہا کہ میں نے اپنی زوجۂ ثانیہ سے پانچ سوروپیہ مہر مقرر کر کے نکاح کیا ہے اور پانچ سوروپیہ کے زیورات دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ میرے قول کے اعتبار پر ان لوگوں نے قبول کرلیا ہے؛ اس لیے میری املاک سے پہلے دین مہر اور حسب وعدہ زیورات کے پانچ سوروپے جملہ ایک ہزار روپے میری زوجۂ ثانیہ کو دے دیئے جائیں۔ فلاں دیہات میں ایک زمین ہے، جس کو فلاں مدرسہ کے لیے وقف کر چکا ہوں۔ اس زمین کو مدرسہ کے اراکین کے قبضہ میں دے دیا جائے۔ باقی مال متروکہ کو حسب احکام شریعت تقسیم کر دیا جائے۔ یہ کہہ کر اسی بیماری میں دوسرے ہفتہ میں انتقال کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں زید کی زوجۂ ثانیہ زیورات کی بابت موعودہ پانچ سوروپے پانے کی شرعاً مستحق ہے، یا نہیں؟

(۱) الهداية، باب في صفة الوصية ما يجوز من ذلك ومالايجوز: ٤/٥١٤، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

(۲) "قال رحمه الله تعالیٰ: السماع والقول والرقص الذی يفعله المتصوفة فی زماننا حرام، لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه، وهو والغناء و المزامير سواء". (الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب الحظر والأباحة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو، الخ: ٥/٣٥٢، رشيديه)

(۳) مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، ص: ٣٢١، قديمی

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: يا عبدالله! سيأتی بعدی قوم يؤخرون الصلاة عن مواقيتها، قال عبدالله: فقلت: كيف تأمرنی يا رسول الله! قال: يا ابن أم عبد! إن أدركتم فلا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق. (مسند البزار، رقم الحديث: ١٩٨٨، انيس)

عن علی رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لا طاعة لبشر فی معصية الله. (مسند أبی يعلی الموصلی، رقم الحديث: ٢٧٩، انيس)

==

الجواب

ھو الملھم للصدق و الصواب: گوعرف ورواج ملک پر ہر خاطب سے اس کی وسعت کے موافق عروس کے لیے زیورات اور کپڑوں کا مطالبہ ہوا کرتا ہے، خصوصا جب کہ عمر رسیدہ صاحب اولاد کسی باکرہ سے منگنی کرتا ہے تو اس سے بہ نسبت جوان کے اور زیادہ زیورات اور کپڑے طلب کرنے کی عادت ہے اور وقتِ نکاح مشروط زیورات اور کپڑے حاضر نہ کرنے کی صورت میں، یا مقدار میں کم ہونے کی صورت میں نزاع برپا ہوجاتا ہے؛ تاہم عقد نکاح میں اس کا ذکر نہ ہونے کی بنا پر مہر میں یہ داخل نہ ہوگا، جو کہ بدل نکاح ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں مہر کی تعریف نقل کی ہے:

عرف المهر فى العناية بأنه إسم للمال الذى يجب فى عقد النكاح على الزوج فى مقابلة البضع إما بالتسمية أوبالعقد، آ ه.(۱)

پس مذکورہ زیورات اور کپڑوں کا دینا بطور ہبہ وہدیہ ہوگا۔صورت مسئولہ میں زید نے منگنی کے وقت پانچ سو روپے کے زیورات دینے کا وعدہ تو کیا ہے؛ لیکن خود ایفائے وعدہ سے معذور ہوکر انتقال کر جانے سے اس کے وفا کرنے کی جو وصیت کی ہے، یہاں موصیٰ لہا وارث ہونے کی بنا پر اس کا ادا کرنا باقی وارثوں کی اجازت کے بغیر لازم نہ ہوگا، جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے:

ولا تجوز لوارثه ... إلا أن يجيزها الورثة.(۱)

لیکن اس کے وارثوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ اپنے مورث کے وعدہ کو وفا کرکے اس کی روح کو خوش کریں اور

== عن على أن رسول الله عليه وسلم بعث جيشا،وأمر عليه رجلا، فأوقد نارا،وقال:ادخلوها،فأراد ناس أن يدخلوها،وقال الآخرون:إنا قد فررنا منها،فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم،فقال للذين أرادوا أن يدخلوها:لو دخلتموها لم تزالوا فيها إلى يوم القيامة،وقال للآخرين:قولا حسنا،وقال:لا طاعة فى معصية الله،إنما الطاعة فى المعروف.(صحيح لمسلم،باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية،رقم الحديث:۱۸۴۰،انيس)

(۱) ردالمحتار:۳۱/۳،دارالفكربيروت،انيس

...﴿وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم﴾(سورة النساء:۲۳)فحليلة الإبن وهى زوجته حرام على الأب سواء دخل بها الإبن أو لم يدخل لإطلاق النص على الدخول.(العناية شرح الهداية:۲۱۲/۳،دارالفكربيروت،انيس)

قال صاحب المطلع:الحلائل جمع حليلة،وهى الزوجة،والرجل حليلها،لأنها تحل معه ويحل معها.(الدرالنقى فى شرح ألفاظ الخرقى،باب مايحرم نكاحه والجمع بينه وغير ذلك:۶۲۴/۳،دارالمجتمع للنشر والتوزيع جدة المملكة العربية السعودية/المطلع على ألفاظ المقنع، باب المحرمات فى النكاح: ۳۹۱/۱،مكتبة السوادى للتوزيع،انيس)

بظاہر وعدہ خلافی سے بچائیں۔فقط و اللّٰہ اعلم بالصواب

کتبہ: شیخ آدم عفی عنہ۔الجواب صحیح: ضیاءالدین محمد کان اللہ لہ۔

الجواب صحیح: محمد عبدالجبار عفی عنہ۔الجواب صحیح: عبدالرحیم عفی عنہ۔(فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۹۱-۱۹۲)

منگنی میں باجہ:

سوال: منگنی میں باجہ لے جانا ضروری ہے،والدین بھی کہتے ہیں کہ اگر میں باجہ نہیں لے گیا تو لوگ مجھے دھوکہ باز کہیں گے،اب میرے لیے مشکل ہے؛اس لیے والدین مجبور کرتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

باجہ بجانا اور سننا اور باجہ جس محفل میں ہو،اس میں شرکت کرنا سب منع ہے،(۲) اور ناجائز کام میں کسی کی اطاعت نہیں،والدین ہوں،یا کوئی اور ہو:''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق''. (الحديث)(مشكاة المصابيح)(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ،دار العلوم دیوبند،۹/۱/۱۳۹۰ھ۔

---

(۱) ردالمحتار،فصل فی المحرمات:۲۸/۳،دارالفكربيروت،انيس

وتحرم موطوءات ابنائه وابناء أولاده وإن سفلوا ولو بزناً والمعقودات لهم عليهن بعقد صحيح.(فتح القدير،فصل فی بيان المحرمات:۲۰۸/۳،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) الفتاویٰ الهندية،القسم الثانی فی المحرمات بالصهرية:۲۷٤/۱،دارالفكربيروت،انيس

والنكاح الفاسد إذا لم يكن فيه مسيس أو نظر لا يثبت حرمة المصاهرة لأن النكاح إنما يقوم مقام الوطء فی إثبات حرمة المصاهرة لأنه يتوصل به إلی وطء شرعاً،وذلک لا يحصل بالعقد الفاسد،فلهذا لا يثبت به الحرمة، ولأن النكاح الفاسد أصله غير منعقد فالسبب الفاسد لا يثبت إلا الملک الحرام وموجب النكاح ملک الحل وبين الحل والحرمة منافاة فإذا انعدم إثبات الملک الحلال بالسبب الفاسد والملک الحرام بالنكاح لا يكون خلا السبب عن الحكم والأسباب الشرعية إنما تعتبر لأحكامها فكل سبب خلا عن الحكم كان لغواً، الخ.(المبسوط للسرخسی، باب الغرور فی المملوكة:۱۵۸/٥،دارالمعرفة بيروت،انيس)

(۳) ردالمحتار،فصل فی المحرمات:۳۰/۳،دارالفكربيروت،انيس

﴿وأمهات نسائكم﴾(النساء: ۲۳)أطلقه فلا فرق بين كون امرأته مدخولا بها أو لا، وهو مجمع عليه عند الأئمة الأربعة وتوضيحه فی الكشاف،ويدخل فی لفظ الأمهات جداتها من قبل أبيها وأمها وإن علون، وقدی بالمرأة فانصرف إلی النكاح الصحيح فإن تزوجها فاسدا فلا تحرم أمها بمجرد العقد بل بالوطء أو ما يقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة لأن الإضافة لا تثبت إلا بالعقد الصحيح.(البحرالرائق،فصل فی المحرمات فی النكاح: ۱۰۰/۳، دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس)

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۹۰)

بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے:

سوال: ایک لڑکا اور لڑکی کا باہم رشتہ منگنی جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے، ان دونوں کے حقیقی دادا اور ایک رشتہ کے تایا اور پھوپھی نے کر دیا اور رسم منگنی بھی ادا ہوگئی؛ لیکن نکاح نہیں ہوا تھا کہ اسی حالت میں اس لڑکے کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو کیا اب اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے کے باپ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کیا وجہ ہے؟ ایک گروہ علماء درویشوں کا کہتا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ منگنی بھی ایک قسم کا ایجاب وقبول ہے اور نکاح کا وعدہ ہے۔ اب آپ بحوالہ کتب فقہ جواب سے نوازیں؟

الجواب

شرعاً اپنے بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے، اس میں کسی قسم کا تأمل، یا اختلاف نہیں ہے اور یہ ایسا صاف مسئلہ ہے کہ جس کے لیے دلیل بیان کرنے کی بھی حاجت نہیں؛ لیکن چوں کہ بعض درویشوں نے اس کا خلاف کیا ہے؛ اس لیے چند دلائل لکھے جاتے ہیں:

---

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيتك، إن كان المجلس للوعد، فوعد، وإن كان للعقد فنكاح. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۸۳، انيس)

وركن النكاح الايجاب والقبول وينعقد بلفظين ماضيين... ولا ينعقدنكاح المسلمين إلا بحضور رجلين أو رجل وامرأتين، الخ. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب النكاح: ۲/۱۰۹، انيس)

☆ بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے:

سوال: ایک لڑکے کی منگنی ایک لڑکی سے ہوئی اور خاطب اور مخطوبہ دونوں نابالغ تھے، اب اس وقت لڑکا چوں کہ نابالغ ہے اور لڑکی بالغہ ہے تو اس دختر بالغہ کا عقد لڑکے کے باپ سے شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں؛ کیوں کہ یہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہورہا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں بیٹے کی مخطوبہ کا نکاح اس کے باپ کے ساتھ شرعاً درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ بحکم نص قرآنی بیٹے کی زوجہ باپ کے لیے حرام ہے اور زوجہ نکاح سے ہوتی ہے، منگنی پر شرعاً نکاح کے احکام مرتب نہیں ہوتے، اسی وجہ سے فقہاء رحمہم اللہ نے محرمات میں مخطوبات کے نکاح کو کسی جگہ حرام نہیں لکھا، لہٰذا یہ نکاح شرعاً حلال ہے اور اس کا خلاف صریح غلط اور فقہ سے ناواقفیت ہے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، ۹/ شوال ۱۳۲۹ھ۔

الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ثابت علی عفی عنہ۔ عبد اللطیف عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۸۸)

انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح

پیغمبروں کے نکاح کے سلسلہ کے چند سوالات:

سوال: پیغمبروں کا نکاح بلا گواہوں کے صحیح ہے، یا نہیں؟

(۲) پھوپی اور ماموں کی بیٹیاں جو ہجرت کریں، وہ نبی کے لیے نکاح سے درست ہیں، یا بغیر نکاح کے؟

(۳) جو عورت اپنے نفس نبی کو ہبہ کرے، وہ نکاح سے درست ہے، یا بے نکاح؟ یہ حکم صرف نبی کے لیے ہے، یا امت کے لیے بھی؟

(۴) نکاح کے احکام اور شرائط پیغمبروں کے لیے بھی تھے، یا نہیں؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کس نے پڑھایا؟

الجواب

"لا نکاح إلا بشهود"(۱) حکم عام ہے، پیغمبروں اور غیر پیغمبروں کو شامل ہے اور جو امر بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جناب باری تعالیٰ شانہ کی طرف سے مخصوص ہے، اس پر قیاس نہیں ہوسکتا۔

(۲) نکاح کے ساتھ درست ہیں۔(۲)

(۱) الهداية، كتاب النكاح: ۲۸٦/۲، ظفير/عن علي رضي الله عنه قال: لا نكاح إلا بولي ولا نكاح إلا بشهود. (السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث: ۱۳٦٤٥، انيس)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا غير عدول أو محدودين في القذف. (الهداية، كتاب النكاح: ۱۸٥/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس)

(قوله: عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين أو اعميين أو ابني عاقدين) متعلق بينعقد بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذي: "البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة"، ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعا: "لا نكاح إلا بشهود"، فكان شرطا ولذا قال في مآل الفتاوىٰ: لو تزوج بغير شهود ثم أخبر الشهود على وجه الخبر لا يجوز إلا أن يجدد عقدا بحضرتهم، الخ. (البحر الرائق: ۹٤/۳، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

(۲) عن عمر بن الخطاب يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنية، وإنما لامرىء ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ما هاجر إليه. (موطأ الإمام محمد، باب النوادر، رقم الحديث: ۹۸۳، انيس)

(۳) یہ نکاح خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔(۱)

(۴) نکاح کی جو شرائط ہیں، وہ سب کے لیے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نکاح غالباً خود ہی پڑھا ہے۔(۲) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۴-۷۵)

نکاح کی مشروعیت کب ہوئی؟ نیز گزشتہ شرائع میں نکاح کا طریقہ کار کیا تھا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کی سنت کب جاری ہوئی؟ اور سابقہ شرائع میں اس کا کیا طریقہ تھا؟ خاص طور پر آدم علیہ السلام کا نکاح کیسے ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب

نکاح کے لغوی معنی دو چیزوں کو ملانا، یا آپس میں تداخل کرنا ہے،(۳) اور اصطلاح شریعت میں مرد وعورت میں

---

(۱) عن سهل بن سعد أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم جاء ته امرأة فقالت: يارسول اللّٰه! انى وهبت نفسى لک. (الحديث) (مشكاة المصابيح، باب الصداق، ص: ۲۷۷)

فى الحديث إيماء إلى قوله تعالىٰ: ﴿وامرأة مومنة إن وهبت نفسها للنبى إن أراد النبى أن يستنكحها﴾ قال صاحب المدارک: أى احللنا لک، الخ ﴿خالصة لک من دون المومنين﴾ الخ. قال النووى: هذا من خواص النبى (صلى اللّٰه عليه وسلم) ولا يجب مهرها عليه ولو بعد الدخول بخلاف غيره. (مرقاة المفاتيح على مشكاة المصابيح: ۳/۴۴۵، ظفير صديقى مفتاحى)

(۲) انعقاد نکاح کے لیے دو مرد گواہان، یا ایک مرد اور دو عورت کی موجودگی میں مرد وعورت کا ایجاب وقبول کرنا لازمی ہے، اس عمل کے لیے قاضی نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

"النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/۹، طبع سعيد، انيس)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا غير عدول أو محدودين فى القذف. (الهداية، كتاب النكاح: ۱/۱۸۵، دارإحياء التراث العربى بيروت، انيس)

(۳) (النِّكَاح)، بِالْكَسْرِ، فِي كَلَام الْعَرَب: (الوَطْءُ)، فِي الأَصل، (و) قيل: هُوَ (العَقْدُ لَهُ)، وَهُوَ التَّزويج، لأَنّه سببٌ للوَطءِ المباح، وَفِي (الصّحاح): النِّكاحُ: الوَطْءُ، وَقد يكون العَقْد، وَقَالَ ابْن سِيْده: النِّكاح: البُضْع، وذالک فِي نَوْعَ الإِنسانِ خاصّةً، واستعملَه ثعلبٌ فِي الذّباب، قَالَ شَيخنَا: واستعماله فِي الوَطْءِ والعَقْدِ مِمَّا وَقَعَ فِيهِ الخِلافُ، هَل هاذا حقيقةٌ فِي الكلّ أَو مجازٌ فِي الكلّ، أَو حقيقةٌ فِي أَحدِهِمَا مَجازٌ فِي الآخر، قَالُوا: لم يَرِدِ النّكاحُ فِي الْقُرْآن إلاّ بمعنَى العَقْدِ، لأَنّه فِي الوَطْءِ صَرِيحٌ فِي الجماع، وَفِي العَقْدِ كِنايةٌ عَنهُ. قَالُوا: وَهُوَ أَوْفَقُ بالبلاغَةِ والأَدبِ، كَمَا ذكرَه الزمخشريّ والرّاغبُ وَغيرهمَا، (نَكَحَ) الرَّجلُ، (كَمَنَعَ) اقْتَضاهُ القِياسُ وأَنكرَه جماعَة (وضَرَبَ)، هاذا هُوَ الأَكثر وَبه وَرد الْقُرْآن، وَعَلِيهِ اقتصرَ صاحبُ (الْمِصْبَاح) وَغيره، قَالَ ابْن سِيّده: وَلَيْسَ فِي الْكَلَام فَعَل يَفْعِل مِمَّا لامُ الفِعل مِنْهُ حاءٌ إلاّ يَنكِحُ ويَنْطِح، ويَمْنِحُ، ويَنْضِح، ويَنْبِح، ويَرْجِح، ويأْنِح، ويأْزِح، ويَمْلِح، وَقَالَ ابْن فَارس: النِّكاح يُطلَق على الوطْءِ، وعَلى العَقْد دون الوَطْءِ، وَقَالَ ابْن القُوطِيّة: نَكَحْتُها، إِذا وَطِئتها أَو تَزَوّجْتها، وأَقَرَّه ابنُ القطّاع، وَوَافَقَهُمَا السَّرَقُسطيّ وغيرُهم، ثمّ قَالَ فِي (الْمِصْبَاح) بعد تصريفَات الْفِعْل: يُقَال مأْخُوذٌ من نَكَحَه الدَّواءُ إِذا خامَرَه وغَلَبَه، ==

سے ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول کرنا،(۱) یا ایک شخص کا کلام جو طرفین کے کلام کے قائم مقام ہو سکے، کو نکاح کہا جاتا ہے۔(۲) نکاح کا حکم اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مرد کو اپنی بیوی کے تمام اعضا سے فائدہ اٹھانے کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔(۳) نکاح کا مقصد اصلی تو الد وتناسل اور پا کیزگی نفس وعفت کا حصول ہے۔(۴) نکاح کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ نکاح کے اندر رکن اصلی ایجاب وقبول کرنا ہے، جیسا کہ خرید وفروخت کے وقت اصل ایجاب وقبول ہوتا ہے؛ اس لیے کہ نکاح من وجہٍ ایک معاملہ ہے۔

نکاح کے حکم اور اس کے مقصد کی وضاحت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جس حکم اور مقصد کے لیے نکاح کو مشروع قرار دیا گیا ہے، وہ تمام انسانوں میں برابر پایا جاتا ہے۔

اسی علت کی بنیاد پر نکاح تمام مذاہب کے اندر جائز رہا ہے اور اسلام نے بھی کفار وغیر مسلمین کے وہ نکاح جو ان کے درمیان ان کے عقائد ونظریات کی بنیاد پر منعقد ہوئے ہوں، ان کو روا رکھا ہے؛ بلکہ زمانہ جاہلیت کے جو نکاح

== أو من تَـنـاكُـحِ الأَشجارِ، إذا انضَمّ بعضُهَا إِلى بعض، أَو من نَكَحَ المطَرُ الأَرضَ، إذا اختلَط فِي ثَرَاهَا وعَلى هـاذا فَيكون النِّكاح مَجازاً فِي العَقْد والوَطْءِ جَمِيعًا، لأَنّه مأْخوذٌ من غيره، لا يَستقيم القَولُ بأَنّه حقيقةٌ لا فيهمَا وَلَا فِي أَحـدِهـمـا،ويـؤيِّـده أَنّه لَا يُفْهَم العَقْد إلاّ بقرينةٍ، نَحْو نَكَحَ فِي بَنِي فلانٍ؛ وَلَا يفهم الوَطءُ إلاّ بقرينةٍ، نَحْو نَكَحَ زَوْجتَه، وذالک مـن عَلَامَات المَجاز .وإن قيـل غيـر مـأْخـوذٍ مـن شَـيْءٍ فيعتَبَر الوطءُ والاشتراک، واستعماله لُغَة فِي العقْد أَكثرُ،وَفِي نُسخةٍ من (الْمِصْبَاح): فيترجَّح الاشترَاک، لأَنّه لا يُفهَم واحدٌ من قِسْمَيه إلاّ بقَرينة .قَالَ شَيخنَا: وهاذا من الْمَجاز أَقْرَبُ .وقـولُه: واستعماله لُغة فِي العقد، إلخ هُوَ ظَاهر كلامِ جمَاعَة، وظاهرُ المصنّف كالجوهريّ عكْسُه، لأَنَّه قـدَّمَ الـوَطءَ، ثمَّ ظاهِر الصّحاح أَنّ استعمالَه فِي العقْد قليلٌ أَو مَجاز، وكلامُ المصنّف يَدلُّ على تَساويهما،انْتهى.(تاج العروس،مادة نكح:۱۹۵/۷-۱۹۶،دارالهداية،انيس)

(۱) النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر.(الدرالمختار، كتاب النكاح:۹/۳،طبع سعيد،انيس)

(۲) مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ نکاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے، جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں''۔(اسلام کے عائلی قوانین،مولانا مجاہد الاسلام،ص:۳۲،انیس)

(۳) ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا﴾(سورة الأعراف:۱۸۹،انيس)

(۴) ''أن كلا منهما سبب لوجود المسلم والإسلام ... إن الاشتغال به أفضل من التخلي لنوافل العبادات، أي الاشتغال به، وما يشتمل عليه من القيام بمصالحه، وإعفاف النفس عن الحرام، وتربية الولد، ونحو ذلک.(ردالمحتار، كتاب النكاح:۵۷/۴،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُکَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُکَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِکَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاکَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح،رقم الحديث: ۱۴۰۰،انيس)

اسلام سے قبل ہوئے ان کو بھی شریعت نے نکاح ہی قرار دیا ہے۔(۱) جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”ولدت من نكاح لا من سفاح“.(۲)

(میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، زنا سے نہیں۔)

یہی وجہ ہے کہ نکاح حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔(۳) حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے منعقد کیا ہے، جیسا کہ تاریخ طبری اور المنتظم فی تاریخ الملوک والامم میں اس بات کی صراحت ہے۔اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے:

﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ اَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾(سورۃ البقرۃ:۳۵)

دیگر انبیاء کرام کی شرائع میں بھی نکاح کا یہی طریقہ رہا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے:

﴿قَالَ إِنِّى اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلٰى اَنْ تَاْجُرَنِى ثَمَانِىَ حِجَجٍ﴾(۴)

البتہ شرائط وغیرہ میں جزوی اختلاف عین ممکن ہے؛ لیکن اصل کیفیت ایجاب وقبول ہی رہی ہے۔شریعت اسلامیہ میں بھی نکاح کو اسی اصل پر باقی رکھ کر اس کی شرائط وحدود کو مقرر کیا گیا ہے، جس کی تفصیل آیات قرآنیہ اور کتب احادیث وفقہ میں موجود ہے، (مثلاً مہر کا واجب ہونا، گواہوں کا شرط ہونا وغیرہ)۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نکاح انبیاء مرسلین کی سنت ہے اور آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک نکاح کا جزءِ اصلی ایجاب وقبول رہا ہے۔یہی طریقہ انبیاء کرام کے نکاحوں کا اور دیگر تمام انسانوں کے نکاحوں کا رہا ہے، جو آج تک لوگوں میں رائج ومروج ہے۔

لما فی روح المعانی (۶۹/۷): وقول شعيب عليه السلام:﴿إنى أريد أن أنكحك﴾الآية ظاهر فى أنه عرض لرأيه على موسى عليه السلام واستدعاء منه للعقد ... وقال بعضهم: يجوز أن تكون الشرائع مختلفة فى أمر الانكاح فلعل إنكاح المبهمة جائز فى شريعة شعيب عليه

(۱) ليس لنا عبادة شرعت من عهد الآدم إلى الآن ثم تستمر فى الجنة إلا النكاح والإيمان.(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح:۳/۳-۴، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) عن على رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال:خرجت من نكاح ولم أخرج من سفاح من لدن آدم إلى أن ولدنى أبى وأمى ولم يصبنى من سفاح الجاهلية شىء.(الشريعة للآجرى،رقم الحديث:۹۵۷،المعجم الأوسط للطبرانى،رقم الحديث:۴۷۲۸،انيس)

(۳) عن أبى أيوب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين:الحياء والتعطر والسواك والنكاح.(سنن الترمذى،باب ماجاء فى فضل التزويج والحث عليه،رقم الحديث:۱۰۸۰،انيس)

(۴) سورة القصص:۲۷،انيس

السلام ویکون التعیین للولی أو للزوج وکذا جعل خدمة الولی صداقا... والذی یمیل الیه القلب اختلاف الشرائع فی مواجب النکاح.

وفی تاریخ الطبری(۱/۷۰): عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه فأخرج إبلیس من الجنة حین لعن وأسکن آدم الجنة فکان یمشي فیها وحشاً لیس له زوج یسکن إلیها فنام نومة فاستیقظ فإذا عند رأسه امرأة قاعدة خلقها اللّٰه من ضلعه فسألها ما أنت؟ قالت امرأة، قال:ولم خلقت؟ قالت: لتسکن إلی، قالت له الملئکة... ما اسمها یاآدم؟ قال:حواء، قالوا: لم سمیت حواء؟ قال لأنها خلقت من شی حی، فقال اللّٰه تبارک وتعالی:﴿یا آدم اسکن أنت وزوجک الجنة﴾...وبعد أسطر:حتی خلق اللّٰه تعالی من ضلعه تلک زوجه حواء فسواها امرأة لیسکن إلیها فلما کشف عنه السنة وهب من نومته رآها إلی جنبه فقال فیما یزعمون واللّٰه أعلم لحمی ودمی وزوجتی فسکن إلیها فلما زوجه اللّٰه عز و جل وجعل له سکنا من نفسه،قال له،الخ.

وفی الدرالمختار(۳/۱۸٤):(کل نکاح صحیح بین المسلمین فهو صحیح بین أهل الکفر) خلافا لمالک ویرده قوله تعالی﴿وامرأته حمالة الحطب﴾ وقوله علیه الصلاة والسلام: ولدت من نکاح لا من سفاح.

وفی الردّ تحته:قوله﴿وامرأته حمالة الحطب﴾:أی فهذه الإضافة قاضیة عرفا ولغة بالنکاح... قوله (ولدت من نکاح لا من سفاح)...وقد استدل بالحدیث المذکور فی الفتح أیضا ووجهه أنه سمی ما وجد قبل الإسلام من أنکحة الجاهلیة نکاحا. (نجم الفتاویٰ:۴/۳-۴)

حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق:

سوال: حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس جگہ ہوا؟ اور کس نے یہ نکاح کیا؟ نیز اس کو گواہ کون تھے اور حق مہر کیا مقرر ہوا؟

الجواب

اس مسئلہ کے متعلق وحی (قرآن وحدیث) میں کوئی تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا، جیسا کہ ہمیں گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کرنے سے اذن ملتا ہے، البتہ حق مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا۔

کما فی الصاوی وغیره فلیراجع،لما قال العلامة احمد الصاوی المالکی رحمه اللّٰه: وقد خلقت بعد دخوله الجنّة نام فلما استیقظ وجدها فأراد ان یمد یده إلیها فقالت لَهُ الملائِکة مه: یاآدم! حتٰی تؤدی مهرها، وما مهرها؟ فقالوا: ثلاث صلوات أو عشرون صلاة علی سیدنا محمّد صلی اللّٰه علیه وسلم. (الصاوی: ۱/۲۲،تفسیر سورة البقرة) (فتاوی حقانیہ:۴/۳۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نکاح کا طریقہ:

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے پہلے نکاح کا کیا طریقہ تھا؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جاہلیت کے نکاح کئی طرح رائج تھے،(۱) شریعت نے صرف ایک طریقہ جو آج کل رائج ہے، باقی رکھا اور بقیہ سب کو ختم کردیا تو اب اس سے کیا کام۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۶/۱۲/۱۴۰۴ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۶۷)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہرا باندھا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سہرے باندھے ہیں۔ یہ سات سہرے کیا ہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سہرا باندھنا ہندوانی رسم ہے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی طرح ثابت نہیں، جو لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سہرا باندھنے کی بات منسوب کرتے ہیں، وہ خلافِ واقعہ اور غلط ہے۔مسلمانوں کو بہرحال اِس طرح کی ''ہندوانی رسم'' سے بچنا لازم ہے۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۷/۴۵۰،میرٹھ)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴/۳/۱۴۳۵ھ۔الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ(کتاب النوازل:۸/۲۹۱)

---

(۱) عن عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النِّكَاحَ فِي الجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ: فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ اليَوْمَ: يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوِ ابْنَتَهُ، فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا، وَنِكَاحٌ آخَرُ: كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا: أَرْسِلِي إِلَى فُلاَنٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ، وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلاَ يَمَسُّهَا أَبَدًا، حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الوَلَدِ، فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الِاسْتِبْضَاعِ،وَنِكَاحٌ آخَرُ: يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُونَ العَشَرَةِ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى المَرْأَةِ، كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا، فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ، وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا، أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ، حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا، تَقُولُ لَهُمْ: قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ، فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلاَنُ، تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا، لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ، وَنِكَاحُ الرَّابِعِ: يَجْتَمِعُ النَّاسُ الكَثِيرُ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى المَرْأَةِ، لاَ تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا، وَهُنَّ البَغَايَا، كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا، فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ، فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا، وَدَعَوْا لَهُمُ القَافَةَ، ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ، فَالْتَاطَ بِهِ، وَدُعِيَ ابْنَهُ، لاَ يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ »فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالحَقِّ، هَدَمَ نِكَاحَ الجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ اليَوْمَ.(صحيح البخاري:۷۶۹/۲، مطبع ياسر نديم ديوبند،رقم الحديث:۵۱۲۷،انيس)

(۲) ''عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم:''من تشبه بقوم،فهو منهم''.(سنن أبی داؤد،باب فی لبس الشهرة،رقم الحديث:۴۰۳۱،انيس)

==

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنی ازواج درست تھیں:

سوال (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بحکم خداوند تعالیٰ ازواج مطہرات بیک وقت کس قدر جائز تھیں؟

بادشاہ اسلام کتنی بیویاں کرسکتا ہے:

(۲) بادشاہ اسلام کو شرعاً منکوحہ بیویاں بیک وقت کس قدر جائز تھیں؟

الجواب

(۱) نو تک جائز تھیں، جیسا کہ جلالین شریف میں ہے:

﴿لایحل لک النساء﴾ من بعد التسع التی اخترنک. (۱)

اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے. (کذافی الکمالین) (۲) ویسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں، یا اس سے زیادہ؛ لیکن ایک وقت میں نو سے زیادہ اکٹھی نہیں ہوئیں۔فقط

(۲) چار سے زیادہ بیک وقت درست نہیں۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۷)

نفس کا ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے:

سوال: اگر کوئی عورت اپنا نفس نبی کو ہبہ کرے تو آپ اس سے بے نکاح و بے مہر وطی کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

== (من تشبه بقوم): أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار ...قال الطیبی رحمه اللّٰه تعالیٰ: هذا عام فی الخلق والخلق والشعار ولما کان الشعار أظهر فی التشبه ذکر فی هذا الباب، قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غیر". (مرقاة المفاتیح: ۲۷۸۲/۷، دارالفکر بیروت، انیس)

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال:" لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال ". (صحیح البخاری، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، رقم الحدیث: ۵۸۸۵، انیس)

(۱) تفسیر الجلالین، سورة الاحزاب: ۳۵٦، ظفیر

(۲) جلالین مع حاشیه: ۳۵٦، ظفیر

(۳) وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا (سورة النساء: ۳، انیس)/ ﴿طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ أی إثنتین إثنتین وثلاثاً ثلاثاً وأربعا أربعا ولا تزیدوا علی ذلک. (تفسیر الجلالین، تفسیر سورة البقرة: ۹۸/۱، دارالحدیث القاهرة، انیس)

والمحرمات بالجمع: لا یحل للرجل أن یجمع بین أکثر من أربع نسوة، لقوله تعالیٰ: ﴿مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (سورة النساء: ۳) نص علی الأربع فلا یجوز الزیادة علیهن. (الإختیار لتعلیل المختار، فصل محرمات النکاح: ۸۵/۳، مطبعة الحلبی القاهرة، انیس)

قرآن شریف میں تو صرف مہر کی معافی ہے اور نکاح کی شرط تو رکھی ہے۔ مشرح بیان فرمایئے؟

الجواب

یہ صحیح ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس خصوصیت سے مراد صرف مہر نہ ہونے کی خصوصیت ہے اور ہبہ کا لفظ ان کے نزدیک مجاز ہے نکاح سے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کرتی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) منظور فرما لیتے تو بلا مہر کے نکاح ہو جاتا ہے اور علاوہ لفظ ہبہ کے اور کسی لفظ سے نکاح وایجاب وقبول کی ضرورت نہیں؛ بلکہ جب کسی عورت نے کہا: "وهبت نفسي" اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبول کیا، نکاح ہو گیا اور مہر لازم نہ ہوا، یہ مطلب ہے آیت ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کا۔

اس کی تفسیر میں صاحب جلالین لکھتے ہیں:

النكاح بلفظ الهبة من غير صداق.(۱)

یہ تفسیر موافق مذہب امام شافعیؒ کے ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہبہ کے لفظ سے دوسروں کا نکاح بھی منعقد ہو جاتا ہے، ان کے یہاں خصوصیت صرف مہر کے نہ ہونے میں ہے۔ (كذا في الكمالين) (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۷۵-۷۶)

زوجین کی عمر میں تناسب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض اور اس کا حکم:

سوال: آج کل بعض مسلمان بوجہ اپنی جہالت وکم فہمی کے لڑکے لڑکی کی شادیوں میں باہمی رنجشوں اور عداوتوں

---

(۱) جلالين، مطبوعه اصح المطالع، سورة الأحزاب، ص: ۳۵۶، ظفير (﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا﴾ يَطْلُب نِكَاحَهَا بِغَيْرِ صَدَاق ﴿خَالِصَة لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ النِّكَاح بِلَفْظِ الْهِبَة مِنْ غَيْر صَدَاق ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ﴾ أَيْ الْمُؤْمِنِينَ ﴿فِي أَزْوَاجهمْ﴾ مِنْ الْأَحْكَام بِأَنْ لَا يَزِيدُوا عَلَى أَرْبَع نِسْوَة وَلَا يَتَزَوَّجُوا إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشُهُود ومهر.(تفسير الجلالين، سورة الأحزاب: ۵۵۸/۱، دار الحديث القاهرة، انيس)

(۲) وقال أبو حنيفة: ينعقد النكاح لغيره صلى الله عليه وسلم وإنما خص النبى صلى الله عليه وسلم لعدم وجود المهر عليه.(حاشية الجلالين، ص: ۳۵۶. ظفير)

وليس لأحد من أمته أن يتزوج امرأة بغير صداق وكذلك بلغنا فى تفسير هذه الآية ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾.(الحجة على أهل المدينة، باب الرجل يعتق أمته على أن يتزوجها: ۴۲۳/۳، عالم الكتب بيروت، انيس)

وإذا وهبت المرأة نفسها لرجل بشهود وقبلها فهذا نكاح. بلغنا أن هذه الآية: ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ نزلت فى ذلك، قال: وبلغنا أن هذا كان لرسول الله -صلى الله عليه وسلم- خاصة بغير مهر، ولا بد فيما بين الناس إذا وهبت نفسها لرجل وقبلها بشهود أنه يلزمه مهر مثلها إن مات عنها أو دخل بها وإن طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة.(الأصل للشيبانى، باب الهبة: ۲۲۵/۱۰، دار ابن حزم بيروت، انيس)

کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو نقصان وزَک پہونچانے کے لیے جھوٹی درخواستیں عدالتوں اور تھانوں میں گزار کر شادیاں رُکوادیتے ہیں اور احکامِ خدا ورسول کو بالکل پسِ پشت ڈالتے ہیں، اس طرح بندگاہ کو ناحق لٹوا کر اپنا مطلب نکالتے ہیں اور جائز کو ناجائز کر کے گنہ گار ہوتے ہیں۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی مبارک ہمراہ حضرت ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وقت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۰ر سال کی اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کی عمر صرف چند سال کی تھی تو اس کمی بیشی عمر پر نافہم لوگ اعتراض کرتے ہیں تو کیا بعض مسلمانوں کی یہ کارروائی شرعاً درست و جائز ہے، یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو ایسے شخص، یا اشخاص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

آپس میں لڑائی رکھنا اور ایک دوسرے کو نقصان پہونچانا، جھوٹی درخواستیں دے کر شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ایسی چیزوں کی سخت ممانعت آئی ہے۔(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام میں عیب نکالنا اور تحقیر کرنا کفر ہے، ایسی چیز سے ایمان جاتا رہتا ہے۔(۲) شریعت کی طرف سے نکاح میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے؛ لیکن مصالح اور معاشرت کی وجہ سے طرفین کی عمر میں تناسب کی رعایت رکھی جائے تو بہتر ہے،(۳) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل میں شبہ نہیں کرنا چاہیے؛ کیوں کہ آپ کا ہر فعل مصالح سے پُر تھا، اس نکاح میں بھی بے شمار مصالح تھیں، جیسا کہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں بہت سی مصلحتیں تھیں، جب کہ ان کی عمر چالیس سال تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ر سال تھی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶ر ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۱/۱۰-۴۸۲)

---

(۱) "لا ضرر ولا ضرار"(لا ضرر: أی لا یضر الرجل أخاه فینقصه شیئا من حقه.(رواه الحاکم والدارقطنی عن أبی سعید رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: وزاد: "من ضر ضره اللّٰه، ومن شق شقاق اللّٰه علیه". (فیض القدیر (رقم الحدیث: ۹۸۹۹): ٦٤٨٤/١٢، مکتبه نزار مصطفی الباز، الریاض)

(۲) "ومن استخف بسنة أو حدیث من أحادیثه علیه الصلاة والسلام، أورد حدیثا متواترا، أوقال: سمعناه کثیراً، بطریق الاستخفاف، کفر". (مجمع الأنهر، باب أحکام المرتدین، ثم ان الفاظ الکفر أنواع، الثانی فی الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام: ٦٩٢/١، دار احیاء التراث العربی بیروت)

"من لم یقر ببعض الأنبیاء علیهم السلام، أو عاب نبیا بشیء، أو لم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام، فقد کفر". (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، فصل فیما یعود الی الأنبیاء علیهم السلام: ٤٧٧/٥، ادارة القرآن کراتشی)

(۳) وکونها دونه سنا". (الدر المختار)

(قوله: دونه سنا) لئلا یسرع عقمها، فلا تلد". (ردالمحتار، کتاب النکاح: ٨/٣، سعید)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا رشتہ کیوں رد کر دیا گیا:

سوال: الحاج محمد عاشق علی حسامی کی ایک کتاب ''حقوق العباد'' ہے، اس کتاب کے صفحہ: ۳۷/ پر شادی کی عمر سے متعلق ایک روایت درج ہے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں نے نکاح کا پیغام دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا؛ کیوں کہ یہ دونوں عمر میں بہت بڑے تھے اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) چھوٹی تھیں''۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

جی ہاں! یہ بات روایات میں آئی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ پیام نکاح دیں؛ لیکن وہ اپنی معاشی تنگ دستی کی وجہ سے جھجک رہے تھے، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح فرما دیا۔(۱)

جہاں تک عمر کے تفاوت کی بات ہے تو یہ بھی اس رشتہ کو رد کرنے کی وجہ ہوسکتی ہے، لیکن غالباً روایات میں اس کی صراحت نہیں۔ عربوں کے یہاں عمر کے خاصے تفاوت کے ساتھ بھی نکاح کا رواج تھا۔

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مددگار اور جان نثار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانی کے مکافات کے طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں لایا اور خود اپنی صاحبزادیوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نکاح میں دیا؛ اسی لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۴۱-۴۴۲)

---

(۱) دیکھئے: أسد الغابة: ۲۳۸/۷ (أخبرنا أبو أحمد عبد الوهاب بن على الصوفى، أخبرنا أبو الفضل بن ناصر، أخبرنا الخطيب بن أبى الصقر الأنبارى، أخبرنا أبو البركات أحمد بن عبد الواحد بن نظيف، أخبرنا أبو محمد بن رشيق، حدثنا أبو بشر الدولابى، حدثنا أحمد بن يحيى الصوفى، حدثنا إسماعيل بن أبان، حدثنا أبو مريم، عن أبى إسحاق، عن الحارث، عن على قال: خطب أبو بكر وعمر يعنى: فاطمة إلى رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فأبى رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عليهما، فقال عمر: أنت لها يا على،فقلت: ما لى من شىء إلا درعى أرهنها،فزوجه رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فاطمة، فلما بلغ ذلک فاطمة بكت، قال: فدخل عليها رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: ما لک تبكين يا فاطمة فوالله لقد أنكحتک أكثرهم علما، وأفضلهم حلما، وأولهم سلما.(أسد الغابة، فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۲۱۶/۷،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

تعدد ازدواج کے احکام

اسلام میں بیک وقت تعداد ازواج کا حکم:

سوال: اسلام نے ایک وقت میں کتنی بیویاں جمع کرنے کی گنجائش رکھی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اسلام نے ایک مرد کے لیے بشرط عدل ومساوات ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے، ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو حرام وناجائز قرار دیا ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ:﴿فانکحوا ما طالب لکم﴾أی تزوجوا، ما بمعنی ﴿من النساء مثنٰی وثلٰث ورُبع﴾ولاتزیدوا علی ذلک. (تفسیر الجلالین،ص:٦٩،سورۃ البقرۃ)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۲۰۳/۴)

دوسرا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: بیوی سے موافقت نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے نکاح میں شرعاً کوئی مضائقہ تو نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر زوجہ سے موافقت نہ ہو اور دوسرا نکاح کرنا چاہے اور دوسرے نکاح کے بعد خوف ہو کہ مساوات نہ ہو سکے گی تو پہلی زوجہ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح کرے؛ مگر یہ کہ وہ عورت سابقہ راضی ہو اپنے حقوق کے چھوڑنے پر۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۰۲/۷)

---

(۱) قال العلامة الحصكفي:وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر،لا أكثر،وله التّسرى بماشاء ما الإماء.(الدرالمختار علىٰ هامش ردّالمحتار:٤٠٠/٢،فصل فى المحرمات)(ومثله فى الهندية:٧/٢،كتاب النكاح)

(۲) قال عزوجل:﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾(الآية)(سورة النساء:٣)

وفى الدرالمختار، فى بيان أحكام النكاح: (ومكروها)أى يكون نكاح مكروها (لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلك.(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار:٣٥٩/٢)

وفيه: ويجب (أى الطلاق) لفوات الإمساك بالمعروف.(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار، كتاب الطلاق:٥٧٢/٢)

و فيه:(ولو)...(ترك قسمتها)أى نوبتها (لضرتها صح).(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار، باب القسم بين الزوجات:٥٥١/٢،ظفير)

نکاح کے وقت کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کرنے کی شرط:

سوال: بعض اہل سنت حنفی مذہب عقد نکاح میں ناکح سے یہ شرط کرتے ہیں کہ اگر اس منکوحہ کے سوا دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق اور اس مضمون کی ایک دستاویز بھی شوہر سے لکھوا لیتے ہیں، اس صورت میں نکاح مذکور صحیح ہے، یا فاسد؟ اور ایسی شرط کرنا اور دستاویز لکھا لینا درست ہے، یا نہیں؟

درصورت عدم جواز حاکم مسلم کی ممانعت اس امر خلاف شرع سے پہنچتی ہے، یا نہیں؟ جو کچھ حق صریح اس بات میں ہو، باشہادت ادلہ عقلیہ ونقلیہ زیب قلم فرمادیں؟

الجواب

یہ نکاح شرعاً صحیح ومعتبر ہے اور اس تعلیق سے نکاح میں فساد نہیں آتا اور یہ تعلیق بھی شرعاً معتبر اگر اس شرط پر نکاح کیا گیا ہے تو خاوند کے دوسرے نکاح کرنے سے اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

كما في الدرالمختار،في بيان التعليق:(هو)... (ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة أخرى) ... (شرطه الملك)...(لقوله لمنكوحته:)...(إن ذهبت فأنت طالق، أوالإضافة إليه)...(كإن) نكحت امراءة أوإن (نكحتك فأنت طالق) وكذا كل امرأة،انتهى.(۱)

مگر چوں کہ اصلی مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مرد کو بشرط اقامت عدل بین الازواج وتحمل نان نفقہ چار تک زوجات درست ہیں؛ اس لیے ایسی شرط رائج کرنا ہرگز اصول شریعت کے سزاوار ومطابق نہیں۔

قال الله تعالى:﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾(۲)

وقال عز ا سمه:﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾(۳)

اقل درجات امر اباحت یہ ہے۔ پس اس میں اشتراط مذکور رواج وشائع کرنا بے شک اس اباحت کی مخالفت اور

---

(۱) الدرالمختار،باب التعليق:۳/۳٤۱-۳٤۵،دارالفكر بيروت،انيس)

ترجمہ: جیسا کہ درمختار میں تعلیق کے بیان میں ہے کہ تعلیق سے مراد مربوط کرنا ہے کسی جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون کے محصول سے بشرط ملک، جیسے کہ مرد اپنی منکوحہ سے کہے کہ اگر جائے تو تجھے طلاق ہے یا اس کی طرف اضافت کرنا جیسے یہ کہے: اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں یا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے اور اسی طرح ہر عورت۔

(۲) سورة النساء:۳٤،انيس

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

(۳) سورة النساء:۳،انيس

ترجمہ: اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''تم نکاح کروان عورتوں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار''۔

حکمت شرعیہ تعدد ازواج کو روکتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات بسبب بعض ضرورت کے نکاح ثانی کی سخت احتیاج ہوجاتی ہے، حالاں کہ نکاح ثانی سنت ہے اور بشرط عدم خشیۃ میل واقامت عدل وامن از جور موجب نفع ہے اور نیز مقتضائے شرعیت ''تزوجوا الودود الولود فإنی مکاثر بکم الأمم'' (۱) پر عمل ان وجوہ سے بوجہ ان اشتراط کے موقوف کرتے ہیں، سعی مناسب ہے اور جس مسلمان حاکم کی ریاست میں اس کا شیوع ہو، اس کو چاہیے کہ اس کے رفع میں کوشش کرے اور بجبر ان لوگوں سے ترک کراوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۱-۳۸۲)

مرد نے کہا کہ اس بیوی کی زندگی میں دوسرا نکاح حرام ہے، پھر کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی عورت کے حق میں اقرار کیا کہ تمہاری زندگی میں مجھے کسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر زید نکاح ثانی کرے تو کیا حکم ہے؟ کوئی صورت جواز کی ہوسکتی ہے، یا نہ؟

الجواب

زید کا یہ قول شرعاً غلط ہے اور لغو ہے؛ کیوں کہ درحقیقت شریعت میں اس کو دوسرا نکاح کرنا پہلی زوجہ کی موجودگی میں حرام نہیں ہے؛ بلکہ جائز ہے۔

کماقال اللّٰہ تعالیٰ ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (سورة النساء:۳)

پس زید کو نکاح کرنا اپنے نفس پر یمین ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر وہ نکاح کرے تو اس کو کفارہ قسم کا دینا ہوگا اور کفارہ قسم کا دس مسکینوں کو کھانا دونوں وقت کھلانا ہے، یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو تین روزے متواتر رکھنا لازم ہے اور طلاق کسی عورت پر نہ پڑے گی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۲۶۳-۲۶۴)

---

(۱) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: لَا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ. (سنن أبی داؤد، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء، رقم الحدیث: ۲۰۵۰، انیس)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُودُ، الْوَلُودُ، الْعَؤُودُ عَلَى زَوْجِهَا، الَّتِي إِذَا آذَتْ أَوْ أُوذِيَتْ، جَائَتْ حَتَّى تَأْخُذَ بِيَدِ زَوْجِهَا، ثُمَّ تَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَذُوقُ غُمْضًا حَتَّى تَرْضَى. (السنن الكبرىٰ للنسائی، شكر المرأة لزوجها، رقم الحديث: ۹۰۹۴، انیس)

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ أَيْضًا فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ، أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، حَتَّى إِنَّكَ لَتَرَى السَّقْطَ مُحْبَنْطًا، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا، حَتَّى يَدْخُلَهَا أَبَوَايَ. (كتاب الآثار لأبي يوسف، باب الغزو والجيش، رقم الحديث: ۹۱۶، انیس)

ترجمہ حدیث: ''تم زیادہ بچے جننے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو؛ کیوں کہ میں تمہارے ذریعہ اور امتوں پر زیادتی کرنے والا ہوں''۔

عہد شکنی کر کے دوسرا نکاح:

سوال: میرے شوہر عامل ہیں، وہ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے تھے کہ میں دوسرا نکاح نہیں کروں گا؛ لیکن انہوں نے چھپ کر عملیات کے لیے آنے والی ایک خاتون سے نکاح کرلیا۔ کیا مرد اپنی بیوی اور ماں کی اجازت کے بغیر اس طرح قسم کھا کر پھر دوسرا نکاح کرسکتا ہے اور اس کا یہ نکاح ہو جائے گا؟ (ایک بہن)

الجواب

شریعت نے عدل کی شرط اور ایک سے زیادہ بیوی کی ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت کی شرط کے ساتھ ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے،(۱) اس کے لیے بیوی، یا ماں کی اجازت شرعاً ضروری تو نہیں؛ لیکن گھر کو اختلاف و انتشار سے بچانے کے لیے اگر ان حضرات کو اعتماد میں لے لیا جائے تو بہتر ہے۔ نیز اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے دوسرا نکاح نہ کرنے کا وعدہ کیا ہو تو چوں کہ وعدہ کو پورا کرنا اخلاقاً واجب ہے؛ اس لیے مرد کا یہ قدم اٹھانا وعدہ خلافی میں شمار ہوگا۔(۲) اب جب کہ آپ کے شوہر دوسرا نکاح کر چکے ہیں تو بہتر ہے کہ آپ اپنی سوکن کو بہن سمجھ کر انہیں

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء:۳،انیس)

وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملك وهو البيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك هو الحب والجماع؛ لأن الحب عمل القلب، والجماع يبنى عل النشاط، وكل ذلك لا يتعلق باختياره إليه، أشار إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: هذا قسمى فيما أملك ولا تؤاخذنى فيما لا أملك. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الهندية: ۴۳۹/۱، زكرياديوبند، انیس)

(۲) عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخارى، كتاب الايمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، طبع قديمى كتب خانه، انیس)

عن زيد بن أرقم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفى له فلم يف ولم يجىء للميعاد فلا إثم عليه. (سنن أبى داؤد، باب العدة، رقم الحديث: ۴۹۹۵/ سنن الترمذى، باب ماجاء علامة المنافق، رقم الحديث: ۲۶۳۳، انیس)

(فلا إثم عليه) قيل: فيه دليل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعى بل هو من مكارم الأخلاق بعد أن كانت نيته الوفاء، وأما جعل الخلف فى الوعد من علامات النفاق، كما مر فى أول الكتاب، فمعناه الوعد على نية الخلق، وقيل الخلف فى الوعد بغير مانع حرام وهو المراد ههنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به فى الشرائع السابقة أيضاً. (لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح، باب الوعد، الفصل الثانى: ۱۸۰/۸-۱۸۱، دارالنوادر دمشق، انیس)

الخلف فى الوعد أمر لا يستحب وإن كان جائزاً ولا كراهة فيه إذا كان عندالوعد عازماً ثم بدأ له أن لا يفعل، فأما إذا كان يضمر وقت الوعد أن لا يفعل، كان نفاقاً وتغريراً وهو ممنوع. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، باب فى الكبر: ۶۵/۳، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ، انیس)

"الخلف فى الوعد حرام، كذا فى أضحية الذخيرة". (الأشباه والنظائر) ==

برداشت کریں اور صبر وضبط سے کام لیں، اس سے آپ کو ذہنی سکون بھی حاصل ہوگا اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی آپ کو حکمِ شریعت کے تحت خلافِ طبیعت بات کو برداشت کرنے کا اجر وثواب حاصل ہوگا۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۲۴)

ایک نکاح سے زائد پر پابندی مسلم پرسنل لا کے خلاف:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندوستان کے اندر تمام مسلمانوں پر ایک ہی 'مسلم پرسنل لا' لاگو ہوتا ہے، اگر ہندوستان میں رہتے ہوئے کوئی مسلمان سرکاری ملازمت میں ہے تو کیا اس مسلمان پر پوری طرح 'مسلم پرسنل لا' لاگو نہیں ہوتا ہے، کوئی بھی مسلم ایک وقت میں ۴ (چار) نکاح کرسکتا ہے؛ لیکن سرکاری ملازم پر یہ قانون تھوپا گیا ہے کہ ایک بیوی کے زندہ رہتے ہوئے دوسری شادی نہیں کرسکتا۔ کیا یہ قانون 'مسلم پرسنل لا' کے خلاف نہیں ہے؟ کیا یہ شریعت میں مداخلت نہیں ہے؟ شریعت کی رو سے 'مسلم پرسنل لا' کے تحت جواب سے مستفیض فرمائیں؟

(المستفتی: راحت سعید جعفری، زاہد نگر، کرولہ مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اسلامی شریعت میں ایک سے زیادہ چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے؛ لیکن اس کے لیے شوہر کے اوپر سب بیویوں کے درمیان عدل وانصاف اور یکسانیت برتنا لازم اور واجب ہے اور ساری بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر قدرت رکھنا بھی لازم ہے کہ سب بیویوں کے جسمانی جنسی حقوق ادا کرنا اور ان کے مالی حقوق ادا کرنا یکسانیت کے ساتھ شوہر پر لازم ہوتا ہے، اگر حقوق زوجیت کی ادائیگی پر قدرت نہیں ہے تو متعدد نکاح کرنا جائز نہیں؛ لہٰذا اگر کوئی

== "(قوله : الخلف في الوعد حرام)قال السبكي :ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب أيفاء،وقال صاحب العقد الفريد في التقليد:إنما يوصف بماذكر:أي بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف، كما في قوله المذكورين في آية:(لئن اخرجتم لنخرجن معكم) فوصفوا بالنفاق،كما في الإحياء من حديث طويل عن أبي داؤد والترمذي مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي،فلم يف،فلا إثم عليه". (انتهٰى)وقيل:عليه فيه بحث، فإن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء.(غمز عيون البصائر، كتاب الحظر والإباحة:٣/ ٢٣٦،إدارة القرآن كراتشي،انيس)

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنها قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:المؤمن الذي يخالط الناس ويصبر على أذاهم أعظم أجرا من المؤمن الذي لا يخالط الناس ولا يصبر على أذاهم.(سنن ابن ماجة،باب الصبر على البلاء،رقم الحديث: ٤٠٣٢،انيس)

قال عبداللّٰه:قسم النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قسمة، كبعض ماكان يقسم،فقال رجل من الأنصار:واللّٰه إنها قسمة ما أريد بها وجه اللّٰه عزوجل،قلت أنا،لأقولن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم،فأتيته،وهو في أصحابه،فساررته،فشق ذلك عليه صلى اللّٰه عليه وسلم وتغير وجهه،وغضب،حتى وددت أني لم أكن أخبرته،ثم قال:قد أوذي موسىٰ بأكثر من ذلك فصبر.(صحيح البخاري،باب الصبر على الأذى،رقم الحديث: ٣٩٠،انيس)

شخص متعدد بیویوں کے حقوق کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے، پھر اس کے اوپر حکومت کی طرف سے تعدد نکاح پر پابندی لگائی جاتی ہے تو یہ 'مسلم پرسنل لا' کے خلاف پابندی ہے اور شریعت اسلامی میں مداخلت ہے۔

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ أن غیلان بن سلمة الثقفی أسلم، وله عشر نسوة فی الجاهلیة، فأسلمن معه، فأمر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أن یتخیر منه أن ربعا. (سنن الترمذی، النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نسوة، النسخة الهندیة: ۲۱۴/۱، دار السلام، رقم: ۱۱۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷/ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۸۲۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۱/۱۴۳۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۲۷)

تعداد ازدواج پر پابندی لگانے کا مسودہ پیش کرنا جائز نہیں:

سوال: جناب عبد العزیز صاحب چودھری وممبر اسمبلی ریاست کپورتھلہ، ریاست کپورتھلہ کی اسمبلی میں ''قانون انضباط تعداد ازدواج'' کے نام سے ایک مسودہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ موصوف نے اس مسودہ قانون کو پیش کرنے کی اجازت طلب کرنے سے قبل اس کی ایک نقل حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کو اظہار رائے کے لیے بھیجی۔ اس کے متعلق حضرت موصوف نے تحریر فرمایا:

الجواب

جناب کا عنایت نامہ مع مسودہ ''قانون انضباط تعداد ازدواج'' پہنچا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ جناب نے جس غرض سے اسے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے، وہ خود اس بل کو تمہید میں مرقوم ہے اور یہ صحیح ہے کہ بہت سے مردوں کی سیاہ کاری سے عورتوں کو مصائب اور تکالیف پیش آرہی ہیں؛ مگر محترمی! میرا مستحکم اور پختہ خیال یہ ہے کہ یہ بل اور اس قسم کے تمام بل بجائے اس کے کہ ان مظالم کو روکیں، شریعت مطہرہ کے اندر مداخلت کا دروازہ کھولنے اور احکام شریعت کو غیر مسلم ججوں کے ساتھ کھلونا بنا دینے کا دروازہ کھول دیں گے۔ سارا ایکٹ کا معاملہ جناب کے پیش نظر ہے۔ جمعیۃ علمائے ہند اور ہندوستان کی دوسری مسلم جماعتیں اور جمعیتیں اس کے مسترد کرانے کے لیے اس وقت گورنمنٹ سے برسر پیکار ہیں۔ اس میں بھی زیادہ تر مطمح نظر یہی ہے کہ اس کی وجہ سے اسمبلی کے لیے دیگر مذہبی احکام میں مداخلت کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس کو مسلمان برداشت نہیں کر سکتے؛ اس لیے میری ناچیز رائے اس بل کے قطعی خلاف ہے، جو جناب پیش کرنا چاہتے ہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا مسودہ قانون پیش کریں، جس کے ذریعے سے مسلمانوں کے شرعی معاملات: نکاح، طلاق، خلع، عنین، مفقود وغیرہ کے تمام مقدمات فیصل کرنے کے لیے مسلمان قضاۃ کی عدالت قائم کی جائے

اور اس مسلم عدالت میں ان مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک مسلم قانون مرتب کیا جائے اور اس کے موافق مقدمات فیصل کئے جائیں، یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے، اس سے پہلے بعض غیر مسلم ریاستوں میں اس قسم کے قاضی جن کو ان معاملات کے مقدمات فیصلے کرنے کے اختیارات ہوئے ہیں مقرر تھے اور امریکہ نے اپنی بعض ریاستوں میں ایسی شرعی عدالتیں مسلمانوں کے لیے قائم ہوئی ہیں۔ مسلمانان سیلون نے بھی اس مضمون کا مطالبہ اس نئی اسکیم میں پیش کیا ہے، جو اصلاح کے لیے زیر غور ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مہاراجہ کپورتھلہ ایک روشن خیال والی ریاست ہیں۔ اگر مسلمان ارکان اسمبلی متفقہ طور پر یہ مطالبہ پیش کریں گے تو مہاراجہ اس کی منظوری دے دیں گے۔ آپ اس کی تمہید میں یہ ضرورت واقعیہ ظاہر کریں کہ مسلمان کے مذہب کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے شرعی معاملات میں غیر مسلم حاکم کا فیصلہ کافی نہیں ہے؛ بلکہ مذہبی احکام کے بموجب ان معاملات کا فیصلہ کرنے والا حاکم مسلمان ہونا ضروری ہے۔

اگر آپ کی کوشش سے یہ مطالبہ پورا ہو گیا تو پھر نہ صرف وہ مظالم جو تعدد ازدواج سے پیش آتے ہیں؛ بلکہ عورتوں کے متعلق تمام مظالم کا سد باب ہو جائے گا۔ اگر جناب اس مضمون کا بل پیش کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو میں اور میری جماعت پورے طور پر ہر ممکن امداد کے لیے تیار ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنی رائے مبارک سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، ۲۶/ مارچ ۱۹۳۰ء۔ (کفایۃ المفتی: ۲۶۸/۵-۲۶۹)

سرکاری ملازم پر ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر پابندی لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندوستان کے اندر تمام مسلمانوں پر ایک مسلم پرسنل لاء لاگو ہوتا ہے، اگر ہندوستان میں رہتے ہوئے کوئی مسلمان سرکاری ملازمت میں ہے، تو کیا اس مسلمان پر پوری طرح 'مسلم پرسنل لا' لاگو نہیں ہوتا ہے؟ کوئی بھی مسلم ایک وقت میں ۴/ بیویاں کر سکتا ہے؛ لیکن سرکاری ملازم پر یہ قانون تھوپا گیا ہے کہ ایک بیوی کے زندہ رہتے ہوئے دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ کیا یہ قانون مسلم پرسنل لا کے خلاف نہیں ہے؟ کیا یہ شریعت میں مداخلت نہیں ہے؟ شریعت کی رو سے مسلم پرسنل لا کے تحت جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اسلام میں ہر مسلمان مرد کو بیک وقت ۴/ عورتوں سے نکاح کا حق ہے، اِس حق کو کوئی قانون منسوخ نہیں کر سکتا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)

سرکاری ملازم کے لیے اگر اِس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہے تو اس بارے میں مسلم تنظیموں بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو توجہ دلانی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۱/۸ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

ایک سے زائد نکاح کس کے لیے جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دونکاح تین نکاح اور چار نکاح کون کرسکتا ہے؟ اور کس کے لیے جائز نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایک سے زائد نکاح اُسی کے لیے کرنے کی اِجازت ہے، جو سب بیویوں کے حقوق پوری طرح یکساں طور پر ادا کرنے پر قادر ہو، اگر وہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے پر قادر نہ ہو تو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/۴۷)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ لَا تَعُوْلُوْا﴾ (النساء:۳)

عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: من كانت له امرأتان يميل لأحدهما علی الأخریٰ جاء يوم القيامة يجر أحد شقيه ساقطًا أومائلاً. (سنن أبی داؤد، رقم: ۲۱۳۳، سنن الترمذی، رقم: ۱۱۴۱، سنن النسائی رقم: ۳۹۴۲، سنن ابن ماجة رقم: ۱۹۶۹، إعلاء السنن ۱۱/۳۳۱، بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۵/۱۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

ایک سے زیادہ بیوی کرنا کب جائز ہے:

سوال: فقہ کی رو سے مرد کن حالات میں ایک سے زیادہ بیویاں کرسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــ

شریعت سے مرد کو چار زوجہ رکھنے کی اجازت اور اباحت ہے؛ لیکن ساتھ یہ حکم ہے کہ ان میں عدل ومساوات کرے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو پھر ایک زوجہ پر ہی اکتفا کرے۔

کماقال اللّٰہ تعالیٰ ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (الآیة) (سورۃ النساء: ۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۷)

ضرورت کی بنا پر نکاح ثانی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری عمر ۴۷/سال ہے، حافظ قرآن ہوں، بفضلہ تعالیٰ برسر روزگار اور صاحبِ اولاد ہوں، میری شادی کو ۲۱/سال ہو چکے ہیں، دولڑکیاں جن کی شادی کرچکا ہوں، اپنے گھر ہیں اور گھر میں تین لڑکے اور بیوی ہے، بوڑھے والدین بھی ہمراہ ہیں، غالبًا عرصہ ڈیڑھ سال سے بیوی سے ناچاقی شروع ہوگئی، جو کہ بڑھتی گئی، اس درمیان ایک مال دار بیوہ سے ملاقات ہوئی، جس سے

کاروباری شرکت کی بات شروع ہوئی، ملاقاتیں بڑھتی گئیں، نتیجہ میں مجھ کو اس میں خوبصورتی نظر آئی تو میں نے نکاح کی پیش کش کردی، جس کو اس نے بخوشی منظور کرلیا، لہٰذا میں نے ۱/۱/۲۰۰۵ء کو اس سے نکاح کرلیا اور گھر بیوی بچے ماں باپ کو چھوڑ کر نئی منکوحہ کے ساتھ سکونت اختیار کرلی اور گھر والوں کو بذریعہ تحریر مطلع کردیا، ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا، اِن شاءاللہ نان ونفقہ کی پوری حیات ذمہ داری پوری کروں گا؛ لیکن میرا پورا خاندان برگشتہ ہوگیا اور والد صاحب تو سخت ناراض ہیں۔ اب اِن حالات میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ خدا اور رسول کے حکم کے تحت راستہ دکھائیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

دوسری شادی کرنے کا آپ کو شرعاً حق حاصل ہے؛ لیکن اخلاقاً اس اقدام سے پہلے آپ کو اپنے بوڑھے والدین کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ نیز دوسری شادی کے بعد لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق یکساں طور پر ادا کیے جائیں۔ محض نان ونفقہ دینے سے ذمہ داری پوری نہ ہوگی؛ بلکہ ہر بیوی کے ساتھ بلا امتیاز رات گزارنا لازم ہے، مثلاً ایک رات ایک بیوی کے ساتھ رہے تو دوسری رات دوسری بیوی کے ساتھ گزارے، یا دو رات ایک بیوی کے پاس رہے تو اگلی دو راتیں دوسری بیوی کے ساتھ گزارے۔ اگر دونوں بیویوں کے درمیان مساوات نہیں رکھی تو آخرت میں سخت مواخذہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ’’جو شخص بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے بدن کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی‘‘۔

قال الله تعالىٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ﴾ أى خشيتم ايها الذين تريدون النكاح ﴿اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ بين الأزواج المتعددة ﴿فَوَاحِدَةً﴾ أى فانكحوا واحدة واحدة، وذروا الجمع، وقرأ أبو جعفر فواحدةٌ بالرفع على أنه فاعل فعل محذوف أو خبر مبتدأ محذوف فتكفيكم واحدة. (التفسير المظهری: ۲/۲۱۹، زکریا)

عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشكاة المصابيح: ۹۷۲)

ويجب أن يعدل فيه أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة، وفى الملابس والماكول والصحبة. (الدرالمختار)

ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامی: ۴/۹۷۳، زکریا/ دینی مسائل اوران کا حل: ۶۷، فتاویٰ محمودیہ: ۲۱/۶۲۴، ڈابھیل)

من كانت له امرأتان ومال إلى أحداهما فى القسم جاء يوم القيامة وشقه مائل، وإذا كان للرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما فى القسم بكرين كانتا او ثيبين، أو أحداهما بكراً والأخرى ثيبًا. (البناية مع الهداية، باب القسم: ۵/۲۰۵)

وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملك وهو البيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك هو الحب والجماع؛ لأن الحب عمل القلب، والجماع يبنى عل

النشاط، وکل ذٰلک لا یتعلق باختیارہ إلیہ، أشار إلیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: ھٰذا قسمی فیما أملک ولا تؤاخذنی فیما لا أملک. (خانیۃ علی الھندیۃ: ۱/۴۳۹، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

۵/ بچوں کے باپ کو دوسری شادی کرنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اِس وقت میرے پانچ بچے ہیں، دوسری شادی کے لیے سوچنا، یا کر لینا کہاں تک جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بچوں کی تربیت بہرحال لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ نئی شادی کے شوق میں بچوں پر خاطر خواہ توجہ نہ ہو سکے؛ اس لیے اچھی طرح غور وفکر کر لیں کہ آپ بچوں اور بیوی کے حقوق واقعۃً ادا کر سکتے ہیں، جب اس کا انتظام ہو جائے تو نئی شادی کے بارے میں سوچیں۔

ومقتضی الحضانۃ حفظ المحضون وإمساکہ عما یؤذیہ وتربیۃ لینمو، وذٰلک بعمل ما یصلحہ وتعہدہ بطعامہ وشرابہ وغسلہ وغسل ثیابہ ودھنہ وتعھد نومہ ویقظتہ. (الموسوعۃ الفقھیۃ: ۱۷/۳۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۴/۱۴۲۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

کثرتِ ازدواج کی حکمت:

سوال: کیا وجہ ہے کہ آں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کے لیے نو، یا سات ازواجِ مطہرات کو جائز قرار دیا اور عام امت کے لیے بیک وقت چار کی قدغن لگا دی؟ واضح باد کہ اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وذات مبارک میں (معاذ اللہ) کوئی تنقید وتنقیص نہیں؛ بلکہ یہ کوئی کافر کا اعتراض ہو سکتا ہے، اس کی تشفی کے لیے وضاحت مطلوب ہے؟

(محمد محمود کلیمی، گلبرگہ، میسور اسٹیٹ)

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کثرتِ ازدواج کا مسئلہ جذباتِ نفسانی کا غلبہ اور تسکین نہیں ہے، جیسا کہ حالتِ ذیل میں غور کرنے سے بغیر کسے کے سمجھائے، ایک سلیم الفطرت آدمی خود بخود سمجھ سکتا ہے۔

پہلی شادی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵/ سال کی عمر میں کی جب کہ قوتِ نامیہ کی ترقی ختم ہو جاتی ہے اور ایسی عورت سے جس کی ایک سے زائد شادیاں پہلے ہو چکی تھیں اور وہ بیوہ تھیں اور عمر چالیس سال تھی، پچاس سال سے عمر

متجاوز ہونے تک ایک ایسی عورت پر کفایت کی، اس کے انتقال کے بعد پھر ایک نکاح کیا۔ مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد نو دس سال کی مدت میں تریسٹھ سال کی عمر تک زیادہ نکاح کئے۔ ان شادیوں میں کنواری صرف ایک تھیں، بقیہ سب بیوہ تھیں، یہ بات بھی نہیں کہ کنواری لڑکیوں کی آپ کے لیے کچھ کمی تھی، اگر جذباتِ نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے یہ شادیاں کی جاتیں تو جوانی میں کی جاتیں، کنواریوں سے کی جاتیں۔

بات اصلی یہ ہے کہ دینِ اسلام عورتوں اور مردوں سب کے لیے آیا ہے، بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً: حیض ونفاس، ان مسائل کو عورتوں تک پہونچانے کے لیے عورتیں ہی مناسب ہیں، مَردوں سے متعلق مسائل تو خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست بیان فرمادیتے تھے اور عورتوں سے متعلق مسائل کی تلقین وتعلیم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذریعہ ہوتی تھی، اس طرح پر تعلیم وتلقین کی تکمیل کی گئی۔(۱)

اگر دوسرے مردوں پر قیاس کر کے شادی کا اعتبار کیا جائے تو سمجھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت عطا ہوئی تھی، ایک مرد کے لیے چار کی اجازت ہے، اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر شادی کرتے تو آپ کے لیے ایک سو ساٹھ کی گنجائش تھی۔ نیز چالیس مردوں کی جو قوت عطا ہوئی تھی، وہ اس دنیا کے چالیس مرد نہیں؛ بلکہ جنت کے چالیس مردوں کی قوت تھی اور جنت کے ایک مرد کی قوت دنیا کے ایک سو مردوں کے برابر ہے۔(۲)

---

(۱) ”والحكمة في كثرة أزواجه أن الأحكام التي ليست ظاهرة يطلعن عليها، فينقلنها، وقد جاء عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها من ذلك الكثير الطيب، ومن ثم فضلها بعضهم على الباقيات“. (فتح الباري، كتاب الغسل، بابٌ: اذاجامع ثم زار، ومن دار على نسائه في غسل واحد: ۱ /۴۹۹، قديمي)

”ذكر في حكمة تكثير نسائه وحبه فيهن أشياء: الأول: زيادة في التكليف حتى لايلهو بما حبب إليهن عن التبليغ. الثاني: ليكون مع من يشاهدها، فيزول عنه ما يرميه به المشركون من كونه ساحرا. الثالث: الحث لأمته على تكثير النسل. الرابع: لتشرف به قبائل العرب بمصاهرته فيهم. الخامس: لكثرة العشيرة من جهة نسائه عونا على أعدائه. السادس: نقل الشريعة التي لايطلع عليها الرجال. السابع: محاسنه الباطنة، فقد تزوج أوم حبيبة وأُبوها في ذلك الوقت عدوه، وصفية بعد قتل أبيها تزوجها. فلولم تطلع من باطنه على أنه أكمل الخلق، لنفرن منه“. (تلخيص الحبير، فصل في التخفيف في النكاح: ۳/۱۱۴۶، مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

”وكان للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن ينكح ما شاء، وذلك؛ لأن ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة غالبية دائرة على مظنة، لا لدفع مفسدة عينية حقيقية. والنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قد عرف الئنة فلا حاجة له في المظنة، وهو مأومن في طاعة الله وامتثال أمره دون سائر الناس“. (حجة الله البالغة، باب الحكمة في تحديد عدد الزوجات: ۲/۳۵۳، قديمي)

(۲) ”قال: كنا نتحدث أنه أعطىٰ قوة ثلثين“. (صحيح البخاري، بابٌ: اذا جامع ثم عاد، ومن دار على نسائه في غسل واحد: ۱/۴۱، قديمي)

”وفي صفة الجنة لأبي نعيم من طريق مجاهد مثله: ”وزاد من رجال أهل الجنة“، ومن حديث عبد الله بن عمر ورفعه: أعطيت قوة أربعين في البطش والجماع“. ==

اس لحاظ سے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر کمال ظاہر ہوتا ہے کہ اتنی قوت کے باوجود آپ اپنے نفس پر کس قدر قابو یافتہ تھے کہ اتنی کثیر قوت اور گنجائش کے باوجود کس قدر قلیل پر کفایت فرمائی۔ یہ تحقیقی جواب منصف مزاج کے لیے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۸۲-۴۸۴)

اِسلام میں چار نکاح کے جواز کی حکمت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر اسلام میں چار نکاح جائز ہیں تو اُس کی وجہ کیا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

چار نکاح جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آدمی کی طبعی خواہش ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی تو وہ حرام کاری سے بچنے کے لیے جائز راستہ اپنا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض مرتبہ مخصوص حالات کی بنا پر بھی متعدد نکاح کرنا ناگزیر ہوتا ہے؛ اس لیے اس بارے میں ضرورۃً شریعت نے گنجائش رکھی ہے۔ (مستفاد: رحمۃ اللہ الواسعۃ: ۵/۹۸، مکتبہ حجاز)

حضرت الاستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدت فیوضہم، شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''مصالح مقتضی ہیں کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی جائے، چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

پہلی حکمت: مؤمن کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت تقویٰ اور پرہیز گاری کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو قوی الشہوت بنایا ہے، ایسے لوگوں کے لیے ایک بیوی کافی نہیں، عورتوں کو بہت سے اعذار پیش آتے ہیں، وہ ہر وقت اس قابل نہیں ہوتیں کہ شوہر ان سے ہم بستر ہو سکے، ان کو ماہواری آتی ہے اور حمل کے زمانہ میں جنین کی حفاظت کے لیے ان کو مردوں سے اختلاط کم کرنا پڑتا ہے؛ اس لیے اگر ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں دی جائے گی تو تقویٰ کا دامن مرد کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

دوسری حکمت: نکاح کا سب سے اہم مقصد افزائش نسل ہے اور مرد بیک وقت متعدد بیویوں سے اولاد حاصل کرسکتا ہے، پس تعددِ ازدواج سے مقصدِ نکاح کی تکمیل ہوتی ہے۔

تیسری حکمت: متعدد عورتیں کرنا مردوں کی عادت وخصلت ہے اور کبھی مرد اس کے ذریعہ ایک دوسرے پر فخر

== وعند أحمد والنسائي، وصححه الحاكم من حديث زيد بن أرقم رفعه: ''ان الرجل من أهل الجنة ليعطىٰ قوة مأة في الأكل والشرب، والجماع، والشهوة''. فعلىٰ هذا يكون حساب قوة نبينا أربعة الأوف. (فتح الباري، كتاب الغسل، بابٌ: اذا جامع ثم عاد، ومن دار علی نسائه في غسل واحد: ۱/۴۹۸، قديمي)

کرتے ہیں اور جائز مباہات (شان وشوکت) کی اجازت ہے، جیسے متعدد مکانات، سواریاں اور لباس رکھنا، پس تعددِ ازدواج بھی ایک فطری تقاضہ کی تکمیل ہے''۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ: ۵/۹۸-۹۹)

ومنها: العدد الذی لا یمکن الإحسانُ إلیه فی العِشرةِ الزوجیة؛ فإن الناس کثیرًا مَّا یرغبون فی جمال النساء، ویتزوَّجون منهن ذواتَ عددٍ، ویستأثرون منها حظیَّةً، ویترکون الاُخَرَ کالمعلَّقة، فلا هی مزوَّجةٌ حظیَّةٌ تقرُّ عینُها، ولا هی أیِّمٌ یکون أمرها بیدها ولا یمکن أن یُضیَّق فی ذٰلک کلَّ تضییقٍ، فإن من الناس من لا یُحصنه فرجٌ واحدٌ، وأعظمُ المقاصد التناسلُ، والرجلُ یکفی لِتَلقِیح عددٍ کثیر من النساء.

وأیضًا: فالإکثار من النساء شِیمةُ الرجال، وربما یحصل به المباهاةُ، فقدَّر الشارع بأربع: وذٰلک: أن الأربع عددٌ یمکن لصاحبه أن یرجع إلی کل واحدة بعد ثلاث لیالٍ، وما دون ذٰلک لا یفید فائدةَ القسم، ولا یقال فی ذٰلک: بات عندها؛ وثلاثٌ أولُ حدِّ کثرة، وما فوقَها زیادة الکثرة. (حجة الله البالغة، الزیادة علی أربع نسوة: ۲/۳٤٦، مکتبه حجاز دیوبند)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے درج ذیل وجوہِ تعددِ ازدواج شمار کرائی ہیں:

(۱) تقویٰ: یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ متعدد بیویوں والا شخص دیگر لوگوں کے مقابلہ میں تقویٰ اور غض بصر پر زیادہ قابو پاسکتا ہے۔

(۲) حفظ القویٰ: یعنی عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کی قوتیں دیر تک محفوظ رہتی ہیں، جب کہ عورتوں پر بڑھاپے کے آثار جلدی ظاہر ہوجاتے ہیں، اس اعتبار سے بعض حالات میں مرد کے لیے دوسری عورت سے نکاح ایسے ہی ضروری ہوتا ہے، جیسے پہلا نکاح ضروری تھا۔

(۳) زوجین میں عدم توافق: بسا اوقات ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مرد کا عورت سے دل نہیں ملتا؛ لیکن صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے طلاق کا بھی موقع نہیں رہتا، ایسی صورت میں نکاحِ ثانی کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔

(۴) بانجھ پن: اگر پہلی بیوی قوتِ تولید سے محروم ہو تو اسے طلاق دے کر الگ کرنے کے بجائے بہتر راستہ یہی ہے کہ نکاحِ ثانی کرکے دونوں کے حقوق ادا کئے جائیں اور بفضل خداوندی اولاد کی نعمت بھی حاصل کی جائے۔

(۵) کثرتِ بنات: بعض خاندانوں میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، ایسی شکل میں ان عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اسی وقت ممکن ہوسکے گی، جب کہ تعددِ ازدواج کی اجازت دی جائے، ورنہ بہت سی عورتیں بے نکاحی رہ کر گھٹ گھٹ کر زندگی گزار دیں گی۔

(۶) سیاسی مصالح اور ضروریات: بعض حالات میں بالخصوص حکام اور امرا کے لیے تعددِ نکاح کی ضرورت ایک سیاسی مصلحت بن جاتی ہے، اس طرح کے واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔

(۷)　کثرتِ زنا سے اجتناب: جب بھی نکاح کی اجازت ہوگی تو بدکاری کا دروازہ بند ہوگا اور جہاں نکاح ممنوع، یا مشکل ہوگا، وہاں بدکاری کے دروازے کھلیں گے، چناں چہ جن ممالک میں تعددِ ازدواج ممنوع ہے، وہاں بدکاریاں بالکل عام ہیں، وغیرہ۔ (تلخیص: المصالح العقلیہ للاحکام النقلیۃ: ۱۹۴-۲۰۳، نیز دیکھئے: الفقہ الاسلامی وأدلتہ للدکتور وہبہ الزحیلی: ۱۷۶-۱۷۳/۷، طبع دیوبند)

ان جیسی وجوہات کی بناپر اسلام نے بجاطور پر یہ اجازت دی ہے کہ کوئی مرد ایک سے چار عورتوں تک بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے، چناں چہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(النساء:۳)

لیکن یہ اجازت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، چناں چہ اسی آیت میں فوراً آگے فرمایا گیا:

﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ، ذٰلِكَ اَدۡنٰٓى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا﴾(النساء::۳)

فإن من الناس من لايحصنه فرج واحد، وأعظم المقاصد التناسل، والرجل يكفي لتلقيح عدد كثير من النساء. (حجة الله البالغة: ٣٤٦/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۵/۱۵ھ (ندائے شاہی کتاب المسائل سے ماخوذ) (کتاب النوازل: ۸)

''ذروا الحسناء العقيم وعليكم بالسوداء الولود'' حدیث کی اسنادی حیثیت:

سوال (۱) آیا یہ حدیث صحیح ہے: ''ذروا الحسناء العقيم وعليكم بالسوداء الولود''. (یعنی بانجھ حسین عورت کو چھوڑ دو اور سیاہ فام؛ مگر بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی عورتوں سے نکاح کرنا اختیار کرو۔)

اگر یہ مفہوم صحیح ہے تو اسلامی نقطہ نظر سے زن وشوہر کے تعلقات میں نہ صرف تزلزل پیدا ہوگا؛ بلکہ خداوند کریم کی مرضی میں صریح دست اندازی ہوگی اور لاکھوں؛ بلکہ کروڑوں عورتیں اس بناپر چھوڑ دی جائیں گی اور پھر دوسرے لوگ بھی ان سے نکاح کرنے سے پرہیز کریں گے۔ یہ خداوند کریم کی مرضی پاک پر موقوف ہے کہ جس عورت کو چاہے صاحب اولاد بنائے اور جس کو چاہے بانجھ رکھے۔ انسان کی قوت سے یہ خارج ہے کہ وہ پروردگار کی منشا اور ارادہ میں اس طرح دخل اندازی ہو؛ کیوں کہ قرآن پاک میں جابجا یہ حکم ہے کہ بغیر ہمارے حکم کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ انسان ضعیف البنیان ہے اور اس کے سارے کام مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہیں۔

ایک حدیث کی تحقیق وتخریج:

(۲)　دوسرا مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ آیا کوئی ایسا سرکار دوعالم کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص تنگ دستی، یا افلاس کے خوف سے ایک سے دوعورتیں نہ کرے گا، وہ مجھ سے نہیں۔''

اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ''جو کوئی توالد وتناسل کے خیال سے ایک سے زیادہ عورتیں کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کی روزی میں برکت عطا فرمائے گا''۔

اس آخر الذکر مسئلے میں تو کوئی شبہ نہیں ہوسکتا؛ لیکن اس میں کہ جو شخص افلاس، یا تنگ دستی کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا، وہ مجھ سے نہیں ہے، کسی قدر کھٹک معلوم ہوتی ہے۔ پس آپ سے اس میں صراحت کے ساتھ اطمینان کی ضرورت ہوئی۔ فقط

(عطاء محمد خاں امین، ملازم ریاست کھیتڑی، شیخا وانی راجپوتانہ منتظم زنانی ڈیوڑھی)

الجواب

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ امت محمدیہ کی کثرت ہو، جس کی وجہ سے قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کثرت پر مفاخرت کا موقع ملے، اس امر کی ترغیب دی ہے کہ جو عورت زیادہ ولادت کی صلاحیت رکھتی ہو، اس سے نکاح کیا جائے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یہ ہیں:

''تزوجوا الودود الولود فإني مكاثربكم الأمم''.(۱)

(یعنی: محبت والی اور قابل ولادت عورت سے نکاح کرو؛ کیوں کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔)

''امرأة ولود أحب إلى الله من امرأة حسناء لا تلد، إني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة. (كنز العمال: ۲۶۲/۸) (۲)

(۱) كنز العمال: ۳۴۴/۸ (كنز العمال، كتاب النكاح: ۳۰۲/۱۶ (رقم الحديث: ۴۴۵۹۷) التراث الاسلامی بيروت)/سنن أبي داؤد، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، عن معقل بن يسار عن النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ۲۰۵۰، انيس)

(۲) كنز العمال، كتاب النكاح: ۲۹۲/۱۶، (رقم الحديث: ۴۴۵۴۰) التراث الإسلامي بيروت

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ أَيْضًا فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ، أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، حَتَّى إِنَّكَ لَتَرَى السَّقْطَ مُحْبَنْطًا، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا، حَتَّى يَدْخُلَهَا أَبَوَايَ. (كتاب الآثار لأبي يوسف، باب الغزو والجيش، رقم الحديث: ۹۱۶، انيس)

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُقْرِءِ، ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ الصَّنْعَانِيُّ، ثَنَا ابْنُ أَبِي غَسَّانَ، ثَنَا الْحِمَّانِيُّ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَزَوَّجُ بِفُلَانَةَ؟ فَلَمْ يَأْمُرْهُ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الثَّانِيَةَ، فَلَمْ يَأْمُرْهُ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: سَوْدَاءُ، وَلُودٌ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَاقِرٍ جُهَيْنِيًّا، إِنِّي مُكَاثِرٌ حَتَّى أَنَّ السِّقْطَ لَيَكُونُ مُحْتَبِطًا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا إِلَّا وَوَالِدَيَّ مَعِي، وَرَوَى مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ حَيْدَةَ مِثْلَهُ وَرَوَاهُ أَبُوحَنِيفَةَ أَيْضًا، عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. (مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم: ۱۰۷/۱، مكتبة الكوثر الرياض، انيس)

(یعنی: قابل ولادت عورت خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے نا قابل ولادت حسین عورت سے، بیشک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن امتوں پر فخر کروں گا۔)

"سوداء ولود خیر من حسناء لا تلد". (الحدیث) (کنز العمال: ۲۳۸/۸) (۱)

(سیاہ فام مگر قابل ولادت عورت نا قابل ولادت خوبصورت عورت سے بہتر ہے۔)

ان تمام حدیثوں سے سے معلوم ہو گیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود کثرت امت کے اسباب کی ترغیب ہے۔ پس حدیث مذکور فی السوال جس کے الفاظ یہ ہیں: **"ذروا الحسناء العقیم وعلیکم بالسوداء الولود"** جو کنز العمال: ۲۴۲/۸ (۲) میں مذکور ہے، کا معنی یہ ہے کہ نا قابل سے نکاح نہ کرو، یہ معنی نہیں کہ نکاح ہی کو چھوڑ دو؛ یعنی طلاق دے دو اور ظاہر ہے کہ قبل نکاح کسی عورت کے عقم (بانجھ پن) کا علم ہو جانا نادر ہے، کثیر الوقوع نہیں ہے۔ پس حدیث کے مضمون پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔

(۲) یہ حدیث کہ "جو تنگ دستی کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا، وہ مجھ سے نہیں ہے"۔ میری نظر سے نہیں گزری، البتہ حدیث میں **"ترک التزویج مخافة العیلة فلیس منا"** کنز العمال: ۲۳۹/۸ (۳) میں دیلمی سے مروی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو محتاجی کے خوف سے نکاح نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ محتاجی کے خوف سے سنت نکاح کو نہ چھوڑے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ**﴾ (النور: ۳۲) (یعنی اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔)

خلاصہ یہ کہ نفس نکاح پر تو خوف محتاجی کو چھوڑ کر نکاح کر لینے کی ترغیب ہے اور خوف محتاجی سے نکاح نہ کرنے پر **"لیس منا"** کی وعید ہے؛ لیکن تعداد ازدواج کے بارے میں یہ فرمان میری نظر میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۲/۵-۲۶۳)

چند احادیث کی تخریج:

سوال: ایک عرصہ سے چند مسائل دریافت کرنے کے لیے خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا، آج خدا تعالیٰ نے توفیق خط لکھنے کی دی ہے۔ یاد نہیں؛ لیکن میں نے یہ حدیث دیکھی ہے اور اس کا ترجمہ ایک کتاب کے خالی ورق پر لکھ لیا تھا، وہو ہذا:

---

(۱) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۸۴/۱۶ (رقم الحدیث: ۴۴۴۲۷) التراث الإسلامی بیروت

بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ خَيْرٌ مِنْ حَسْنَاءَ لَا تَلِدُ، إِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ حَتَّى بِالسِّقْطِ يَظَلُّ مُحْبَنْطِئًا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: يَا رَبُّ وَأَبَوَايَ؟، فَيُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ أَنْتَ وَأَبَوَاكَ. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۰۰۴، انیس)

(۲) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۷۴/۱۶، (رقم الحدیث: ۴۴۵۴۶) التراث الإسلامی بیروت

(۳) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۷۹/۱۶ (رقم الحدیث: ۴۴۴۶) التراث الإسلامی بیروت

''سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے جی میں آتا ہے کہ پہاڑوں میں جا بیٹھوں۔فرمایا: اے عثمان میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کریں۔عرض کیا: میرے جی میں آتا ہے کہ سیاحی کروں۔فرمایا: میری امت کی سیاحی ہے خدا کی راہ میں جہاد کرنا، حج اور عمرہ۔عرض کیا: میرے جی میں ہے کہ اپنی بیوی خولہ کو طلاق دے دوں اور چھوڑ دوں۔فرمایا: اے عثمان! میری امت کی ترک یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے، اس کو چھوڑ دیا جائے، یا میری زندگی میں ہجرت کر کے میرے پاس آوے، یا میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے، یا اپنے مرنے کے بعد ایک، یا دو، تین، یا چار بیویاں چھوڑ جائے''۔

حدیث مذکورہ کے متعلق مطلع فرمائیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سے کون سی کتاب میں ہے اور کس درجے کی حدیث ہے اور خط کشیدہ الفاظ اس حدیث میں ہیں، یا نہیں؟

اقتباس از کیمیائے سعادت، باب النکاح:

اسی سبب سے صحابہ کرام اور اگلے بزرگ مرنے سے کراہت رکھتے تھے۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیبیاں تھیں، طاعون میں مرگئیں اور خود بھی ان کو طاعون ہوا تو فرمایا کہ میرے مرنے سے پہلے میرا نکاح کرادو کہ میں بے جوڑ نہ مروں؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مرنے والوں میں رذیل تر وہ ہیں، جو بن بیاہے مرتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ اپنے اہل وعیال کو نفقہ دینا صدقہ دینے سے افضل ہے۔

اقتباس از کتاب تلبیس ابلیس، مصنفہ مولانا عبدالرحمٰن ابن جوزی:

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس امت میں سب سے افضل ترین وہ تھے، جن کی سب سے زیادہ بیویاں تھیں؛ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری شادی کر دو؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت فرمائی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بن بیاہا نہ جائیں۔

(۳) محمد بن ارشد نے ہم سے بیان کیا کہ مکحول نے ایک آدمی سے روایت کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا، جس کا نام عکاف بن بشیر تیمی رضی اللہ عنہ تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکاف! تمہاری کوئی بیوی ہے؟ عرض کیا نہیں، استفسار فرمایا کوئی لونڈی ہے، جواب دیا: نہیں۔ استفسار فرمایا کہ تم فارغ البال ہو۔کہا: میں خوش حال ہوں۔ارشاد فرمایا: تو اس وقت شیطان کا بھائی ہے، اگر تو نصاریٰ میں سے ہوتا تو کوئی راہب ہوتا، ہماری سنت نکاح ہے، تم لوگوں میں بُرے لوگ بن بیاہے ہیں۔

(۴) مرنے والوں میں رذیل تر وہ ہیں، جو بن بیاہے مرتے ہیں۔

(۵) شیاطین کے پاس صالحین کے لیے ترک نکاح سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار زیادہ کارگر نہیں ہے۔

(۶) ابوبکر المروزی نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے احمد بن حنبل سے سنا کہتے تھے کہ بن بیاہا رہنا امور اسلام سے کسی میں داخل نہیں ہے؛ کیوں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ نکاح کئے اور نو بیبیاں چھوڑ کر وفات پائی۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ اکثر اوقات آپ کے گھر میں کھانے پکانے کو کچھ نہ ہوتا تھا، اس پر بھی آپ نکاح کو پسند فرماتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور ترک نکاح سے منع فرماتے تھے۔

مولانا! ان ساری باتوں کے متعلق حدیثیں تلاش کرنا اور ان پر غور کرنا جلدی کا کام نہیں ہے؛ اس لیے اگر تلاش میں دیر ہوجائے تو مضائقہ نہیں؛ مگر میں نہایت عاجزی سے التماس کرتا ہوں کہ مجھ پر کمال احسان فرما کر ان اقوال کی سند حدیث سے تلاش کرادیں اور یہ کہ ہر ایک حدیث کس کتاب میں ہے اور اس حدیث کا درجہ کیا ہے؟

(المستفتی: محمد حسین قریشی پنشنر از جالندھر، متصل جامع مسجد، ۱۲/اگست ۱۹۳۰ء)

الجواب

احادیث مستفسرہ عنہا میں سے جن احادیث کا پتہ مل گیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

بعض اور حدیثیں بھی جو مبحث سے متعلق تھیں، لکھ دی ہیں۔ آپ نے جس غرض سے ان احادیث کا پتہ نشان دریافت فرمایا ہے، وہ غرض ان احادیث سے جو میں نے لکھی ہیں، حاصل ہوجائیں گی۔ مزید دریافت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے کی ترغیب بہت زوردار الفاظ میں دی ہے اور بے نکاح رہنے سے منع کیا ہے اور خود متعدد نکاح کئے اور بشرط قدرت تعدد نکاح کو بھی پسند فرمایا ہے۔

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال: بینا أنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذات یوم جالسا إذ دخل علیه عکاف وکان من سادة قومه، فسلم علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، فرد علیه، ثم قال: یاعکاف! هل لک زوجة؟ قال: اللّٰهم لا، قال: ولا جاریة، قال: لا، قال: وأنت موسر؟ قال: نعم، قال: أنت إذاً من اخوان الشیاطین، إن کنت من رهبان النصاری، فأنت منهم، وإن کنت منا، فشأننا التزویج، ویحک یا عکاف، إن من شرار کم عزابکم وما للشیاطین من سلاح هو أبلغ فی الصالحین من المتغربین إلا المتزوجین فأولئک المبرنون المطهرون، ویحک یاعکاف! أما علمت أنهن صواحب داؤد ویوسف وکرسف ویحک یا عکاف تزوج وإلا فإنک من المذنبین، فقال یا نبی اللّٰہ: زوجنی، فلم یبرح حتی زوجه ابنة کلثوم الحمیری. (رواه **الدیلمی کذا فی کنز العمال**)

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کہ ایک روز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ عکاف بن بشیر تیمی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے جواب دیا، پھر فرمایا: اے عکاف! تمہاری بیوی ہے۔ عرض کیا: نہیں، حضور نے فرمایا کہ کوئی باندی بھی نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اور تم صاحب مقدرت ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا تو پھر تم شیطان کے بھائیوں میں داخل ہو، اگر تم نصاریٰ کے راہبوں میں سے ہوتو ٹھیک تم ان میں سے ہو اور تم ہم میں سے ہوتو ہمارا طریقہ تو نکاح کرنا ہے۔ عکاف تیرا بُرا ہو، تم میں سے جو لوگ مجرد ہیں وہ بدترین لوگ ہیں اور بے نکاح رہنے سے زیادہ مؤثر کوئی ہتھیار شیطان کے پاس نہیں ہے، جو وہ صالحین پر استعمال کرتا ہے۔ ہاں! جو نکاح کر لیتے ہیں، وہ پاک صاف رہتے ہیں۔ عکاف تیرا بُرا ہو، تمہیں خبر نہیں کہ عورتیں حضرت داؤد، حضرت یوسف اور کرسف کی بیویاں رہی ہیں۔ عکاف تیرا بُرا ہو، نکاح کرو، ورنہ تو گنہگاروں میں سے ہوگا۔ عکاف نے عرض کیا: اے خدا کے نبی! آپ ہی میرا نکاح کر دیجئے اور اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹے، جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلثوم حمیری کی بیٹی سے ان کا نکاح نہ کر دیا۔)

یہ روایت کنز العمال میں دیلمی سے بروایت ابن عباس اور مسند امام احمد سے بروایت ابوذر اور مسند ابویعلی ومعجم طبرانی کبیر، وشعب الایمان بیہقی سے بروایت عطیہ بن بشیر المازنی (۱) سے نقل کی گئی ہے اور جمع الفوائد میں بھی اس کو مسند امام احمد سے بروایت ابوذر نقل کیا گیا ہے، اس میں لفظ کرسف کے بجائے کرفس ہے۔

---

(۱)　کنز العمال: 491/16، مؤسسة الرسالة، رقم الحدیث: 45602، انیس

مسند أحمد بن حنبل، کتاب النکاح: ۱۶۳/۵، دار الصادر بیروت

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: عَكَّافُ بْنُ بِشْرٍ التَّمِيمِيُّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَكَّافُ، هَلْ لَكَ مِنْ زَوْجَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٍ؟ قَالَ: وَلَا جَارِيَةَ، قَالَ: وَأَنْتَ مُوسِرٌ بِخَيْرٍ؟ قَالَ: وَأَنَا مُوسِرٌ بِخَيْرٍ، قَالَ: أَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ، لَوْ كُنْتَ فِي النَّصَارَى كُنْتَ مِنْ رُهْبَانِهِمْ، إِنَّ سُنَّتَنَا النِّكَاحُ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ مَوْتَاكُمْ عُزَّابُكُمْ، أَبِالشَّيْطَانِ تَمَرَّسُونَ مَا لِلشَّيْطَانِ مِنْ سِلَاحٍ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولَئِكَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّؤُونَ مِنَ الْخَنَا، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ، إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ أَيُّوبَ وَدَاوُدَ، وَيُوسُفَ وَكُرْسُفَ، فَقَالَ لَهُ بِشْرُ بْنُ عَطِيَّةَ: وَمَنْ كُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: رَجُلٌ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بِسَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ ثَلَاثَ مِائَةِ عَامٍ، يَصُومُ النَّهَارَ، وَيَقُومُ اللَّيْلَ، ثُمَّ إِنَّهُ كَفَرَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، وَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَدْرَكَ اللّٰهُ بِبَعْضِ مَا كَانَ مِنْهُ فَتَابَ عَلَيْهِ، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ، وَإِلَّا فَأَنْتَ مِنَ الْمُذَبْذَبِينَ، قَالَ: زَوِّجْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: قَدْ زَوَّجْتُكَ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۵۵/۳۵، مؤسسة الرسالة، رقم الحدیث: 21450، انیس)

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَأَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ: إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنَّا فَاصْنَعْ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحَ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِكُمْ، عُزَّابُكُمْ آبَاءُ لِلشَّيَاطِينِ تَمَرَّسُونَ، مَا لَهُمْ فِي نَفْسِي سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولَئِكَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّؤُونَ مِنَ الْخَنَا وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَيُّوبَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ، قَالَ: ==

(۲) عن ابن جبير قال: قال ابن عباس: هل تزوجت؟ قلت: لا، قال: تزوج، فإن خير هذه الأمة كان أكثرهم نساء؛ يعنى النبى صلى الله عليه وسلم. (للبخارى،كذا فى جمع الفوائد)(۱)

== فَقَالَ: وَمَا الْكُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:رَجُلٌ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ ، ثُمَّ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ فَتَدَارَكَهُ اللَّهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، فَتَابَ عَلَيْهِ وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذَبْذَبِينَ،قَالَ: فَقَالَ عَكَّافٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لا أَبْرَحُ حَتَّى تُزَوِّجَنِي مَنْ شِئْتَ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَقَدْ زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَالْبَرَكَةِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ.(مسند أبى يعلى الموصلى، حديث عطية بن بسر، رقم الحديث:٦٨٥٦،انيس)

ورواه عبدالرزاق الصنعانى فى المصنف فى باب وجوب النكاح وفضله ... عن أبى ذر قال:دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل يقال له عكاف بن بشر التميمى،فذكر مثله.(رقم الحديث:١٠٣٨٧،انيس)

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لا، قَالَ:وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لا،قَالَ:وَأَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ:فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ، إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَأَنْ تَكُونَ مِنَّا، فَاصْنَعْ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحُ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرْذَلُ مَوْتَاكُمْ عُزَّابُكُمْ، أَفِي الشَّيْطَانِ تَمَرَّسُونَ مَا لَهُ فِي نَفْسِي سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ أُولَئِكَ هم الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّءُونَ مِنَ الْخَنَا. وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ، إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ « قَالَ عَطِيَّةُ: وَمَنْ كُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ:رَجُلٌ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ، يَصُومُ النَّهَارَ، وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلَا صَلَاةٍ، كَفَرَ مِنْ بَعْدَ ذَلِكَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عُبَادَةِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَدَارَكَهُ اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ مِنْهُ فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ، تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذْنِبِينَ، فَقَالَ عَكَّافٌ: لا أَبْرَحُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتَّى تَزَوَّجَنِي مَنْ شِئْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَقَدْ زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَتِهِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ.(المعجم الكبير للطبرانى،عكاف بن وداعة الهلالى،رقم الحديث:158،انيس)

شعب الإيمان للبيهقى، كتاب النكاح، فصل فى ترغيب النكاح: ٣٨١/٤،رقم الحديث: ٥٤٨٠،دارالكتب العلمية بيروت)(عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بِشْرٍ الْمَازِنِيِّ، قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ: يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لا، قَالَ: أَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنَ الشَّيَاطِينِ، إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رَهْبَانِيَّةِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنَّا فَتَصْنَعَ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحَ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ مَوْتَاكُمْ عُزَّابُكُمْ، أَبِالشَّيْطَانِ تَتَمَرَّسُونَ مَالَهُ فِي نَفْسِهِ، سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّءُونَ مِنَ الْخَنَا، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ، إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَيُّوبَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ، قَالَ: فَقَالَ عَطِيَّةُ: وَمَنْ كُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ:رَجُلٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ، يَصُومُ النَّهَارَ، وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ، ثُمَّ كَفَرَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ بِاللهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَدَارَكَهُ اللهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، يَعْنِي فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَيْحَكَ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذْنِبِينَ ، قَالَ عَكَّافٌ: لا أَتَزَوَّجُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتَّى تُزَوِّجَنِي مَنْ شِئْتَ، فَقَالَ: زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَكَةِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ.(لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ عَبْدَانَ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ، وَإِنَّمَا عَطِيَّةُ بْنُ بِشْرٍ أَخُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرٍ).(شعب الايمان،تحريم الفروج،وما يحب من التعفف عنها،رقم الحديث:5094،انيس)

(۱) صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب كثرة النساء:٧٥٨/٢،قديمى

(ابن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے نکاح کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: نکاح کرلو؛ کیوں کہ اس امت میں افضل ترین وہ تھے، جن کی بیویاں سب سے زیادہ تھیں؛ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ مکالمہ بخاری شریف میں موجود ہے۔)

(۳) عن ابن مسعود الأنصاری عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إذا أنفق المسلم نفقة علی أهله ویحتبسها کانت له صدقة. (البخاری)(۱)

(ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جو کچھ اپنے اہل وعیال پر بہ نیت رضائے مولیٰ خرچ کرے، وہ اس کے لیے صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔)

(۴) قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أفضل الصدقة ما ترک غنی والید العلیا خیر من ید السفلی وابدأ بمن تعول. (البخاری)(۲)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر صدقہ وہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد بھی دینے والا غنی رہے اور اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کر (اس کے بعد غیروں پر صدقہ کر)۔

(۵) قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: مسکین مسکین رجل لیست له امرأة، قالوا: وإن کان کثیر المال؟ قال: وإن کان کثیر المال، مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج، قالوا: وإن کانت کثیرة المال؟ قال: وإن کانت کثیرة المال. (رواہ رزین، کذا فی جمع الفوائد)(۳)

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی بیوی نہ ہو، وہ محتاج ہے، وہ محتاج ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! اگر وہ بڑا مالدار ہو؟ فرمایا: بڑا مالدار ہو، جب بھی محتاج ہے اور جس عورت کا خاوند نہ ہو، وہ محتاج ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ بڑی مالدار ہو، فرمایا: اگرچہ بڑی مالدار ہو۔)

(۶) وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تزوجوا الودود الولود، فإنی مکاثر بکم الأمم. (أبو داؤد، کذا فی جمع الفوائد)(۴)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرة النساء: ۷۵۸/۲، قدیمی
(۲) صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب وجوب النفقة علی الأهل والعیال: ۸۰۶/۲، قدیمی
(۳) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۷۹/۲، (رقم الحدیث: ۴۴۴۵۵) التراث الإسلامی
(۴) سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار: ۲۸۰/۱، سعید
حدیث: تَناکحُوا فِإنی مُکاثِرٌ بِکُمُ الأُمَمَ.
عبد الرزاق فی مصنفه عن سعید بن أبی هلال مرسلًا بلفظ: تناکحوا تکثروا، فإنی أباهی بکم الأمم یوم القیامة، ورواه طلحة بن محمد فی مسند أبی حنیفة من طریق أبی یحیی الحمانی عن أبی حنیفة عن زیاد بن علاقة عن عبد اللّٰہ بن الحارث عن أبی موسی بلفظ: تناکحوا تناسلوا فإنی مکاثر بکم الأمم یوم القیامة. ==

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو، جو شوہروں سے محبت کرتی ہوں اور کثیر الولادت ہوں کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔)

(۷) رد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو أذن له لاختصينا. (الترمذی)(۱)

(حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (یعنی ترک دنیا وترک تعلقات زوجیت) کی اجازت نہیں دی، اگر حضور ان کو اس کی اجازت دے دیتے تو ہم خصی بن جایا کرتے۔)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے متعلق وہ طویل روایت جو آپ نے نقل کی ہے، باوجود تلاش کے مجھے نہیں ملی۔ نیز حضرت معاذ اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی نظر سے نہیں گزریں۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۵/۵-۲۶۶)

== ورواه الديلمي في مسند الفردوس من طريق محمد بن خلف وكيع ثنا محمد بن سنان الغزاز ثنا محمد بن الحارث الحارثي ثنا محمد بن عبد الرحمن البيلماني عن أبيه عن ابن عمر مرفوعًا: حجوا تستغنوا، وسافروا تصحوا، وتناكحوا تكثروا، فإني مباه بكم الأمم، وابن البيلماني ضعيف، وقد رواه ابن شاهين في الترغيب، والخطيب في التاريخ من وجه آخر من حديث إسماعيل بن علية عن أيوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة، ورواه ابن ماجه من حديث أبي هريرة بلفظ: انْكِحوا فإني مُكَاثِرٌ بكم، وفيه طلحة بن عمرو الحضرمي وهو ضعيف جدًا، والمشهور بلفظ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم، كذلك أخرجه أبوداود والنسائي والحاكم وأبونعيم في الحلية من حديث مَعْقِل بن يسار، وقال الحاكم: صحيح الإسناد، واخرجه أحمد وابن حبان في صحيحه وتمام الرازي في فوائده وأبو نعيم في الحلية والقضاعي في مسند الشهاب من حديث أنس بلفظ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأنبياء يوم القيامة، واخرجه البيهقي من حديث أبي أمامة بلفظ: تزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة ولا تكونوا كرهبانية النصارى، وهو من رواية محمد بن ثابت البصري عن أبي غالب عن أبي أمامة: ومحمد بن ثابت ضعيف، واخرجه ابن ماجه من حديث عائشة بلفظ: النِّكاح من سُنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني، وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم، ومن كان ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِح، ومن لم يجد فعليه بالصوم فإن الصوم له وِجَاء. (الهداية في تخريج أحاديث البداية، لأحمد بن محمد بن صديق بن أحمد أبوالفيض الغماري الحسني الأزهري (المتوفى سنة: ۱۳۸۰ھ)، الباب الأول في مقدمات النكاح: ۳۴۹/۶-۳۵۱، دارعالم الكتب بيروت، انيس)

(۱) جامع الترمذي، أبواب النكاح، باب ما جاء في النهي عن التبتل: ۲۰۷/۱، سعيد

(۲) معاذ رضی اللہ عنہ کی روایات ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ''مصنف'' اور ''احکام القرآن للجصاص'' دونوں میں مذکور ہے۔ عن الحسن قال: قال معاذ في مرضه الذي مات فيه: زوجوني أني أكره أن ألقى الله أعذبا. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب النكاح: ۴۳۹/۳، (رقم الحديث: ۱۴۹۰۳)، بيروت)

عن شداد بن أوس وكان قد ذهب بصره قال: زوجوني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوصاني ألا ألقى اللّٰه أعذب. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب النكاح: ۴۳۹/۳، رقم الحديث: ۱۵۹۰۲، بيروت، وكذا في أحكام القرآن: ۳۲۰/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

دوسرا نکاح:

سوال: زید کی شادی کو ایک مدت گزر چکی ہے اور وہ کئی بچوں کا باپ ہے۔ اب ایک دوسری عورت کی طرف اس کی رغبت ہے؛ اس لیے چاہتا ہے کہ اس سے دوسرا نکاح کرلے، حالاں کہ پہلی بیوی اس کی ضرورت کے لیے کافی ہے تو کیا زید کے لیے دوسرا نکاح کرنا درست ہے؟

(ایک قاری، ٹولی چوکی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

موجودہ حالات میں ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا بہتر ہے؛ کیوں کہ ہندوستان کے ماحول میں اکثر ایک سے زیادہ نکاح خاندان میں بکھراؤ اور انتشار کا سبب بن جاتا ہے اور جب پہلے سے ایک طرف رغبت اور دوسری طرف سے بے رغبتی کی کیفیت پائی جاتی ہو تو زیادہ اندیشہ یہی ہوتا ہے کہ شوہر ان دونوں کے درمیان انصاف قائم نہیں رکھ سکے گا اور جب یہ اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرسکتا تو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو: ﴿اِنْ لَمْ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾(۱)

چناں چہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

''وإذا كانت لها امرأة وأراد أن يتزوج أخرى وخاف أن لا يعدل بينهما لا يسعه ذلك وإن كان لايخاف يسعه ذلك''.(۲)

(اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہو اور وہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے اور اسے اندیشہ ہو کہ وہ ان دونوں کے درمیان عدل نہیں کرپائے گا تو اس کے لیے دوسرا نکاح کرنے کی گنجائش نہیں اور اگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔)

علامہ ابن ہمامؒ ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں:

''اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ چار نکاحوں کا حلال ہونا اس شرط سے مقید ہے کہ ناانصافی کا خوف نہ ہو اور اگر اس کا خوف ہو تو ایک سے زیادہ نکاح کی ممانعت ہے''۔(۳)

افسوس کہ آج کل اکثر و بیشتر دوسرا نکاح کسی جائز ضرورت اور سنجیدہ جذبہ کے تحت عمل میں نہیں آتا اور اسی لیے شادی کے بعد دونوں بیویوں کے درمیان عدل کے تقاضے پورے نہیں کئے جاتے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۸-۳۲۰)

---

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورة النساء: ۳)

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۳٤۱

(۳) فتح القدير: ۳/۲۹۹، باب القسم

پوشیدہ طریقہ پر نکاح ثانی:

سوال: ایک شخص کی عمر ۳۹ر سال ہے اور وہ شادی شدہ ہے، وہ ایک اور نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی ایسی استطاعت بھی ہے؛ لیکن اپنی پہلی بیوی سے اس نکاح کو چھپانا چاہتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعا درست ہے؟

(احمد حسین، مقام نامعلوم)

الجواب ــ

دوسرے نکاح کے لیے ضروری نہیں کہ یہ بات پہلی بیوی کے علم میں لائی جائے؛ لیکن دو باتیں ضروری ہیں: اول یہ کہ اس میں بیوی سے متعلق حقوق دو عورتوں کی نسبت سے ادا کرنے کی صلاحیت ہو۔ دوسرے وہ اپنے اندر اس بات کا اطمینان پاتا ہو کہ وہ دونوں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کر سکے گا اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا۔(۱) عام طور پر پردۂ راز میں رکھ کر جو نکاح کئے جاتے ہیں، ان میں تمام امور میں عموما اور شب گزاری کے معاملہ میں خصوصا عدل کی رعایت نہیں ہو پاتی ہے، علاوہ اس کے ہندوستان میں خواتین میں سوکنوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں اور مردوں میں عام طور پر عدل کی پوری رعایت کا اہتمام نہیں؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اگر مجبوری نہ ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفا کیا جائے اور اگر دوسری شادی کی جائے تو پہلی بیوی کو اعتماد میں لے کر؛ تاکہ جہاں تک ممکن ہو، باہمی ناچاقی سے بچا جا سکے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۳۲۰/۴-۳۲۱)

ازروئے شرع ایک شخص کتنی شادی کر سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی باغی ہو چکی ہے، گھر کے اندر کسی چیز کی کمی نہیں ہے، اللہ کا شکر ہے۔ زید کی دو ایکڑ زمین ہے، اس میں گیہوں، چاول قریب ساٹھ کنٹل پیدا ہوتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود زید کی بیوی کہتی ہے کہ گھر کے اندر مجھے فاقہ سے رکھتے ہیں۔ زید نے کافی اپنی بیوی کو سمجھایا؛ لیکن اس نے دوسرا رخ بدلا اور زید سے بداخلاقی سے پیش آنے لگی، بڑی بڑی گندی حرکتیں جو اس تحریر کے اندر لکھنے کے قابل نہیں۔ پانچ سال کا عرصہ گزر گیا ہے، اس کی بداخلاقی روز بروز بڑھتی گئیں۔ گھر والوں کو بھی گندی گندی گالیوں سے نوازا، جب کہ گھر والوں نے اس کو سمجھایا؛ لیکن وہ نہیں مانی، زید کی جان کی دشمن بن گئی، زید کے اوپر جان سے مارنے کو حملہ کیا۔ بہرحال دس ماہ سے اس کے اوپر فالج پڑ گئی ہے، اب وہ بالکل محتاج ہو چکی ہے، کافی اس کا علاج کروایا، تھوڑا اس کو فائدہ ہوا تھا، اس کے بعد زید کی بیوی کا بھائی اپنے گھر لے آیا۔ زید پانچ بار اس کی خیر خبر کو گیا؛ لیکن وہ بداخلاقی سے پیش آئی اور زید کو گھر سے بھگا دیا، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ایک دودھ پیتا بچہ ہے،

---

(۱) سورۃ النساء: ۳) (﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورۃ النساء: ۳، انیس)

وہ بھی زید کے پاس ہے، سارے بچے زید کے پاس ہیں، زید بہت پریشان ہے، بچوں کو دیکھے، یا باہر سے کما کے لائے؟ زید بہت پریشان ہے، کیا زید ان حالات میں دوسرا نکاح کرسکتا ہے؟ کیا شرعاً، یا قانوناً کوئی جرم تو نہیں ہے۔ اب زید نے دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہہ دیا کہ اگر نکاح کرلیا تو میں عدالت میں پہنچ کر طرح طرح کے مقدموں میں پھنسادوں گی؟

(المستفتی: محمد رضی فرید نگری)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اللہ تعالیٰ نے مرد کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ چار تک نکاح کرے، لہٰذا زید اگر دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت محسوس کررہا ہے تو اس کے لیے شرعی طور پر جائز ہے کہ ایک ساتھ دو بیویاں رکھے؛ مگر اس پر یہ بھی لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق برابر طور پر ادا کرے اور دونوں بیویوں پر بھی لازم ہے کہ دونوں زید کے پاس رہ کر حق زوجیت ادا کریں۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳)

عن الحارث بن قيس رضى الله عنه قال: أسلمت وعندى ثمان نسوة، قال: فذكرت للنبى صلى الله عليه وسلم فقال: إختر منهن أربعا. (سنن أبى داؤد، الطلاق، باب فى من أسلم، وعنده نساء أكثر من أربع، النسخة الهندية: ۱/ ۳۰۴، دار السلام، رقم: ۲۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴؍ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ (الف فتویٰ نمبر: ۹۸۳۳/۳۸) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۲۷۸)

ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیوی بھاگ گئی ہے، تقریباً چال سال ہوگئے ہیں، اس کے بچے بھی میرے پاس ہیں، میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں تو کیا دوسری شادی کرسکتا ہوں، یا نہیں؟

(المستفتی: لیاقت بروالان، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

آپ مرد ہیں، جب آپ کی بیوی بھاگ گئی ہے تو آپ کو دوسری عورت سے نکاح کرنے میں شرعی طور پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور شریعت میں مرد کو انصاف اور برابری کی شرط پر دودو، تین تین، چار چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے اور آپ کو موجودہ حالت میں دوسری عورت سے شادی کرنے کی شریعت کی طرف سے کھلم کھلا اجازت ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳)

عن الحارث بن قيس رضى الله عنه قال: أسلمت وعندى ثمان نسوة، قال: فذكرت للنبى

صلى الله عليه وسلم فقال: إختر منهن أربعا. (سنن أبی داؤد، الطلاق، باب فی من أسلم، وعنده نساء أكثر من أربع، النسخة الهندية: ۱/۳۰۳، دارالسلام،رقم: ۲۲۴۱)

وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر،وله التسرى بما شاء من الإماء. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، کراتشی: ۳/۴۸، زکریا: ۴/۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷/رجب ۱۴۲۵ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۰۸) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۳۴۷)

ایک سے چار تک نکاح کی اجازت:

سوال: ہمارے بھارت سرکار نے یہ قانون نافذ کر دیا ہے کہ کوئی شخص ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بیوی نہیں رکھ سکتا ہے۔ کیا ہم بھارتی مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا لازم ہے، جب کہ اسلامی شریعت کے مطابق ایک شخص بیک وقت چار بیوی رکھ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

شریعت نے حسبِ استطاعت ایک مرد کو چار عورتوں تک اجازت دی ہے۔ (۱) اس اجازت کو کوئی بھی ضبط نہیں کر سکتا، (۲) البتہ جو شخص مساوات کا برتاؤ نہ کر سکے، اس کو ایک سے زیادہ کی اجازت خود شریعت نے نہیں دی؛ بلکہ اس کو تاکید کی ہے ایک ہی پر کفایت وقناعت کرے۔ (۳) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۱۲/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۲۱)

مرد کو چار نکاح کی اجازت کی وجہ:

سوال: عورتوں کی نسبت مردوں کی دس 10 حصہ خواہش زیادہ ہے، یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگر عورتوں کو خواہش زیادہ ہے تو ایک مرد کے واسطے ایک وقت میں چار عورتیں کیوں مقرر ہوئیں؛ بلکہ نو مردوں کو ایک عورت ہونی چاہیے، اصل کس طرح پر ہے، آیا مردوں کو خواہش زیادہ ہے، یا عورتوں کو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

خدا تعالیٰ کا یوں ہی حکم ہے کہ چار نکاح ایک مرد کو جائز ہیں، ہماری عقل پر موقوف نہیں۔ (۴) فقط

(تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۳)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ الآية (سورة النساء: ۳)

(۲) وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ الآية (سورة التحريم: ۱)

(۳) وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ الآية (سورة النساء: ۳)

(۴) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳، انیس)

ایک مرد کتنے نکاح کرسکتا ہے:

سوال (۱) ایک مرد کون سی صورتوں میں کتنے نکاح کرسکتا ہے؟

بیوی کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح جائز نہیں:

(۲) ایک مرد کی ایک پہلی بیوی موجود ہے اور اس کو طلاق دیئے بغیر بلا کسی قصور کے اور بغیر اس کی رضامندی کے اس کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح کرے تو جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

چار عورتوں تک نکاح میں لاسکتا ہے، بشرط یہ کہ ہر بیوی کے ساتھ انصاف کرسکے اور سب بیویوں کو برابر رکھ سکے۔(۱)

(۲) یہ نیت کرکے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۷/۵)

ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں نکاحِ ثانی کی اجازت:

سوال: ایک شخص شادی شدہ نے بغیر علمِ والدین واعزا واہلیہ دوسری شادی جوان لڑکی سے کرلی، نہ اس لڑکی کو علم ہوا کہ یہ شادی شدہ ہے۔ نکاح کے کافی دونوں بعد لڑکی کو معلوم ہوا کہ پہلی بیوی بھی ہے اور اس کے بچے بھی ہیں، مکان میں لانے پر دونوں میں گزارہ اور نباہ مشکل ہوگیا۔ یہ مسئلہ تمام اعزا کے لیے پریشانی کا باعث بن گیا۔ اب یہ لڑکی اپنے والدین کے پاس سترہ ماہ سے مقیم ہے، شوہر نہ آتا جاتا ہے، نہ نان نفقہ دیتا ہے، نہ کسی خط کا جواب دیتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے۔ ان تمام حالات سے لڑکی پریشان ہے۔ کیا ان حالات میں لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ابھی دوسرے نکاح کی اجازت نہیں (ابھی چونکہ وہ اس شوہر کے نکاح میں ہے اور فی الحال شوہر سے مطالبۂ طلاق وفسخ کا کوئی سبب بھی موجود نہیں؛ کیوں کہ نفقہ کا نہ دینا جو مذکور ہے، وہ عورت کی اپنی تعدی اور تجاوز کی وجہ سے ہے۔(۳) لڑکی کو چاہیے کہ شوہر کے ساتھ رہے اور اس کے حقوق ادا کرے، اگر شوہر نہ رکھے اور حقوقِ زوجیت ادا نہ

---

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳)

(۲) وإذا كانت له امرأة وأراد يتزوج عليها أخرى وخاف أن لا يعدل بينهما لا يسعه ذلك. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الحادي عشر في القسم: ۳٤٠/۱، ماجدية)

(۳) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالكميرية، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸٠/۱، رشيديه)

کرے تو اس سے طلاق حاصل کرلے، یا خلع کرے؛ یعنی بیوی مہر معاف کردے اور شوہر طلاق دے دے۔
اگر یہ صورت بھی نہ ہوسکے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت سے شرعی فیصلہ کروائے۔ اگر ایسا حاکم نہ ہو تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت ہے، جس میں کم سے کم ایک معاملہ شناس عالم بھی شریک ہو، الحیلۃ الناجزۃ میں تحریر کردہ طریقہ کے موافق تحریر کروائے، (۱) تو پھر بعد عدت (تین حیض) کے دوسرے نکاح کی اجازت ہوگی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۹/۱۰-۵۶۰)

دوسری عورت سے نکاح کرنے میں اگر حقوق میں ناانصافی ہونے کا خدشہ ہو تو نہ کرنا چاہیے:

سوال: پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح کرنے کے لیے سابقہ بیوی کی اجازت ضروری ہے، یا نہیں؟ ایک عورت اپنے شوہر پر ناراض ہے، اس کی فرمانبرداری نہیں کرتی۔ مرد کا یہ خیال ہے کہ اس عورت کو چھوڑنا تو نہیں چاہیے؛ بلکہ دوسری شادی کرلینی چاہیے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ خود درست ہوجائے گی، پھر دونوں بیویوں کا نان نفقہ برداشت کرلوں گا۔ اس خیال سے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ھو المصوب! ایک عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن نفقہ اور دوسرے حقوق میں ناانصافی ہونے کا خدشہ ہو تو نہیں کرنا چاہیے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ عبدالوہاب کان اللہ لہٗ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۶۴)

---

(۱) ''اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام، یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو، وہ معاملہ کے شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو، ورنہ ہم خود تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے''. (الحیلۃ الناجزۃ، باب حکم زوجہ متعنت، ص:۷۳، دار الاشاعت کراچی)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة:۲۲۸)
وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (سورة البقرة:۲۳۲)
''وتحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة؛ لأن انقضائوها بانقضاء الحيضه الثالثة، وقد انقضت بيقين''. (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط جواز الرجعة: ۳۹۶/٤، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء:۳، انیس) ==

حق زوجیت ادا نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی خالدہ سے ۱۴/اپریل ۱۹۹۳ء لکھنو میں ہوئی اور لڑکا ایک گاوں کا رہنے والا تھا اور شادی کو چار سال بھی گزر گئے، کوئی معاملہ پیش نہیں آیا اور ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانتے رہے؛ لیکن ان دنوں میں بھی لڑکی اپنے شوہر سے یہ کہتی رہتی تھی کہ گاؤں چھوڑ کر شہر میں رہیں گے، چاہو تو لکھنو میں رہو، یا مرادآباد؛ لیکن کچھ بھی ہو، گاؤں میں نہیں رہیں گے، یا پھر آپ کہیں بھی رہو، میرا بندوبست شہر میں کردو، میں کسی بھی قیمت پر گاؤں میں نہیں رہوں گی۔ اسی اثنا میں خالدہ اپنے باپ کے گھر لکھنؤ آئی ماں باپ سے ملنے کے لیے، خالدہ نے یہ سب باتیں اپنے باپ سے رکھیں اور جب زید اپنی بیوی خالدہ کو لینے کے لیے لکھنؤ گیا تو خالدہ کے باپ نے زید سے یہ ساری باتیں رکھیں۔ زید نے گاؤں چھوڑنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنے والدین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر خالدہ کے باپ نے زید کو دھمکیاں دیں طرح طرح کی؛ کیوں کہ خالدہ کا باپ پی اے سی میں کمپنی کمانڈر کے عہدہ پر فائز ہے، جس کی وجہ سے سخت سے سخت دھمکی دی اور کہا کہ جیل میں سڑوادوں گا۔ بس میں نے اپنے سسر صاحب کی باتیں تسلیم نہیں کی، پھر ناراضگی بڑھتی چلی گئی، یہاں تک بات پہنچ گئی کہ خالدہ کے باپ نے میرے اوپر عدالت میں جہیز کا مقدمہ درج کرادیا، جس کی وجہ سے میں اور میرا بوڑھا باپ جیل میں گئے اور وہاں بھی سخت سے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، پھر اس نے عدالت سے اپنی لڑکی کا نان ونفقہ میرے اوپر واجب کیا اور کئی سال گزر گئے، آج تک میں لڑکی کو خرچ دیتا چلا آیا ہوں، پھر بھی میں نے خالدہ سے کہا کہ اب بہت ہوگیا، آپ میرے ساتھ چلیں تو خالدہ نے بھی انکار کردیا اور اس کے باپ نے کہا: نہ میری لڑکی اب تیرے یہاں جائے گی اور نہ میں تجھ کو دوسری شادی کرنے دوں گا۔ اب زید نے پریشان ہوکر دوسرا نکاح کا ارادہ کیا اور گاؤں کے چند لوگوں کو لے کر دوسرے نکاح کے لیے ہرتھلا پہنچا تو پھر خالدہ کا باپ پولیس کو لے کر آیا اور نکاح رکوادیا۔ پولیس لڑکے اور لڑکی کو لے کر تھانہ میں پہنچی اور نکاح کو ملتوی کرادیا۔ اب اس صورت میں زید دوسرا نکاح کرتا ہے تو گنہگار ہوگا، یا نہیں؟ زید اپنا دوسرا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب سے نوازیں، عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام

(المستفتی: ابرار حسین، موضع صدر پور، ضلع مرادآباد)

== وَإِذَا كَانَتْ لَهُ امْرَأَةٌ وَأَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَ عَلَيْهَا أُخْرَى وَخَافَ أَنْ لَا يَعْدِلَ بَيْنَهُمَا لَا يَسَعُهُ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ لَا يَخَافُ وَسِعَهُ ذَلِكَ وَالِامْتِنَاعُ أَوْلَى وَيُؤْجَرُ بِتَرْكِ إدْخَالِ الْغَمِّ عَلَيْهَا كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ. وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يُسَوِّيَ بَيْنَهُنَّ فِي جَمِيعِ الِاسْتِمْتَاعَاتِ مِنْ الْوَطْءِ وَالْقُبْلَةِ وَكَذَا بَيْنَ الْجَوَارِي وَأُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَلَا يَجِبُ شَيْءٌ كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ. (الفتاوىٰ الهندية، مسائل فى القسم بين الزوجات: ۱/۳٤۱، دار الفكر بيروت، انيس)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

متعدد بیویوں کے نان ونفقہ اور دیگر حقوق ادا کرنے پر قادر ہونے کی صورت میں پہلی بیوی کے علاوہ دوسری عورت سے بھی نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔ ایسی صورت میں دوسرا نکاح کرنے سے مرد گنہگار نہ ہوگا، لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر آپ میں اتنی استطاعت ہے تو آپ دوسرا نکاح کر سکتے ہیں تو آپ عنداللہ گنہگار نہ ہوں گے اور اس میں خالدہ کے باپ کو عدالتی کارروائی اور پولیس کیس کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.﴾(النساء:۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲؍شعبان ۱۴۲۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۶؍۷۴۳۷) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲؍۳۱۷)

ایک بیوی کے رہتے ہوئے دوسرا نکاح کرنا درست ہے:

سوال: کلن کی ایک بیوی ہے اور وہ اکثر پردیس میں ٹھیکہ کا کام کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے، جس کو سفر میں ساتھ رکھے اور وہ دونوں زوجہ کا خرچ اٹھا سکتا ہے تو نکاح ثانی کر سکتا ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــ

جب کہ حقوق شرعیہ ہر دو زوجہ کے کلن ادا کرے تو دوسرا نکاح بلا تردد کر سکتا ہے؛ بلکہ اچھا ہے کہ اس کو سفر میں تکلیف نہ ہو۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷؍۲۰۶)

بیوی کے مرض کی وجہ سے دوسرا نکاح:

سوال: اگر بیوی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے، جس کی وجہ سے شوہر اس سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کر سکے تو کیا اس صورت میں شوہر کے لیے اس کی اجازت ہوگی کہ وہ اس بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لے، اگر عورت اور اس کے والدین اجازت نہ دیں، تب بھی وہ نکاح ثانی کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(عبدالرؤف، بشارت نگر، حیدرآباد)

الجواب ــــــــــــــــــ

اگر مرد دوسرے نکاح کی ضرورت محسوس کرتا ہے، اور اس کو اعتماد ہے کہ دوسرے نکاح کی صورت میں وہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل کر سکے گا، تو اس کے لئے شرعا دوسرا نکاح کرنا جائز ہے، (۲) اس کے لیے بیوی، یا اس کے والدین کی اجازت ضروری نہیں، البتہ ہندوستان کے ماحول میں چوں کہ دوسرا نکاح عام طور پر باہمی افتراق اور

(۱،۲) ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوا﴾(سورۃ النساء:۳، ظفیر)

دوخاندانوں کے درمیان نفرت کا باعث ہوجاتا ہے؛ اس لیے بہتر ہے کہ مذکورہ صورت میں اولاً ڈاکٹروں سے رجوع کیا جائے اور علاج کی تدبیر کی جائے اور اگر اطبا اس بیماری کو ناقابل علاج کہتے ہوں تو اس کے والدین کے سامنے حقیقت حال رکھ دی جائے، ان کو اعتماد میں لے کر نکاح کیا جائے اور نکاح کے بعد خوراک و پوشاک رہائش اور شب گزاری میں دونوں سے برابری کا سلوک کیا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۲۳-۳۲۴)

بیوی کی کمزوری کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید عیال دار شخص ہے بیوی اور کئی بچے ہیں؛ لیکن بیوی کچھ کمزور اور نحیف ہے، زید اپنے جذبات سے مجبور ہوکر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، الحمدللہ زید باحیثیت شخص ہے، اگر دوسری شادی ہوجائے تو دونوں بیویوں کے لیے مکان وطعام اخراجات کا انتظام کرسکتا ہے۔ پہلی بیوی دھمکی دے رہی ہے کہ اگر دوسری شادی کی تو معاملہ گڑبڑ کردوں گی۔ دوسری جانب زید اپنی شہوانی جذبات سے اتنا عاجز ہے کہ گناہ حرام ہونے کا شدید خطرہ ہے اور ممکن ہے کہ گناہ میں ملوث ہوجائے۔ ایسی صورت میں زید دوسری شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟ یا اس صورت میں زید کیا کرے؟ زید کی اہلیہ کچھ دن قبل اتنی سخت نہیں تھی؛ بلکہ کچھ دن قبل تو دوسری شادی کی اجازت بھی دے دیتی تھی۔ اب جب کہ کئی جگہ سے رشتے مل رہے ہیں تو اپنے موقف میں سخت ہوگئی ہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ——— وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں زید کو دوسرا نکاح کرنے کا شرعی حق حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس سے روکنے کا حق نہیں ہے، اگر وہ اس سلسلہ میں کوئی غلط اقدام کرے گی تو خود گنہگار ہوگی، البتہ زید پر یہ ضروری ہوگا کہ وہ نکاح کے بعد دونوں بیویوں کے حقوق پوری طرح ادا کرے اور دونوں میں کسی قسم کی تفریق روا نہ رکھے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:٣)

قال وهب الأسدى قال: أسلمت وعندى ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلک للنبى صلى الله عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبى داؤد: ١/٣١١، رقم: ٢٢٤١)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية: ٢/٣١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۸/) ☆

☆ **بیوی کے میکہ میں رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری شریک حیات بغیر میری اجازت کے تقریباً تین سال سے اپنے والدین کے گھر رہ رہی ہے۔ مجھے اپنی روزمرہ کی زندگی میں کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔==

بیس سال تک بیوی کو اپنے سے دُور رکھنا اور دوسرا نکاح کر کے رہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا نام سید اَریب احمد ساکن مولانا والی مسجد مرادآباد ہے، حقوق العباد کے مطابق علماء دین کی رائے جاننا چاہتا ہوں، میں نے ۱۹۸۹ء ماہِ جون میں جناب شجاعت حسین قریشی کی صاحبزادی گل رعنا جو سورج مکھی تھیں، مجمع عام میں ان سے بالعوض دس ہزار مہر معجّل دس ہزار غیر معجّل رقم نکاح کیا، تقریباً دو سال ہم لوگ ساتھ رہے اور اس درمیان اُن سے میری ایک بیٹی پیدا ہوئی، جو ماشاء اللہ اب ۲۰/سال کی ہو چکی ہے، گل رعنا کے والد جو اَب مرحوم ہیں، اُن کی کسی بات پر میں گل رعنا سے الگ ہو گیا اور پھر ۱۹۹۳ء میں دوسری شادی کر لی؛ کیوں کہ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں نے لالچ میں اُن کی بیٹی سے شادی کی ہے، گل رعنا کے مہر کی رقم اس وقت مالی اعتبار سے کمزور ہونے کی وجہ سے اور پھر آپسی رضامندی سے ادا نہیں کیا۔ اب ۲۰/سال کا وقت گزر چکا ہے، مجھے اپنی بیوی اور بیٹی سے علاحدہ ہوئے۔ اس شکل میں کیا اب وہ میرے نکاح میں ہیں، یا نہیں؟ میں نے اُن کو طلاق نہیں دیا اور نہ اُنہوں نے دوسری شادی کی؛ البتہ میں نے دوسری شادی بنا اُن کی مرضی واِجازت کے کر لی، جب کہ میرے اور گل رعنا کے درمیان میں کوئی ناراضگی نہیں تھی، صرف اُن کے والد کے کہنے پر ہم الگ ہو گئے تھے، میں اُن کے مہر کی رقم ادا کرنا چاہتا ہوں، جس کو گل رعنا لینے سے منع کرتی ہیں۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اب اگر وہ میرے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہیں تو پھر مجھے اُن کو الگ کرنا ہوگا، تب مجھ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ میری بیٹی جو اَب ۲۰/سال کی ہو چکی ہے، جس کو میں نے آج تک دیکھا نہیں، اُس کی پرورش اب تک اُس کی ماں اور نانا نے کی ہے۔ اس صورت میں وہ میرے ساتھ رہنے کو تیار نہ ہوگی، تب مجھے دین کی روشنی میں کیا کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

حسبِ تحریرِ سوال گل رعنا اَبھی تک آپ کی منکوحہ ہیں، اُنہیں چاہیے کہ وہ آپ کے پاس آکر حق زوجیت ادا کریں

== میرے گھر پر میرے ایک ضعیف باپ ہیں، جو کافی عرصہ سے علیل ہیں اور گھر پر کوئی عورت نہیں ہے۔ میں اپنی بیوی کو اپنے گھر پر لانے کی ہر ممکن کوشش کر لی؛ لیکن نہیں آئی تو کیا میں دوسرا نکاح کر سکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

آپ کے لیے دوسرا نکاح کرنا شرعاً جائز ہے؛ البتہ اپنی مصالح آپ خود دیکھ لیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)

قال وهب الأسدي: أسلمت وعندي ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلك للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبي داؤد: ۱/ ۳۱۱، رقم: ۲۲۴۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية: ۲/ ۳۱۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

اور اُن کے مہر کی ادائیگی آپ پر بہرحال لازم ہے اور آپ اپنی بیٹی کے شرعی طور پر ولی ہیں، لہٰذا آپ اُسے اپنے پاس لاکر اپنی ذمہ داری میں لے سکتے ہیں اور اس کا نکاح نہ ہونے تک اُس کے ضروری اخراجات کی ذمہ داری بھی آپ پر عائد ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ خاندان کے بااثر لوگوں کے سامنے معاملہ رکھ کر مسائل کو سلجھالیا جائے اور آپسی رضامندی سے معاملات طے کرلیے جائیں اور جس کی طرف سے جو حق تلفیاں ہوئی ہیں، اُسے دنیا ہی میں معاف کردے؛ تاکہ آخرت میں مواخذہ کی نوبت نہ آئے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾(النساء:٢٤)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا، اِنْ يُرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾(النساء:٣٥)

أما ركن الطلاق فهو هٰذه اللفظة الصادرة من الزوج.(الفتاویٰ التاتارخانية:٣٧٧/٤،رقم: ١٧٤٥،زكريا)

بلغت الجارية مبلغ النساء أن بكرا ضمها الاب إلى نفسه.(شامی:٢٧٠/٥،زكريا)

ونفقة الإناث واجبة مطلقًا على الآباء ما لم يتزوجن.(الفتاویٰ الهندية:٥٦٣/١)

وبعد ما استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة اولى يقدم الأقرب فالأقرب. (الفتاویٰ الهندية:٥٤٢/١)**فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۳۲/۲/۱۴ھ۔الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۸)

بیوی کے رہتے ہوئے اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: زید نے دوعورتوں سے عقد کیا، دوسری عورت کے عقد کے وقت ایک لڑکی چار سالہ زید کے نطفہ سے موجود تھی، جسے بالغہ ہونے پر بکر اپنے عقد میں لے آیا، زید مرض طاعون سے فوت ہوگیا۔ اب زید کی پہلی بیوی کو بکر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے، نکاح کے پہلے بکر کا رشتہ زید کے ساتھ کسی قسم کا نہ تھا۔ پس اس حالت میں زید کی پہلی بیوی جو بکر کی سوتیلی ساس ہوتی ہے، بکر کے ازواج میں شرعاً آسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ لڑکی جو بکر کے عقد میں آئی، زید کی پہلی زوجہ کے شکم سے نہیں ہے اور زید کی پہلی زوجہ بکر کی ساس حقیقی نہیں ہے تو نکاح بکر کا اس سے درست ہے۔

درمختار میں ہے:

فجاز الجمع بين امرأة و بنت زوجها،الخ.(الدر المختار)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۲۴/۷-۲۲۵)

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار،فصل في المحرمات: ٣٩١/٢،ظفير

مرد کو چار شادیوں کا اختیار ہے، عورت اس میں مخل نہیں ہوسکتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکا جس کی شادی کو قریب پانچ سال ہوچکے ہیں، ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے، لڑکا صحیح ہے اور بیوی کی ڈاکٹری بھی کرا چکا ہے، ڈاکٹروں نے بھی فیل کردیا ہے، اب وہ لڑکا دوسری شادی کرنا چاہتا ہے؛ تاکہ اولاد ہونے سے نام چلے؛ لیکن لڑکی کے رشتہ دار اس سے مہینہ مکان لکھوانا چاہتے ہیں؛ لیکن لڑکا جیسے بیوی رہتی رہی ہے، بہ خوشی رکھنا چاہتا ہے، لڑکی والے زور ڈال رہے ہیں کہ مہینہ، مکان لکھنا پڑے گا تو وہ اس بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، یا نہیں؟

اور دوسرا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ جواب چاہیے۔

(المستفتی: اشفاق احمد، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعت اسلامی میں مرد کو بشرط ادائیگی حقوق چار تک بیویاں رکھنا جائز ہے، دوسری شادی کرنے میں موجودہ بیوی کو اعتراض کا شرعاً کوئی حق نہیں، البتہ شوہر پر دونوں بیویوں کے درمیان ہر چیز میں برابری کا معاملہ رکھنا واجب ہے، ورنہ گنہگار ہوگا۔ (فتاوی دار العلوم: ۷/۴۷)

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

إذا كان للرجل امراتان حرتان، فعليه أن يعدل بينهما في القسم. (الهداية، باب القسم، أشرفي ديوبند: ٢/٣٤٩)

اور موجودہ بیوی کے ساتھ رہ کر حدود اللہ کے دائرہ میں زندگی گزارنا ممکن ہو تو طلاق نہ دینا بہتر ہے اور مکان نام کردینا بھی شوہر پر لازم نہیں، اگر حدود اللہ کے دائرہ سے باہر ہونے کا خطرہ ہو تو طلاق دے دینی چاہیے۔

ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة، ولا عليها تسريح الفاجرة إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا باس أن يتفرقا، الخ. (الدر المختار، كوئٹه: ٢/٣١٨، كراتشي: ٣/٥٠، زكريا: ٤/١٤٣-١٤٤)

إيقاعه مباح (إلى قوله) بل يستحب لو موذية، الخ.

وفي الشامي: الموذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها. (الدر المختار، كوئٹه: ٢/٤٥١، كراتشي: ٣/٢٢٩، زكريا: ٤/٤٢٧-٤٢٨) **فقط والله سبحانه وتعالیٰ أعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴/رجب المرجب ۱۴۰۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۸۰۷) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۴۷)

شوہر کی اطاعت اور دل جوئی نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر بیوی اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے، یا دل جوئی نہ کرے تو شوہر اُس کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

مذکورہ صفات والی عورت کے ساتھ نہ رہ کر دوسری شادی کر کے الگ رہنے کی اِسلام میں اِجازت ہے، جب تک کہ وہ اپنی غلطی مان کر ساتھ میں نہ رہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر آدمی دوسری بیوی کے ساتھ پوری طرح انصاف کرنے اور حق کی ادائیگی پر قادر ہو تو وہ دوسری شادی کرسکتا ہے، پہلی بیوی سے اِجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء وليس له أن يتزوج أكثر من ذٰلك لقوله تعالىٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)(الهداية،فصل في المحرمات: ۳۱۱/۲، كذا في فتح القدير: ۲۲۹/۳،مصر)

وصح نكاح أربع من الحرائر،الخ، ولو أراد فقالت امرأته: اقتل نفسي لايمتنع؛ لأنه مشروع. (الدر المختار مع الشامي: ۱۳۸/٤،زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴/۸/۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۸)

والدین کے شادی کردینے کے بعد اپنی مرضی سے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی لڑکا اپنے والدین کی خاطر اُن کی مرضی سے شادی کرتا ہے؛ لیکن وہ کسی اور سے بھی شادی کرنا چاہتا ہے، وہ والدین کی مرضی سے شادی کرنے کے بعد بنا کسی کو بتائے اُس سے بھی شادی کرلیتا ہے، جس سے وہ کرنا چاہتا تھا، اور اسے الگ رکھتا ہے۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

دوسری شادی کرنا جب کہ دونوں بیویوں میں برابری کرنے کا یقین ہو فی نفسہٖ جائز ہے اور اگر برابری نہ کرنے کا گمان غالب ہو تو اُس کی اِجازت نہیں اور والدین کو راضی رکھنا بہرحال ضروری ہے۔ دوسری شادی کے جنون میں والدین کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہیے۔ بہتر ہے کہ جو بھی اقدام کیا جائے، والدین کی رضا مندی سے کیا جائے؛ تاکہ خوش گوار زندگی نصیب ہو۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من كانت له امرأتان يميل لأحدهما على الأخرىٰ جاء يوم القيامة يجر أحد شقيه ساقطا أو مائلا. (أخرجه الخمسة: سنن الترمذي،رقم: ١١٤١، سنن أبي داؤد،رقم: ٢١٣٣، سنن النسائي،رقم: ٣٩٤٣، مسند أحمد،رقم: ٥١٦٢٥، إسناده على شرط الشيخين: تكملة فتح الملهم: ٩٠/١،ونحوه في مرقاة المفاتيح: ٢٦٠/٦)

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: رضا الرب فی رضا الوالد، وسخط الرب فی سخط الوالد. (سنن الترمذی،أبواب البر والصلة،باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین: ۱۲/۲،رقم: ۱۸۹۹، ابن حبان فی صحیحه: ۴۳۰، المستدرک للحاکم: ۲۵۱/۴)

ویجب وظاهر الآیة أنه فرض، أن یعدل فیه أی فی القسم بالتسویة فی البیتوتة، وفی الملبوس والمآکل والصحبة. (الدر المختار مع الشامی: ۸۷۳/۴،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱/۱۴۳۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

شوہر کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا دعویٰ کر کے دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ جو کہ یوپی میں اس کا کوئی وارث نہیں، بہار سے آئی اور آکر اس نے یوپی میں زید سے نکاح کیا، پھر کچھ دنوں کے بعد زید اس منکوحہ کو چھوڑ کر گھر سے لاپتہ ہوگیا، کم وبیش دو سال تک لاپتہ ہی رہا، ہندہ نے اس درمیان بکر سے نکاح کرلیا، بکر سے نکاح کرنے کے بعد وہ فرار شدہ شوہر زید واپس آگیا، طویل مدت کے بعد ہندہ کا کہنا یہ ہے کہ زید مجھ کو طلاق دے کر بھاگا تھا اور زید کا کہنا یہ ہے کہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔ اب اس صورت میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسئولہ صورت میں اگر ہندہ کے پاس شوہر کی طلاق پر کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے تو شوہر سے طلاق حاصل کیے بغیر بکر کے ساتھ کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، ہندہ کا بکر کے ساتھ رہنا زنا کاری اور حرام کاری ہے، نیز ہندہ کا طلاق کا دعویٰ بلا شرعی گواہی کے معتبر نہیں ہے؛ اس لیے ہندہ اور بکر کے لیے لازم ہے کہ وہ فوراً ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کر کے اپنے بدافعال سے توبہ واستغفار کر کے اپنے کو غضبِ الٰہی سے بچائیں اور ہندہ اپنے شوہر اول زید کے پاس چلی جائے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی إسرائیل: ۲۳)

أی بئس طریقًا وملکاً ما من ذنب بعد الشرک أعظم عند اللّٰہ من نطفة وضعها رجل فی رحم لا یحل له. (تفسیر ابن کثیر: ۵۵/۳،دار السلام بیروت)

ومنها أن لا تکون منکوحة الغیر، لقوله تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عام فی جمیع ذوات الأزواج، وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه قال فی هٰذه الآیة: ”کل ذات زوج إتیانها زنا إلا ما سبیت“ … ولأن اجتماع رجلین علی امرأة واحدة یفسد الفراش؛ لأنه یوجب اشتباه النسب وتضییع الولد وفوات السکن والإلفة والمودة فیفوت ما وضع النکاح له. (بدائع الصنائع،بیان عدم جواز نکاح معتدة الغیر: ۵۴۸/۲-۵۴۹،زکریا)

أما منکوحة الغیر لم ینعقد اصلاً؛ لانه لم یقل أحد بجوازه. (شامی: ۲۷۴/۴،زکریا)

وما سوی ذٰلک من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالا أوغير مال، مثل النكاح والطلاق. (الهداية: ١٣٨/٣،الدر المختار: ١٧٨/٨،زكريا، الفتاویٰ الهندية: ١٥٤/٣،فتح القدير: ٣٧٠/٧، البحر الرائق: ٢٦/٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۹/۱۱/۱۴۲۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۸)

جس کو شوہر چھوڑ کر بھاگ گیا اُس کو شرعی تفریق کے بغیر دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شاکرہ کی شادی محمد صغیر کے ساتھ ہوچکی ہے اور بعد شادی صغیر نے شاکرہ کو تین سال تک رکھا، اس کے بعد صغیر شاکرہ کو چھوڑ کر دہلی چلا گیا اور انہوں نے شاکرہ کو خرچ وغیرہ بھی نہیں دیا ہے اور تقریباً تین سال سے ملاقات بھی نہیں کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے اور اب شاکرہ دوسرے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے، جب کہ صغیر نے دوسری شادی بھی کر لی ہے تو اب ایسی صورت میں شاکرہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب تک شاکرہ کو صغیر طلاق نہ دے دے، یا دونوں کے مابین شرعی تفریق ہوکر عدت نہ گزر جائے، اُس وقت تک شاکرہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی۔

وقال العلامة ابن عابدين: لايرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (شامي مع الدرالمختار: ٣٧/٣، كراتشي،كذا في البدائع الصنائع: ٨٤٥/٢،زكريا)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوّج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها. (الفتاویٰ التاتارخانية: ٦٦/٤،رقم: ٥٤٥٥،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۸/۱۱/۱۴۱۳ھ۔ (کتاب النوازل: ۸)

پہلی بیوی کے نہ آنے پر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی ۲۰۰۲ء میں ہوئی تھی، میری بیوی سرکاری دفتر میں کلرک ہے۔ شادی کے دن سے ہی میری بیوی الگ کمرہ لے کر رہ رہی ہے۔ میری والدہ سخت بیمار ہیں؛ مگر لگ بھگ چار ماہ قبل میری طبیعت خراب ہوگئی تھی، جس کی اطلاع میں نے اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ سسرال دی۔ میری بیوی نے اطلاع پا کر کہا کہ طبیعت خراب تو ہو ہی جاتی ہے، میری بھی طبیعت خراب ہے، وہ آج تک نہیں آئی، طبیعت خرابی کے ایک ہفتہ بعد بیوی کے بھائی آئے، انہوں نے کہا: دو چار روز کے

بعد بیوی کو بھیج دیں گے؛ لیکن نہیں بھیجا، برابر لوگوں کے ذریعہ اور فون پر بلانے کا تقاضہ کرتے رہے؛ لیکن نہیں آئی، اب ۳۰؍مئی ۲۰۱۲ء کو میں نے عقد ثانی کرلیا ہے؛ کیوں کہ میری پہلی بیوی نے مجھے ہر طرح سے حق زوجیت سے محروم رکھا۔ اب کافی لوگوں کے سامنے میرے پاس آنے کے لیے دباؤ ڈال رہی ہے اور دوسری بیوی کو طلاق دلوانے کے لیے کہہ رہی ہے۔ اس وقت بھائیوں نے نہیں سمجھایا، اب پورا خاندان ساتھ ہے تو کیا ایسی صورت میں میں نے عقد ثانی جائز کیا ہے؟ پہلی بیوی کا دباؤ ڈالنا میرے اوپر رکھنے کے لیے کیا جائز ہے؟ جب کہ میرے دل میں کراہت ہے؟ پہلی بیوی سے ۸؍سال سے زیادہ کی ایک میری لڑکی ہے، میں اس کو رکھنے کو تیار ہوں، شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

(المستفتی: راحت سعید)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شوہر نے جب دو شادیاں کرلی ہیں تو اس کے اوپر ضروری ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق برابری کے ساتھ ادا کرے اور جو بیوی شوہر کی مرضی کے خلاف کسی دوسری جگہ جاکر رہنے لگے تو جب تک وہ شوہر کے گھر آکر شوہر کے حقوق زوجیت ادا نہ کرے تو اس دوران شوہر کے ذمہ اس کا خرچ واخراجات ادا کرنا لازم نہیں ہے اور دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کو یہ حق نہیں ہے کہ اس بات کا مطالبہ کرے کہ دوسری بیوی کو طلاق دے کر نکاح سے الگ کردے اور اس طرح کا مطالبہ عورت کے لیے جائز نہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لامرأة تسأل طلاق أختها لتستفرغ صحفتها، فإنما لها ما قدر لها. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الشروط التي لا تحل في النكاح، النسخة الهندية: ۷۷٤/۲، رقم: ٤۹٥۸، ف: ٥١٥٢، صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الخطبة على خطبة اخيه، النسخة الهندية: ٤٥٤/۱، بيت الأفكار، رقم: ۱٤۱۳، سنن الترمذي، أبواب الطلاق واللعان، باب ماجاء لا تسأل المرأة طلاق أختها، النسخة الهندية: ۲۲٦/۱، دارالسلام، رقم: ۱۱۹۰)

لا نفقة لأحد عشر ... وخارجة من بيتها بغير حق، وهي الناشزة حتى تعود. (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، كراچي: ٥٧٥/٣-٥٧٦، زكريا: ٢٨٦/٥)

عن الشعبي: أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، لها نفقة؟ قال: لا، وإن مكثت عشرين سنة. (مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن بيروت: ٢٥١/١٠، رقم: ١٩٣٦٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶؍رجب ۱۴۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۹۳/۰۱/۷۵ ۶۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۶/۷/۱۴۳۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۷۳۹)

دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کا میکہ چلے جانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی ریشما

خاتون کوایک طلاق دے دی تھی، طلاق کے بعد پندرہ دن تک اپنے میکے میں رہی، پھر میرے ساتھ آ گئی اور تقریباً دوسال تک میاں بیوی کی طرح رہتی رہی، اب میں نے دوسری شادی یاسمین خاتون سے کرلی ہے تو اب پھر وہ میکے چلی گئی۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر ہم اسے رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور دونوں بیویوں کو ساتھ رکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد نوشاد، محلہ بیگم سرائے سنبھل، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی تھی اور جب طلاق کے پندرہ دن بعد بیوی کو ساتھ رکھنے لگا تو اس سے رجعت بھی ہوگئی اور ایک طلاق رجعی کے بعد رجعت کر کے میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنا جائز اور درست ہے اور جب دوسری شادی یاسمین خاتون سے کرلی ہے تو شوہر پر لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے ساتھ یکسانیت اور برابری کا معاملہ کرے۔ رات گزارنے میں اور خرچہ دینے میں اور رہائش میں بالکل برابری اور یکسانیت کا معاملہ کرنا شوہر پر لازم اور ضروری ہے اور دونوں کو الگ الگ کمرہ دینا بھی لازم ہے اور اگر ان چیزوں میں کسی ایک کے ساتھ جھکاؤ کا معاملہ کرے گا تو شوہر ظالم شمار ہوگا، اللہ کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی اور سوال میں یہ بھی پوچھا ہے کہ پہلی بیوی ریشما خاتون کو رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ تو اس کو رکھنا بلاشبہ جائز ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

وإذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعية، أوتطليقتين فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض. (الهداية،أشرفي ديوبند: ۲/۳۹٤)

والجماع في العدة رجعة، وكذلك المس بشهوة، والتقبيل بشهوة، وكذلك النظر إلى الفرج بشهوة. (الفتاویٰ التاتارخانية،زكريا ديوبند: ۵/۱۳۹،برقم: ۷۸٤۷)

وإذا كان للرجل امراتان حرتان، فعليه ان يعدل بينهما في القسم بكرين كانتا او ثيبين؛ لقوله عليه السلام: من كانت له امراتان ومال إلى احدهما في القسم جاء يوم القيامة وشقه مائل. (الهداية، أشرفي ديوبند: ۲/۳٤۹)

يجب عليه التسوية بين الحرتين والأمتين في المأكول والمشروب، والملبوس، والسكنى، والبيتوتة،الخ. (شامی، كراتشي: ٤/۲۰۲، زكريا: ٤/۳۷۸،أشرفي: ٤/۲۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲؍رجب ۱۴۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۵۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۷/۱۴۳۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۷۰)

زوجۂ اول کی طلاق کا مسئلہ عدالت میں ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کوئی مسلمان پہلی بیوی کی

موجودگی میں، یا پہلی بیوی کی طلاق کا مقدمہ چل رہا ہو اور عدالت میں زیر غور ہو، تو ایسی صورت میں وہ لڑکا کیا دوسری شادی کرسکتا ہے؟ مسلم پرسنل لا اور قرآن وحدیث کی رو سے ایک مسلمان کتنی شادیاں کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

آزاد مرد متعدد بیویوں کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو تو پہلی بیوی کے علاوہ حسب استطاعت دوسری عورت سے بھی نکاح کرنا شریعت محمدیہ کے قانون کے مطابق جائز اور درست ہے، ساتھ میں یہ بھی خیال رہے کہ اگر بے انصافی اور جانبدارانہ عمل دونوں بیویوں کے درمیان کیا جائے، یا دونوں میں سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے تو سخت ترین گنہگار رہوگا؛ بلکہ قیامت کے دن اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کے چہرہ کی ایک جانب لقوہ اور فالج کی طرح مسخ کی حالت ہوگی۔

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (النساء:۴)

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إذا كانت عندالرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (الترمذی، أبواب النكاح، باب ما جاء فی التسوية بين الضرائر، النسخة الهندية: ۱/۲۱۷، دارالسلام، رقم: ۱۱۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷/رجب ۱۴۲۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۷۳۳۹/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۷/۳۰ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۷۳۵)

نکاح ثانی کے لیے بیوی کا مشورہ:

سوال: ایک بیوی ہے تو اس پر نکاح کرنے میں اس بیوی کی اجازت کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجوابـــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

شرعاً تو ضروری نہیں؛ مگر نباہ اس سے کرنا ہے، اگر اس کا مشورہ نہیں ہوگا تو دشواری ہوگی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۴۷)

بیوی کی مرضی کے بغیر دوسری شادی کرنا اور پہلی بیوی کا میکہ میں آکر نفقہ کا مطالبہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا نام نورِ صبح شہزاد بنت

---

(۱) ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء:۳)

"وللحر أن يتزوج أربعا من الحرائر والأما وليس له أن يتزوج أكثر من ذلك، لقوله تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾". (الهداية، فصل فی لمحرمات: ۲/۳۱۱، مكتبة شركة علمية، ملتان)

سخاوت حسین عرف شہزادے علی ہے، میرے شوہر ڈاکٹر رئیس الدین نے تقریباً دس ماہ پہلے دوسری شادی کر لی ہے، یہ شادی مجھے دھوکہ دے کر اور جھوٹ بول کر کی گئی ہے، بات کھلنے پر میں اپنے گھر آ گئی ہوں؛ یعنی والد کے گھر، میرے بچے نہیں ہیں، حمل رہا تھا؛ مگر ختم ہو گیا اور پھر کچھ اندرونی خرابی کی وجہ سے بچے نہیں ہو سکے۔ میرے اپنے شوہر کے گھر نہ رکنے کی وجوہات مختصر طور پر یہ ہیں، جو شاید آپ کے علم میں لانا ضروری ہوں، (میں آپ کا قیمتی وقت لینے کی معافی چاہوں گی۔):

(۱) جس کمرے میں میں تقریباً گیارہ سال سے رہ رہی تھی اور کچھ سالوں سے کھانا بھی وہیں بنا رہی تھی، وہ میرے لیے ہی ناکافی تھا، ایک اور عورت کے ساتھ رہنا کھلی بے حیائی اور ذہنی اَذیت تھی (دوسرا مکان اُنہوں نے میرے ضد کرنے پر بھی لینے سے انکار کر دیا تھا کہ ان کی حیثیت نہیں ہے، اب کیسے لے لیتے؟)

(۲) میرے شوہر کا رویہ پچھلے پانچ چھ سال سے بہت خراب تھا، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ بچے نہیں ہیں؛ اس لیے تمہارے لیے کچھ نہیں کروں گا اور یہ بات انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دی۔

(۳) میں اُن کے رویہ کی وجہ سے گھنٹوں نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی رہتی تھی؛ مگر دوا دینے کے بجائے ایسے چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے۔

(۴) وہ کئی کئی دن کے لئے مجھ سے دہلی جانے کا کہہ کر جاتے تھے، میں اپنے میکہ آ جاتی تھی؛ مگر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ وہ دہلی نہیں جاتے۔ جب اُن سے دریافت کیا تو میرے بھائیوں کو گندی گندی گالیاں دیں اور مجھ سے کہہ دیا کہ تمہارا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، مجھ سے میرے پروگرام کے بارے میں معلوم کرو کہ میں کیا کرتا ہوں؟ میں کہاں جاتا ہوں؟ تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا، بس تمہارا شرعاً حق اتنا ہی ہے کہ پڑی رہو، کھاتی رہو، تم ہم سے زیادہ شرع نہیں جانتی ہو۔

(۵) اُن کی اِس طرح کی باتوں سے مجھے شک ہوا کہ کہیں اُن کا اِرادہ دوسری شادی کا تو نہیں ہے، میں نے اُن سے اِس خدشے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں انکار نہیں کرتا؛ مگر ابھی میرا کوئی اِرادہ نہیں ہے، اس وقت میں نے اُن سے یہ وعدہ لیا تھا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو بغیر مجھے اطلاع دئے نہیں کریں گے، یہ وعدہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے اللہ تعالیٰ کی گواہی میں تھا، اِس کے بعد بھی متعدد بار میں نے اُن سے کہا کہ اگر وہ غلط وعدہ کر بیٹھے ہوں تو مجھ سے کہہ دیں؛ کیوں کہ دنیا کی خواری سے دین کی خواری بہت بری ہوگی، میں بیوی کی حیثیت سے یہی مشورہ دوں گی کہ وہ ایسا نہ کریں، میری تو دنیا ہی خراب کریں گے؛ مگر اپنے لیے بہت بڑی خرابی کریں گے، انہوں نے ہر بار یہی کہا کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں، ایسا نہیں کروں گا۔ اس بیچ میں وہ دوسری شادی کر چکے تھے اور مجھ سے مستقل یہی وعدہ کرتے رہے۔

(۶) جب یہ شادی ہوئی تھی، مجھے اگلے دن معلوم ہوا تھا؛ مگر میں نے اُن کی قسم کی وجہ سے یقین نہیں کیا تھا؛ بلکہ اُن سے بھی کہا کہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں؛ مگر مجھے یقین نہیں ہے، تم اتنی سی بات کے لیے اپنا ایمان خراب کرو گے،

جب بھی اُنہوں نے یہی کہا تھا کہ تم بیکار پریشان ہورہی ہو، تم سے وعدہ کر چکا ہوں، لوگ تمہیں یونہی بھڑکا رہے ہیں، میرا فی الحال کوئی اِرادہ نہیں ہے۔

(۷) جب یہ بات پورے ثبوت کے ساتھ معلوم ہوگئی اور میں نے اُن سے پھر معلوم کیا تو اُنہوں نے اپنی ماں کی قسم کھالی کہ اُنہوں نے دوسری شادی نہیں کی ہے۔

(۸) جب میں نے دوسری بیوی کا نام اور پتہ بھی بتادیا اور کہا کہ نکاح نامہ بھی دکھا سکتی ہوں تو اُنہوں نے قبول کرلیا کہ ایسا وہ کر چکے ہیں اور اس پر بھی اپنی نئی سسرال میں کہہ آئے کہ میری بیوی پاگل ہے، یہاں بھی آسکتی ہے، اُس کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کرنا اور یہ بات انہوں نے میرے سامنے قبول کرلی کہ ہاں ایسا میں نے کہا ہے۔

(۹) دوسری شادی کی وجہ بتائی کہ میں پاگل ہوں، مجھ پر پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں، جب کہ میں ''ایم-ایس-سی'' ہوں، میں کھانا نہیں پکاتی تھی، کچھ گندے اور اوچھے الزام بھی لگائے۔

مفتی صاحب باتیں تو بہت ہیں؛ مگر یہ مختصر حالات ہیں، اِنہیں وجوہات کی بنا پر میں نے وہاں نہ رکنے کا فیصلہ کیا؛ کیوں کہ خودکشی تو اللہ تعالیٰ نے بھی حرام کردی ہے اور وہاں رکنا خود کو ہلاک کرنا تھا۔ میں اپنا جہیز، زیور وغیرہ لے کر کچھ معزز لوگوں کی موجودگی میں وہاں سے آگئی، طلاق میں نے نہیں لی ہے؛ بلکہ اپنے شوہر سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ ایسا نہ کریں، جس کا انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے؛ مگر یہ بات میں نے سب کے سامنے اُن سے کہی تھی کہ میں اَب اُن کے پاس کبھی نہیں آؤں گی؛ لیکن وقت کا کچھ معلوم نہیں، اگر کبھی کوئی اپنا اُن کے پاس نہ ہوا اور اُنہیں میری خدمت کی ضرورت ہوگی تو ضرور حاضر ہوجاؤں گی، صرف خدمت کی حد تک، ورنہ بیوی کی حیثیت سے میں اُن کے پاس کبھی نہیں رہوں گی؛ کیوں کہ اُنہوں نے میری بے عزتی کی ہے اور میرے اعتماد کو توڑا ہے، اُس وقت اُنہوں نے ایک تحریر کے ذریعہ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے دو ہزار روپیہ ماہانہ خرچہ کے لیے دیتے رہیں گے، اس تحریر پر دو معزز لوگوں کے دستخط بھی ہیں، شہر امام حکیم آزاد صاحب بھی وہاں موجود تھے، اس مہینہ کے لیے انہوں نے معذرت کرلی تھی کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے؛ اس لیے اگلے مہینہ سے وہ پیسے دیں گے، اگلے مہینہ انہوں نے کمپاؤنڈر کے ہاتھ ایک ہزار روپیہ بھیجا، یہ کہہ کر کہ میرے پاس یہی ہیں، اتنا ہی دے سکتا ہوں، میں نے کہا: ٹھیک ہے، میں بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی، پانچ ماہ تک وہ پیسے آتے رہے، پھر آنے بند ہوگئے۔ میں نے ان سے فون پر معلوم کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے میکہ میں رہوں گی تو وہ مجھے پیسے نہیں بھیجیں گے، الگ مکان لے کر رہوں، جہاں وہ بھی آسکیں اور میں بیوی کی طرح اُن کے ساتھ رہوں تو وہ مجھے دو ہزار روپیہ دیں گے، ورنہ شرعاً میرا کوئی حق نہیں ہے، جب میں نے کہا کہ تمہارے پاس ایک عورت ہے، میں کیوں رہوں؟ تو جواب ملا کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہیں رہتی تھیں؟ یہ بات وہ کئی اور لوگوں سے بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر وہ میرے پاس بیوی کی طرح نہیں رہیں گی تو شرعاً مجھ پر پیسہ دینا واجب نہیں ہے، جب کہ ان کی تحریر لکھنے

سے پہلے یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ ایسا نہیں ہوگا، میں اُن کی تحریر کی فوٹو کاپی بھیج رہی ہوں، اپنی طرف سے تو میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلط بات نہ لکھی جائے، پھر بھی کوئی غلطی ہوئی تو خدا مجھے معاف کرے۔ (آمین)

مفتی صاحب! میں آپ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مشورہ چاہتی ہوں کہ میرے شوہر کو یہ رقم مجھے دینا واجب ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

مرد کو دوسری شادی کا شرعاً اختیار حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے، البتہ وہ یہ مطالبہ کرسکتی ہے کہ شوہر اسے سوکن سے علاحدہ الگ کمرے میں رکھے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)

قال وهب الأسدی قال: أسلمت وعندی ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلک للنبی صلی الله عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبی داؤد: ۱/۳۱۱، رقم: ۲۲۴۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية: ۲/۳۱۱)

فلكل من زوجته مطالبته بيت من دار علی حدة. (الدر المختار: ۳/۶۰۶، كراتشی)

تجب السكنی لها عليه فی بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذٰلک، كذا فی العينی شرح الكنز. (الفتاویٰ الهندية، النفقات، الفصل الثانی فی السكنی: ۱/۵۵۶، زكريا)

بریں بنا دوسرے نکاح کے بعد اگر بیوی شوہر سے الگ ہوکر میکہ میں رہنے لگے اور حقوقِ زوجیت ادا نہ کرے تو اس کا نفقہ شوہر پر شرعاً لازم اور ضروری نہیں ہے۔

وخارجة من بيته بغير حق وهی الناشزة. (الدر المختار: ۳/۵۷۶، كراتشی)

إذا تغيبت المرأة عن زوجها أو أبت أن تتحول معه حيث يريد من البلدان وقد أوفأها مهرها فلا نفقة لها عليه ...وإن نشزت فلا نفقة لها حتی تعود إلی منزله، والناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه بخلاف ما لو امتنعت عن التمكن فی بيت الزوج؛ لأن الاحتباس قائم، ولو كان المنزل ملكها فمنعته من الدخول عليها لا نفقة لها ... وإذا تركت النشوز فلها النفقة. (الفتاویٰ الهندية، الباب السابع عشر فی النفقات: ۱/۵۴۵، زكريا)

اور شوہر نے حسبِ تحریرِ سوال جو وعدے کئے ہیں، اُنہیں پورا کرنا چاہیے اور وعدہ خلافی نہ کرنا چاہیے؛ لیکن اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو شرعاً اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، (۱) بیوی نفقہ کی اُسی وقت مستحق ہوگی، جب کہ وہ شوہر کی مرضی کے مطابق رہے اور اُس کے حقوق ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۲/۲۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاری، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، طبع قديمی كتب خانه، انيس) ==

بانجھ بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے شادی کو تقریباً پندرہ سال ہوچکے ہیں اور میرے کوئی اولاد بھی نہیں ہے اور ڈاکٹری لائن سے سب نے انکار کردیا ہے کہ آپ کے کبھی بچے نہیں ہوں گے، میں بذاتِ خود ٹھیک ہوں؛ لیکن میری بیوی کے سارے پُرزے خراب ہیں اور میں نے بھی کہہ دیا کہ کوئی بچہ گود لے لو، چاہے آپ اپنے پریوار میں سے لے لو اور چاہے میرے پریوار میں سے لے لو؛ لیکن دونوں میں سے کسی بھی بات کو ماننے کو تیار نہیں ہے اور یہ کہتی ہے کہ کسی غیر کے بچہ کو لے لو، میں اس بات پر تیار نہیں ہوں اور دوسری شادی کو بھی تیار نہیں ہے۔ کیا میں اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرسکتا ہوں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں آپ کے لیے نکاحِ ثانی کی شرعاً مطلقاً اِجازت ہے،اس کے لیے پہلی بیوی سے پوچھنا ضروری نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یادرہے کہ نکاحِ ثانی کے بعد دونوں بیویوں میں عدل وانصاف کرنا ضروری ہوگا، ورنہ آخرت میں سخت مواخذہ کا اندیشہ ہے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(النساء:۳)

عن ابن عمر رضی الله عنه قال: أسلم غيلان وعنده عشر نسوة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمسک أربعًا وفارق سائرهن. (رواه ابن حبان فی صحيحه، رقم: ٧٥١٤، كذا فی كنز العمال: ٣٩١/٨، إعلاء السنن: ٤٦/١١، بيروت)

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء. (فتح القدير: ٢٣٩/٣، بيروت)

ويجب أن يعدل فيه أی فی القسم بالتسوية فی البيتوتة، وفی الملابس والماكول والصحبة. (الدرالمختار)

ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامی ٣٧٩/٤، زكريا ديوبند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲/۴/۱۴۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

بیوی کی مرضی کے بغیر ''بیوہ بھابھی'' سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوہ بھابھی سے

== الخلف فی الوعد أمر لا يستحب وإن كان جائزاً ولا كراهة فيه إذا كان عندالوعد عازماً ثم بدأ له أن لا يفعل، فأما إذا كان يضمر وقت الوعد أن لا يفعل، كان نفاقاً وتغريراً وهو ممنوع. (الكوكب الدرى على جامع الترمذی، باب فی الكبر: ٦٥/٣، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ، انيس)

نکاح کرلیا ہے، میری بیوی بھی ہے، وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہے تو کیا بیوی کی مرضی کے بغیر میرا نکاح درست ہوگیا؟ میں دونوں بیویوں کوساتھ رکھ کرحقوق ادا کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔شریعت کا کیاحکم ہے؟تحریرفرمادیں۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بیوہ سے نکاح کرنا شریعت میں پسندیدہ ہے اوراس سے نکاح کے لیے پہلی بیوی سے اِجازت لینا شرعاً ضروری نہیں ہے، لہٰذا آپ کا اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح درست ہے، پہلی بیوی کواس پراعتراض نہیں کرنا چاہیے، البتہ دونوں بیویوں سے برابری کرنا اور دونوں کے حقوق کوادا کرنا ضروری ہے، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (دینی مسائل اوران کا حل:۷۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۱۷۷ڈابھیل، فتاوی دارالعلوم ۷/۵۲۲)

قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)

وقال تعالىٰ: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور:۳۲)

وقال تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء:۲٤)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امراتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشكاة المصابيح:۲۷۹)

ويجب أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملابس والماكول والصحبة. (الدرالمختار)

ومما يجب على الأزواج للنساء: العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامی:٣٧٩/٤،زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ،۳/۷/۱۴۳۰ھ۔الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۸)

پہلی بیوی کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا پہلی بیوی کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرسکتا ہے یانہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

پہلی بیوی کی اِجازت دوسرے نکاح کے لیےضروری نہیں؛ لیکن اگر دوسری شادی کرلے تو دونوں بیویوں کے ساتھ برابری کرنا واجب ہے، اگراس میں کوتاہی کرے گا تو گنہگار رہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقسم بين نسائه فيعدل ويقول: اللّٰهم هٰذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك. (سنن أبي داؤد،رقم: ٢١٣٤، سنن الترمذي،رقم: ١١٤٠، سنن النسائي،رقم: ٣٤٩٤، كذا في حاشية إعلاء السنن: ٤٣١/١١،بيروت)

عن الزهري عن أبيه أن غيلان أسلم، وتحته عشر نسوة، فقال النبي الله عليه وسلم: اختر

منهن أربعًا، وفارق سائرهن. (رواه الشافعي: ٦٧/٢ ،سنن الترمذی،رقم: ١١٢٨ ،سنن ابن ماجة،رقم: ٣٥٩١، سنن ابن ماجة رقم: ١٦٥٤١، المستدرک للحاکم: ٢٩١/٢، إعلاء السنن: ٤٣٦/١١ ،بيروت)

ويجب ظاهر الاٰية أنه فرض في أن يعدل أى أن لا يجوز فيه أى في القسم. (الدر المختار مع الشامی: ٢٠١/٣ ، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴/۸/۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت کا مسئلہ:

سوال: کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

اسلام میں مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ ان کے درمیان عدل ومساوات قائم رکھ سکتا ہو، اس کے علاوہ کسی بھی شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ٤٠٠/٢ ،باب المحرمات)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۲۰۳/۴)

دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی صابرہ کی شادی غلام نبی کے ساتھ ہوئی، تقریباً دس سال ہوگئے، اس دوران میں ایک لڑکا جس کی عمر ۹/سال ہوگئی ہے اور ایک لڑکی جس کی عمر چھ سال ہوگئی ہے، دونوں بچے موجود ہیں، غلام نبی نے عورت کے اخراجات بھی پورے نہیں کئے، اب دس سال کے بعد بغیر اس عورت کی مرضی کے اور عورت کے فرماں بردار ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لی ہے۔ پہلی عورت یعنی صابرہ ان کے پاس رہنا نہیں چاہتی؛ کیوں کہ شوہر لڑکی کے اخراجات پورے نہیں کرتا اور غلام نبی طلاق اس شرط پر دیتا ہے کہ پہلے مجھے ۲۵/لاکھ روپئے دو اور میرے بچے؛ یعنی لڑکا اور لڑکی دونوں مجھے دے دو، اس شرط پر طلاق دیتا ہوں۔ لڑکی کے والدین ۵/لاکھ روپے دینے کی بالکل طاقت نہیں رکھتے اور ماں بچوں کو اپنے پاس سے جدا کرنے کے لیے تیار نہیں؛ کیوں کہ دونوں بچے بھی اپنے والد کے پاس جانے کو تیار نہیں ہیں۔ اب ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے طلاق کی کیا شکل ہے؟ شریعت مطہرہ اس بارے میں کیا کہتی ہے اور لڑکی نکاح ثانی کب کر سکتی ہے؟ جواب سے جلد نوازیں۔

---

(۱) قال العلامة المرغيناني: وللحر ان يتزوج اربعاً من الحرائر والاماء وليس لهٗ ان يتزوج اكثر من ذٰلک، لقولهٖ تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ﴾. (الفتاویٰ الهندية: ٧/٢، کتاب النكاح)/ ومثله في تفسير الجلالين، ص: ٦٩ ،سورة البقرة)

نوٹ: شوہر نے تمام زیور بھی برباد کر دیا ہے، کیا عدالت سے طلاق لے سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: قاری محمد اسماعیل صاحب جامع مسجد جونا کھارا یس وی روڈ، ممبئی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شوہر کو دوسری شادی کرنے میں موجودہ بیوی سے اجازت لینے کی شرعاً ضرورت نہیں ہے، شوہر اپنی مرضی سے جب چاہے، دوسری شادی کرسکتا ہے، اس میں موجودہ بیوی کو رکاوٹ پیدا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

اور غیر شرعی عدالت سے طلاق لینے سے شرعی طور پر اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور عورت دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوگی اور اگر شوہر حقوقِ زوجیت ادا کر کے لے جانے پر تیار ہو جائے تو عورت کو شوہر کے ساتھ جانا لازم ہوگا اور طلاق کا مطالبہ جائز نہیں ہوگا اور اگر واقعی اخراجات اور حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا ہے تو بمبئی کے محکمہ شرعیہ میں عورت اپنی شکایات پیش کر دے اور محکمہ شرعیہ حالات کی تحقیق کر کے شرعی حکم نافذ کر دے گا اور عدالتی طلاق معتبر نہیں ہوگی۔

وقد اتفق أئمة الحنفية والشافعية على أنه يشترط لصحة الحكم، واعتباره في حقوق العباد الدعوى الصحيحة، وأنه لابد في ذلك من الخصومة للشرعية. (شامی، كتاب القضاء، مطلب الحكم الفعلي، زكريا: ۳۲/۸، كراتشي: ۴۵۳/۵)

لم ينفذ حكم الكافر على المسلم. (البحر الرائق، باب التحكيم، زكريا: ۴۲/۷، كراتشي: ۲۵/۷، شامی، زكريا: ۱۲۸/۸، كراچی: ۴۲۸/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶/ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ۔ (الف فتویٰ نمبر: ۱۷۶۶/۲۵) (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۴۲/۱۲)

پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(الف) زید کو شادی کئے ہوئے تقریباً پچیس سال ہو گئے اور چار لڑکیاں بھی ہوئی؛ مگر اب زید کہتا ہے کہ ہم دوسری شادی کریں؛ تاکہ اس سے لڑکا ہو، دوسری شادی کے متعلق پہلے تو دل ہی دل میں رکھا تھا؛ مگر اب بالکل بین طور پر کہتا ہے اور واقعی شادی کر بھی لے گا، اس کے پاس اتنی مالیت بھی ہے کہ دونوں بیویوں کا حق کما حقہ ادا کرسکتا ہے؛ مگر اس کی بیوی سلمہ کہتی ہے کہ اگر شادی کر لی تو میں خودکشی کرلوں گی اور واقعی اگر زید نے دوسری شادی کر لی تو اس کی بیوی سلمہ خودکشی کر لے گی۔

(ب) زید کی پہلی بیوی شکل وصورت کے اعتبار سے خوبصورت بھی نہیں ہے تو اب دونوں صورتوں میں زید کیا کرے؟ مفصل مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

(المستفتی: محمد زبیر ڈرھیال، ضلع رامپور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

شریعت کی طرف سے زید کو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے، جب کہ دونوں بیویوں کے حقوق اور دونوں کے درمیان برابری بھی قائم کرسکتا ہو۔

وللحر أن يتزوج أربعا من الحرائر. (فتاوى عالمگرى، كتاب النكاح، الباب الثالث فى لمحرمات، القسم الرابع المحرمات بالجمع، زكريا: ١/ ٢٧٧، جديد: ١/ ٣٤٣، البحر الرائق، كراچى: ٣/ ١٠٥، زكريا: ٣/ ١٨٦، الدر المختار، كراتشى: ٣/ ٨٤، مصرى: ٢/ ٤٠٠، زكريا: ٤/ ١٣٨)

إذا كان للرجل امرأتان حرتان، فعليه أن يعدل بينهما فى القسم. (الهداية، باب القسم، أشرفى ديوبند: ٢/ ٣٤٩)

پہلی بیوی کی ناراضگی اس میں کوئی اثر انداز نہیں ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۲۲۵)

﴿**فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً**﴾ (النساء: ۳)

البتہ مصلحتاً پہلی بیوی کی اجازت اور اس کو راضی کر کے کرے تو بہتر ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۲۴۳)

بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) زید کو شادی کئے ہوئے تقریباً چھ سال کا عرصہ ہوگیا ہے، اس عرصہ میں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، علاج بھی ہر طرح سے کافی کیا فائدہ نہیں ہوا، مجبوراً اولاد کی خاطر دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کیا، اپنی بیوی سے مشورہ کیا، رضامند کیا، کافی سمجھایا؛ لیکن بیوی رضامند ہونے کے بجائے غصہ ہوگئی، کہنے لگی: اگر دوسری شادی کی تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں گی، بہر حال زید نے دوسری شادی کرلی، جس سے ایک لڑکی پیدا ہوگئی، پہلی بیوی شادی کے بعد اپنے والدین کے گھر چلی گئی، زید اپنی پہلی بیوی کو بھی اپنے ہمراہ ہی رکھنا چاہتا ہے؛ لیکن بیوی اس طرح سے کہتی ہے کہ صرف میں ہی زید کے نکاح میں رہوں گی، ورنہ مجھے طلاق دے دو، زید نے حتی الامکان رضامند کرنے کی کوشش کی، یہاں تک پنچایت کے سامنے ہاتھ جوڑے معافی بھی مانگی ہے، زید تو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے، بیوی کا کہنا کہ مجھے مہر بھی مت دو؛ لیکن طلاق دے دو، زید کا کہنا ہے کہ میں خدا کو منہ دکھاؤں گا قیامت میں، میں مہر ادا کروں گا، لہٰذا مہر دینا ضروری ہے، یا نہیں؟

(۲) زید نے اپنی بیوی کی بغیر رضامندی کے دوسری شادی کرلی، جب کہ زید نے ہر طرح سے رضامند

کرنے کی کوشش کی، بیوی نے کہا اگر تم نے دوسری شادی کی تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں گی، شادی کے بعد گھر چلی گئی، کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ بیوی کی بغیر رضامندی کے دوسری شادی نہیں ہوسکتی ہے۔کیا شریعت میں ایسا ہے کہ دوسری شادی کے لیے اپنی پہلی بیوی کو رضامند کرنا ضروری ہے، ورنہ نکاح نہ ہوگا؟ قرآن وحدیث سے مفصل جواب سے نوازیں۔

(المستفتی: محمد جاوید پیرزادہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱)　اگر عورت مہر معاف کر کے طلاق لینا چاہتی ہے تو مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دینا جائز ہے؛ مگر سب سے بہتر یہی ہے کہ جب شوہر طلاق دے تو مہر بھی ادا کر دے۔

وإن كان النشوز منها كرهنا له أن ياخذ منها أكثر مما أعطاها،الخ، وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق، ولزمها المال،الخ. (الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع، أشرفي ديوبند: ۲/ ۴۰۵)

(۲)　اگر شوہر کے پاس بیویوں کے اخراجات کی گنجائش ہے اور دونوں کے درمیان نان ونفقہ اور شب باشی میں برابری کرسکتا ہے تو اس کے لیے دوسری شادی کرنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے، اگرچہ پہلی بیوی ناراض ہو، تب بھی جائز ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳) (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۷/ ۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۵۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/ ۴/ ۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۳۴۷)

بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کو دوسری شادی کرنا درست ہے:

سوال:　بلا اجازت زوجہ کے شوہر کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

شوہر کو دوسرا نکاح کرنا بدون اجازت زوجہ اولیٰ کے درست ہے، زوجہ سے اجازت لینے کی شرعاً ضرورت نہیں ہے، نکاح ہوجاتا ہے۔(۱) لیکن اگر مصلحت کی وجہ سے کہ ان میں نااتفاقی نہ ہو اس سے اجازت لے کر اور اس کو راضی کر کے دوسرا نکاح کرے تو یہ بہتر ہے۔فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۲۲۵)

---

(۱)　قرآن میں ہے: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)
شوہر مختار ہے؛ اس لیے بیوی کی اجازت کی شرعاً ضرورت نہیں۔ہاں یہ شرط البتہ ہے کہ عدل ومساوات کی قدرت رکھتا ہو؛ کیوں کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳) ظفیر)

دوسری شادی پہلی بیوی کی اجازت سے بغیر جائز ہے:

سوال: میری شادی کو عرصہ ہوا؛ مگر کوئی لڑکا بالا نہیں ہوا، جس وجہ سے میں نے دوسری جگہ اپنی شادی کا بندوبست کیا۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پہلی زوجہ سے اجازت لو، تب نکاح ثانی جائز ہوگا اور پہلی زوجہ راضی نہیں انکار کرتی ہے تو دوسرا نکاح باوجود ناراضی اور انکار زوجہ اول کے درست ہے، یا نہیں اور اجازت زوجہ کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ قول صحیح نہیں ہے کہ بدون اجازت پہلی زوجہ کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہو؛ بلکہ سائل کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے، پہلی زوجہ کے انکار کی وجہ سے اور راضی نہ ہونے سے دوسرا نکاح ناجائز نہیں ہے،(۱) البتہ دوسرے نکاح کے بعد یہ ضرور ہے کہ ہر دو زوجہ کے حقوق پورے پورے ادا کرے اور برابری اور عدل کرے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۷-۵۱)

بلا اجازتِ زوجۂ اُولی نکاحِ ثانی:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی رضامندی، یا اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کرلے تو کیا دوسرا نکاح نہیں ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دوسرے نکاح کی وجہ سے پہلا نکاح منسوخ نہیں ہوگا، گرچہ بیوی سے بغیر اجازت لیے کیا ہو۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۹/۱۰)

بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسرا نکاح کرنا:

سوال: زید کی ایک بیوی ہے، وہ کچھ بیمار اور پیروں سے معذور ہے اور اس سے بیوی جیسا تعلق رکھنے پر جب اس کے کچھ بال بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ سخت مصیبت میں گرفتار اور مرنے کے قرب ہو جاتی ہے تو زید کو ڈاکٹروں نے یہ رائے دی کہ تم اس کے ساتھ اپنا بیوی جیسا تعلق نہ رکھو؛ بلکہ اس کی زندگی چاہتے ہو تو اس کو روٹی کپڑا دیتے رہو اور تم اپنا عقد ثانی کرلو۔ اب عقد ثانی سے اس کی بیوی رضامند نہیں اور سخت رنج وملال ظاہر کرتی ہے تو اس صورت میں زید کا عقد کرنا بغیر سابقہ بیوی کی رضامندی کے شرعاً کیسا ہے؟

(المستفتی: ۲۲۶۶: مستری محمد عمر صاحب، سروٹ دروازہ، مظفرنگر، ۲۵/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

---

(۱) وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر. (الدرالمختار علی هامش رد المحتار، باب المحرمات: ۴۰۰/۲، ظفیر)

(۲) (يجب) وظاهر الآية أنه فرض، نهر، (أن يعدل) أی أن لايجوز (فيه) أی فی القسم بالتسوية فی البيتوتة (وفی الملبوس والماكول) و الصحبة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب القسم: ۵۴۶/۲، ظفیر)

(۳) کیوں کہ مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے۔
قال الله تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)

الجواب

بہ ضرورت دوسری شادی کرنا جائز ہے۔ موجودہ بیوی کی اجازت لازمی نہیں۔ ہاں! دوسری شادی کے بعد پہلی بیوی کے حقوق کا ادا کرنا لازم ہوگا، (۱) ورنہ سخت گناہ لازم ہوگا۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۸/۵)

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں:

سوال: مطلقہ عورت کا دوسرا نکاح ۱۰ ماہ ۱۸ دن کے بعد ہوا، پہلی بیوی کی موجودگی میں پہلی بیوی سے دوسرا نکاح کرنے کی شرعی طور پر اجازت لی ہو اور پہلی بیوی اس بات پر آمادہ ہو کہ ساتھ رہیں، کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب

اگر شوہر کو یہ اطمینان ہو کہ وہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی صورت میں شرعی طور پر عدل وانصاف قائم رکھے گا تو وہ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرسکتا ہے، (۳) اور اس کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا بھی ضروری نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۱۴۰۱/۱۲/۳ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:) ☆

---

(۱) وإذا كانت له امرأة وأراد أن يتزوج عليها أخرى وخاف أن لا يعدل بينهما لا يسعه ذلك وإن كان لا يخاف وسعه ذلك والامتناع أولى ويؤجر بترك ادخال الغم عليها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الحادى عشر فى القسم: ۳٤۱/۱، ماجدية)

(۲) عن أبى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (جامع الترمذى، أبواب النكاح، باب ما جاء فى التسوية بين النساء، ۲۱۷/۱، سعيد)

(۳) "فَانْكِحُوا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنىٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ". (سورة النساء: ۳)

وفى الدر المختار: ۷/۳: ومكروها لخوف الجور.

وفى الشامية: ...وترك الشارح قسما سادسا ذكره فى البحر عن المجتبىٰ وهو الاباحة إن خاف العجز عن اليفاء بموجبه أى خوفا غير راجح و إلا كان مكروها تحريما؛ لأن عدم الجور من مواجبه.

☆ دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص ایک سے زائد نکاح کا خواہشمند ہو تو کیا پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے، یا صرف برابری کرنا ضروری ہے، اجازت لینا نہیں؟

الجواب

پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں، البتہ بہتر ہے؛ لیکن بیویوں کے درمیان ہر طرح سے انصاف رکھنا لازمی ہے، اگر اس میں ذرا بھی بے انصافی کا خطرہ ہو تو دوسری شادی جائز نہیں۔ (وفی الدر المختار، کتاب النکاح: ۷/۳، ط: ایچ ایم سعید: (ومكروها لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلك.　==

دوسری شادی پر زوجہ اولی کی ناراضگی:

سوال: میرے شوہر میری موجودگی میں دوسری شادی کرنے کے خواہش مند ہیں اور آئندہ انصاف کا وعدہ کررہے ہیں؛ لیکن میری جانب سے انکار کی وجہ سے دوسری شادی نہیں کر پارہے ہیں تو میرا یہ عمل موجب گناہ تو نہ ہوگا؟
(ملکہ بیگم، چنچل گوڑہ)

الجواب

اسلام نے سماج کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنے کے لیے مرد کو چار تک نکاح کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ محسوس کرتا ہو کہ وہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کر سکے گا،(۱) لہٰذا اگر آپ کو اپنے شوہر کے بارے میں اطمینان ہو کہ وہ انصاف کو قائم رکھ سکتا ہے تو اس پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے؛ کیوں کہ اگر ایک ضرورت مند شخص کو جائز راستہ سے روکا جائے تو بعض اوقات وہ ناجائز اور گناہ کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۲۱-۳۲۲)

دوسرا نکاح کرنے پر بیوی اور اس کے خاندان والوں کی طرف سے دھمکیاں اور طلاق کا مطالبہ:

سوال: میں نے دوسرا نکاح کیا ہے، اس وجہ سے پہلی بیوی مجھ سے ناراض ہے اور اپنے گھر چلی گئی ہے، اس کے بھائی بھی مجھے مار پیٹ کی دھمکیاں دے رہے ہیں، میں نے اپنی پہلی بیوی اور اس کے بھائیوں سے کہا کہ میرے پاس الحمد للہ ہر طرح گنجائش ہے، دونوں کے حقوق اچھی طرح ان شاء اللہ ادا کروں گا؛ لیکن وہ لوگ میری بات نہیں مانتے اور میرے مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، دوسری بیوی پریشان حال تھی، اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، آپ جواب عنایت فرمائیں، کیا اسلام میں دوسرا نکاح ناجائز ہے؟ میں نے اس خیال سے اس بیوہ سے نکاح کیا ہے کہ اس کا تعاون ہو جائے؛ مگر پہلی بیوی اور اس کے گھر والی پریشان کر رہے ہیں اور پہلی بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔

الجواب

قرآن مجید میں ہے: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء:۳)

== وفي الشامية (قوله: فان تيقنه) أى تيقن الجور حرم، لأن النكاح إنما شرع لمصلحة تحصين النفس وتحصيل الثواب و بالجور ياثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد، بحر م وترك الشارح قسماً سادساً، ذكره فى البحر عن المجتبى، وهو الاباحة إن خاف العجز عن الإيفاء بموجبه اه، أى خوفا غير راجح وإلا كان مكروها تحريما؛ لأن عدم الجور من مواجبه، الخ.) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۱۳۹۸/۶/۱۳ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:)

(۱) سورة النساء: ۳ (﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (انيس)

(ترجمہ:اور (حلال) عورتوں سے جوتم کو (اپنی کسی مصلحت سے) پسند ہوں نکاح کرلو دو، دو۔ تین تین، چار چار۔ (عورتوں سے) پھر اگرتم ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو، یا جو تمہاری ملکیت میں ہے،اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مرد کسی مصلحت سے چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرسکتا ہے،البتہ متعدد نکاح کرنے کے بعد ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی ان سب کے درمیان عدل وانصاف اور برابری کا معاملہ کرنا بہت ضروری ہوگا،رات گزارنے میں بھی باری باندھنا ہوگی،اگر برابری نہ کرسکتا ہوتو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ’’فوائد عثمانی‘‘ میں تحریر فرمایا ہے:

’’جاننا چاہیے کہ مسلمان آزاد کے لیے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک کی اجازت ہے اور حدیثوں میں بھی اس کی تصریح ہے اور ائمہ دین کا اسی پر اجماع ہے اور تمام امت کے لیے یہی حکم ہے۔

نیز تحریر فرمایا ہے:

فائدہ: جس کی کئی عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ کھانے پینے اور لینے دینے میں ان کو برابر رکھے اور رات کو ان کے پاس رہنے میں باری باندھے،اگر برابری نہ کرے گا تو قیامت کو وہ مفلوج ہوگا،ایک کروٹ گھسٹتی چلے گی۔

نیز تحریر فرمایا ہے:

اگر تم کو اس کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو۔ (فوائد عثمانی، پارہ:۴،آیت نمبر:۲،سورہ نساء)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے تعدد ازواج کا ثبوت ہوتا ہے،لہذا ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تعدد ازواج کو جائز سمجھے۔

صورت مسئولہ میں جب آپ نے ایک مصلحت کے پیش نظر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیا ہے تو اب پہلی بیوی اور اس کے گھر والوں کو اس کی مخالفت نہ کرنا چاہیے،شریعت کے اعتبار سے شوہر نے دوسرا نکاح کر کے کوئی گناہ، یا جرم نہیں کیا ہے کہ اس کی مخالف کی جائے اور اسے ڈرایا اور دھمکایا جائے اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کا طلاق کا مطالبہ کرنا تو کسی حال میں جائز نہیں ہے، پہلی بیوی اور اس کے گھر والوں پر لازم ہے کہ نہ اس کی مخالفت کریں، نہ اسے تنگ کریں، البتہ اب شوہر کے لیے ضروری ہوگا کہ دونوں بیویوں کے درمیان ہر طرح سے انصاف اور برابری کا معاملہ کرے، ورنہ بہت سخت گناہ ہوگا۔

احادیث سے بھی تعدد ازواج کا ثبوت ہوتا ہے، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نکاح میں متعدد بیویاں تھیں،عورتیں خوشی خوشی رہتی تھیں اور اس پر شوہر کی مخالفت، یا اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا جاتا تھا،لہذا دوسرا نکاح

کرنے پر احتجاج کرنا اور اسے برا سمجھنا، شوہر کی مخالفت کرنا اور اسے طلاق دینے پر مجبور کرنا شرعی حکم کی خلاف ورزی ہوگی اور اس میں عقیدہ کی بھی خرابی ہے۔

حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ أن غیلان بن سلمة الثقفی أسلم وله عشر نسوة فی الجاهلیة فاسلمن معه فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: امسک أربعاً وفارق سائرهن. (رواه أحمد والترمذی وابن ماجة) (مشكاة المصابيح، ص: ٤٧٢، باب المحرمات)(۱)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوگئی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حکم قرآنی جو اوپر مذکور ہوا کے مطابق) فرمایا: ان عورتوں میں سے چار کو منتخب کرلو اور بقیہ عورتوں سے مفارقت (جدائیگی) اختیار کرلو۔)

نیز حدیث میں ہے:

عن نوفل بن معاوية رضی اللّٰہ عنه قال: أسلمت وتحتی خمس نسوة، فسألت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم؟ فقال: فارق واحدة وامسک أربعاً، الخ. (مشكاة المصابيح، ص: ٤٧٢، باب المحرمات)(۲)

(حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس وقت میں مسلمان ہوا، اس وقت میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کو جدا کردو اور چار کو روکے رکھو۔)

بہر حال دوسرا نکاح کرنا شرعی اعتبار سے بالکل جائز ہے، قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے، ہر مسلمان کو مسلمان ہونے کے اعتبار سے اسے جائز سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فیصلہ ہو، خوشی خوشی اسے تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا چاہیے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلہ سے انحراف کرنا بہت ہی خطرناک ہے۔

---

(۱) أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، وَأَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أنبأ الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أنبأ الشَّافِعِيُّ، أنبأ الثِّقَةُ قَالَ: الرَّبِيعُ أَحْسَبُهُ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَعْمَرٍ، ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذٍ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أنبأ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَإِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَا: أنبأ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَسْلَمَ غَيْلَانُ بْنُ سَلَمَةَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَخْتَارَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا وَيَتْرُكَ سَائِرَهُنَّ. لَفْظُ حَدِيثِ إِسْحَاقَ، وَفِي رِوَايَةِ الشَّافِعِيِّ، أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ، وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْسِكْ أَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب من يسلم وعنده اكثر من أربع نسوة، رقم الحديث: 14041، انيس)

(۲) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي خَمْسُ نِسْوَةٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: فَارِقْ وَاحِدَةً وَأَمْسِكْ أَرْبَعًا، فَعَمَدْتُ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ عِنْدِي عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب من يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، رقم الحديث: 14057، انيس)

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾ (سورة الأحزاب:٣٦)

(ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے، جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ پھر ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم نہیں مانے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑا۔)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورة النساء:٦٥)

(ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے، جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں، پھر اس آپ کے تصفیہ سے تنگی نہ پاوے اور پورے طور سے تسلیم کرلیں۔)

مذکورہ دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم کرنا اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو اپنا مقتدی بنانا لازم اور ضروری ہے اور اس کی طرف سے دل میں ذرہ برابر تنگی اور تکدر نہ آنا چاہئے اور یہ ایمان کی علامت ہے، مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے روح المعانی میں تحریر فرمایا ہے:

﴿حَتَّى يُحَكِّمُوكَ﴾ أى يجعلوك حكما أو حاكما، وقال شيخ الإسلام: يتحاكموا إليك ويترافعوا، وإنما جيء بصيغة التحكيم مع أنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم حاكم بأمر اللّٰه إيذانا بأن اللائق بهم أن يجعلوه عليه الصلاة والسلام حكما فيما بينهم ويرضوا بحكمه وإن قطع النظر عن كونه حاكما على الإطلاق، ﴿فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ أى فيما اختلف بينهم من الأمور واختلط، ومنه الشجر لتداخل أغصانه، وقيل: للمنازعة تشاجر لأن المتنازعين تختلف أقوالهم وتتعارض دعاويهم ويختلط بعضهم ببعض ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوا﴾ عطف على مقدر ينساق إليه الكلام أى فتحكم بينهم ثم لا يجدوا ﴿فِي أَنْفُسِهِمْ﴾ وقلوبهم ﴿حَرَجًا﴾ أى شكا، كما قاله مجاهد، أو ضيقا، كما قاله الجبائى، أو إثما، كما روى عن الضحاك، واختار بعض المحققين تفسيره بضيق الصدر لشائبة الكراهة والإباء لما أن بعض الكفرة كانوا يستيقنون الآيات بلا شك ولكن يجحدون ظلما وعتوا فلا يكونوا مؤمنين، وما روى عن الضحاك يمكن إرجاعه إلى أىّ الأمرين شئت ونفى وجدان الحرج أبلغ من نفى الحرج كما لا يخفى، وهو مفعول به ليجدوا والظرف قيل: حال منه أو متعلق بما عنده، وقوله تعالى: ﴿مِمَّا قَضَيْتَ﴾ متعلق بمحذوف وقع صفة لحرجا، وجوز أبو البقاء تعلقه به، وما يحتمل أن تكون موصولة ونكرة موصوفة ومصدرية

أی من الذی قضیته أی قضیت به أو من شیء قضیت أو من قضائک ﴿وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾ أی ینقادوا لأمرک ویذعنوا له بظاهرهم وباطنهم کما یشعر به التأکید، ولعل حکم هذه الآیة باق إلی یوم القیامة ولیس مخصوصا بالذین کانوا فی عصر النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم فإن قضاء شریعته علیه الصلاة والسلام قضاؤه،فقد روی عن الصادق رضی اللّٰه تعالی عنه أنه قال:لو أن قوما عبدوا اللّٰه تعالیٰ وأقاموا الصلاة وآتوا الزکاة وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا لشیء صنعه رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ألا صنع خلاف ما صنع، أو وجدوا فی أنفسهم حرجا لکانوا مشرکین ثم تلا هذه الآیة. (روح المعانی،سورة النساء:۶۹/۳،دارالکتب العلمیة)

خلاصۃ التفاسیر میں ہے:

’’احکام شرعیہ سے دل میں تکدر بے ایمانی کی نشانی ہے‘‘۔(خلاصۃ التفاسیر،ص:۴۰۹،حصہ اول)

تشریح القرآن میں ہے:

’’ہر مسلمان کو چاہیے کہ زندگی کی تمام معاملات اور دنیا وآخرت کی تمام باتوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے اور فیصلہ کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس فیصلہ میں ہر طرح کے جانی و مالی نقصان کو خوشی خوشی قبول کرے اور دل میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو خوب جمائے رکھے، چاہے فیصلہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو‘‘۔(تشریح القرآن،سورہ نساء،آیت نمبر:۶۵،ازمولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب دام مجدہ)

احکام الٰہی سے اعراض اور اس کی مخالفت کرنا دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت ہی خطرناک ہے،ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(سورة النور:۶۳)

(ترجمہ: سو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں،ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر دنیا میں کوئی آفت نہ آپڑے، یا ان پر دردناک عذاب نازل نہ ہوجائے۔)

’’فوائد عثمانی‘‘ میں ہے:

یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر ونفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لیے جڑ نہ پکڑ جائے اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت، یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوجائیں۔(فوائد عثمانی)

مذکورہ آیتوں کا خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلوں کو ماننا لازم اور ضروری ہے، دوسرا نکاح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق جائز ہے،لہذا اسے دل سے قبول کرنا ضروری ہے اور اس کی طرف سے دل میں کھوٹ لانا اور اس کی مخالفت کرنا ایمان کے لیے خطرناک ہے اور دنیا میں بھی باعث فتنہ ہے،شرعی فیصلہ ٹھکرانے پر جو سخت وعیدیں ہیں،ان کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اسلام نے تعدد ازواج کی اجازت دی ہے، اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں، مثلاً:

(۱) عام طور پر عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، متعدد نکاح جائز ہونے میں عورتوں کے نکاح کا مسئلہ حل ہونے میں بہت آسانی ہوسکتی ہے، خاص طور پر عورت بیوہ، یا مطلقہ ہوتو اس سے جلدی کوئی نکاح نہیں کرتا، تعدد نکاح کے جواز میں ان کے نکاح کا بآسانی انتظام ہوسکے گا اور ایسی عورتیں باعفت زندگی گزار سکیں گی اور ان عورتوں کے نان نفقہ اور گزر بسر کے مسائل بھی بآسانی حل ہوسکیں گے اور درحقیقت عورتوں (اور مردوں) کے لیے نکاح بہت ضروری ہے۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں حدیث نقل فرمائی ہے:

"مسكينة مسكينة امرأة ليس لهازوج، فيل يا رسول الله وان كانت غنية من المال قال وإن كانت غنية من المال". (غنية الطالبين: ۶۹/۱، فصل في آداب النكاح)(۱)

(ترجمہ: مسکینہ ہے مسکینہ ہے، وہ عورت جس کا شوہر نہ ہوا، پوچھا گیا: یارسول اللہ! اگر وہ عورت مالدار ہو، تب بھی مسکینہ ہے؟ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تب بھی وہ مسکینہ ہے۔)

دوسری حدیث:

"ليس شيء خير للامرأة من زوج أو قبر. (غنيةالطالبين، كتاب آداب النكاح: ۶۹/۱)

(یعنی: عورت کے لیے آغوش شوہر، یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔)

(۲) بعض مرتبہ بیوی ہونے کے باوجود اولاد نہیں ہوتی، وہ بانجھ ہوتی ہے، یا ایسی کوئی بیماری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اولاد ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے اور شوہر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے، تعدد ازواج کے جواز میں اس مسئلہ کا بھی حل نکل سکتا ہے۔

(۳) بعض مردوں میں قوت باہ زیادہ ہوتی ہے، ایک عورت سے اسے شکم سیری نہیں ہوتی، اگر اسے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ زنا کاری اور بے نکاحی داشتاؤں کے چکر میں پھنس کر حرام کاری میں مبتلا ہوسکتا ہے، زنا کاری کے انسداد کا بہترین علاج تعدد ازواج ہے۔

معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایک مرد کے لیے متعدد بیبیاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ عرب، ہندوستان، ایران، مصر بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا، دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازواج کو ناجائز کرنے کی کوشش

---

(۱) عَنْ أَبِي نَجِيحٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِسْكِينٌ مِسْكِينٌ مِسْكِينٌ، رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ امْرَأَةٌ، وَإِنْ كَانَ كَثِيرُ الْمَالِ، مِسْكِينَةٌ مِسْكِينَةٌ مِسْكِينَةٌ، امْرَأَةٌ لَيْسَ لَهَا زَوْجٌ، وَإِنْ كَانَتْ كَثِيرَةَ الْمَالِ. (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث: ۶۵۸۹، انيس)

کی تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا، بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب وہاں کے اہل بصیرت حکما خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہیں، مسٹر ڈیوں پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

''ان آیتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں؛ بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے''۔

اسی طرح پادری نکسن اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے۔اسی طرح ویدک تعلیم غیر محدود تعداد ازواج کو جائز رکھتی ہے اور اس سے دس دس، تیرہ تیرہ، ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

کرشن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں، ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں، جو مذہب اور قانون عفت وعصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو اور زنا کاری کا انسداد ضروری جانتا ہو، اس کے لیے کوئی چارہ نہیں کہ تعدد ازواج کی اجازت نہ دے۔اس میں زنا کاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی جو کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے، اس کا بھی علاج ہے۔اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور کسی عورتوں کی افراط ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعدد ازواج کی اجازت نہیں، ان میں زنا کاری کی کثرت ہے۔یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے، ان کے یہاں تعدد ازواج پر تو پابندی ہے؛ مگر بطور دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے، اس کی پوری اجازت ہے، کیا تماشہ ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز۔

غرض اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی رسم بغیر کسی تحدید کے رائج تھی، ممالک اور مذاہب کی تاریخ سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے، کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر حد نہ لگائی تھی، نہ یہود ونصاریٰ نے، نہ ہندوؤں اور آریوں نے اور نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ رسم بغیر کسی تحدید کے جاری رہی؛ لیکن اس غیر محدود کثرت ازدواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اول اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے، مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے اور یہ عورتیں ان کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھیں، پھر جو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوتیں، ان میں عدل ومساوات کا کہیں نام ونشان نہ تھا، جس سے دل بستگی ہوئی اس کو نوازا گیا، جس سے رخ پھر گیا، اس کے کسی حق کی پرواہ نہیں۔اسلام نے تعدد ازدواج پر ضروری پابندی لگائی اور عدل ومساوات کا قانون جاری کیا۔

قرآن نے عام معاشرہ کے اس ظلم عظیم کو روکا، تعدد ازواج پر پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں، ان میں مساوات حقوق کا نہایت مؤکد حکم اور اس کے خلاف ورزی پر وعید شدید سنائی۔الیٰ قولہ۔چار بیویوں تک کی اجازت دے کر فرمایا: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ یعنی اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اسی صورت میں جائز اور مناسب ہے، جب کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کر سکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ایک ہی بیوی رکھی جائے۔ الیٰ قولہ۔ حاصل یہ ہے کہ اگر چہ قرآن کریم نے چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دے دی اور اس حد کے اندر جو نکاح کئے جائیں گے، وہ صحیح اور جائز ہوں گے؛ لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں عدل ومساوات قائم رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ عظم ہے؛ اس لیے جب ایک سے زیادہ نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب کے حقوق عدل ومساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے، یا نہیں؟ اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل ومساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے، اس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ الی قولہ۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے حقوق میں برابری اور انصاف نہ کر سکے تو وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ، ص:۲۷۸)

البتہ یہ مساوات ان امور میں ضروری ہے، جو انسان کے اختیار میں ہیں، مثلاً نفقہ میں برابری، شب باشی میں برابری، رہا وہ امر جو انسانی کے اختیار میں نہیں، مثلاً: قلب کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس غیر اختیاری معاملہ میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں، بشرط یہ کہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے، الخ۔ (معارف القرآن: ۲/۲۸۶، ۲۸۷، ۲۹۴)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر بہت عمدہ مضمون تحریر فرمایا ہے، وہ مضمون بھی پیش کیا جاتا ہے، سیرت مصطفیٰ میں ہے:

تعدد ازدواج:

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا، حتی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیویاں تھیں، حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں، حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بھی کئی بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیسیوں بیویاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور توریت وانجیل اور دیگر صحف انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازواج کا ذکر ہے اور کہیں بھی تعدد ازواج کی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام صرف یہ دو نبی ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے بالکل شادی نہیں فرمائی۔ سو اگر ان کے فعل کو استدلال میں پیش کیا جائے تو ایک شادی بھی ممنوع ہو جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے

اگرچہ شادی نہیں کی؛ مگر نزول کے بعد شادی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔غرض یہ کہ علماء یہود اور علماء نصاریٰ کو مذہبی لحاظ سے تعدد ازدواج پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔اسلام آیا اور اس نے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا؛ مگر اس کی حد مقرر کردی کہ چار سے تجاوز نہ کیا جائے؛ اس لیے کہ نکاح سے مقصود عفت اور تحصین فرج ہے یعنی پاک دامنی اور شرم گاہ کی زنا سے حفاظت مقصود ہے، چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

شریعت اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا، نہ تو جاہلیت کی طرح غیر محدود کثرت کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھول جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے؛ بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی؛ تاکہ:

(۱) نکاح کی غرض وغایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور تحصین فرج اور تناسل اور اولاد بسہولت حاصل ہوسکے اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہوجائے؛ اس لیے کہ قدرت نے بعض لوگوں کو ایسا قوی اور تندرست اور فارغ البال اور خوش حال بنایا ہے کہ ان کے لیے ایک عورت کافی نہیں ہوسکتی اور بوجہ قوت اور توانائی اور پھر خوش حالی اور تونگری کی وجہ سے چار بیویوں کے بلاتکلف حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو دوسرے نکاح سے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سے تقویٰ اور پرہیزگاری اور پاک دامنی تو رخصت ہوجائے گی اور بدکاری میں مبتلا ہوجائیں گے۔

بلکہ اگر ایسے قوی اور توانا جن کے پاس لاکھوں اور کروڑوں کی دولت موجود ہے اور اگر وہ اپنے خاندان کے چار غریب عورتوں سے اس لیے نکاح کریں کہ ان کی تنگدستی مبدل بفراخی ہوجائے اور وہ غربت کے گھرانہ سے نکل کر ایک راحت اور دولت کے گھرانے میں داخل ہوں اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح اسلامی نقطۂ نظر سے بلاشبہ عبادت اور عین عبادت ہوگا اور قومی نقطہ نظر سے اعلیٰ ترین قومی ہمدردی کا ثبوت ہوگا، جس دولت منداور زمیندار اور سرمایہ دار کے خزانے سے ہر مہینہ دس ہزار مزدور اور دس ہزار خاندان پرورش پاتے ہوں تو اگر دولت مند کے خاندان کی چار عورتیں بھی اس کی حرم سرائے میں داخل ہوجائیں اور عیش وعشرت اور عزت وراحت کے ساتھ ان کی عزت اور ناموس بھی محفوظ ہوجائے تو عقلاً وشرعاً امیں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

بلکہ اگر کوئی بادشاہ، یا صدر مملکت، یا وزیر سلطنت، یا کوئی صاحب ثروت ودولت بیمار پڑ جائے اور پھر بذریعہ اخبار کے یہ اعلان کرائے کہ میں چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور ہر عورت کو ایک لاکھ روپیہ مہر دوں گا اور ایک ایک بنگلہ کا ہر ایک کو مالک بنادوں گا، جو عورت مجھ سے نکاح کرنا چاہے تو وہ میرے پاس درخواست بھیج دے۔

تو سب سے پہلے انہیں بیگمات کی درخواستیں پہنچیں گی، جو تعدادازواج کے مسئلہ پر شور برپا کررہی ہیں، یہی مغرب زدہ بیگمات اور ہم رنگ میمات سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنی بیٹیوں کو اور بھتیجوں اور بھانجیوں کو لے کر امراء اور

وزراء کی بنگلوں پر خود حاضر ہو جائیں گی اور عجب نہیں کہ ان بیگمات کا اتنا ہجوم ہو جائے کہ امیر و وزیر کو انتظام کے لیے پولیس بلانا پڑ جائے اور اگر کوئی امیر اور وزیر ان بیگمات کے قبول کرنے میں تامل کرے تو یہی بیگمات دلآویز طریقے سے ان امیروں اور وزیروں کو تعداد ازدواج کے فوائد اور منافع سمجھائیں گی۔

(۲) نیز عورت ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاوند سے ہم بستر ہو سکے؛ کیوں کہ اول تو لازمی طور پر ہر مہینہ میں عورت پر پانچ چھ دن ایسے آتے ہیں؛ یعنی ایام ماہواری جس میں مرد کو پرہیز کرنا لازمی ہوتا ہے۔ دوسرے ایام حمل میں عورت کو مرد کی صحبت سے اس لیے پرہیز ضروری ہوتا ہے کہ جنین کی صحت پر کوئی برا اثر نہ پڑے، تیسرے یہ کہ بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے پاگل اور توالد و تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے متنفع ہو سکے تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے، ورنہ مرد اپنی خواہش پورا کرنے کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کریں گے۔

حکایت:

ایک بزرگ کی بیوی نابینا ہوگئی تو انہوں نے دوسرا نکاح کیا؛ تا کہ یہ دوسری بیوی پہلی نابینا بیوی کی خدمت کر سکے۔ اہل عقل فتویٰ دیں کہ اگر کسی کی پہلی بیوی معذور ہو جائے اور وہ دوسرا نکاح اس لیے کرے؛ تا کہ دوسری بیوی آ کر پہلی بیوی کی خدمت کر سکے اور اس کے بچوں کی تربیت کر سکے تو کیا یہ دوسرا نکاح عین مروت اور عین انسانیت نہ ہوگا؟

(۳) نیز بسا اوقات عورت امراض کی وجہ سے، یا عقیم (بانجھ) ہونے کی وجہ سے توالد و تناسل کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو بقاء نسل کی طرف فطری رغبت ہے۔ ایسی صورت میں عورت کو بے وجہ طلاق دے کر علاحدہ کر دینا، یا اس پر کوئی الزام لگا کر اس کو طلاق دے دینا (جیسا کہ دن رات یورپ میں ہوتا رہتا ہے) بہتر ہے، یا یہ صورت بہتر ہے کہ اس کی زوجیت اور حقوق زوجیت کو باقی اور محفوظ رکھ کر شوہر کو دوسرے نکاح کی اجازت دے دی جائے، بتلاؤ کون سی صورت بہتر ہے۔ اگر کسی قوم کو اپنی تعداد بڑھانی منظور ہو تو اس کی سب سے بہتر تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ ایک ایک مرد کئی شادیاں کرے؛ تا کہ بہت سی اولاد ہو سکے، زمانۂ جاہلیت میں فقر اور افلاس کے ڈر سے صرف لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور موجودہ تہذیب و تمدن کے دور میں ضبط تولید کی دوائیں ایجاد ہوگئیں، جس سے موجودہ تہذیب قدیم جاہلیت پر سبقت لے گئی، اپنی ذہانت سے نسل کشی اور زنا اور بدکاری کے پردہ پوشی کے عجیب و غریب طریقے جاری کر دے، جو اب تک کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ گزرے تھے۔

(۴) نیز تجربہ اور مشاہدہ سے اور مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد قدرتاً اور عادۃً ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی ہے، جو کہ قدرتی طور پر تعداد ازدواج کی ایک بین دلیل ہے۔ مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم

ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں، لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مرجاتے ہیں اور ہزاروں مرد کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلندیوں سے گرکر مرجاتے ہیں اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں، پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہیں، کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دار بنے اور کس طرح یہ عورتیں اپنی فطری خواہش کو دبائیں اور اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں، بس تعدد ازدواج کا حکم بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے۔عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو تکلیف سے بچایا اور راحت پہنچائی اور ٹھکانہ دیا اور لوگوں کی تہمت اور بدگمانی سے تم کو محفوظ کردیا۔ دنیا میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں بے کس عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہیں تو اس وقت ہمدردان قوم کی نگاہیں اس اسلامی اصول کی طرف اٹھ جاتی ہیں، ابھی پچیس سال قبل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور دوسری یورپی ممالک جن کے مذہب میں تعدد ازدواج جائز نہیں، عورتوں کی اس بے کسی کو دیکھ کر اندر ہی اندر تعدد ازدواج کا فتویٰ تیار کررہے تھے؛ مگر زبان سے دم بخود تھے، جو لوگ تعدد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں، ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب ملک میں عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مردوں سے زیادہ ہوں تو ان کی فطری اور طبعی جذبات اور ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ کے پاس کیا حل ہے اور آپ نے ان بے کس اور بے سہارا عورتوں کی مصیبت دور کرنے کے لیے کیا قانون بنایا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہ المصالح العقلیہ (۱/۲۳۷) میں تحریر فرماتے ہیں:

”گزشتہ مردم شماری میں بعض محاسبین نے صرف بنگال کے مردوں اور عورتوں کی تعداد پر نظر کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے، جو کہ قدرتی طور پر تعدد ازدواج پر ایک بین دلیل ہے، جس کو شک ہو، وہ علاحدہ علاحدہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کو سرکاری کاغذات مردم شماری ہند میں ملاحظہ کرلے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ثابت ہوگی۔اس کے ساتھ ہی ہم اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ یورپ جس کو سب ممالک سے زیادہ تر تعدد ازدواج کی ضرورت ہے، منزہ اور مبرا سمجھا جاتا ہے، عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ ہے، چناں چہ برطانیہ کلاں میں بوئرون کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انہتر ہزار تین سو پچاس (۱۲۶۹۳۵۰) عورتیں ایسی تھیں کہ جن کے لیے ایک بیوی والے قاعدہ سے کوئی مرد مہیا نہیں ہوسکتا، فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ تینتیس ہزار سات سونو زیادہ تھی، جرمنی میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لیے ایک ہزار بتیس عورتیں موجود تھیں، گویا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس عورتیں ایسی تھیں، جن سے شادی کرنے والا کوئی مرد نہ تھا۔

سوئیڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سوستر عورتیں اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء کی مردم شماری میں چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ عورتیں تھیں اور آسٹریا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زائد تھیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعدد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں؛ مگر یہ بتایا جائے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتوں کے لیے کون سا قانون تجویز کیا جائے؛ کیوں کہ ایک بیوی کے قاعدہ کی رو سے یورپ میں تو ان کے لیے خاوند نہیں مل سکتے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانی ضروریات کے لیے بنائے جاتے ہیں، وہ انسانی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئیں، یا نہیں؟ وہ قانون جو تعدد ازدواج کی ممانعت کرتا ہے، وہ ان چالیس لاکھ عوتوں کو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں کی کبھی خواہش پیدا نہ ہو؛ لیکن یہ امر تو ناممکن ہے، جیسا کہ خود تجربہ اس کی شہادت دے رہا ہے، پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے رو کے جانے کے باعث وہ ناجائز طریق اختیار کریں گی اور اس طرح انہیں زنا کی کثرت ہوگی اور یہ تعدد ازدواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ امر کہ اس سے زنا زیادہ پھیلے گا، خیال ہی نہیں؛ بلکہ امر واقع ہے جیسا کہ ہزار ہا ولد الحرام بچوں کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے، جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں۔ (حضرت تھانوی کا کلام ختم ہوا)

افسوس اور صد ہزار افسوس کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز اور سراپا مصلحت آمیز تعدد ازدواج پر تو عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کی لا تعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں۔ زنا جو کہ تمام انبیا و مرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکما کی حکمتوں میں قبیح اور شرمناک فعل رہا،(۱) مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبح نظر نہیں آتا اور تعدد ازدواج کہ جو تمام انبیاء و مرسلین اور تمام حکما اور عقلا کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا، وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے۔ ان مہذب قوموں کے نزدیک تعدد ازواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری اور غیر عورتوں سے آشنائی جرم نہیں۔ ان مہذب قوموں میں تعدد ازدواج کی ممانعت کا تو قانون موجود ہے؛ مگر زنا کی ممانعت کا کوئی قانون نہیں۔

(۵) تعدد ازدواج کے جواز اور استحسان کا اصل سبب یہ ہے کہ تعدد ازدواج عفت اور پاک دامنی اور تقویٰ اور پرہیز گاری جیسی عظیم نعمت اور صفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے، جو لوگ تعدد ازدواج کے مخالف ہیں، وہ اندرونی خواہشوں اور بیرونی افعال کا مطالعہ کریں، جو قومیں زبان سے پاک تعدد ازدواج کے منکر ہیں، وہ عملی طور پر ناپاک تعدد ازدواج؛ یعنی زنا اور بدکاری میں مبتلا اور گرفتار ہیں، ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست درازی نے یہ ثابت کر دیا کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے، ورنہ ایک عورت پر قناعت کرتے۔ پس خداوند علیم و حکیم نے اپنے قانون میں انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں کی رعایت فرما کر ایسا قانون تجویز فرمایا کہ جو مختلف جذبات والی طبائع کو بھی عفت اور تقویٰ اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھ سکے۔

(۱) "الزنا حرام في جميع الأديان والملل". (الدر المحتار، كتاب الحدود: ٦/٤، ط: سعيد، انيس)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے، کچھ بد دین اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں، اس کا جواب بھی مذکورہ مضمون میں دیا ہے، وہ بھی موقع کی مناسبت سے پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ورطۂ ہلاکت اور گرداب مصیبت سے نکالیں، اس کے لیے حق جل شانہٗ نے ایک مکمل قانون اور دستور العمل؛ یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک کسی قانون کی ضرورت نہ رہے اور دوسری آپ کی زندگی کو لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ بنایا کہ اس کو دیکھ کر عمل کریں؛ اس لیے کہ محض قانون لوگوں کی اصلاح کے لیے کافی نہیں، جب تک کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہو کہ جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے اور دنیا یہ دیکھ لے کہ اللہ کا نبی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے، اس کے قول اور فعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں، کما قال تعالیٰ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

انسانی زندگی کے دو پہلو:

ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں: ایک بیرونی اور ایک اندرونی، کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دونوں رخوں کے حالات بے نقاب کئے جائیں۔ بیرونی زندگی اس حالت کا نام ہے، جو انسان عام لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصہ کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لیے کثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اور اندرونی زندگی سے خانگی زندگی مراد ہے، جس سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے، ہر فرد اپنے گھر کی چہار دیواری میں آزاد ہوتا ہے اور اپنی بیوی اور اہل خانہ سے بے تکلف ہوتا ہے، انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں، پس ایسی صورت میں انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے سب سے بہتر کسوٹی یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آجائیں۔

اسی طرح آنحضرت ا کی حیات طیبہ کے دو پہلو تھے، ایک بیرونی زندگی اور ایک خانگی زندگی، بیرونی زندگی کے حالات کو بتمام وکمال صحابہ کرام کی جماعت نے دنیا کو پہنچائے، جس کی نظیر کسی ملت اور مذہب میں نہیں، کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل وتحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا، اس کا عشر عشیر بھی دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا۔

اور خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات کو امہات المؤمنین؛ یعنی ازواج مطہرات کی جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا، جس سے اندرون خانہ آپ کی عبادت اور تہجد اور شب بیداری اور فقیری اور درویشی اور اخلاقی اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آگئے، جس سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا ترسی اور راست بازی اور پاک دامنی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رات کی تاریکیوں میں جب کہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا، کس طرح آپ اللہ کی عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے، جس کے لیے سورۂ مزمل شاہد عدل ہے۔

اس لیے حضور پر نور نے سوائے خدیجۃ الکبریٰ کے دس عورتوں سے نکاح فرمایا؛ تاکہ عورتوں کی ایک کثیر جماعت

آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے؛ اس لیے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہوسکتی ہے، کوئی دوسرا شخص ہرگز ہرگز واقف نہیں ہوسکتا؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے؛ تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے اور شریعت کے وہ احکام ومسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے، ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواج مطہرات کے ذریعہ سے ہوجائے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا معاذ اللہ حظ نفس کے لیے نہ تھا؛ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ایک شادی کے تمام شادیاں بیواؤں سے کی ہیں، جو نہ اپنے حسن وجمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ مال ودولت کے اعتبار سے؛ بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا اور نہ آپ کے یہاں کوئی عیش وعشرت کا سامان تھا؛ بلکہ فقط مقصود یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں، ان کی تبلیغ عورتوں ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے اور ازواج مطہرات کے حجرے درحقیقت امت کے امہات اور معلمات کے حجرے تھے۔

جس ذات بابرکات کے گھر میں دو دو مہینہ توانہ چڑھتا ہو اور پانی اور کھجور پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گزارہ ہو اور جس کا دن مسجد میں اور رات مصلی پر کھڑے ہوئے اس طرح گزرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجائے، وہاں عیش وعشرت کا تصور ہی محال ہے۔ (سیرت المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۵۰-۳۶۳، جلد سوم مطبوعہ: ادارہ علم وحکمت دیوبند) فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸۳-۱۷۱/۸)

بیوی کو طلاق دے کر کسی مصلحت سے اس کی بہن سے نکاح:

سوال: میری بیوی قریب سال ۱۴۱۲ھ سے ٹی بی کی مریض ہے، اس سے کوئی کام نہیں ہوتا اور اس کے دو لڑکے بھی ہیں اور بچوں کی کوئی محبت نہیں ہے؛ اس لیے میری بیوی یہ چاہتی ہے کہ مجھے آزاد کر کے میری چھوٹی بہن بیوہ سے عقدِ نکاح کر لیں، اس سے کام کی پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔ یہ نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر بیوی کی خود خواہش ہے اور اس کی تیمارداری، نیز بچوں کو پرورش کی ضرورت ہے کہ مریضہ بیوی کو طلاق دے کر بعد عدت اس کی بیوہ بہن سے نکاح کر لیں تو شرعاً اجازت ہے، (۱) پہلی بیوی سے پھر پردہ لازم ہوجائے گا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۸-۵۳۷/۱۰)

---

(۱) قال العلامة المرغباني رحمه الله تعالىٰ: "وإذا طلق امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا، لم يجز له أن يتزوج بأختها حتى تنقضي عدتها". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳۰۹/۲-۳۱۰، شركة علميه ملتان)

(۲) چوں کہ بعد از عدت وہ اجنبیہ بن گئی، لہٰذا جس طرح عام اجنبی عورتوں سے پردہ ضروری ہے، اسی طرح سابقہ بیوی سے بھی پردہ ضروری ہے۔ ==

بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے سالی سے نکاح جائز نہیں:

سوال(۱) زید نے اپنی عورت کو بلا قصور طلاق دی، اس کو حمل تھا اور بچہ پیدا نہ ہوا تھا کہ زید نے بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، زید نے بغیر قصور پہلی بیوی کو طلاق دی۔ ہوئی، یا نہیں؟

(۲) چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ وہ جائز ہے، یا نہیں؟

مطلقہ بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے:

(۳) یہ کہ پہلی عورت سے زید خوش ہے اور زید کی یہ مرضی ہے کہ عورت کو حلال کرنا چاہتا ہوں، جو نکاح اس کی چھوٹی بہن سے کیا ہے، وہ نہیں چاہتا۔

(المستفتی: ۲۱۸۸: رمضانی شاہ فقیر، جے پور، ۱۴/ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۷/ جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

بہن کی عدت پوری ہونے سے پہلے دوسری بہن سے جو نکاح کیا، وہ نا جائز ہوا۔(۱) طلاق بے قصور دی تو برا کیا؛ مگر طلاق ہوگئی۔(۲) اب اگر مطلقہ سے شوہر خوش ہے اور اس کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر طلاق مغلظہ نہیں دی تھی تو اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے،(۳) بشرط یہ کہ دوسری بہن کو علاحدہ کر دے اور اس سے قطع تعلق کر لے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/ ۲۶۷-۲۶۸)

دوسری شادی کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں رکھتی:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۶/ فروری ۱۹۳۶ء)

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا۔ وہ لڑکا اب اپنے ماں باپ کی خوشی سے ایک

== قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلک أزكى لهم إن اللّٰه خبير بما يصنعون وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن إلا ماظهر منها﴾(سورة النور: ۳۱)

(۱) ولا يجوز أن يتزوج أخت معتدة سواء كانت العدة عن طلاق رجعي أو بائن أو ثلاث.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح،الباب الثالث: ۱/ ۲۷۹، ماجدية)

(۲) ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل.(الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/ ۲۳۵، سعيد)

(۳) إذا كان الطلاق بائناً دون الثالث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.(الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/ ۴۷۲، ماجدية)

(۴) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة النساء: ۲۳)

اورشادی کرنا چاہتا ہے اوراپنی پہلی بی بی کو بھی رکھنا چاہتا ہے۔لڑکی کا باپ کہتا ہے اگر تم اپنی دوسری شادی کروگے تو ہماری لڑکی بالغہ ہونے پر تمہارے نکاح سے انکار کر کے اپنی دوسری شادی کرے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

لڑکی کو بالغہ ہونے پر محض اس وجہ سے کہ خاوند نے دوسری شادی کرلی ہے، نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوگا،(۱) جب کہ خاونداس کو بھی روکنے اوراس کے حقوق ادا کرنے پر تیار ہو۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی:۵/۱۰۰)

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں:

سوال: ایک شخص نے شادی کی اور کسی وجہ سے بیوی کو چھوڑ دیا اور طلاق بھی نہیں دیا، پھر دوسری شادی کرلی تو بلا طلاق کے مرد کو دوسری شادی کرنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مرد کو دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں؛ بلکہ بیک وقت چار تک کی اجازت ہے،

---

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورة النساء:۳)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلِتَنْكِحَ، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا.(أبوداؤد، كتاب الطلاق: ۱/۳۱۳، امدادية)(رقم الحديث:۲۱۷۶،انيس)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلاقَ أُخْتِهَا، لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا.(صحيح البخارى،باب الشروط التى لا تحل فى النكاح،رقم الحديث:۵۱۵۲،انيس)

(أختها) أى ضرتها لأنها أختها فى الدين ومعناه نهى المرأة أن تسأل الرجل طلاق زوجته لينكحها ويصير لها من نفقته ما كان للمطلقة فعبر عن ذلك باستفراغ الصحفة مجازا.(الكواكب الدرارى فى شرح صحيح البخارى،بَاب الشُّرُوطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ:۱۹/۱۱۲،دار إحياء التراث العربى، بيروت،انيس)

وَفِي حَدِيث الْبَاب: لَا يحل لامْرَأَة تسْأَل طَلَاق أُخْتهَا، وَقَالَ النَّوَوِيّ: معنى هَذَا الحَدِيث نهى الْمَرْأَة الْأَجْنَبِيَّة أَن تسْأَل رجلا طَلَاق زَوجته ليُطَلِّقهَا ويتزوج بهَا .قَوْله: (أُخْتهَا) قَالَ النَّوَوِيّ: الْمُرَاد بأختها غيرهَا سَوَاء كَانَت أُخْتهَا من النّسَب أَو الرَّضَاع أَو الدّين، وَيلْحق بذلك الْكَافِرَة فِي الحكم وَإِن لم تكن أُختا فِي الدّين إِمَّا لِأَن الْمُرَاد الْغَالِب أَو أَنَّهَا أُخْتهَا فِي الْجِنْس الْآدَمِيّ،وَقَالَ أَبُو عمر: الْأُخْت هُنَا الضرة، فَقَالَ: الْفِقْه فِيهِ أَنه لَا يَنْبَغِي أَن تسْأَل الْمَرْأَة زَوجهَا أَن يُطلق ضَرَّتهَا لتنفرد،قيل: هَذَا يُمكن فِي الرِّوَايَة الَّتِي وَقعت: لَا تسْأَل الْمَرْأَة طَلَاق أُخْتهَا، وَأما الرِّوَايَة الَّتِي فِيهَا لفظ الشَّرْط فظاهرها أَنَّهَا فِي الْأَجْنَبِيَّة، وَالْمرَاد بالأخت هُنَا الْأُخْت فِي الدّين، يُوضح هَذَا مَا رَوَاهُ ابْن حبَان من طَرِيق أبي كثير عَن أبي هُرَيْرَة بِلَفْظ: (لَا تسْأَل الْمَرْأَة طَلَاق أُخْتهَا لتستفرغ صحفتها فَإِن الْمسلمَة أُخْت الْمسلمَة.(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،باب الشروط التى لا تحل فى النكاح: ۲۰/۱۴۲،دار إحياء التراث العربى بيروت،انيس)

البتہ پہلی بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا اور اس کو ویسے ہی بلا طلاق ڈالے رکھنا گناہ اور ظلم ہے۔(۱) اس کا معاملہ صاف کیا جائے، یا اس کو شریفانہ طریقہ پر آباد کیا جائے، یا طلاق دے کر آزاد کیا جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۳۸-۵۳۹)

دوسری شادی کرنے پر اعزا کا طلاق دینے پر مجبور کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں ایک تعلیم یافتہ شخص ہوں، اللہ کے فضل سے معاشی استحکام بھی نصیب ہے، حال ہی میں میں نے سنت پر عمل کرنے کے لیے دوسرا نکاح کیا ہے؛ تاکہ غلط راہوں پر میرے قدم نہ پڑیں۔ میں پہلی بیوی کے حقوق بھی پورے طور پر ادا کر رہا ہوں اور اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی؛ لیکن اس کے باوجود بعض اعزا واقربا مجھ کو دوسری بیوی کو طلاق دینے پر زور زبردستی کر رہے ہیں تو کیا دوسری شادی کرنا شرعاً کوئی جرم ہے؟ اور کیا بلا عذر شرعی کسی لڑکی کو طلاق دی جا سکتی ہے؛ حالاں کہ اس غریب کا میں ہی تنہا سہارا ہوں؟

(المستفتی: حامد حسین، مراد آباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر آپ دونوں کے حقوق برابری کے ساتھ ادا کر رہے ہیں، رات گزارنے میں، کھانے کپڑے میں، رہائش میں، ہر شے میں برابری کا معاملہ کر رہے ہیں تو آپ شرعی طور پر کسی قسم کے مورد الزام نہیں، نہ کسی کو طعن وتشنیع کا حق ہے اور نہ ہی آپ کی دونوں بیویوں کے معاملہ میں کسی کو دخل دینے کا حق ہے اور دوسری بیوی کو طلاق دینے پر زور دینے والے سب گنہگار ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے دو بیوی رکھنے کی اجازت دی ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (سورۃ النساء: ۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۶۶۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۳/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۳۷۷)

---

(۱) ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ الآية (سورۃ النساء: ۱۲۹)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

پہلی بیوی کی طلاق کا مقدمہ عدالت میں ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پہلی بیوی کی طلاق کا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے تو ایسی صورت میں وہ لڑکا دوسری شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ماسٹر نسیم پاکبڑہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شریعت محمدی میں ایک مرد بیک وقت چار بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے، البتہ اس کے لیے لازم اور ضروری ہے کہ وہ اتنی ہی شادی کرے، جتنی بیویوں کا نان نفقہ اور حقوق زوجیت ادا کرسکتا ہو، لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص اگر دوسری شادی کرنی چاہے تو شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:٣)

عن ابن عمر رضی الله عنه أن غيلان بن سلمة الثقفي أسلم، وله عشر نسوة في الجاهلية، فأسلمن معه، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم أن يتخير منهن أربعا. (سنن الترمذی، النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نسوة، النسخة الهندية: ١/٢١٤، دارالسلام، رقم: ١١٣٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ رجب ۱۴۲۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۷۳۴۴/۳۶) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/)

کیا دو عورتوں سے طلاق کے بعد دو دفعہ نکاح کرنا چار کے حکم میں ہے:

سوال (۱) ایک مسلمان جو کہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہے، قرآن وسنت کا پابند ہے، میرا قریبی بھائی ہے، اس نے پہلے ایک نکاح کیا ہے ''الف'' کے ساتھ، پھر اس کو طلاق دے کر دوسری شادی کرلی ''ب'' کے ساتھ، ایک سال کے بعد اس کے ساتھ بھی ان بن ہوگئی اور ''ب'' کو بھی طلاق شرعی لکھ کر عدالت سے دے دی، نہ کہ تین عدتوں میں جس طرح شریعت کہتی ہے۔ کچھ عرصہ ۸/ ماہ ہوئے تو یہ عورت ''ب'' نادم ہوکر آئی اور اس نے شادی کرنی چاہی، وہ دونوں عدالت میں گئے اور وہاں ایک بیان حلفی پبلک نوٹری سے تصدیق کرا کر اس سے شادی دوبارہ رچالی اور کوئی خطبۂ نکاح انجام نہ پایا۔

اسی دوران اس عورت کو حمل ٹھہرا اور ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، پھر اس عورت ''ب'' کو فحش کلامی کی بنا پر اس مرد نے دوبارہ عدالت سے طلاق نامہ دے کر اپنی زوجیت سے الگ کردیا ہے اور تقریبا آٹھ سال سے الگ ہے، عورت ''ب'' نے دوسری شادی کرکے دوسرے مرد سے دو بچے حاصل ہوگئے۔

عرض یوں ہے کہ جو لڑکا عورت ''ب'' کے پہلے مرد سے سمجھے؛ یعنی میرے بھائی سے ہوا ہے، کیا وہ شرعاً مرد کا ہے، یا عورت کا؟ حتی کہ وہ لڑکا اس وقت نو سال کا ہے اور امی جان کے پاس رہتا ہے، کیا یہ شرعی طور پر باپ کا وارث کہلائے گا؟ مجھے شک ہے؛ کیوں کہ شادی شرعی طور پر انجام نہیں پائی تھی تو یہ بچہ کس کا ہے؟ صحیح قرآنی وشرعی فیصلہ دے کر مشکور وممنون فرمائیں۔

(۲) اب یہ جو مرد ہے یعنی میرا بھائی اس نے دوسری دفعہ پہلے والی عوت ''الف'' سے دوبارہ شادی کی ہے اور اس کے تین بچے ہیں، اس طرح سے اس نے چار دفعہ نکاح کیا ہے، جب کہ بیویاں صرف دو ہیں تو کیا ایسے مرد پر شرعی حد یعنی چار نکاح کا ہونا عمل میں آیا ہے؟ یا یہ کہ وہ اگر چاہے شریعت کی رو سے تیسری بیوی کرنے کا مجاز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) شخص مذکور نے ''ب'' کو جو طلاقِ شرعی لکھ کر دی ہے، وہ بعینہ، یا اس کی نقل ارسال کریں، اس کو دیکھ کر معلوم ہوسکے گا کہ پھر اس نے جو دوبارہ نکاح کیا ہے، اس کی اجازت شرعاً تھی، یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ دوبارہ نکاح گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول سے ہوا، یا پہلی طلاق سے رجعت کی ہے اور پہلے نکاح ہی کو باقی رکھا گیا ہے؟

نوٹ: جب بچہ نو سال کا ہوگیا ہے تو آج اس کی تحقیق کی کیا ضرورت پیش آئی؟ پہلے سے اتنی مدت میں مسئلہ دریافت کیوں نہیں کیا؟ کیا محض وراثت کی بنا پر دریافت کرنا ہے؟ اور وہ شخص خود کیا انتقال کرگیا ہے، یا زندہ ہے؟

(۲) عورتیں تو دو ہی اس کے نکاح میں آئی ہیں، اگرچہ ان سے بار بار نکاح کی نوبت آئی، ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ چار نکاح کر چکا ہے، اس کی چار بیویاں موجود ہیں، اب اگر کسی اور سے نکاح کرے گا تو وہ پانچویں بیوی ہوگی، جو کہ ناجائز ہوگی، بلکہ وہ تیسری ہوگی اور جائز ہوگی۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۲/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۱۶-۵۱۸)

چار بیویوں میں سے ایک کا انتقال ہوجائے تو دوسری عورت سے بلا کسی مدت کے انتظار کے نکاح جائز ہے:

سوال: زید کی چار بیبیاں تھیں، ان میں سے ایک انتقال کرگئی، وہ دوسری ایک عورت سے بلا درنگ نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ہاں! کرسکتا ہے؛ کیوں کہ مرد کے ذمہ عدت نہیں۔ (۲) (امداد الاحکام: ۳/۲۳۸)

---

(۱) ''ولـلحر أن يتزوج أربعا من الحرائر... واذا تزوج الحر خمسا على التعاقب، جاز نكاح الأربع الأول، ولا يجوز نكاح الخامسة''. (الفتاوى العالمكيرية، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۱/ ۲۷۷، رشيديه)

''أما الجمع في النكاح فنقول: لايجوز للحر أن يتزوج أكثر من أربع زوجات من الحرائر، الخ''. (بدائع الصنائع، فصل في المع بين الأجنبيات: ۳/ ۴۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیک وقت اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں موجود ہوں تو پانچویں عورت سے نکاح نہیں کرسکتا اور اگر دو عورتوں سے دو دفعہ نکاح کرتا ہے تو وہ چار کے حکم میں نہیں ہوں گی؛ بلکہ ان کے موجود ہوتے ہوئے مزید دو عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے۔

(۲) (ويرثها زوجها المسلم ان ارتدت وهي مريضة) والقياس أن لا يرثها لأن فرار الزوج إنما يتحقق إذا مات، وهي في العدة، ألا ترىٰ أنه لو طلقها قبل الدخول بها في مرضه لم يكن لها الميراث، لأنها ليست في عدته، ثم هاهنا لا عدة على الرجل فينبغي أن لا يرثها الزوج. (العناية شرح الهداية، باب أحكام المرتدين: ۶/۷۸، دار الفكر بيروت، انيس)

چار عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی تو اس کی عدت پوری ہونے تک پانچویں عورت سے نکاح درست نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے نکاح میں چار عورتیں ہیں، ان چار میں سے ایک کو طلاق دیا، اب اس مطلقہ کی عدت تین حیض پورے نہیں ہوئے، اب وہ شخص پانچویں عورت سے عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرسکتا ہے اور ایک صاحب کہتے ہیں کہ عدت پوری ہونے سے پیشتر بھی کرسکتا ہے۔ جواب باصواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب

اس صورت میں جب تک مطلقہ کی عدت ختم نہ ہوجائے، اس وقت تک وہ شخص پانچویں عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔ شامی میں تحت قول (صاحب) درمختار ''**(وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً) أى عقداً صحيحاً وعدة،الخ**'' لکھتے ہیں:

وأشار إلى أن من طلق الأربع لا يجوز له أن يتزوج امرأة قبل انقضاء عدتهن،فإن انقضت عدة الكل معاً،جاز له تزوج أربع وإن واحدة فواحدة، بحر. (۱) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/ ۴۳۰)

یکے بعد دیگرے جتنے نکاح چاہے کرسکتا ہے:

سوال (۱) ایک شخص اپنی عمر میں کتنے نکاح کرسکتا ہے؟

ایک وقت میں چار بیوی سے زیادہ جائز نہیں:

(۲) اور کتنی عورتیں رکھ سکتا ہے؟

الجواب

(۱) عمر بھر میں یکے بعد دیگرے جتنے چاہے نکاح کرسکتا ہے۔ (۲)

(۲) لیکن ایک وقت میں چار زوجہ سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۵۰)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/ ۳۸،دارالفكر بيروت/ وكذا فى البحر الرائق،فصل فى المحرمات فى النكاح: ۳/ ۱۰۹، دارالكتاب الإسلامى بيروت، انيس

(۲) ﴿ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاثَ وَرُبَاع ﴾ ولا تزيدوا على ذلك.(تفسير الجلالين، سورة النساء: ۳، ص: ٦٩، ظفير)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاثَ وَرُبَاع ﴾ (سورة النساء: ۳)

وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر وله التسرى بماشاء من الإماء. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۲/ ٤٠٠، ظفير)

بیک وقت چار سے زائد عورتیں نکاح میں رکھنے کی حرمت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ پر کہ مسلمانوں کو اگر وہ کسی کو متبنی بنالیں؛ یعنی اپنا لڑکا بنالے تو شرعاً وہ لڑکا حق میراث پاسکتا ہے اور آیا مسلمانوں کے قانون کے موافق مسلمان ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ یعنی چار عورتیں نکاح میں رکھ سکتا ہے، یا نہیں؟ قرآن شریف کا حوالہ دیں۔

الجواب

ایک مرد کے لیے چار بیویوں تک نکاح میں جمع رکھنا شریعت اسلام میں بلا شبہ جائز ہے۔قرآن مجید کی قطعی آیت کے علاوہ بہت احادیث صحیح میں اس کا جواز صراحتاً منقول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدداز واج کو جمع رکھا اور آپ کے صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے حضرات نے متعدد عورتوں کو نکاح میں جمع رکھا ہے اور یہ ایک ایسا صاف اور واضح مسئلہ ہے کہ شریعت اسلامی میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں، البتہ اس کے ساتھ یہ ہدایت کی گئی ہے کہ سب کو برابر رکھو اور حقوق سب کے پورے ادا کرو اور جس کو انصاف کرنے کی قدرت نہیں، اس کو ایک سے زائد نکاح کرنا نہ چاہیے؛ لیکن اس کے باوجود ایک نکاح کرلے گا، وہ نکاح صحیح ہو جائے گی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (سورة النساء:۳)

اور حدیث میں ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ چار عورتیں رکھو اور باقی کو علاحدہ کردو۔(یہ حدیث صحیح ہے، جس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ترمذی وابن ماجہ ودارقطنی وبیہقی وغیرہم نے روایت کیا۔)(۱)

اسی طرح عمیرہ السدی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عورتوں تک رکھنے کی اجازت دی۔(ابوداؤد)(۲)

---

(۱) عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر قال: أسلم غيلان بن سَلَمة وتحتَه عشر نسوة، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: خذْ منهن أربعا. (مسند الإمام أحمد، مسند عبدالله بن عمر رضى الله عنهما، رقم الحديث: ۵۰۲۷/ سنن ابن ماجة، باب الرجل يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، رقم الحديث: ۱۹۵۳/ سنن الدارقطني، رقم الحديث: ۳۶۸۴/ المستدرك للحاكم، رقم الحديث: ۲۷۷۹/ السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث: ۱۴۰۴۳، انيس)

(۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: ابْنِ عُمَيْرَةَ وَقَالَ وَهْبٌ: الْأَسَدِيِّ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانُ نِسْوَةٍ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا بِهِ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، بِهَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: قَيْسُ بْنُ الْحَارِثِ، مَكَانَ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: هَذَا هُوَ الصَّوَابُ يَعْنِي قَيْسَ بْنَ الْحَارِثِ. (سنن أبى داؤد، باب فى من أسلم وعنده نساء أكثر من أربع، رقم الحديث: ۲۲۴۱، انيس)

اسی طرح حضرت معاویہ دیلمی رضی اللہ عنہ کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت زبانی عطا فرمائی۔ (اخرجہ الامام الشافعی فی مسندہ، از تفسیر ابن کثیر: ۳/۷) (۱)

اور اس کی تصریح اکثر کتب فقہ میں موجود ہے اگر کوئی شخص انصاف نہ رکھنے کا خطرہ رکھتا ہو، جب بھی اگر نکاح متعدد عورتوں سے کرلے تو صحیح ہوجائے گا، اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، انتہٰی۔ یعنی لے پالک شرعاً بیٹے کے حکم میں نہیں، نہ میراث میں بحیثیت پیدا ہونے والے بیٹے کے اس کا کوئی حق ہے اور نہ حرمات شرعیہ پر اس کا کچھ اثر پڑتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۳۲/۲)

چار سے زیادہ بیویاں کرنا جائز نہیں:

سوال: ایک شخص کی چار بیویاں پہلے سے موجود ہیں۔ پانچویں اپنی خواہش سے بلاخواہش مرد کے تیار ہوئی کہ ہم تمہارے ساتھ عقد کریں گے۔ مرد نے مجبوراً عقد اس سے بھی کرلیا۔ اب بستی کے لوگوں نے اسے جماعت سے بند کر رکھا ہے کہ پانچ بی بی کرنا شریعت سے حکم نہیں ہے، تم نے کیوں کیا؟ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۲۱۸۴: جناب قسمت اللہ صاحب، میمن سنگھ، ۱۳/ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۶/جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

ہاں پانچ بیویاں کرنا جائز نہیں، لہٰذا اس پانچویں کا نکاح جائز نہیں ہوا۔ (۲) اس کو فوراً اپنے پاس سے علاحدہ کر دے اور توبہ کرے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۷/۵)

---

(۱) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي خَمْسُ نِسْوَةٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: فَارِقْ وَاحِدَةً وَأَمْسِكْ أَرْبَعًا، فَعَمَدْتُ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ عِنْدِي عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب من يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، رقم الحديث: 14057، انيس)

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَأَبُو زَكَرِيَّا، وَأَبُو سَعِيدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ ابْنَ أَبِي الزِّنَادِ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الدِّيلِيِّ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي خَمْسُ نِسْوَةٍ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْسِكْ أَرْبَعًا أَيَّتَهُنَّ شِئْتَ وَفَارِقِ الْأُخْرَى، فَعَمَدْتُ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عَجُوزٍ عَاقِرٍ مَعِي مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَطَلَّقْتُهَا. (معرفة السنن والآثار، باب نكاح المشرك، رقم الحديث: ۱۳۹۶۷، انيس)

(۲) وإذا تزوج الحر خمسا على التعاقب جاز نكاح الأربع الأول ولا يجوز نكاح الخامسة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث: ۲۷۷/۱، ماجدية)

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا. فَلَمَّا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ طَلَّقَ نِسَائَهُ، وَقَسَمَ مَالَهُ بَيْنَ بَنِيهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ: إِنِّي أَظُنُّ الشَّيْطَانَ فِيمَا يَسْتَرِقُ مِنَ السَّمْعِ سَمِعَ بِمَوْتِكَ فَقَذَفَهُ فِي نَفْسِكَ، وَلَعَلَّكَ أَنْ لَا تَمْكُثَ إِلَّا قَلِيلًا، وَايْمُ اللَّهِ لَتُرْجِعَنَّ نِسَائَكَ وَلَتَرْجِعَنَّ فِي مَالِكَ، أَوْ لَأُوَرِّثُهُنَّ وَلَآمُرَنَّ بِقَبْرِكَ فَيُرْجَمُ كَمَا رُجِمَ قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ. (مسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث: ۵۴۳۷، انيس)

چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح:

سوال: کسی کے چار بیبیاں موجود ہوں اور وہ خلاف حکم شرعی پانچواں عقد کرے تو یہ فعل اس کا لغو اور ایک بیہودہ فضول حرکت ہوگی اور نکاح نہ ہوگا، یا نکاح ہو جائے گا؛ مگر بی بی سے صحبت حرام ہوگی، اس بنا پر اس کی چار بیبیوں میں سے اگر کوئی مرگئی، یا کسی کو طلاق دے دیا تو بدون تجدید عقد کے صحبت جائز ہو جائے گی، یا اس کی تجدید عقد کرنا چاہیے؟

الجواب

یہ پانچواں عقد باطل محض ہے،(۱) منعقد ہی نہ ہوگا، لہذا بعد وفات، یا طلاق ایک زوجہ کے اس سے تجدید عقد کی ضرورت ہوگی، نکاح سابق کافی نہ ہوگا۔

۱۵/شوال ۱۳۲۱ھ (امداد: ۴۹/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۱۵/۲)

چار سے زائد نکاح کرنے کا حیلۂ باطل:

سوال: زید کی چار عورتیں منکوحہ موجود ہیں، اپنے مکان دہلی سے بمبئی کو جا کر ایک، یا دو عورت اور کرنا چاہتا ہے، اس صورت سے کہ اپنے آپ اکیلے خفیہ اپنی دو عورتوں کو جو مکان میں ہیں، طلاق بائنہ غیر ثلاثہ کے دیتا ہے اور عوتوں کو خبر نہیں کرتا، بعد گزرنے عدت سے جو اپنے قیاس سے تخمیناً جان لیتا ہے کہ اب میری عورتوں کی عدت ہوگئی ہے، ان دوسری دو عورتوں سے بمبئی میں نکاح کرتا ہے، جب برس روز کے بعد مکان کو آتا ہے تو بمبئی کو دونوں عورتوں کو خفیہ طلاق دیتا ہے اور مکان میں آ کر مطلقات سے تجدید نکاح کر لیتا ہے؛ کیوں کہ حلالہ تو مطلقہ مغلظہ میں ہوتا ہے، نہ کہ غیر میں، بعد کو جب بمبئی والیوں سے نکاح کر لیتا ہے اور ہر دونوں جانب کی عورت کو خبر طلاق کی نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ جانتی ہیں کہ احتیاطاً تجدید ہوئی ہے۔ ایسی صورت سے چار عورتوں سے زیادہ اپنے تصرف میں رکھتا ہے تو زید کے یہ حیلہ فتویٰ میں کیسا ہے؟

الجواب

یہ حیلہ محض لغو و باطل ہے، نکاحاً بھی، طلاقاً بھی، اول تو اس لیے کہ نکاح میں حلت واقعیہ کے لیے رضا واقعی کی ضرورت ہے اور جب اس مطلقہ کو معلوم ہی نہیں کہ میں انکار پر بھی قادر ہوں اور میرا انکار بھی مؤثر ہے، وہ رضا معتبر نہیں اور ثانی اس لیے کہ وہی طلاق مادون ثلاثہ جب کئی بار میں تین تک پہونچ جاویں گی، پھر بدون حلالہ نکاح جدید

---

(۱) فإن تزوج خامسة بعد الأربع كان نكاح الخامسة باطلاً. (كتاب الأصل للشيباني: ٣٦٥/٤، دار ابن حزم بيروت، انيس)

... وإن كان تزوجهن في عقد متفرقة صح نكاح الأربع وبطل نكاح الخامسة. (بدائع الصنائع، فصل في حكم عقد الذمي والحربي: ٣١٤/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

کیسے کافی ہوگا؟ اور ثالث اس لیے کے عورتوں کی عدت اختلاف احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، مثلاً حمل میں وضع حمل اور رضاع میں بوجہ حیض نہ آنے کے مہینوں کی جگہ سال صرف ہوتے ہیں، پھر تخمیناً کیسے جائز ہے۔ علاوہ اس کے خلوت بالاجنبیہ کے محذور سے بھی بچنا ممکن نہیں ہے، غرض یہ عمل محض اتباع خطوات شیطان ہے۔ فقط

(۱۳۲۵ھ) (امداد: ۲/۴۲) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/۲۱۵-۲۱۶)

جواز زیادت علی الاربعہ دراماً:

سوال: جس زید کے ایک، یا دو تین، یا تین چار زوجہ حرموجود ہیں تو یہ زید اپنی زرخرید کنیز سے بھی وطی بے نکاح کرسکتا ہے، یا کنیز سے وطی کو بھی بحضور شاہدین نکاح شرط ہے؟

الجواب

فی الدرالمختار:(و)صح (نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر)لا أكثر (وله التسرى بما شاء من الإماء) فلو له أربع وألف سرية وأراد شراء أخرىٰ فلامه رجل خيف عليه الكفر،آه.(۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ چار منکوحہ کے بعد بھی کنیز صحبت کے لیے خریدنا درست ہے اور اس سے نکاح کی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ یاد رہے کہ ہندوستان میں جو کنیزیں کہلاتی ہیں، وہ شرعاً کنیز نہیں ہیں، ان سے صحبت درست نہیں، وہ حکم حرائر میں ہیں۔

۱۰/شوال ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالث، ص: ۸۷) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/۲۳۷-۲۳۸)

چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک شخص نے چار عورتیں اپنے نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کیا، تھوڑی مدت کے بعد ان چار عورتوں میں سے ایک عورت کا انتقال ہوگیا۔ اب وہ شخص پانچویں عورت کو اسی سابقہ نکاح پر رکھ سکتا ہے، یا نکاح دوبارہ کرنا چاہیے؟

الجواب

ھو الموفق للصواب: چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے کیا ہوا نکاح ہی صحیح نہیں، فاسد ہے۔ بعدازاں ان چار عورتوں میں سے ایک کے مرجانے سے اس پانچویں کا فاسد صحیح نہ ہوگا، لہٰذا اس کے نکاح کی

---

(۱) الدرالمختار علی ردالمحتار: ۴۸/۳، دارالفکر بیروت، انیس

قيد بالتزوج لأن له التسرى بما شاء من الإماء لاطلاق قوله تعالىٰ:﴿أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾(النساء:۳) وفى الفتاوىٰ:رجل له أربع نسوة وألف جارية وأراد أن يشترى جارية أخرىٰ،فلامه رجل،يخاف عليه الكفر.(البحرالرائق، فصل فى المحرمات فى النكاح: ۱۱۳/۳، دارالكتاب الإسلامى بيروت، انيس)

تجدید نہ کرکے سابقہ نکاح پر اپنے پاس رکھنا جائز نہیں، حرام ہے، چناں چہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

لایحل للرجل أن یجمع بین أکثر من أربع نسوة، کذا فی محیط السرخسی وإذا تزوج الحر خمسا علی التعاقب جاز نکاح الأربع الأول ولا یجوز نکاح الخامسة، انتھیٰ. (۱)

پس چاہیے کہ شخص مذکور کو علانیہ توبہ کراکے اس پانچویں عورت سے اس کا دوبارہ نکاح کرائیں۔ فقط

ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔ الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۷۹-۱۸۰)

چار سے زائد باندیاں رکھنے اور ان سے مباشرت کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص کو چار سے زیادہ باندیوں سے جو جہاد میں سے ملی ہوں، نکاح کرنا، یا بدونِ نکاح مباشرت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو باندیاں شرعاً باندیاں ہیں، ان سے ہزار سے بھی مباشرت جائز ہے اور اپنی باندی سے نکاح ناجائز ہے۔ (۲) واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، ص:۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۸)

☆ ☆ ☆

(۱) الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث: ۱/۲۷۷، ط: ماجدیة، انیس

(۲) (و) صح (نکاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر) لا أکثر (وله التسری بما شاء من الإماء) فلو له أربع وألف سریة وأراد شراء أخریٰ فلامه رجل خیف علیه الکفر، آه. (الدر المختار علی رد المحتار: ۳/۴۸، دار الفکر بیروت، انیس)

اجازت نکاح کے احکام

نکاح کے لیے عورت سے اجازت لینے کا بیان:

سوال: دولڑکیوں کا نکاح جن میں ایک بالغہ اور ایک مراہقہ ہے، ان کے ولی نے ان پر سختی کر کے اور دھمکا کر کہا کہ اگر نکاح نہ کروگی تو تم پر سختی کی مار ہوگی۔ ڈرتے ہوئے سخت وحشت کی حالت میں انہوں نے دبتی ہوئی زبان سے جان بچانے کی خاطر ہاں کہا، جن کے ساتھ نکاح کیا، بالکل چھوٹے بچے ہیں، جوان کے پسند نہ تھے اور پندرہ دن کے بعد انہوں نے انکار کیا، جواب تک انکار پر مصر ہیں۔ شرعاً ان کا نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ کا نکاح جو اس کے ولی نے زبردستی جبراً کرایا اور اس نے مجبور ہو کر اجازت دی یہ تو بالکل صحیح ولازم ہو گیا۔ اب بجز موت، یا طلاق اس سے علاحدہ گی کی صورت کچھ نہیں، البتہ نابالغہ مارہقہ کا نکاح جو جبراً ولی ن کیا ہے، اگر یہ ولی باپ اور دادا کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے تو لڑکی بالغہ ہونے کی بعد اس نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار رکھے گی اور کسی مسلمان حاکم عدالت میں مقدمہ دائر کر کے حکم فسخ حاصل کر سکے گی، بشرطیکہ بفور بلوغ اپنی ناراضگی کا اعلان کر دے اور اگر ولی مذکور لڑکی کا باپ، یا دادا ہے تو یہ نکاح بھی لازم ہو گیا، بعد بلوغ بھی لڑکی اختیار نہ رکھے گی۔

وهذا كله ظاهر مذكور في عامة الكتب، وأما صحة النكاح في الإكراه فقد صرح به الشامي حيث قال: إذ حقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحته في الإكراه والهزل، رحمتي، ... (ثم قال): عباراتهم مطلقة في إن كان المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل، ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة. (شامی، کتاب النکاح: ۲۷۹/۲) (۱) **واللہ تعالی اعلم** (امداد المفتین: ۴۶۲/۲)

لڑکی سے عقد کی اِجازت کے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے عقد کی اِجازت لیتے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے؟

---

(۱) ردالمحتار: ۲۱/۳، دارالفکر بیروت، انیس

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلٰث جدهن جد وهزلن جد: النكاح والطلاق الرجعة. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الجد والهزل في الطلاق، رقم الحديث: ۱۱۸٤، انیس)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ______ وباللّٰه التوفيق

لڑکی سے اِجازت لیتے وقت اَولاً اس کے ہونے والے شوہر کا تعارف کرایا جائے، پھر مہر کا تذکرہ کر کے اُس پر اُس کی رضامندی معلوم کی جائے، اَب اگر وہ ثیبہ ہے تو صریح الفاظ میں رضامندی ضروری ہے اور اگر کنواری ہے تو محض خاموشی بھی رضا کے درجہ میں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تنكح الأيم حتىٰ تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن،قالوا:يا رسول اللّٰه! وكيف إذنها؟ قال:إن تسكت. (صحيح البخاري: ۱۷۷/۲،رقم: ۳٤۹٤)

عن عدي الكندي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الثيب تعرب عن نفسها والبكر رضاها صماتها. (سنن ابن ماجة،ص: ۱۳٦،رقم: ۱۸۷۲،مسند الإمام أحمد: ۱۹۲/٤، إعلاء السنن: ۸٤/۱۱-۸۵ ، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۳/٦/۱٤۲۱ھ۔ (کتاب النوازل: ٦۲/۸)

دلہن سے اجازت کون لے:

سوال: نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینے کے لیے خود والد کا پوچھنا بہتر ہے، یا قاضی صاحب کا پوچھنا؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب ______

بہتر ہے کہ والد خود نکاح کی اجازت لے اور لڑکی کے دو محرم رشتہ داروں کو اپنے ساتھ لے جائے، قاضی غیر ہو تو اس کا جانا بہتر نہیں ہے، عام طور پر لڑکی سے اجازت لینے کے موقع پر بہت بے احتیاطی ہوتی ہے، اولاً تو اجازت کے لیے غیر محرم لے جائے جاتے ہیں اور وہ دلہن کو زیبائش کی حالت میں دیکھتے ہیں، یہ خود بہت قبیح بات ہے، اس کے علاوہ دلہن کے ساتھ خاندان کی دوسری عورتیں بھی کھلے باز و اور کھلے چہرے کے ساتھ زیبائش و آرائش کر کے بیٹھی ہوتی ہیں، جس سے بہت بے پردگی ہوتی ہے اور وہاں ان کی موجودگی غیر ضروری اور بے فائدہ بھی ہوتی ہے؛ اس لیے خواتین کو چاہیے کہ ایسے موقعہ پر ہٹ جائیں اور لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ محرم گواہوں کو ساتھ لے جائیں۔ وباللہ التوفیق

(کتاب الفتاویٰ: ۲۹۹/٤-۳۰۰)

نکاح میں اجازت بالدلالہ کے معنیٰ:

سوال: اجازت بالدلالۃ جو ہم نے دریافت کی ہے، اس کی تصریح مع عبارت کتب ارشاد ہو؟

الجواب ______

سوال میں صراحت مذکور ہے کہ باپ نے نسبت کو بخوشی قبول کیا تھا اور نکاح کی سب رسوم کی اور جہیز دے کر حوالہ

نوشہ کے کیا تھا، پس یہ افعال تو خود اجازت نکاح کی بصراحت موجود ہیں اور اجازت کیا خود نکاح کر دینا ظاہر ہے، پھر دلالت اجازت کی کیا ضرورت ہے، اثبات ہے یہ نکاح خود پدر کا کیا ہوا ہے؛ مگر چوں کہ سائل کو دلالت رضا کی ضرورت ہے، لہٰذا روایت اس کی نقل کرتا ہوں:

قال في الدرالمختار: (وقبضه)أي ولي له حق الاعتراض (المهرونحوه) مما يدل على الرضٰی (رضا) دلالة.

(قوله:ونحوه) ...وكالتجهيز ونحوه،انتهٰی. (۱)

الحاصل! اس صورت مذکورہ سوال میں، خود پدر نے نکاح کریماً کا کرایا ہے، اس میں اثبات رضا کی ضرورت نہیں، یہ نکاح پدر کا کیا ہوا ہے کہ اب ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا، دختر کی طرف سے اور نہ خود پدر کی طرف سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعۂ کلاں، ص:۱۷۷) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۶)

اجازتِ نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے، یا زبان کا:

سوال: ایک قوم مثلاً راجپوت رانگھڑ وغیرہ جو کہ نکاح بیوہ کرنا برا جانتے ہیں اور بسببِ جہالت کے عورتیں بھی اپنے منہ سے نکاح کی اجازت نہیں دیتیں؛ بلکہ وہ وقتِ نکاح لوگوں کے سامنے انکار کر دیتی ہیں؛ یعنی ظاہر اً صاف انکار کر دیتی ہیں؛ مگر دل میں خواہش یقیناً ہوتی ہے، اس حالت میں ظاہراً انکار کرتی ہو تو نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

بیوہ کے نکاح کو عار سمجھنا سخت جہالت ہے، عورتوں کو مسائل سمجھا کر جہاں تک ہو سکے، اس رواج کو توڑنا چاہیے، جو عورت زبان سے انکار کرتی ہے اور دل میں نکاح کی خواہش رکھتی ہے تو شرعاً اس کی زبان کا اعتبار ہوگا، پھر اگر نکاح ہونے پر اس نے زبان سے انکار کر کیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اگر انکار نہیں کیا؛ بلکہ خاموش رہی اور شوہر کے ساتھ راضی ہوگئی تو نکاح صحیح ہوگیا۔

"الولي إذا زوج الثيب فرضيت بقلبها ولم تظهر الرضا بلسانها، كان لها أن ترد؛ لأن المعتبر فيها الرضا باللسان أو الفعل الذی يدل على الرضا نحو التمكين من الوطیء وطلب المهر وقبول المهر، آه". (شامی: ۲/۶٦٦) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۱/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ محمودیہ: ۱۱/۱۵۷)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی، ص:۱۹۱، ج:۱ [عکس مجتبائی ۱۳۳۱ھ] نیز شامی، ص:۲۹۸، ج:۲ (مطبع مجتبائی دہلی: ۱۲۸۸ھ) شامی، ص:۵۸، ج:۳ [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء] نیز شامی ج:۲/ص:۳۲۴ [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ] [نور]

(۲) رد المحتار: باب الولی: ۳/۶۲-۶۳، سعيد

==

دوسرے کے کئے ہوئے نکاح کی عملی اجازت دینے سے نکاح منعقد ہو جائے گا:

سوال: ایک شخص کے لیے اس کے بھائی نے نکاح کر دیا، جب وہ آیا تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو بالکل معلوم نہیں اور نہ مجھ سے کسی نے پوچھا ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور اس کے بعد یہ شخص اپنی بیوی کو لینے کے لیے گیا ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جب نکاح کا عقد اس شخص کے بھائیوں نے اس کی عدم موجودگی میں کیا تو اگر اس کی اجازت سے ایسا کیا تھا تو وہ بھائی وکیل نکاح ہوگئے اور ان کا ایجاب وقبول کرنا کافی ہوگیا اور اگر بھائیوں نے نکاح کرتے وقت اس شخص سے اجازت نہیں لی تھی تو وہ نکاح فضولی ہوا اور اس کے بعد جب یہ شخص اپنی بیوی کو لینے کے لیے گیا تو اس کا جا کر بیوی کو لے آنا عملاً نکاح کی اجازت ہے؛ اس لیے کہ اگرچہ عقد نکاح تو تعاطی سے نہیں ہوسکتا؛ لیکن فضولی کے لیے ہوئے نکاح کی اجازت عمل سے ہوسکتی ہے۔

قال الشامی رحمه الله: وهل يكون القبول بالفعل كالقبول باللفظ، كما فی البيع، قال فی البزازية: ...أنه يكون قبولا وانكره صاحب المحيط وقال الإمام: مالم يقل بلسانه قبلت بخلاف البيع ... وبخلاف إجازة نكاح الفضولی بالفعل لوجود القول ثمه، آه. (شامی: ۲۶۵/۲)(۱)

لہٰذا یہ نکاح درست ہوگیا اور اب از سر نو ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بھائیوں نے عقد نکاح گواہوں کی موجودگی میں یجاب وقبول کر کے کیا ہو، اگر کوئی اور صورت ہوئی تھی تو دوبارہ مسئلہ پوچھ لیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۴/۴/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ نمبر: ۲۲/۴۶۶، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۷۳-۲۷۴)

== "الثيب تشاور: أی يطلب رأيها، والمشاورة لا تكون إلا بالقول، ثم هی مفاعلة، فتقتضی وجوده من الجانبين؛ لكن حضرها فی القول فيه نظر، بل قد تكون بغيره لقولهم: رضی الثيب كما يكون بالصريح كرضيت أو أو جبت، يكون بالدلالة كطلب المهر أو النفقة أو تمكينها من الوطء ... والثيب تعرب عن لسهانها، وأما الدلالة فالحق أنها من قبيل القول إلا بالتمكين، فيثبت به بدلالة إلزام القول". (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲۰۵/۲-۲۰۶، إمداديه ملتان)

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح قبيل مطلب التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳ (طبع سعيد)

وفی الهندية كتاب النكاح، الباب الرابع فی الاوليا: ۲۹۹/۱ (طبع ماجدية) و تثبيت الاجازة لنكاح الفضولی بالقول والفعل، كذا فی البحر الرائق.

و فی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الاولياء و الاكفاء: ۱۲۳/۳ (طبع بيروت و فی مكتبة رشيدية كوئٹه: ۱۱۵/۳): رجل زوج رجلا بغير امره فهناه القوم و قبل التهنئة فهو رضا لأن قبول التهنئة دليل الاجازة.

لڑکی کے لیے صرف کپڑے بھیجنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ناصر سے کہا کہ اپنی لڑکی مجھے دے دو، ناصر نے کہا کہ رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کر کے دے دوں گا، اب زید نے بازار جا کر لڑکی کے لیے کپڑے وغیرہ خریدے اور ناصر کے گھر بھیج دیئے، ناصر نے کپڑے واپس کئے؛ مگر زید نے کہا کہ اگر مشورہ نہیں ہوا تو میں کپڑے واپس لے جاؤں گا، جب ناصر نے مشورہ کیا تو رشتہ داروں نے انکار کیا اور قطع تعلق کی چیلنج دے دی؛ اس لیے ناصر نے اپنی بیٹی کا رشتہ دوسرے شخص سے کر دیا اور شادی بھی ہوئی، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رشتہ صحیح نہیں ہے اور اولاد بھی حرامی ہے۔اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں کون سا نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا نور رحمٰن، لانڈھی کراچی، ۱۹۷۵/۹/۲۹ء)

الجواب

صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا یہ نکاح درست ہے، حرام اور مکروہ نہیں ہے، (۱) **لعدم النکاح والرضا بالخطبة.** (۲) تمام اولاد حلالی ہیں۔ **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۳/۴)

نکاح کا صحیح طریقہ:

سوال: ایک مرد نے ایک عورت سے کہا کہ میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔لوگ میری اور تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ ان کا پوشیدہ باہم نکاح ہو گیا ہے۔اس عورت نے جواب دیا کہ تم کیوں گھبراتے ہو، اگر کوئی نکاح کو پھر کہے تم کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا، اب ہو گیا۔ یہ سن کر اس نے دو آدمی؛ یعنی دو گواہ کے سامنے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے فلاں عورت سے بعوض اس قدر مہر کے اپنا نکاح پڑھ لیا۔اس کے بعد اس عورت سے آکر کہا کہ میں نے دو گواہ کے سامنے تم سے اپنا نکاح پڑھ لیا، بایں وجہ کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگوں سے کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا، اب ہو گیا۔اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے غصہ میں یہ بات کہی تھی۔اس نے کہا کہ نکاح ہر طرح ہو جاتا ہے، ہنسی اور غصہ برابر ہے۔اس کے جواب میں عورت نے کہا: اگر یہی بات ہے تو میں تم سے راضی ہوں؛ مگر صحبت نہیں کراؤں گی، باقی سب طرح تم کو

---

(۱)　قال العلامة ابن الشحنة: وينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي ... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين، الخ. (لسان الحكام فى معرفة الاحكام، ص: ٥١٣، الفصل الثالث عشر فى النكاح)

(۲)　قال الوهبة الزحيلي: الخطبة مجرد وعد بالزواج وليست زواجاً، فإن الزواج لا يتم الا بانعقاد المعروف، فيظل كل من الخاطبين أجنبيا عن الآخر، ونص قانون الأحوال الشخصية السورى: الخطبة والوعد بالزواج وقراءة الفاتحة وقبض المهر وقبول الهدية لا تكون زواجاً. (الفقه الاسلامى وأدلته: ٦٩٣/٩ ٤، مقدمات الزواج)

اختیار ہے۔اس بات کو سن کر اس مرد نے جواب دیا کہ بہت اچھا، تم سے صحبت نہیں کروں گا؛ لیکن مجھ کو بوس و کنار سے چارہ نہیں، پھر چند روز کے بعد اس نے اس عورت سے صحبت کی۔اب وہ عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تردد ہے کہ میں تم سے نکاح سے اس بات پر راضی ہوئی تھی کہ مجھ سے صحبت نہ کرنا، اب تم نے صحبت کیوں کی؟ شاید نکاح جائز نہ ہو۔نظر برآں التماس ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ جواب سے بہت جلد معزز فرمانا چاہیے۔زیادہ حد ادب۔فقط

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ عورت کا کہنا کہ ''جب نکاح نہیں ہوا، اب ہوگیا'' توکیل نکاح کی نہیں ہے، پس وہ شخص وکیل نہ ہوا اور اس کا نکاح کرنا فضولی نکاح ہوا اور اصیل اور فضولی ایک شخص نہیں ہوسکتا۔پس اگرچہ عورت نے اجازت اس نکاح کی دی؛ مگر نکاح درست ہی نہیں ہوا تھا، (۱) سو صحبت بھی بشبہ ہوئی اور بے جا ہوئی، (۲) اب مکرر نکاح کرلیویں، ورنہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۰-۳۸۱)

قاضی کے پوچھنے پر زوجین کا راضی ہوں کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر شرعی دو گواہوں کی موجودگی میں قاضی نے لڑکی سے صرف اتنا پوچھا کہ تم فلاں کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے راضی ہو، لڑکی نے جواب میں کہا: ہاں! میں راضی ہوں، پھر لڑکے سے پوچھا تم راضی ہو تو اس نے بھی جواب میں کہا: ہاں، میں راضی ہوں؛ لیکن لڑکے نے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کرلیا۔

اب سوال یہ ہے کہ بغیر لفظ قبول کے صرف زوجین کا راضی ہوں، اتنا کہنے سے نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد منصور علی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں قاضی کے پوچھنے پر زوجین کا صرف ''راضی ہوں'' کہنا ایجاب وقبول نہیں ہے؛ بلکہ محض نکاح کرنے پر رضا مندی کا اظہار ہے اور اظہار رضا نکاح کا معاہدہ ہے، عقد نکاح نہیں ہے، عقد نکاح کے لیے پھر سے ایجاب وقبول کرنا ضروری ہوگا۔

---

(۱) وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل فمن الأول أجزت ونحوه وكذا نعم ما صنعت وبارك الله لنا وأحسنت وأصبت،الخ.(ردالمحتار،فصل بعض مسائل الوكيل والفضولي في النكاح: ۱۴۸/۳،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) وقد بالنكاح الفاسد لأن المنكوحة نكاحا موقوفا كنكاح الفضولي،لا تجب فيه العدة قبل الإجازة لأن النسب لا يثبت فيه،لأنه موقوف فلم ينعقد في حق حكمه فلا يؤثر شبهة الملك والحل والعدة وجبت صيانتة للماء المحترم عن الخلط واحترازا عن اشتباه الأنساب كذا في الإختيار والمحيط ،الخ.(البحرالرائق،عدة المنكوحة نكاحا فاسدا والموطوءة بشبهة: ۱۵۰/۴-۱۵۱،دارالكتاب الإسلامي بيروت،انيس)

ولاينعقد بلفظ الإجارة فى الصحيح والإعارة، والإباحة، والاحلال، والتمتع والإجازة والرضا ونحوها،الخ. (عالمگیری، کتاب النكاح، الباب الثانی فيما ينعقدبه النكاح وما لاينعقدبه، زكريا ديوبند: ۲۷۲/۱، جديد زكريا: ۳۳۷/۱،تبيين الحقائق، مكتبه امدادية ملتان: ۹۸/۲، زكريا ديوبند: ٤٥٢/٢)

وينعقد بإيجاب وقبول. (تنوير الابصار مع الرد،زكريا: ٦٨/٤-٦٩، كراتشى: ١٤/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰۸۰/۳۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۶/۱۴۱۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۷۳/۱۳)

''رشتہ منظور ہے'' سے نکاح کے انعقاد کا حکم:

سوال: لڑکی کے والد نے لڑکے کو دیکھتے وقت کہا کہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے تو کیا یہ الفاظ کہنے سے نکاح منعقد ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب

اگر لڑکی کے والد نے ایجاب وقبول کی مجلس میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں تو شرعاً نکاح منعقد ہو چکا ہے، اگر لڑکی نابالغ ہے تو خیار فسخ بھی حاصل نہیں اور اگر بالغ ہے تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر ان الفاظ سے فقط وعدہ نکاح مقصود ہو تو پھر شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا۔

قال ابن عابدين تحت (قوله:إذا لم ينو الاستقبال):قال فى شرح الطحاوى:لو قال:هل اعطتنيها، فقال:أعطيت،إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (ردالمحتار: ۱۱/۳، کتاب النکاح)(۱)

(فتاوی حقانیہ: ۲۹۴/۴)

ہنسی سے نکاح ہو جاتا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص ہنسی میں اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دے تو منعقد ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے: **''ثلٰث جدهن جد وهزلهن جد''.** (۲)

(۱) قال الحصكفى رحمه اللّٰه تعالٰى: وينعقد ملتبسا بايجاب من أحدهما وقول من الآخر .(الدرالمختارعلىٰ صدر ردالمحتار:۹/۳،كتاب النكاح)/ومثله فى البحرالرائق:۸۳/۳،كتاب النكاح)

(۲) عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ثلٰث جدهن جد وهزلن جد:النكاح والطلاق الرجعة.(رواه الترمذى وأبوداؤد)(مشكاة المصابيح،كتاب الطلاق: ٢٨٤،ظفير)(سنن ابن ماجة،باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبا،رقم الحديث: ٢٠٣٩/سنن الترمذى،باب ماجاء فى الجد والهزل فى الطلاق،رقم الحديث: ١١٨٤/سنن أبى داؤد،باب فى الطلاق على الهزل،رقم الحديث: ٢١٩٤/المنتقى لابن الجارود،رقم الحديث: ٧١٢/شرح معانى الآثار،رقم الحديث: ٤٦٥٤/سنن الدارقطنى،رقم الحدى٣٦٣٥،انيس)

یعنی تین چیزیں ہیں، جو ہنسی کرنے سے بھی ہوجاتا ہے، ان میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو بھی فرمایا ہے۔ الدرالمختار، کتاب النکاح میں ہے:

ولایشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیمایستوی فیه الجدو الهزل إذ لم یحتج لنیّة، به یفتی. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۴۵-۱۴۶)

اجازت کے وقت بالغہ لڑکی کا کھلکھلا کر ہنسنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بالغہ لڑکی سے نکاح کے قبول کے وقت اجازت کے لئے جاوے تو اس وقت لڑکی استہزا کے طور پر کھلکھلا کر ہنس دے تو نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: عبدالملک، آسامی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفیق

قبول کے وقت لڑکی کے بطور استہزا کھلکھلا کر ہنسنے کی صورت میں یہ اجازت شمار نہیں ہوگی؛ بلکہ یہ عدم رضا پر دلالت کرتا ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

إذا ضحکت مستهزئة، فإنه لایکون إذناً وعلیه الفتویٰ، وضحک الاستهزاء لا یخفی علی من یحضرہٗ؛ أن الضحک إنما جعل إذناً لدلالته علی الرضا، فإذا لم یدل علی الرضا، لم یکن إذناً. (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والاکفاء، کوئٹه: ۳/۱۱۱، زکریا: ۳/۱۹۸، وهکذا فی الشامی، کراتشی: ۳/۵۹، زکریا دیوبند: ۴/۱۶۰)

إذا ضحکت کالمستهزئة لایکون رضا، وضحک الاستهزاء لایخفی علی من یحضرہٗ. (فتح القدیر، دار الفکر مصری قدیم: ۳/۲۴۶، زکریا دیوبند: ۳/۶۵۲، کوئٹه: ۳/۴۶۱، وهکذا فی مجمع الأنهر، مصری قدیم: ۱/۳۳۳، دار الکتب العلمیة بیروت: ۱/۴۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ۔ ۶/صفر المظفر ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳/۵۰۲) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۸۲)

عورت کی طرف سے اجازتِ نکاح کا سننا:

سوال: ایک بالغہ عورت کا نکاح ایک وکیل، دو شاہد کو لے کر ایک مولوی صاحب نے پڑھا دیا، نکاح کے بعد دو شاہدوں میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ تم نے نکاح کے وقت عورت کے منہ سے اذن سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے عورت کے منہ سے کوئی لفظ اذن کا نہیں سنا۔ اس پر ایک عالم نے کہا کہ یہ نکاح شرعاً معتبر نہ ہوگا؟ اس پر ایک شادی شدہ شخص نے اس عالم کو گالیاں دیں۔

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار مجتبائی: ۱/۱۸۶، ظفیر مفتاحی

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً معتبر ہو گیا، یا نہیں؟ جس شخص نے عالم صاحب کو گالی دی، اس پر شرعاً کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی شخص شریعت کے کسی مسئلہ کا انکار کرے تو اس کو شرعاً کیا کہا جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر نکاح کا ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے ہوا اور عورت نے اس کو نا منظور نہیں کیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا، اگر چہ وکیل کے دریافت کرنے پر گواہوں نے عورت سے اجازت کو نہ سنا ہو، وہ اجازت کے گواہ ہیں، ایجاب وقبول کے گواہ نہیں۔(۱) عورت کی طرف سے جس قاضی نے ایجاب کیا اور مرد نے اس کو قبول کیا، اس کو تو سننے والے موجود ہیں، بس یہ کافی ہے۔(۲) عالم کے علم کا احترام لازم ہے، ان کو کیا کسی معمولی انسان کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں، جس نے گالی دی ہے، اس کو لازم ہے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر معافی طلب کرے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۹/۶/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۷۲)

---

(۱)　("(أوزوجها) وليها وأخبرهارسوله أو فضولي عدل (فسكتت)عن رده مختاره (أو ضحكت غير مستهزئه أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن)".

"(وبطل خيار البكر بالسكوت)لو مختاره (عالمة) أصل (النكاح)".(الدر المختار)

"(قوله:عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت ؛لأنها لو بلغها الخير فتكمت بأجنبى ،فهو سكوت هنا، فيكون إجازة ".(ردالمحتار:۵۹/۳ـ۷۳،كتاب النكاح،باب الولي،سعيد)

"وإن زوجها الولي بغير استيمار ،ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت ، إن أخبرها بالنكاح ... وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت ،كان رضا".(الفتاوىٰ العالمگيرية:۲۸۸/۱،كتاب النكاح،باب الأولياء،رشيديه)

"وأما في حق البكر ،فبطل بمجرد السكوت".(البحرالرائق:۲۱۵/۳،كتاب النكاح ،باب الأولياء والأكفاء،رشيديه)

(۲)　"(وينعقد) متلبساً (بإيجاب)من أحدهما (وقبول)من الآخر ... (و)شرط (حضور)شاهدين (حرين)أوحر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً)".(الدرالمختار:۹/۳،۲۱،۲۲،كتاب النكاح ،سعيد)

(۳)　قال اللّٰه تعالىٰ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورة الحجرات:۱۱)

يَنْهَى تَعَالَى عَنِ السُّخْرِيَةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ احْتِقَارُهُمْ وَالِاسْتِهْزَاءُ بِهِمْ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْصُ النَّاسِ– وَيُرْوَى– وَغَمْطُ النَّاسِ.وَالْمُرَادُ مِنْ ذَلِكَ احْتِقَارُهُمْ وَاسْتِصْغَارُهُمْ، وَهَذَا حَرَامٌ فَإِنَّهُ قَدْ يَكُونُ الْمُحْتَقَرُ أَعْظَمَ قَدْرًا عِنْدَ اللّٰه تعالى، وَأَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ السَّاخِرِ مِنْهُ الْمُحْتَقِرِ لَهُ.(تفسير ابن كثير:۳۵۱/۷،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ:﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ﴾(الحجرات: 11) قَالَ:لَا يَطْعُنُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ.(المستدرك للحاكم،تفسير سورة الحجرات،رقم الحديث:۳۷۲۳،انيس)

بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اور توکیل پر گواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ:

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کے لیے عاقلہ بالغہ بیٹی سے نکاح کی اجازت مانگنی ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو اس کی کیفیت کس طرح ہوگی؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بعض علماء حضرات دو گواہ عورت کے پاس بھیجتے ہیں اور گواہوں کے سامنے عورت باہر ایک آدمی کو اپنی نفس کے بارے میں ایجاب وقبول کے لیے وکیل مقرر کرتا ہے پھر دو گواہ باہر آکر شہادت دیتے ہیں امام الحیٔ کے سامنے کیا، اس وکیل کا ایجاب وقبول صحیح ہے، جب کہ اندران دو گواہوں نے اس موکلہ عورت کے ساتھ بالمشافہ باتیں نہیں کی ہوں؟ یا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین وعم فیوضاتکم

(المستفتی: عبداللہ)

الجواب

چوں کہ عاقلہ بالغہ پر اجبار جاری نہیں ہوتا ہے لہٰذا نکاح سے پہلے اذن طلب کرنا یا بعد میں مطلع کرنا ضروری ہے۔(۱) اور اس اذن واجازت پر گواہ قائم کرنا مستحب ہے؛ تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو، (۲) اور یہی معروف طریقہ صحیح ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۷/۴)

دلہن سے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا ہونا:

سوال: دلہن کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

دلہن کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں، (ہاں بہتر ہے)، البتہ ایجاب وقبول کے وقت جس میں عورت کا وکیل، یا ولی موجود ہے، گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ص: ۴۰۳)

اور شامی میں ہے: **واعلم انه لا يشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد الوكالة إذا خيف حجد المؤكل إيا ها،فتح.** (۲/٤٤٦،مطلب فی الوکیل والفضول فی النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۸/۸)

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فإن استأذنها هوأى الولى وهو السنة أو وكيله اورسوله أوزوجها وليها وأخبرها رسوله أوفضولى عدل،الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲/۳۲٤،باب الولی)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل علٰى عقد الوكيل وإنما ينبغى أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳٥۲/۲،مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح)

نکاح کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا مستحب ہے:

سوال: عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت دو گواہوں کی موجودگی مستحب ہے، البتہ نکاح پڑھاتے وقت دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔

قال ابن نجیم المصری: ولایشترط الا شهادة علی التوکیل. (البحرالرائق: ۸۹/۳، کتاب النکاح)(۱)

(فتاوی حقانیہ: ۲۹۶/۴)

دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کی موجودگی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے، یا صرف ایجاب وقبول کے وقت ان کی موجودگی کافی ہے؟ ہمارے علاقہ میں دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کے موجود ہونے کا رواج ہے۔ شریعت کی رو سے اس کا حکم بیان فرمائیں؟

(المستفتی: محمد سالم، محلہ بھٹی مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب وباللّٰہ التوفیق

دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں؛ البتہ گواہوں کا سامنے رہنا مستحسن ہے؛ تاکہ بعد میں انکار کا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ ہاں مجلس نکاح میں نکاح خواں کے سامنے گواہوں کا موجود ہونا اور ایجاب وقبول کا سننا بھی لازم ہے۔

واعلم أنه لا یشترط الشهادة علی الوکالة بالنکاح؛ بل علی عقد الوکیل وإنما ینبغی أن یشهد علی الوکالة إذا خیف جحد الموکل إیاها. (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرها، زکریا دیوبند: ۳۰۱/۳، دارالفکر مصری قدیم: ۳۱۲/۳-۳۱۳، کوئٹہ: ۲۰۱/۳-۲۰۲، شامی، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح، زکریا دیوبند: ۱۲۲/٤-۲۲۲، کراتشی: ۹۵/۳)

ویصح التوکیل بالنکاح، وإن لم یحضره الشهود، وإنما یکون الشهود شرطاً فی حال مخاطبة الوکیل المرأة. (الفتاوی التاتارخانیة، الفصل السادس عشر فی الوکالة بالنکاح، زکریادیوبند: ۱٤٦/٤، رقم: ۵۷۸۰)

(۱) قال العلامة ابن عابدین: واعلم أنه لاتشترط الشهادة علی الوکالة بالنکاح بل علیٰ عقد الوکیل وإنما ینبغی أن یشهد علی الوکالة إذاخیف حجد الموکل إیاها. (ردالمحتار: ۹۵/۳، باب الاکفاء، مطلب فی الوکیل والفضول فی النکاح)/ومثله فی بدائع الصنائع: ۲۵٦/۲، کتاب النکاح فصل ومنها العذر)

یصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود. (الفتاویٰ الهندیة، الباب السادس فی الوکالة بالنکاح وغیرها، زکریا: ۲۹٤/۱، زکریا جدید: ۳٦۰/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱٦؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۰۴۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱٦/۵/ ۱۴۲۴ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/ ٦۱) ☆

لڑکی سے پوچھے بغیر نکاح کرنا:

سوال: ہمارے یہاں کسی لڑکی سے اس کے نکاح کے وقت اجازت نہیں لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں، اس طرح بھی نکاح ہو جاتا ہے، لہٰذا ان کا یہ کہنا درست ہے، یا نہیں؟ نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

کسی عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں، اگر اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح باپ نے کسی جگہ کر دیا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ نکاح کو جائز رکھے گی تو جائز ہوگا، ورنہ باطل ہو جائے گا۔

لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أوسلطان بغیر إذنها بکراً کانت أوثیباً فإن فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی اجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل، کذا فی السراج الوهاج. (الهندیة: ۳۰٦/۱)(۱)

☆ **کیا لڑکی سے اِجازت کے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے نکاح کی اِجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟ بعض علماء یہاں یہ فرماتے ہیں کہ اگر باپ نے تنہا اِجازت لی، وہاں کوئی گواہ نہ تھا تو یہ اجازت معتبر نہ ہوگی؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

مجلس نکاح میں جہاں اِیجاب وقبول ہو رہا ہو، وہاں کم از کم دو گواہوں کا موجود رہ کر ایجاب وقبول سننا ضروری ہے؛ لیکن لڑکی سے اجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ تنہا اجازت لینے سے بھی لڑکی کی طرف سے توکیل درست ہو جاتی ہے۔

أما الشهادة علی التوکیل بالنکاح فلیست بشرط لصحته کما قدمناه. (شامی: ۸۷/٤-۸۹، زکریا)

یصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۹٤/۱)

لا یشترط الإشهاد علی التوکیل. (البحر الرائق: ۱٤٦/۳، زکریا)

ویصح التوکیل بالعبارة أو الکتابة، ولا یشترط بالاتفاق الإشهاد عند صدور التوکیل، وإن کان یستحسن للوکیل أن یشهد علی التوکیل، للاحتیاط خوفًا من الإنکار عند النزاع. (الفقه الإسلامی وأدلته، حکم التوکیل بالزواج: ۲۷۲٦/۹، رشیدیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ٦/۱/ ۱۴۲٦ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۸۵)

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱، ماجدیه

ہاں اگر ولی اقرب اس کا وکیل، یا قاصد باکرہ سے استیذان کرے اور وہ چپ ہوجائے تو اس کا یہ چپ ہونا بھی اجازت ہے، یا کوئی ایسا کام کرے، جس سے رضا ثابت ہو تو وہ بھی اجازت سمجھی جائے گی۔

وإن استاذن الولی البکر البالغة فسکتت فذٰلک إذن منها وکذا إذا امکنت الزوج من نفسها بعد ما زوجها الولی فهو رضا وکذا لو طابت بصداقها بعدا لعلم فهو رضا،هکذا فی السراج الوهاج. (الهندیة: ۳۰٦/۱)(۱)

لیکن اگر کسی اجنبی، یا ولی بعید نے استیذان کیا تو صراحۃً اجازت ضروری ہے، سکوت اجازت نہیں۔

وإن کان لها ولی أقرب من المزوج لا یکون السکوت منها رضا ولها الخیار إن شاء ت رضیت وإن شاء ت ردت. (الهندیة: ۳۰٦/۱)(۲)(کفایۃ المفتی:۵۲/۵)

عاقلہ بالغہ کی اِجازت کے بغیر نکاح پڑھا کر بعد میں لڑکی سے اِجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک قاضی (جو کہ مسجد میں اِمامت بھی کرتے ہیں) نے ایک عاقل وبالغ لڑکی کی باقاعدہ اِجازت لیے بغیر نکاح مکمل کردیا، جب کہ لڑکی کے والد محترم سے بھی اِجازت نہیں لی گئی، نکاح کی رسید میں گواہان اور وکیل کے نام بھی درج ہیں، بعد میں لڑکی سے نکاح کی رسید پر انگوٹھا نشان لگوایا گیا۔ کیا یہ نکاح درست ہوگیا؟

باسمه سبحانه وتعالٰی، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفیق

بہتر یہ تھا کہ نکاح سے قبل لڑکی سے اِجازت لی جاتی؛ لیکن جب کہ بلا اجازت قاضی نے نکاح پڑھایا اور بعد میں لڑکی نے راضی خوشی انگوٹھا لگا کر اِس عقد کی اِجازت دے دی تو بھی یہ نکاح درست ہوگیا، اگر لڑکی اجازت نہ دیتی تو نکاح صحیح نہ ہوتا۔

عن أبی سلمة: جاء ت امرأة إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت:إن أبی أنکحنی رجلاً وأنا کارهة، فقال لأبیها: لا نکاح لک، إذهبی فانکحی من شئت. (أخرجه سعید بن منصور، إعلاء السنن: ۷۷/۱۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

وإن قال أخر أشهدوا أنی زوجتها منه فبلغها الخبر فأجازت جاز. (الهدایة: ۳۲۲/۲)

ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ، فإن استأذنها هو أی الولی وهو السنة (در مختار) وإن زوجها بغیر استیمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها. (ردالمحتار،باب الأولیاء:۵۸/۳، کراتشی، کذا فی البحر الرائق: ۱۹٤/۳،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۳/۱۲/۲۵ھ۔ (کتاب النوازل: ٦۳/۸)

(۱،۲) الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱، ماجدیه

نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ:

(۱) اصولی طریقہ دولہن سے اجازت حاصل کرنے کا کیا ہے؟

(۲) اجنبی گواہوں کا اجازت لینے کے لیے عورتوں کے مجمع میں جانا شرعاً کیسا ہے؟

(۳) یہاں پر تو نکاح سے دو گھنٹہ قبل لڑکی کا ولی، یا نامزد کردہ وکیل مع دو گواہوں کے اندر جاتا ہے اور عورتیں دو گھنٹہ تک پریشان کرتی ہے، پھر لڑکی سے کہلواتی ہیں کہ ہاں کہہ دو۔اس رسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بالغہ لڑکی کا ولی (باپ) خود لڑکی کو اطلاع کردے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر کے عوض تیرا نکاح کرتا ہوں، پھر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ اگر لڑکی ہاں نہیں کا کوئی جواب دینا چاہے تو دے سکے،اس پر اصرار نہ کرے کہ جواب دے؛ بلکہ خاموشی بھی کافی ہے، پھر مجمع میں چاہے خود اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے، یا قاضی، یا نکاح خواں کو وکیل بنادے اور وہ ایجاب وقبول کرے،شرعاً تو اتنا کرلینا کافی ہے،(۱) اور جو طریقہ رائج ہے، وہ کچھ رسم کی پابندی ہے، کچھ قانونی رعایت ہے۔اجنبی گواہوں کا جا کر اجازت لینا شرم وغیرت کے خلاف ہے اس کو، نیز دیگر خرافات کو حسنِ تدبیر سے روکنا چاہیے۔(۲)

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۷/۳/۲۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۵۰-۵۵۱)

بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ:

سوال: کیا لڑکی سے اختیارِ نفس لینے کا ضروریات نکاح سے ہے؟ اگر یہ اختیار نہ لیا جائے تو نکاح درست ہوگا، یا

---

(۱) " وينعقد بإيجاب من أحد هما وقبول من الآخر كزوجت نفسي أو بنتي أو مؤ كلتي منك". (الدر المختار)" (قوله : كرزجت نفسي) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً أو ولياً أو وكيلاً". (رد المحتار : ۹/۳، كتاب النكاح ،سعيد)

"ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الإصالة ينعقد بها طريق النيابة بالوكالة والرسالة ؛لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل ".(بدائع الصنائع ،فصل في ركن النكاح:۳۲۲/۳،دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(وجادلهم بالتي هي أحسن) : أى من احتاج منهم إلى مناظرة وجدال ،فليكن بالوجه الحسن برفق ولين وحسن خطات".(تفسير ابن كثير،سورة النحل : ۷۸۱/۲ ،مكتبه دار الفيحاء ودار السلام)

"(وجادلهم بالتي هي أحسن)بالطريقة التي هي أحسن طرق المناظرة والمجادلة من الرفق واللين واختيار الوجه الأيسر ... ومنهم عوام أصحاب نفوس كدرة ضعيفة الا ستعداد شديدة الألف بالمحسوسات قوية التعلق بالرسوم والعادات قاصرة عن درجة البرهان ،لكن لا عناد عندهم ، وهؤ لاء يدعون بالموعظة الحسنة بالمعنى المتقدم،الخ".(روح المعاني،سورة النحل: ۲۵۴/۱۴ ،دار إحياء التراث العربي بيروت)

نہیں؟ یہاں پر یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت شاہدین اور وکیل تین مرتبہ لڑکے لڑکی کے پاس آتے جاتے ہیں اور تعداد مہر میں کمی کراتے ہیں، تیسری مرتبہ میں خواہ کتنا ہی مہر ہو اور لڑکے کی حیثیت اس قابل ہو، یا نہ ہو، مہر مقرر کر کے نکاح ہوجاتا ہے، اختیارِ نفس نہیں لیا جاتا۔ ایک تعلیم یافتہ صاحب کے گھر میں نکاح میں شریک تھا، لڑکی بالغ تھی، وکیل شاہدین نے جا کر لڑکی سے دریافت کیا: فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح کر رہے ہیں، تم اپنا مہر بتاؤ، اس کی ماں نے مہر بتایا۔

شاہدین نے لڑکے سے مرضی طلب کی، اس نے انکار کر دیا، دوسری مرتبہ گئے، مہر میں نصف کمی ہوگئی، جب لڑکے سے دریافت کیا گیا تو اس نے رضامندی ظاہر کر دی، حالاں کہ وہ تعداد رقم بھی اس کی طاقت سے باہر تھی، پس نکاح پڑھا دیا گیا۔ قاضی نے لڑکے سے نکاح قبول کرا کے خطبہ پڑھ دیا، لڑکی سے ایجاب نہیں کرایا گیا تھا، نہ اختیارِ نفس ہی لیا گیا تھا۔ کیا یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

لڑکی اگر بالغہ ہو اور اس سے کہے کہ میں تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرتا ہوں، تم کو منظور ہے؟ اس کے جواب میں لڑکی اگر کہہ دے کہ منظور ہے، یا صرف ہاں کر دے، یا خاموش رہے تو اتنا ہی کافی ہے، یہی اختیارِ نفس بھی ہے، نہ وکیل کی ضرورت، نہ گواہوں کی، (۱) پھر گواہوں کے سامنے ولی خود، یا اس کی اجازت سے قاضی لڑکے سے کہے کہ میں فلاں کی فلاں لڑکی کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا، تم نے اس کو قبول کیا ہے تو وہ جواب میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تو یہ نکاح منعقد صحیح ہوجائے گا۔ (۲)

اگر ولی خود لڑکی سے اجازت طلب نہ کرے؛ بلکہ کسی کو اپنی طرف سے اس کے پاس اجازت لینے کے لیے بھیج دے اور وہ جا کر اس طرح لڑکی سے کہے کہ تمہارے والد نے مجھے بھیجا ہے، وہ تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرنا چاہتے ہیں؛ اس لیے میں تمہارے پاس ان کی طرف سے اجازت لینے کے لیے آیا ہوں، تم کو یہ نکاح منظور ہے؟ اس پر لڑکی کی اجازت دے دے، یا خاموش رہے، تب بھی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرا دینے سے نکاح منعقد ہوجائے گا۔ (۳)

---

(۱) "فإن استأذنها هو): أي الولي . وهو السنة (أو وكيله ... فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن إن علمت بالزوج، لا) العلم (بالمهر)، وقيل: يشترط، وهو قول المتأخرين". (الدر المختار: ۵۸/۳-۶۱، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"وإذا قال لها الولي: أريد أن أزوجك من فلان بألف، فسكتت ... فالسكوت منها رضا". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۷/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(۲) "(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول من الآخر)". (الدر المختار: ۹/۳، كتاب الكناح، مطلب: كثيراً منا يتساهل في إطلاق المستحب على السنة، سعيد)

(۳) "الأول أن يقول: وكلتك تستأذن لي فلانة في كذا، والثاني أن يقول: اذهب إلى فلانة وقل لها: إن أخاك فلاناً يستأذنك في كذا ... لكن رسول الولي قائم مقامه، فيكون سكوتها رضا عند استئذانه، كما في الفتح، والوكيل كذلك". (رد المحتار: ۵۹/۳-۶۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

جوصورت آپ نے لکھی ہے، اس صورت سے بھی نکاح درست ہوگیا، کوئی فکر اور شبہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۰/۵/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۵۱-۵۵۳)

لڑکی کا سکوت اس وقت اذن ہوگا، جب کہ ولی پوچھے، ورنہ زبانی جواب ضروری ہے:

سوال: اس طرف یہ دستور ہے کہ جس بالغہ لڑکی کا عقد ہوتا ہے تو اس طریقہ سے ہوتا ہے کہ لڑکی جہاں پردہ میں بیٹھی ہوتی ہے، وہاں تین آدمی ایسے جاتے ہیں کہ جو قریب کے رشتہ دار ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک تو کیل ہوتا ہے اور دو گواہ ہوتے ہیں۔ لڑکی کی ماں بہن لڑکی سے کہلواتی ہیں کہ میں نے اپنے نکاح کے لیے وکیل کا نام لے کر فلاں کو اختیار دیا تو لڑکی یا تو بالکل خاموش رہتی ہے، یا رودیتی ہے، یا سر ہلا دیتی ہے، پس وہ تینوں آدمی باہر آتے ہیں، جس جگہ کہ دولہا اور قاضی وغیرہ موجود ہوتے ہیں اور وہ جو دو گواہ ہیں، قاضی کے روبرو یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں بنت فلاں نے اپنا نکاح کردینے کے لیے فلاں شخص کو (جس سے وکیل مراد ہوتا ہے) اختیار دیا ہے ہمارے روبرو، پس قاضی وکیل سے مہر کی تعداد معلوم کرتا ہے اور نکاح پڑھانے کی اجازت چاہتا ہے، جب وکیل نے اجازت دے دی تو قاضی نے خطبہ وغیرہ پڑھا اور دولہا سے کہا کہ مسماۃ فلاں بنت فلاں نے اپنے نفس کا اختیار بالعوض اتنے مہر (جتنی تعداد مقرر ہوئی) نصف معجّل اور نصف مؤجل کے تجھ کو دیا وہ کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا اور ان دو گواہ اور وکیل کے نام معہ نام قاضی و دولہا دلہن درج رجسٹر سرکاری ہوجاتے ہیں تو دریافت طلب یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ بالا درست ہے، یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو اصلاح فرمادی جاوے؟

الجواب

یہ سکوت لڑکی کا جب کہ پوچھنے والا ولی نہیں ہے تو معتبر نہیں، پس یہ وکالت درست نہیں، گواہوں کا یہ کہنا کہ لڑکی نے اختیار دیا ہے، جھوٹی گواہی ہے، پس یہ نکاح درست نہیں ہوا، البتہ اس کے بعد جب رخصت ہوکر دولہا کے گھر آئی اور صحبت کے وقت انکار نہ کیا، اس وقت وہ نکاح جواب تک معلق و موقوف تھا، صحیح ہوا؛ لیکن چوں کہ بروقت نکاح پڑھنے کے صحیح نہ ہوا تھا؛ اس لیے یہ خلوت اور اس کو ہاتھ لگانا اور برہنہ کرنا اور برہنہ دیکھنا اور بے پردگی یہ کس طرح جائز ہوگی؛ اس لیے اس کی اصلاح یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغ ہو، تب تو ولی سے اجازت لی جاوے اور اگر بالغ ہو تو اس لڑکی سے ولی کو دریافت کرنا چاہیے، اس کے دریافت کرنے پر جو سکوت کرے گی، وہ اذن ہے، (۱) پھر ولی کا اجازت دینا صحیح ہوگا اور اگر خواہ مخواہ وکیل ہی بنا ضروری ہے تو پھر ضرور ہوگا کہ وہ لڑکی اپنی زبان سے اس وکیل کو اجازت نکاح کی دے، اگر زبان سے نہ کہے گی تو وہی خرابی ہوگی، جو اوپر مذکور ہوئی، اس مسئلہ کو اچھی طرح لوگوں میں شائع کردینا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۳۳)

---

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَذَاتُ الأَبِ وَغَيْرِ الأَبِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ. (موطأ الإمام محمد، باب البكر تستأمر فی نفسها، رقم الحديث: ٥٤٠، انيس)

استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کی صورتیں:

سوال: زید کا عقد ہندہ کے ساتھ ہوا، چند دنوں کے بعد ہندہ نے یہ اقرار کیا کہ قاضی کے پوچھنے پر میں نے ''ہاں'' نہیں کہا تھا؛ بلکہ محلّہ کی فلاں عورت نے کہہ دیا تھا؛ لیکن میں اس عقد پر راضی تھی اور اب بھی ہوں، اس وقت محض شرم کی بنا پر نہیں کہا تھا۔ یہ واضح رہے کہ آج کل عام ابتلا اس میں ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عقد درست ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اعادہ میں کیا پھر بارِ اول کی طرح اعلان کی حاجت ہے، یا محض دو تین آدمیوں کے سامنے کر دینا کافی ہے؟ اگر خلوت کے بعد اس صورت کا علم ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اب تو نکاح کے علی الاعلان اعادہ میں رسوائی بھی ہے؟ اور اگر ہندہ نے ہنس دیا ہو، یا رو دیا ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟ لیکن بوجہ پردہ کے قاضی کو ان سب باتوں کا علم نہیں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر ہندہ بوقتِ عقد نا بالغہ تھی، تب تو اس کی رضا و عدمِ رضا کا صراحۃً بھی کچھ اعتبار نہیں؛ بلکہ اس کے عقد کا اختیار مکمل الوجوہ ولی کو ہے۔(۱)

اگر وہ بوقتِ عقد بالغہ تھی تو اس کی دو صورتیں ہیں: باکرہ تھی، یا ثیبہ۔ اول صورت میں اس کا سکوت، تبسم، بلا استہزاء ہنسا، بلا صورت رونا، یہ جملہ امور صریح اذن کے حکم میں ہیں، بشرطیکہ مستاذن ولی ہو، یا اس کا رسول، یا کسی غیر شخص نے بشرطیکہ وہ عادل ہو، اطلاع کی ہو۔

اگر مستاذن ولی اقرب اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی اور شخص ہو، مثلاً ولی ابعد ہو، یا اجنبی تو سکوت کافی نہیں؛ بلکہ صریح قول، یا کوئی ایسا فعل جو کہ رضا پر دلالت کرنے میں بمنزلہ قول کے ہو، ضروری ہے، جیسے مہر اور نفقہ کا طلب کرنا اور ہمبستری پر قدرت دینا، ثانی صورت میں؛ یعنی جب کہ وہ ثیبہ ہو، تب بھی سکوت کافی نہیں ہوتا؛ بلکہ قول، یا بمنزلہ قول ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے تجدید عقد کی ضرورت پیش آئے تو وہ گواہوں کی موجودگی میں کافی ہے۔

(هو...ينعقد)متلبساً (بأيجاب)من أحدهما (وقبول) من الآخر ... وشرط سماع كل العاقدين لفظ الآخر)ليتحقق رضاهما (و)شرط (حضور)شاهدين (حرين)أوحر و حرتين (مكلفين ، الخ)'' .(۲)

''فإن استأذنها هو: أی الولی وهوالسنة.أو وكيله أو رسوله أوزوّجها وليها، وأخبرها رسوله

---

(۱) الد المختار : ۵۸/۳-۶۳، کتاب النكاح ،سعيد((وَلِلْوَلِيِّ) الْآتِي بَيَانُهُ (إنْكَاحُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ)جَبْرًا (وَلَوْ ثَيِّبًا) كَمَعْتُوهٍ وَمَجْنُونٍ شَهْرًا (وَلَزِمَ النِّكَاحُ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ) بِنَقْصِ مَهْرِهَا وَزِيَادَةِ مَهْرِهِ (أَوْ) زَوَّجَهَا (بِغَيْرِ كُفْءٍ إنْ كَانَ الْوَلِيُّ) الْمُزَوِّجُ بِنَفْسِهِ بِغَبْنٍ (أَبًا أَوْ جَدًّا) وَكَذَا الْمَوْلَى وَابْنُ الْمَجْنُونَةِ (لَمْ يُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوءُ الِاخْتِيَارِ) مَجَانَةً وَفِسْقًا،الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح،باب الولی:۶۵/۳-۶۶،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) الدر المختار:۹/۳،۲۱،۲۲، كتاب النكاح،سعيد

أوفضولی عدل،فسکتت عن رده مختارة أوضحكت غير مستهزئه أوتبسمت أوبكت بلا صوت، فهـو إذن، فإن استأذنها غير الأقرب كالأ جنبى أو ولى بعيد ، فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كـالثيـب البـالـغة أو مـا هو فى معناه من فعل يدل على الرضى كطلب مهر ها ونفقتها وتمكينها من الوطئيودخوله ، بهار ضاها وقبول لاتهنئة،الخ". (الدر المختار مختصراً)(۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۶/۶۰ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۶۰ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۵۷۷)

کس کس کے استیذ ان پر سکوت اذن ہے:

سوال: ایک مقام پر نکاح کے وقت لڑکی کے پاس گواہ اور وکیل بن کر چند آدمی استیذ ان کے واسطے گئے؛ مگر وہ لڑکی خاموش رہی اور ان لوگوں نے اس کا نکاح پڑھوا دیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ استیذ ان کے وقت لڑکی کی خاموشی اجازت شمار کی جاتی ہے۔ اس میں ذیل کی صورتوں کو واضح فرمایا جائے:

(۱) استیذ ان کے وقت کونسی عورت کی خاموشی اذن قرار دی جاتی ہے، بیوہ کی، یا کنواری کی؟

(۲) اس معاملہ میں نابالغ لڑکی کا کیا حکم ہے؟

(۳) استیذ ان کے وقت عورت کی خاموشی اذن سمجھی جاتی ہے، وہ کن کن اولیاء کے استیذ ان کے وقت سمجھی جاتی ہے؟

(۴) اولیا کی تفصیل بیان فرما کر بیان فرمایا جائے کہ ولی اقرب کون کون ہوتے ہیں اور ولی ابعد کون کون ہوتے ہیں؟

(۵) اگر بھائی، تایا، چچا کے استیذ ان کے وقت عورت خاموش رہی تھی تو اس کی خاموشی رضا سمجھی جائے گی، یا نہیں؟ اور ایسا نکاح شرعاً منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(۶) بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اول لڑکے سے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے اور اس کے بعد شکر پر یا کچے چاولوں پر کچھ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر لڑکی کے پاس بھیج دیتے ہیں، جس سے اس کو یہ اطلاع دینا مقصود ہوتا ہے کہ تیرا نکاح ہوگیا۔ اس وقت، یا اس سے قبل لڑکی سے کچھ نہیں کہا جاتا؛ یعنی اس سے اجازت کے واسطے اس کے پاس کوئی نہیں جاتا۔ جملہ جوابات مزین بالدلائل الشرعیہ فرما کر واپس فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) کنواری کی۔(۲)

---

(۱) **الدر المختار : ۳/ ۵۸-۶۳، كتاب النكاح، سعيد**

(۲) **"(فإن استاذنها هو):أى الولى وهو السنة (أو وكيله أو رسوله أو زوجها)وليها وأخبر رسوله أو فضولى عدل (فسكتت)عن رده مختارة (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أوبكت بلا صوت، فهوإذن)".(الدر المختار، كتاب النكاح:۳/ ۵۸-۵۹،سعيد)**

(۲) اقرار، انکار سب کا حکم ایک سا ہے؛ یعنی کوئی اعتبار نہیں۔(۱)

(۳) جس کو اختیار اجبار ہے، اس کا وکیل ہو، یا رسول ہو۔(۲)

(۴) ولی عصبہ بنفسہ ہے بہ ترتیب میراث وحجب۔

"الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثی علی ترتیب الأرث والحجب، فیقدم ابن المجنونة علی أبیها؛ لأنه یحجبه حجب نقصان، هذا عندهما، خلافاً لمحمد حیث قدم الأب، وفی الهندیة عن الطحطاوی: أی الأفضل أن یأمر الأب الابن بالنکاح حتی یجوز بلا خلاف، آه، وابن الابن کالابن، ثم یقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقیق ثم لأب ...ثم ابن الأخ الشقیق ثم لأب، ثم العم الشقیق ثم لأب، ثم ابنه کذلک، ثم عم الأب کذلک، ثم ابنه کذلک، ثم عم الجد کذلک، ثم ابنه کذلک، کل هؤلاء لهم إجبار الصغیرین وکذا الکبیرین إذا جنا، ثم المعتق ولو انثیٰ، ثم ابنه وإن سفل، ثم عصبة من النسب علی تر تیبهم، بحر عن الفتح وغیرهم، آه"(شامی بقدر الحاجة: ۲/ ۲۸۰)(۳)

اس میں "ثم" کے ذریعہ ولی قریب وبعید کی ترتیب بھی بیان کردی۔

(۵) ان سے قریب کوئی ولی موجود ہے اور انہوں نے بغیر وکالت ورسالت کے استیذان کیا ہے تو کنواری کا سکوت معتبر نہیں۔

" فإن استاذن غیر الأقرب، فلا عبرة لسکوتها؛ بل لابد من القول کالثیب، أوما هو فی معناه، آه". (۴)

---

(۱) "لولی الصغیر والصغیرة أن ینکحها وإن لم یرضیا بذلک ، سواء کانت بکراً وثیباً". (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/ ۲۸۵، رشیدیه)

"(وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة)جبراً (ولو ثیباً ولزم النکاح)". (الدرالمختار)

وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ :"أی بلا توقف علی إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد". (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/ ۶۵-۶۶، سعید

(۲) "فإن استأذنها هو: أی الولی وهو السنة (أووکیله أورسوله أوزوجها) ولیها وأخبرها رسوله أو فضولی عدل". (الدرالمختار: ۳/ ۵۸-۵۹، کتاب النکاح ،باب الولی، سعید)

"فإن استاذنها الولی فسکتت ... فهو إذن وإن استأذنها غیر الولی فلا بد من القول ".

"والمراد بالولی من له ولایة الاستحباب ... ودخل تحت غیر الولی الولی الأ بعد مع الأقرب ... ولیس للأبعد مع وجود الأقرب ذلک فهو غیر ولی". (البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲، ۱۹۶، ۲۰۴ ،باب الأولیاء والأکفاء رشیدیه)

"کل هؤ لاء (أی الولی العصبة بترتیب الأرث) تثبت لهم ولایة الإجبار علی البنت والذکر فی حال صغرهما وحال کر هماإذا جنا". (البحر الرائق : ۳/ ۲۱۰، کتاب النکاح ، باب الأولیاء والأکفاء ،رشیدیه)

(۳) الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/ ۷۶، کتاب النکاح ، باب الولی ، مطلب فی فرق النکاح، سعید

(۴) الدرالمختار: ۲/ ۴۵۶)(الدر المختار : ۳/ ۶۲، کتاب النکاح، باب الولی، سعید

بلکہ قول، یا کوئی ایسا فعل جو رضا مندی پر دلالت کرے، قول کے مثل فعل ہو سکے، جیسے طلب مہر ونفقہ اور تمکین وطی وغیرہ ضروری ہے۔(۱)

(۶) یہ محض رسم وخلافِ سنت ہے، اس کو ترک کرکے سنت پر عمل کرنا چاہیے؛ یعنی قبل از نکاح استیذان کیا جاوے۔

''(قوله: وهو السنة) بأن تقول لها قبل النكاح: فلان يخطبك أويذكرك، فسكتت، وإن زوجها بغير استشار،فقدأخطأ السنة، وتوقف على رضا ها،بحرعن المحيط''.(الدرالمختار:۴۶۱/۲)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۳۵۹/۱۲/۲۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۸۰)

غیر ولی کے استیذان میں سکوت اذن نہیں:

سوال: ہندہ بالغہ اور مطلقہ ہے، عدت گزر جانے کے بعد ایک دور کے رشتہ کے چچا سے نکاح ہوا، یہ بالغہ ہندہ قبل نکاح اس چچا کے ساتھ نکاح سے قبل راضی نہ تھی، ہندہ کا ولی سوا اس کی ماں اور ماموں کے کوئی نہ تھا، زید نے بغیر اجازت ہندہ کی ماں اور ماموں کے ولی ہوکر محمد سمیر کو وکیل بنایا اور دو گواہ بھیجے، جب وکیل سمیر نے لڑکی ہندہ سے اذن طلب کی تو اس نے سکوت اختیار کیا، تین مرتبہ پوچھا، اس نے جواب نہیں دیا، ملاجی نے نکاح پڑھا دیا۔

لڑکی کہتی ہے کہ اجبار شریعت کہاں جائز رکھتی ہے؟ میں نکاح ہونے سے قبل راضی نہ تھی اور جس وقت سمیر میرے پاس آیا، میں نے اس کو اپنی طرف سے وکیل نہیں بنایا، حتی کہ اس سے بات بھی نہیں کی، پھر میرا نکاح کہاں ہوا؟ اس واقعہ کو ایک مولولی صاحب کے سامنے پیش کیا، مولوی صاحب نے رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، ص: ۳۰۹'' مصری مطبوعہ ۱۳۲۳، کی دلیل پر: ''فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي، أوولي بعيد، فلا عبرة لسكوتها بل لابد منه القول''. (۳) پہلے نکاح کو عدم الجواز کا فتویٰ دے کر ہندہ کا دوسرے کے ساتھ نکاح کرا دیا۔ دونوں میں کون صحیح ہوگا؟ جلد ارسال فرمادیں۔

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار: ۷۶/۳، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب في فرق النكاح، سعيد ((فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إلَّا فِي السُّكُوتِ لِأَنَّ رِضَاهُمَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ (أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ) مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا (كَطَلَبِ مَهْرِهَا) وَنَفَقَتِهَا (وَتَمْكِينِهَا مِنْ الْوَطْءِ) وَدُخُولِهِ بِهَا بِرِضَاهَا ظَهِيرِيَّةٌ (وَقَبُولِ التَّهْنِئَةِ) وَالضَّحِكِ سُرُورًا وَنَحْوِ ذَلِكَ بِخِلَافِ خِدْمَتِهِ أَوْ قَبُولِ هَدِيَّتِهِ.(الدرالمختار على صدر ردالمحتار، باب الولي: ۶۲/۳-۶۳، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) رد المحتار: ۵۸/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد

(۳) الدر المختار: ۶۲/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد/وأيضاً في الهداية، ص: ۲۹۴، في المطبع المجتبائي الواقع في الدهلي:''قال وإن فعل هذا غير الولي، لم يكن رضا حتى تتكلم به''.(الهداية: ۳۱۴/۲، كتاب النكاح، باب في الأولياء والاكفاء، مكتبه شركة علمية ملتان)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

پہلا نکاح حسب تحریر مولوی صاحب ناجائز ہوا؛ یعنی منعقد نہیں ہوا،(۱) پھر اگر دوسرا نکاح ہندہ کی اجازت سے ہوتو وہ درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۸/۶۷ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/صفر ۶۷ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۸۱)

استیذانِ ولی کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں:

سوال: ہمارے یہاں شادیوں کے لیے دولہا والے کی جانب سے دو شاہد رضامندی دولہن کی سننے کے لیے وکیل کے ساتھ عورتوں کے مجمع میں جاتے ہیں اور والدین کی جانب سے مہینوں پیشتر نسبت طے شدہ ہو جاتی ہے، دولہا اور دلہن کی جانب سے کبھی انکار کا موقعہ اب تک نہیں آیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بذاتِ خود باپ لڑکی کی جانب سے وکیل رہے اور نکاح کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے سے اپنی ایجاب پیش کردے تو اس حالت میں بغیر شاہدوں کے نکاح ہو جائے گا؟ مزید سنا گیا ہے کہ باپ بذات خود وکیل ہو تو شاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی، لہٰذا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

باپ اپنی لڑکی سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر میں تمہارا نکاح کرتا ہوں، تم کو منظور ہے؛ اس لیے شاہدوں کی ضرورت بھی نہیں، پھر باپ جب مجمع میں ایجاب وقبول کرائے، یا اس کی اجازت سے قاضی ایجاب وقبول کرائے تو نکاح بلا تکلف صحیح ہو جائے گا۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۸۲)

والد کے اجازت لینے کی صورت میں وکیل اور گواہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر لڑکی کے والد خود لڑکی

---

(۱) "فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي أو ولي بعيد، فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب". (الدر المختار: ۳/۶۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۲) "ونفاذ عقد الفضولي بالإجازة يجعله في حكم الوكيل". (ردالمحتار: ۳/۹۵، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح، سعيد)

"أو وكلت رجلاً بالتزويج فتزوجها أو زوجها فضولي فأجازت، اجاز". (بدائع الصنائع: ۳/۳۶۹، كتاب النكاح، فصل في ولاية الندب، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "(قوله: أي توكيل في الأول): أي فيما إذا استأذنها قبل العقد، حتى لو قالت بعد ذلك: لا أرضى، ولم يعلم به الولي، فزوجها، صح، كما في الظهيرية، لأن التوكيل لا ينعزل حتى يعلم، بحر". (ردالمحتار: ۳/۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

سے نکاح کی اجازت لے لیتے ہیں تو وکیل اور گواہ کی ضرورت باقی رہتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتي: حمد الٰہی، محلّہ بھٹی، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

دو مجلس الگ الگ ہوتی ہیں:

(۱) مجلس اجازت جہاں پر لڑکی سے اجازت لی جاتی ہے، وہاں پر اجازت کے وقت گواہوں کا ہونا لازم نہیں، ہاں البتہ احتیاط کے طور پر گواہوں کو لے جایا جاتا ہے؛ تاکہ بعد میں لڑکی اجازت کا انکار نہ کر سکے۔

يصح التوكيل بالنكاح، وإن لم يحضره الشهود. (الفتاویٰ الهندية، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها، زكريا ديوبند: ۲۹٤/۱، زكريا جديد: ۳٦۰/۱)

اعلم أنه لاتشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح؛ بل على عقد الوكيل، وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها. (فتح القدير، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها، زكريا: ۱۰۳/۳، كوئٹه: ۲۰۱/۳، ۲۰۲)

فإن استاذنها هو أي الولي وهو السنة، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراتشي: ۵۸/۳، زكريا ديوبند: ۱۵۹/٤)

(۲) مجلس عقد جہاں قاضی ایجاب وقبول کراتا ہے، وہاں پر صرف ولی، یا وکیل کا ہونا کافی نہیں؛ بلکہ گواہ کا ہونا بھی لازم ہے، لہٰذا خود لڑکی کے والد کو اجازت لیتے وقت گواہوں کو ساتھ میں رکھنا واجب نہیں، صرف احتیاط ہے۔

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته. (ردالمحتار، كتاب النكاح، زكريا ديوبند: ۸۷/٤-۸۹، كراتشي: ۱۲/۳، البحرالرائق، كوئٹه: ۲۸/۳، زكريا: ٦٤۱/۳، الفتاوى تاتارخانية، زكريا ديوبند: ٦٤۱/٤، رقم: ۵۷۸۰)

و شرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين، الخ. (الدرالمختار، زكريا: ۸۷/٤، كراتشي: ۲۱/۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۳/۵۳۷۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۷/۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۷۶)

ولی کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا ضروری نہیں، لہٰذا نکاح ہوگیا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی باکرہ بالغہ سے تنہا کہا کہ میں تیرا نکاح محمود سے کرتا ہوں، زید کی لڑکی سن کر چپ رہی، بعد میں زید نے مجمع عام میں آکر بکر سے کہا کہ میری لڑکی کا نکاح محمود سے پڑھ دے اور اس قدر مہر مقرر کر دے، بکر نے خطبہ پڑھ کر محمود سے کہا کہ زید نے اپنی لڑکی کا بمعاوضہ ڈیڑھ سو روپے کے تجھ سے نکاح کیا، محمود نے کہا: قبول

کیا میں نے اور بکر نے عقد کے وقت زید کی لڑکی کا نام اس وجہ سے نہیں لیا کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے تو صورت مسئولہ میں زید کی لڑکی کا نکاح محمود سے صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اجازت لینے کے وقت اپنی لڑکی سے زید کا شہادت کو ترک کرنا؛ یعنی دو گوہواں کو اپنی ہمراہ نہ لے جانا، یا عقد کے وقت بکر کا ایجاب میں زید کی لڑکی کا نام نہ لینا نکاح میں فساد ڈالتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح محمود کا اس صورت میں زید کی دختر سے صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ ولی کی لڑکی سے اجازت لینے کے وقت اشہاد ضروری نہیں ہے۔(۱) صرف ایجاب وقبول کا سننا دو گواہوں کا شرط ہے، **کما في الدر المختار: وشرط حضور شاهدين،الخ، سامعين قولهما معاً فاهمين أنه نكاح.** (۲)

اور جب کہ زید کے صرف ایک دختر ہے تو جہالت مرتفع ہے اور یہ امر جواز نکاح کے لیے کافی ہے، جیسا کہ ردالمحتار شامی میں بہ شرح قول ماتن "**ولا المنكوحة مجهولة**" مذکور ہے:

"**فلوزوج بنته منه، وله بنتان، لايصح، إلا إذا كانت إحداهما متزوجة، فينصرف إلى الفارغة.** (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۶/۷-۱۰۷)

لڑکی سے نکاح کی اجازت کون کون لے سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے نکاح کے وقت اکثر غیر محرم اجازت لینے کے لیے جاتے ہیں اور لڑکی کی آواز سنتے ہیں اور اس کا محرم نمازی یا پرہیزگار نہیں ہے، ایسے وقت میں نمازی، یا کوئی پرہیزگار دیکھ کر غیر محرم کو نکاح کی اجازت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے، ایسی حالت کا کیا حکم ہے؟ اور اگر محرم ہے؛ لیکن وہ نمازی، یا پرہیزگار نہیں ہے تو اس کی اجازت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کو مدلل واضح فرمائیں۔

(المستفتی: محمد اہل لکرالہ، بدایوں)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

محرم کی موجودگی میں غیر محرم کو اجازت کے لیے بھیج دینا جائز نہیں ہے، چاہے محرم نمازی پرہیزگار نہ ہو، تب بھی غیر

---

(۱) ولايشترط الاشهادعلى التوكيل. (البحرالرائق، كتاب النكاح: ۹۵/۳) /فإن استاذنها هو أى الولى هوالسنة أووكيله أورسوله أوزوجها وليها،الخ،فسكتت عن رده مختارة أوضحكت غيرمستهزئة أوتبسمت أوبكت بلاصوت،الخ، فهوإذن أى توكيل فى الأول. (الدرالمختار)أى فيما استأذنها قبل العقدحتى لوقالت بعد ذلک لا أرضى ولم يعلم به الولى فزوجها صح. (ردالمحتار،باب الولى: ۴۱۱/۲، ظفير)

(۲) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۳۷۳/۲، ظفير

(۳) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۷/۲، ظفير

محرم پرہیزگار کے مقابلہ میں حقدار ہے۔ نیز جو غیر محرم اجنبیہ کے پاس جائے گا، وہ کہاں پرہیزگار رہوا، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

عن عقبة بن عامر قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء.

(الحديث)(صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة إلا ذومحرم، والدخول على المغيبة، النسخة الهندية: ۷۸۷/۲، رقم: ۳٦٥٠، ف: ۵۲۳۲، مشكاة: ۸٦۲/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳٦۰۵/۲۳) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۷۹)

نامحرم وکیل، یا گواہوں کا اجازت کے لیے لڑکی کے پاس جانا:

سوال: مجموعہ ادعیہ ماثورہ ۱۳۵۳ھ، ازمولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی میں تحریر ہے کہ ''نکاح کی اجازت لینے کے لیے وکیل اور اس کے گواہ کا محرم ہونا ضروری ہے''۔ کیا حقیقت میں لڑکی سے اجازت نکاح لینے کے لیے وکیل وگواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور اگر محرم گواہ نہ ہوتو لڑکی سے اجازت صرف محرم وکیل لے اور گواہ غیر محرم نہ بنائے، یہ حکم احتیاطی اور تقویٰ کے طور پر ہے، یا بالکل ضروری لازم ہے، اگر کوئی بھی محرم نہیں تو پھر وکیل غیر محرم ہو سکے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

جب لڑکی بالغہ ہو اور اس کا ولی موجود ہو تو خود لڑکی سے اجازت لے لے؛ یعنی اس سے کہہ دے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے؟ اس پر اگر لڑکی اجازت دے دے، یا خاموش رہے تو بس اتنا کافی ہے، اس کے لیے نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ وکیل کی۔ (۱) اگر ولی موجود نہ ہو تو لڑکی اپنے کسی محرم کو وکیل بنا دے، اس کے لیے کوئی گواہ ضروری نہیں۔ اگر کوئی محرم بھی موجود نہ ہو تو وہ غیر محرم کو بھی بذریعہ تحریر، یا زبانی پس پردہ سے وکیل بنا دے، تب بھی کافی ہے، یا خود لڑکے ہی کو وکیل بنا دے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کرلیں، خواہ زبانی، یا بذریعہ تحریر، یہ سب صورتیں درست ہیں۔ (۲) قابل لحاظ بہرصورت یہ چیز ہے کہ نامحرم وکیل بن کر، یا گواہ بن کر لڑکی کے پاس بے

---

(۱) ''(فإن استأذنها هو): أى الولى وهو السنة (أو وكيله ... فسكتت أوضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن إن علمت بالزوج،لا) العلم (بالمهر) وقيل: يشترط، وهو قول المتأخرين''.(الدر المختار: ۵۸/۳-٦١، كتاب النكاح،باب الولى،سعيد)

''وإذا قال لها الولى:أريد أن أزوجك من فلان بألف،فسكتت...فالسكوت منها رضا''.(الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸۷/۱، كتاب النكاح ، الباب الرابع فى الأولياء رشيديه)

(۲) ''يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود ... أمرأة قالت لرجل: زوجنى ممن شئت، ... وكلت رجلاً بأن يتصرف فى أمورها ... لووكلته بتزويجها ،لا يملك أن يزوجها من نفسه ... امرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها من نفسه ،فقال:زوجت فلانة من نفسي،يجوز وإن لم تقل قبلت''.(الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۹۴/۱، ۲۹۵، كتاب النكاح ،الباب السادس فى الوكالة بالنكاح وغيرها،رشيديه)

پردہ نہ جائے۔(۱) غالباً مقصدِ کلام (ادعیہ ماثورہ کا) یہی ہے، اس میں لفظ ''ضروری ہے''، اس حکم کی وضاحت کردی کہ لازم ہے۔

"**أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته،آه**". (ردالمحتار: ۲۷۲/۲)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۵/۱۱)

غیرمحرم کا وکیل بن کر اجازت لینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ برادری کے معزز لوگوں نے ایک صاحب اولاد نمازی ایماندار باشرع کو نکاح میں وکالت کے لیے منتخب کیا۔ وکیل صاحب مع دو گواہوں کے لڑکی کے مکان پر جاتے ہیں اور اجازت لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، قریش برادری میں دولہن سے نکاح کی اجازت لیتے وقت بے پردہ ہوتی ہے اور دیگر لڑکیاں بھی بے پردہ ہوتی ہیں، وکیل صاحب لڑکی سے نکاح کی اجازت لے کر نیچی نظروں سے باہر آکر نکاح خواں کو آگاہ کرتے ہیں، وکیل صاحب کا یہ عمل جائز ہے، یا ناجائز؟

(المستفتی: محمد حنیف، اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

پوری برادری کے لیے ایک ہی شخص کو وکیل مقرر کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ ہر عورت کا محرم نہیں ہوسکتا، لہٰذا مرد کے لئے غیرمحرم عورتوں کے مجمع میں جا کر غیرمحرم عورت سے بات چیت کرنا جائز نہیں، ایسا شخص شرعاً فاسق ہے؛ اس لیے اجازت کے لیے جب تک محرم مرد موجود ہو غیرمحرم مرد کا وکیل بن کر اجازت لینے کے لیے عورتوں کے مجمع میں جانا جائز نہیں، لہٰذا لڑکی کا محرم مرد ہی اجازت لینے کے لیے جایا کرے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة، إلا مع ذي محرم. (الحديث)(صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة إلا مع ذومحرم، والدخول على المغيبة، النسخة الهندية: ۷۸۷/۲، رقم: ۷۳۰۵، ف: ۵۲۳۳)

فإن خاف الشهوة، أو شك امتنع نظره إلى وجهها، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام وهذا في زمانهم، وأما في زماننا، فمنع من الشابة إلا النظر لا المس لحاجة كقاض، وشاهد يحكم ويشهد عليها لا لتتحمل الشهادة في الأصح.

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ۵۳)

(۲) ردالمحتار: ۲۱/۳، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة نحو تجوزت، سعيد

و فی الشامیة: لأنه یوجد من لا یشتهی فلا ضرورة. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، زکریا دیوبند: ۵۳۲/۹، کراتشی: ۳۷۰/۶، وهٰکذا فی البحر الرائق، کوئٹه: ۱۹۲/۸، زکریا دیوبند: ۳۵۲/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۲/رجب المرجب ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴/۸۵۵۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۷/۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۰/۱۳)

نامحرم لڑکی سے براہِ راست نکاح کی اِجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب جب کہیں نکاح پڑھانے جاتے ہیں تو وکیل اور گواہوں کے ساتھ دولہن کے کمرہ تک خود بھی جاتے ہیں اور لڑکی سے وہ براہِ راست اِجازت لیتے ہیں، جب کہ وہ لڑکی کے لیے نامحرم ہیں۔ امام صاحب کو لڑکی کے کمرہ تک جانا اور کلمہ پڑھوانا، یا اقرار کرانا صحیح ہے؟ جب کہ وکیل اور گواہ قابلِ احترام اور باعزت ذمہ دار شخص ہوں، کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک نکاح کے وقت امام صاحب، وکیل اور گواہوں کے ساتھ خود بھی گئے، جس میں وکیل اور گواہوں میں ایک حاجی صاحب ذمہ دار اور پڑھے لکھے تھے، اُن کو یہ بات اچھی نہیں لگی، وہاں پر موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب تو ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں، جس لڑکی کا نکاح ہو رہا تھا، وہ خود پڑھی لکھی اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے۔ کیا امام صاحب کو ایسا کرنا چاہیے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سنت یہ ہے کہ لڑکی کا ولی اور ذی رحم محرم ہی اس سے اِجازت لے اور کسی بھی نامحرم شخص کا وکیل بن کر براہِ راست لڑکی سے نکاح کی اِجازت لینا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ پس امام صاحب کو نامحرم عورت سے اِجازت لینے خود جانا درست نہ ہوگا، اُنہیں یہ طریقہ ترک کردینا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۵۷/۱۱۴، ڈابھیل)

عن عطاء قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها، فقال: إن فلاناً يخطب فلانةً، فإن سكتت زوجها، وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أى تطعن فى الخدر لم يزوجها. (المصنف لابن أبی شیبة: ۴۴۵/۳، رقم: ۱۵۹۶۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

ولا يجبر البالغة البكر على النكاح، فإن استاذنها هو الولى، وهو السنة، أو وكيله فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن. (شامی: ۱۹۵/۴، زکریا)

واستحسن الرحمتی ما ذكره الشافعية: من أن السنة فى الاستيذان أن يرسل إليها نسوة ثقات ينظرن ما فى نفسها، والأم بذٰلک أولى؛ لأنها تطلع على ما لا يطلع عليه غيرها. (الدر المختار، باب الولی: ۱۵۹/۴، زکریا)

وینظر من الأجنبية إلى وجهها وكفيها فقط للضرورة، وهٰذا في زمانهم، أما في زماننا فمنع من الشابة. (شامی: ۵۳۲/۹، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۶/۱۴۲۲ھ۔ (کتاب النوازل: ۶۳/۸-۶۴)

لڑکی سے اِجازت لیتے وقت دولہا کے بھائی کا نام لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ وکیل نے لڑکی سے اِجازت لیتے وقت دولہا کے نام کے بجائے دولہا کے بھائی کا نام لیا؛ لیکن ذہن میں دولہا ہی تھا؟ نام میں غلطی کردی تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لڑکے؛ یعنی اصل دولہا سے قبول کراتے وقت اگر مذکورہ لڑکی کا نام صحیح طریقہ پر لیا گیا تو یہ نکاح فضولی کے بطور موقوفاً منعقد ہوگیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لڑکی بعد میں اس نکاح کی اطلاع ملنے پر راضی رہی، یا رخصت ہوکر بخوشی دولہا کے گھر چلی گئی وغیرہ تو یہ نکاح انجام کار درست اور نافذ ہوجائے گا اور نکاح سے پہلے لڑکی سے جو دولہا کے بھائی کے لیے اِجازت لی گئی تھی، وہ خود بخود کالعدم ہوگئی۔

وكذلك لو زوّج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلاً بغير رضاه، وهٰذا عندنا، فإن كل عقد صور من الفضولي، وله مجيز انعقد موقوفاً على الإجازة. (الهداية: ۲۲۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۴/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷۰/۸)

ثیبہ (مطلقہ) عورت سے نکاح ثانی کے لیے اجازت بالقول کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت کا پہلے نکاح ہو چکا ہو پھر شوہر نے اسے طلاق دے دی ہو تو کیا دوسرے نکاح کے لیے اس سے اجازت بصورت سکوت صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

ثیبہ عورت جب دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہو تو اجازت دیتے وقت زبان سے کہنا ضروری ہے، اس کا سکوت وغیرہ اجازت کے قائم مقام نہیں، یہ حکم صرف باکرہ لڑکی کے ساتھ مختص ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الثّيّب أحق بنفسها من وليها، والبكر يستاذنها أبوها في نفسها، وإذنها صماتها. (مسلم بحواله مشكاة المصابيح: ۲۷۰/۲، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۰۷/۴)

---

(۱) قال العلامة علاؤ الدين: الأصل أن كل مَنْ تصرف فِيْ ماله تصرف فيْ نفسه وما لا فلا ==

اجازتِ نکاح بالفعل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک نابالغہ لڑکی جس کے ماں، باپ دادا انتقال کر چکے ہیں، صرف ایک چچا موجود ہیں، وہ اپنے نانا کے یہاں رہتی تھی۔ بالغ ہونے کے بعد اس کے نانا نے اس کا نکاح کر دیا؛ لیکن لڑکی سے نکاح کرتے وقت نہ اجازت لی گئی اور نہ اسے اس کی اطلاع دی گئی اور اگر دریافت کیا بھی جاتا تو شرم وحیا کی وجہ سے شاید اس کا جواب بھی نہ دیتی، چوں کہ اس اطراف میں اس کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہاں اس کو یونہی اپنے نکاح کی اطلاع ہوگئی تھی اور وہ اس پر بالکل راضی تھی؛ مگر زبان سے نہ اس نے اپنی رضا کا اظہار کیا اور نہ کسی شخص نے اس سے دریافت کرنے کی زحمت گوارہ کی۔

اس صورت میں کیا اس کا نکاح منعقد ہوگیا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو اب تک میاں بیوی کے جو تعلقات تھے، وہ کیسے تھے؟ کیا اس لاعلمی کی وجہ سے وہ ناجائز تعلقات کے مواخذہ سے بچ جائیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی نے نہ زبان سے اجازت دی، نہ زبان سے رد کیا؛ بلکہ مباشرت کے وقت رضا متحقق ہوگئی تو یہ نکاح نافذ ولازم ہوگیا، بشرطیکہ کوئی اور مانع موجود نہ ہو؛ کیوں کہ رضا طرح قول سے ثابت ہوجاتی ہے، اسی طرح فعل سے بھی۔

”**إذا ثبت الرضاء بالقول يثبت بالتمكين من الوطى بالأولى**“. (شامی)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۴/۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۷۳)

بالغہ کی اجازت سے والد کا کرایا ہوا نکاح ناقابل فسخ ہوتا ہے:

سوال: باپ نے اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا اور نکاح کے بعد اس

== (أى المولى إذا كان عصبةٌ الاعتراض في غير الكفء)... (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه اصلاً) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان) فلا تحل مطلّقة ثلاثاً نكحت غير كفءٍ الخ. (الدرالمختار مع ردّالمحتار: ۳۲۲/۲، كتاب النكاح. باب الولي)/ومثله في الهندية: ۲۹۳/۲، باب في الاولياء ولا كفاء)

(۱) العبارة بأسرها: ”(أومافي معناه،الخ) لكن أجاب في الفتح بأن الحق أن الكل من قبيل القول إلا التمكين، فيثبت دلالة ؟لأنه فوق القول :أى لأنه إذا ثبت الرضا بالقول يثبت بالتمكين ن الوطء بالأولى ؛لأنه أدل على الرضا“. (ردالمحتار، باب الولي: ۶۲/۳، سعيد)

”بل رضاها هنا يتحقق تارة بالقول كقولها : رضيت... وتارة بالدلالة كطلب مهر ها و نفقتها أو تمكينها من الوطء ... ان الكل من قبيل القول إ لا التمكين ،فيثبت بدلالة نص إلزامالقول ؛لأنه فوق القول“. (البحرالرائق ،باب الأولياء والأكفاء: ۲۰۳/۳-۲۰۴، رشيديه)

”إلا أن ترضى بلسانها أو يو جد ما يدل على الرضا من الوطء أو التمكين منه طوعاً“. (فتح القدير: ۲۸۳/۳، كتاب النكاح ، باب الأولياء والأكفاء ، مصطفى البابي الحلبي مصر)

نے بیٹی کوخبر دی کہ میں نے تیرا نکاح فلاں لڑکے سے کر دیا، اس پر اس کی بیٹی نے صرف یہ کہا کہ کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیتے، اس کے بعد وہ خاوند کے گھر چلی گئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح نافذ ہے اور وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ بیٹی کے نکاح کے لیے باپ کو بیٹی سے اجازت لینا ضروری ہے، اگر لاعلمی میں باپ نے بالغہ بیٹی کا نکاح کر دیا اور پھر باپ نے جب اپنی بالغہ بیٹی کو اس نکاح کی خبر دی اور اس نے رد نہیں کیا تو یہ نکاح اب لازم اور منعقد ہے اور بالغہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی؛ تاہم اگر وہ پہلے سے رد کرتی تو اس کو یہ حق حاصل تھا۔

قال صاحب الكنز: فان استأذنها الولي فسكتت أو ضحكت أو زوّجها فبلغها الخبر فسكتت فهو إذن. (كنز الدقائق: ۱۱/۲، كتاب النكاح)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۳۰۰/۴)

بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے:

سوال: محترم جناب شیخ الحدیث صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک عورت مسماۃ نور بیگم کا نکاح مسمی نورو کے ساتھ نور بیگم کے والدین کر دیتے ہیں؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد نورو اپنی زوجہ نور بیگم کو طلاق دے کر علاحدہ کر دیتا ہے۔ نور بیگم اپنے والد نتھو کے یہاں آ جاتی ہے۔ عدت گزارنے کے بعد نور بیگم کا والد نتھو نور بیگم کا نکاح دوسری جگہ مسمیٰ عبدل کے ساتھ کر دیتا ہے، عبدل کے ساتھ حمل قرار پاتا ہے؛ لیکن جب کہ حمل چار ماہ کا ہو چکتا ہے تو عبدل اور نور بیگم (میاں بیوی) میں سخت تنازع ہوتا ہے اور نور بیگم اپنے والد نتھو کے گھر آ جاتی ہے اور نتھو کے یہاں ہی نور بیگم کے لڑکی پیدا ہو جاتی ہے، جب لڑکی ڈھائی سال کی ہو چکی ہے تو نتھو اپنی لڑکی نور بیگم کو اس کے پہلے خاوند نورو کے یہاں بلا نکاح بٹھا دیتا ہے، چوں کہ نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے طلاق نہیں دی تھی، اسی طرح اسے بلا نکاح مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں پندرہ سولہ سال رہتی ہے اور نہ ہی نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے اب تک طلاق دی ہے۔

عرصہ پندرہ سال میں نورو سے چار بچے ہو چکے ہیں، جو کہ شرعی احکام کے مطابق حرام کے ہیں اور برادری ہماری ان سے سخت خلاف ہے؛ لیکن اب وہ لڑکی جو کہ عبدل سے ہے، سولہ سال کی ہے، نیز بالغہ ہے۔ لڑکی کا نانا نتھو اب لڑکی

---

(۱) قال ابن نجيم: والسنّة ان يستأمر البكر وليها قبل النكاح ... وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطاء السنة وتوقف علىٰ رضاها، انتهى، وهو محمل النهى فى حديث مسلم لاتنكح الأيم حتىٰ تستأمر ولاتنكح البكر حتىٰ تستأذن قالوا: يارسول اللّٰه! وكيف اِذنها؟ قال: إن تسكت، فهو لبيان السنة للاتفاق علىٰ أنها لو حرمت بالرضاء بعد العقد نطقاً فانه يجوز. (البحر الرائق: ۲۸۳/۳، كتاب النكاح. باب الاولياء والاكفاء)

ومثله فى الهندية: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فى الاولياء

کی شادی کرنا چاہتا ہے؛ لیکن لڑکی کا والد عبدل جھگڑا ڈالتا ہے کہ میری لڑکی مجھے دے دی جاوے، میں نکاح کی اجازت نہیں دیتا،لڑکی بالغ ہے، کیا لڑکی کے نکاح میں جب کہ وہ بالغ ہے،اس کے والد عبدل کی اجازت واجب ہے، یا نہیں؟ (لڑکی کا نانا عبدل کو لڑکی اس وجہ سے نہیں دیتا کہ کہیں وہ اس کو ویسے ہی فروخت نہ کردے) دوسری بات اشد ضروری ہے کہ چوں کہ مسماۃ نوربیگم نورو کے یہاں بلا نکاح رہ رہی ہے اور نوربیگم اپنی والدہ کے مرجانے کی وجہ سے اپنے والد نتھو کی روٹی پکا کر دیتی ہے، اب نتھو اپنی دھیوتی کی شادی بجائے مسماۃ نوربیگم کے یہاں ہونے کے اپنے مکان پر اپنی کمائی سے کرنا چاہتا ہے، چوں کہ برادری سخت خلاف ہے؛اس لیے شادی میں شریک ہونا نہیں چاہتی کہ یہ اپنی لڑکی جو حرام کار ہے،اس کی پکائی ہوئی روٹی کھاتا ہے۔شرعاً کیا حکم ہے،اس کے یہاں کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بالغہ لڑکی اپنی برادری میں اپنا نکاح مہر مثل پر خود کرے تو وہ صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے،اجازت والد پر موقوف نہیں رہتا،(۱)اور والد کو شرعاً اجازت نہیں کہ بالغ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کسی جگہ کردے،لڑکی بالغہ کی رضا مندی ہر حالت میں ضروری ہے۔(۲) بغیر نکاح عورت کو اپنے گھر رکھنا اور عورت کو رہنا حرام ہے،(۳)اگر نوربیگم سے نکاح کرے، تب بھی جائز نہیں، جب تک عبدا سے طلاق نہ دے؛ اس لیے کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح جائز نہیں ہے۔(۴)نتھو کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو اس حرام کاری سے روکے،(۵)اگر وہ باوجود قدرت کے نہیں روکتا، یا

---

(۱) نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی ". "(قوله : نفذ نکاح حرة مکلفة بلاولی)؛لأنها تصرفت فی خالص حقها، وهی من أهله لکونها عاقلة بالغة...وروی الحسن أنه إن کان الزوج کفئاً،نفذ نکاحهاوإلا فلم ینعقد أصلاً...والمختار للفتویٰ فی زماننا روایة الحسن ".(البحر الرائق:۳/۱۹۲-۱۹۴،کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء،رشیدیه)

(۲) "(ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح) لأنقطاع الولایة بالبلوغ".(الدرالمختار،کتاب النکاح، باب الولی:۳/۵۸،سعید)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ:﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾(سورة بنی اسرائیل : ۳۲)

یَقُولُ تَعَالَی ناهیا عباده عن الزنا وعن مقاربته ومخالطة أسبابه ودواعیه وَلا تَقْرَبُوا الزِّنی إِنَّهُ کانَ فاحِشَةً أی ذنبا عظیما وَساءَ سَبِیلًا أی بئس طَرِیقًا وَمَسْلَکًا.(تفسیر ابن کثیر:۵/۶۶-۶۷،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لا یَزْنِی الزَّانِی حِینَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ یَشْرَبُ الخَمْرَ حِینَ یَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ یَسْرِقُ حِینَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ یَنْتَهِبُ نُهْبَةً، یَرْفَعُ النَّاسُ إِلَیْهِ فِیهَا أَبْصَارَهُمْ حِینَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.(صحیح البخاری،باب النهی بغیر إذن صاحبه،رقم الحدیث:۲۴۷۵،انیس)

(۴) " ولا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره".(الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۸۰،کتاب النکاح، الباب السادس، القسم السادس:المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر،رشدیه)

(۵) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال:"من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده،فإن لم یستطع فبلسانه،فإن لم یستطع فبقلبه وذلک أضعف الإیمان ".(رواه مسلم)(مشکاة المصابیح ،باب الأمر بالمعروف،ص:۴۳۶،قدیمی)

اس کے اس فعل سے خوش ہے تو نھو سے بھی ترکِ تعلق کرنا چاہیے،(۱) اور جہاں تک ہو سکے نھو اور اس کی لڑکی پر اور اس شخص پر جس کے گھر میں بغیر نکاح رہتی ہے، روک دیا جائے؛ تا کہ حرام کاری بند ہو جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ شوال ۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۵۳-۵۵۵)

بالغہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں:

سوال: مسماۃ مختار بالغہ بنت مسماۃ فیاضی کا عقد نکاح مسمی شکور ولد قطبو قوم شیخ سے بلا اجازت مسماۃ مختار مذکورہ کیا گیا؛ مگر اس کی والدہ سے جب کہ وہ بیمار اور بدحواسی کی حالت میں تھی، اجازت لے لی گئی تھی، کیا ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۹۸۴، مسماۃ فیاضی، باڑہ ہندوراو دہلی۔ یکم رمضان ۱۳۵۶ھ)

الجواب

بالغہ عورت کا نکاح بغیر اس کی اپنی اجازت کے درست نہیں ہوتا۔(۳) ماں نے اگر بیماری و بدحواسی کی حالت میں اجازت دے دی تو یہ اجازت معتبر نہیں؛ کیوں کہ بدحواسی کی اجازت کالعدم ہے۔(۴) اگر حواس درست ہونے کی حالت میں اجازت دی ہو، جب بھی نکاح لڑکی کی رضامندی پر موقوف تھا، اگر اس نے منظور نہ کیا ہو اور نکاح کی خبر پاتے ہی نارضامندی کا اظہار کر دیا ہو تو نکاح باطل ہو گیا۔(۵)(کفایت المفتی:۵/۵۲)

---

(۱) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللّٰه تعالیٰ، فیجوز ذلک ... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق، الخ" (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ" الفصل الأول:۸/ ۷۵۸، رشیدیه)

(۲) عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ مَالِكٍ الطَّائِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ بِاللَّهِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ، نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا تَحِلُّ لَهُ. (الورع لابن أبی الدنیا، باب الورع فی الفرج: ۱/ ۹٤، رقم الحدیث: ۱۳۷، الدار السلفیة الکویت، انیس)

(۳) لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من اب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۲۸۷، ماجدیة)

(۴) وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبر أو لمرض أو لمصیبة فأجاته، فما دام فی حال غلبة الخلل فی الأقوال والأفعال لا تعتبر أقواله وإن کان یعلمها ویردها، لأن هٰذه المعرفة والإرادة غیر معتبرة لعدم حصولها عن ادراک صحیح کما لا تعتبر من الصبی العاقل. (ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/ ۲٤٤، سعید)

(۵) لایجوز نکاح أحد علی بالغة ... فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی أجازتها فإن اجازته جاز وإن ردته بطل. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/ ۲۸۷، ماجدیة)

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ:۲۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

سوال: ہندہ نے اپنی پندرہ سالہ لڑکی کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ایک دوسرے مقام پر لے جا کر لڑکی کے علم کے بغیر اس کا نکاح کر دیا۔ لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو موقع پر بھاگ کے اپنے باپ کے پاس چلی آئی اور پانچ برس سے وہ اپنے باپ کے پاس ہے۔ باپ اس کا نکاح پڑھانا چاہتا ہے؛ مگر کوئی اس سے نکاح کرنے پر اس خیال سے تیار نہیں ہوتا کہ اس کا پہلا شوہر خلل اندازی نہ کرے۔

الجواب

بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت ورضامندی کے نہیں ہوسکتا، (۱) اور جب کہ لڑکی نکاح کی خبر پا کر اظہار ناراضی کے طور پر بھاگ آئی تو نکاح جو (بطور نکاح فضولی) منعقد ہوا تھا، باطل ہوگیا، (۲) اور دوسرا نکاح اس کا بلا تامل جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایۃ المفتی:۵/۹۵)

بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے:

بخدمت جناب مولانا مولوی شمس العلماء صاحب سہارنپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بات مندرجہ ذیل مسائل بموجب فرمان الٰہی وارشادات حدیثِ نبوی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کسی بالغہ لڑکی کی شادی بلا رضامندی اس کے اور اس کی والدہ کے کی جائے؛ یعنی صرف والدہ اپنے بیٹے کی خاطر اس مذکورہ بالا لڑکی کا بٹہ دے کر اپنے لڑکے کی شادی؛ یعنی نکاح کرے اور وہ مذکور لڑکا مذکورہ والدہ کے دولڑکوں کا سوتیلا بھائی و بیٹا ہو اور نکاح کے صرف والد ہی ذمہ دار ہوں اور لڑکی اور والدہ لڑکی کو نکاح ہونے کے وقت بالکل پوچھا نہ گیا ہو، یہاں تک لڑکی اور والدہ لڑکی کو مطلق علم نہ ہو کہ نکاح کس وقت؛ بلکہ کب ہوا اور مہر کیا مقرر ہوا ہے؟ لڑکی کو پس گھنٹہ بعد معلوم ہوا کہ میرا نکاح کر دیا گیا ہے اور دو روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ میرا مہر اتنا مقرر ہوا ہے، اب چھ ماہ کے بعد لڑکی سسرال کو بھیجی گئی، وہاں لڑکی نے بائیس روز گزارے، جس میں سوائے لڑائی و نا اتفاقی کے ہر دو فریقین اپنی زوجہ، خاوند میں اور کچھ نہ ہوا اور خاوند کی بیوی سے زبردستی ایک دفعہ صحبت ہوئی ہے۔ سو مہربانی کر کے

---

(۱) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها.(الهداية، كتاب النكاح:۲/۲۱۳، شركة علمية ملتان)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.(صحيح لمسلم،باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق،رقم الحديث: ١٤٢١،انيس)

(۲) لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على أجازتها، فإن اجازته جاز وإن ردته بطل.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ١/٢٨٧، ماجدية)

بموجب شرع اصول حقانی اس مسئلہ کا حل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں کہ آیا یہ نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ اب لڑکی ایک سال سے اپنے والدین کے گھر مقیم ہے، سسرال جانے سے قطعی انکار کرتی ہے؛ بلکہ یہ کہتی ہے کہ اگر زبردستی بھیجا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی۔ فقط والسلام مہربانی فرما کر اس کاغذ کی پشت پر جواب ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نے والد کے کیئے ہوئے نکاح کو اطلاع پانے پر رد نہیں کیا؛ بلکہ قبول کرلیا یا خاموش ہوگئی، مہر کی خبر پانے پر بھی رد نہیں کیا؛ بلکہ چپ ہوگئی اور سسرال جاتے وقت بھی نکاح سے ناراضی ظاہر کی تو شرعاً وہ نکاح لازم اور نافذ ہوگیا، اب لڑکی اس کو فسخ نہیں کرسکتی۔(۱) اگر شوہر سے نباہ دشوار ہے، طبیعتوں میں اختلاف ہے، یا شوہر پریشان کرتا ہے، حقوق ادا نہیں کرتا تو چاہیے کہ کسی طرح سے شوہر سے طلاق حاصل کرلی جاوے، یا خلع کرلیا جاوے۔(۲) اس کے بعد عدت مین مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ شوہر سے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اگر وہ کسی بات کو اختیار کرلے تو بہتر ہے، ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے،(۳) اس کے بعد عدتِ طلاق

---

(۱) (أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت)عن رده مختاره (أو ضحكت غير مستهزئه أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن).

(وبطل خيار البكر بالسكوت)لو مختاره (عالمة) أصل (النكاح).(الدر المختار)

”(قوله : عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت ؛لأنها لو بلغها الخير فتكمت بأجنبى ،فهو سكوت هنا، فيكون إجازة“.(رد المحتار:۵۹/۳-۷۳، كتاب النكاح،باب الولى، سعيد)

”وإن زوجها الولى بغير استيمار،ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت ، إن أخبرها بالنكاح ... وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت،كان رضا“.(الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸۸/۱،كتاب النكاح ،باب الأولياء ،رشيديه)

”وأما في حق البكر،فبطل بمجرد السكوت“.(البحرالرائق:۲۱۵/۳ ،باب الأولياء والأكفاء،رشيديه)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(سورة البقرة:۲۲۹)

”وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدوداللّٰه ،فلا بأس بأن تفتدى منه بمال يخلعها به“.

”(قوله: إذاتشاق الزوجان): أى تخاصما (وخافا):أى علما“.(فتح القدير : ۲۱۱/٤،كتاب الطلاق باب الخلع،مصطفى البابى الحلبى مصر)

”(ولا باس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق “.(الدر المختار).”(قوله للشقاق): أى لوجود الشقاق وهو الا ختلاف والتخاصم ...السنة إذاوقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهليها ليصلحوا بينهما ،فإن لم يصطلحا ، جاز الطلاق والخلع ،۵۱“.(ردالمحتار:۴۴۱/۳،كتاب الطلاق، باب الخلع ،سعيد)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ ﴿فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾امر عز وجل بالإمساك بالمعروف ،و قد عجز عن الإمساك بالمعروف ؛لأن ذلك بإيفاء حقها في الوطء والنفقة ، فتعين عليه التسريح ،فإن فعل ، وإلا ناب القاضى منابه فى التسريح وهو التفريق “.(بدائع الصنائع:۶۰۳/۳،كتاب النكاح،فصل فيما يبطل به الخيار،دارالكتب العلمية بيروت)

تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا؛(۱) لیکن اگر وہ پریشان نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا تو پھر ایسی کاروائی کرنا ناجائز ہے۔(۲) عورت کے ذمہ واجب ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے،(۳) گو باپ کو چاہیے تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی کو اطلاع کر دیتا؛(۴) لیکن اس صورت میں بھی نکاح لازم ہے۔(۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۷/۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/رجب/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۵۵-۵۵۹)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

"أى غير الزوج فى العدة لاشتباه النسب بالعلوق، فإنه لا يوقف على حقيقة أنه من الأول أو الثانى ...ولا يجوز التزوج فى المدة لعلة أخرى هى إظهار خطر المحل أو هو حكم تعبدى". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة: ۴۰۹/۳، سعيد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذا المعتدة ... سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول فى نكاح فاسد، الخ". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸۰/۱، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(۲) "عن معاذ بن جبل رضى اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تؤذى امرأة زوجها فى الدنيا، إلا قالت زوجته من الحور العين: لا تؤذيه قاتلك اللّٰه، فإنما هو عندك دخيل يوشك أن يفارقك إلينا". (جامع الترمذى: ۲۲۲/۱، أبواب الرضاع والطلاق، باب إيذاء المرأة زوجها، سعيد)

"عن عبد اللّٰه بن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما أنه قال: خسفت الشمس على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ... فقال ... " رأيت يكفرن باللّٰه؟ قال: "يكفرن العشير (الزوج)". (صحيح البخارى: ۷۸۳/۲، كتاب النكاح، باب كفران العشير، قديمى)

(۳) "عن أبى هريرة عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت أن تجىء لعنتها الملائكة حتى تصبح".

"وعنه عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: "إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، لعنتها الملائكة حتى ترجع". (جامع الترمذى: ۸۲/۲، باب: إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، سعيد)

"لما كانت المصلحة المرعية فى النكاح تحصين فرجه، وجب أن تحقق تلك المصلحة وذلك أن تؤمر المرأة إذا أراد منها ذلك، ولو لا هذا لم يتحقق تحصين فرجه، فإن أبت فقد سعت فى رد المصلحة، آه. (حجة اللّٰه البالغة: ۳۶۱/۲، حقوق الزوج، قديمى)

"وحقه عليها أن تطيعها فى كل مباح يأمرها به". (الدرالمختار) "ظاهره أنه عند الأمر به منه، يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية به". (ردالمحتار: ۲۰۸/۳، كتاب النكاح، باب القسم، سعيد)

(۴) "(قوله: هو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح: فلان يخطبك أو يذكرك فسكتت، الخ" (رد المحتار: ۵۸/۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

(۵) "(أوزوجها) وأخبر رسوله أو فضولى عدل فسكتت) عن رده مختارة (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أوبكت بلا صوت، فهو إذن ... (وبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارة (عالمة) أصل (النكاح)". (الدرالمختار)

"(قوله: عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت؛ لأنها لو بلغها الخبر فتكلمت بأجنبى، فهو سكوت هنا، فيكون إجازة". (ردالمحتار: ۵۹/۳-۷۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

==

لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح:

سوال: زید نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح لڑکی کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ گاؤں سے سومیل دور تھی، بکر سے کر دیا، لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے برجستہ کہا کہ ''میں تو یہاں ہوں، میرا نکاح وہاں کیسے ہوگیا ہے'' تو نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ اگر لڑکی کے گھر پہونچنے پر اس کے والد اس سے رضامندی کی اجازت لے لیں تو نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر نکاح کی خبر سن کر برجستہ بطورِ فرطِ مسرت یہ کہا کہ تو یہاں میرا نکاح وہاں کیسے ہوگیا؛ یعنی اس پر خوشی کا اظہار کیا تو وہ نکاح لازم ہوگیا، (۱) اب نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے، نہ دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے، (۲) بس پہلا نکاح کافی اور صحیح ہے، اگر بطورِ ناراضی وغصہ کے فقرہ مذکور کہا ہے اور اس نکاح کو نامنظور کر دیا ہے تو وہ نکاح بیکار اور کالعدم ہوگیا۔ (۳) اب اگر اس لڑکے سے عقد منظور ہے تو بھی لڑکی کی اجازت سے دوبارہ نکاح کیا جائے۔ (۴) دوسری جگہ منظور ہے، تب بھی اجازت سے کیا جائے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۰-۵۶۱)

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں:

سوال: ایک لڑکی بالغہ کا نکاح پڑھایا جائے اور اس میں لڑکی سے کسی نے نہیں پوچھا اور لڑکی موقع پر موجود بھی

== "وإن زوجها الولي بغير استيمار، ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت، إن أخبرها بالنكاح...وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت كان رضا". (الفتاویٰ العالمگیرية: ۲۸۸/۱، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه)

"وأما في حق البكر، فيبطل بمجرد السكوت". (البحر الرائق: ۲۱۵/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۱) "(أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أوفضولي عدل (فسكتت)... (أوضحكت غير مستهزئة، آه". (الدر المختار) "لأن الضحک إنما جعل إذنا بدلالته على الرضا". (ردالمحتار: ۵۹/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۲) "ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره". (الفتاویٰ العالمگیرية: ۲۸۰/۱، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(۳) "لأن الضحک...إذا لم يدل على الرضا، لم يكن إذناً". (ردالمحتار: ۵۹/۳، كتاب النكاح باب الولي، سعيد)

(۴) "ولو زوجها، وليها فقالت: لا أرضى، ثم رضيت في المجلس، لم يجز". (الفتاویٰ العالمگیرية: ۲۸۸/۱، كتاب النكاح، باب في الأولياء، رشيديه)

"بخلاف مالو بلغها العقد، فردت، ثم قالت: رضيت، حيث لا يجوز؛ لأن العقد بطل بالرد، ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف إذا زوج قبل الاستيذان إذ غالب حالهن إظهار النفرة عند فجاءة السماع". (البحر الرائق: ۲۰۰/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۵) "ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، لا انقطاع الولاية بالبلوغ". (الدر المختار: ۵۸/۳، باب الولي، سعيد)

نہیں اور نہ لڑکی کا باقاعدہ شرع کے مطابق کوئی وکیل ہے، کیا اس حالت میں نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

(۲) لڑکی کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے انکار کر دیا اور اب بھی تقریباً تین سال گزرنے کے بعد بھی انکار کرتی ہے۔

(۳) لڑکا، جس کے والد نکاح کے دعویدار ہیں، وہ لڑکا اس وقت ہیروئن پیتا ہے، چرس اور ہر قسم کے نشے اور جوئے کا عادی ہے اور فی الحال اس جرم کی پاداش میں جیل میں بند ہے۔ کیا مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ یہ نکاح ہو گیا ہے؟ اگر نہیں ہوا تو چھڑانے کے لیے طلاق تو لینی نہیں پڑے گی؟ اگر نکاح ثابت ہو چکا ہے تو نمبر۳ میں بیان کردہ وجوہات کی بنا پر اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے، یا لڑکی کے والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ لڑکی کی شادی نہ کرائیں اور اس سے چھٹکارا حاصل کر لیں؟

الجواب

اگر یہ درست ہے کہ نکاح کے وقت نہ لڑکی سے پوچھا گیا، نہ لڑکی نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا، نہ نکاح کی اجازت دی اور نہ وہ نکاح کے وقت موجود تھی اور بعد میں بھی جب اسے نکاح کی اطلاع ہوئی تو اس نے نکاح کو منظور نہیں کیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا، (۱) لہٰذا لڑکی جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۲/۵/۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: ۴۹۷/۳۸، ب) (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۷۲-۲۷۳)

بالغ لڑکے کی عدم منظوری سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: ایک نابالغ لڑکی کو والد کی موجودگی میں چچا نے ایک دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرا دیا تھا اور لڑکے کے باپ نے لڑکی کی طرف سے قبول کیا، لڑکا اس وقت بالغ تھا، نہ کر کے یہ پیغام اس وقت سنایا ہے اور نہ زوج نے منکوحہ کو دیکھا ہے اور لڑکی نے اس کو دیکھا ہے اور عین نکاح کے وقت ایک تولہ سونا مہر لڑکی کے حوالے کر دیا، چند ماہ بعد لڑکی کے والدین نے برما سے ہجرت کا قصد کر لیا تو لڑکے کے والدین کو بولا؛ لیکن انہوں نے انکار کر دیا، (اس وقت نکاح نہیں ہوا تھا) اس میں ان بن ہونے کی وجہ سے مذکورہ دیا ہوا مہر واپس کر دیا گیا اور لڑکے کے والدین نے لے لیا، جب لڑکی کے والدین کراچی آئے تو اس لڑکے کے چچا نے ایک خط برما بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ لڑکی کو دوسرے آدمی کے نکاح میں

(۱) وفی الهندیة کتاب النکاح، الباب الرابع: ۱/۲۸۷ (طبع ماجدیة): لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت أو ثیبا فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی أجازتها فإن أجارته جاز وإن ردته بطل،الخ.

وفی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۸ (طبع سعید): ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ.

وفی الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۱۳ (طبع شرکة علمیة): وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها،الخ.

دے دو۔ کراچی میں والد نے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کی بات چیت کرلی تھی؛ مگر لڑکی جس وقت بالغ ہوئی تو وہ اس شخص پر راضی نہ تھی، جس کی وجہ سے لڑکی والدین کے گھر سے نکل کر چلی گئی اور اپنی خوشی سے ایک لڑکے کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اب والدین پر زور ڈال رہے ہیں کہ لڑکی کا نکاح اول اب تک باقی ہے، کیا نکاح اول ہنوز باقی ہے؟

تنقیح:

(۱) لڑکی کے باپ نے اس نکاح کو منظور کیا تھا، یا نہیں؟

(۲) لڑکے نے زبان سے اس نکاح کو منظور کیا تھا، یا نہیں؟

(۳) جس وقت لڑکی بالغ ہوئی، اس وقت اس نے اپنے نکاح کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا؟

ان سوالات کے جواب آنے پر اصل مسئلے کا جواب دیا جائے گا۔

جواب تنقیح:

(۱) جس وقت چچا نے لڑکی کا نکاح دیا تھا، اس پر باپ راضی تھا۔

(۲) لڑکے نے زبان سے اس نکاح کو منظور نہیں کیا؛ بلکہ صرف لڑکے کے باپ نے منظور کیا۔

(۳) لڑکی جب بالغ ہوئی، کوئی رویہ اختیار نہیں کیا، صرف لڑکے کی طرف سے کچھ بات چیت ہوئی تھی اور ایک مہر دیا تھا، پھر واپس کرلیا۔

الجواب ــ

جب کہ لڑکا بوقت نکاح بالغ تھا اور اس نے نہ خود مجلس میں شرکت کی اور نہ بعد میں اسے منظور کیا تھا تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا لڑکی آزاد ہے، جہاں چاہے، نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۶/۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ، ۱۳۸۸/۶/۷ھ (فتویٰ نمبر: ۱۹/۶۵۲، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۷۱-۲۷۲)

بیوہ کا نکاح بلا اذنِ صریح:

سوال: عام طور پر بیوہ بالغہ سے نکاح کی اجازت باللسان لینے کا دستور نہیں ہے، اکثر بیوہ کی سسرال والے؛ یعنی جیٹھ سسر وغیرہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق ہے، چاہے جہاں اس کا نکاح کریں، یا بیٹھا رہنے دیں، چنانچہ زبانی پوچھنا تو کیا اس سے ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ دیور، جیٹھ وغیرہ اپنی اجازت سے نکاح پڑھا دیتے ہیں، اکثر بیوہ کا دل اس جگہ نہیں چاہتا؛ مگر انکار کی صراحت نہ ہونے کی باعث دل کی ناراضگی کے ساتھ شوہر کے یہاں رخصت کردینے پر چلی جاتی ہے۔

ایک واقعہ ایسا ہی ہوا، بالغہ بیوہ کا نکاح بغیر اجازت لسانی اور رضا مندی کے جیٹھ نے اپنے اجازت سے نکاح پڑھوا دیا، بیوہ کو جدید شوہر کے یہاں جانا پڑا؛ مگر عرف کے سبب وہ بیوہ اس کو نکاح سمجھتی رہی اور وہاں سے علاحدہ ہونے اور نکل

بھاگنے کا موقع دیکھتی رہی۔اب کسی بہانہ سے وہ اپنے بھائی کے یہاں چلی آئی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہم کفو میں اپنی اجازت سے نکاح کرنا چاہتی ہے اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بغیر اجازت والے جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح سے ناراض تھی اور اس نکاح کے گواہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے بیوہ سے نہیں پوچھا گیا؛ بلکہ صرف بیوہ کے جیٹھ نے یہ کہہ دیا کہ میں نے اس سے اجازت لے لی ہے،تم نکاح پڑھاؤ۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رواج کی وجہ سے خود بیوہ کو بھی یہ نہیں معلوم کہ بغیر میری اجازتِ لسانی کے نکاح نہیں ہوتا اور نکاح کا ذکر سن کر انکارِ لسانی بھی ممکن نہیں،البتہ ناراضگی اور بیزاری اس نکاح سے اب تک ہے۔اگر شرعاً اس بیوہ کو اپنی مرضی کے موافق نکاح کرنے کی اجازت ہو تو جیٹھ کے کئے نکاح پر کوئی فتنہ بھی نہیں ہے، نہ وہ درج رجسٹر ہے کہ عدالتی کارروائی خطرہ ہو۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بالغہ عورت پر کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں تھی؛ یعنی کوئی شرعی ولی باپ بھائی وغیرہ جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ جیٹھ۔اگر کردے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ بیوہ کے نکاح کے لیے بھی اس کی رضا مندی ضروری ہے،خواہ زبان سے رضا مندی کا اظہار کرے،خواہ کوئی اور فعل ایسا کرے،جس سے اس کی رضا مندی ظاہر ہو جائے،مثلاً مہر کا مطالبہ کرے،یا قبضہ،یا نفقہ کا مطالبہ کرے،یا قبول کرے،یا مبارکباد کو قبول کرے اور فقہاء نے جماع پر قدرت دینے کو بھی علامتِ رضا لکھا ہے۔پس اگر صورتِ مسئولہ میں بیوہ مذکورہ نے اس شوہر کو جس کے ساتھ جیٹھ نے نکاح کیا تھا،اپنے اوپر جماع کی قدرت دے دی اور صحبت سے منع نہیں کیا،یا اور کوئی چیز علامت رضا مندی کی پائی گئی تو شرعاً یہ نکاح نافذ ہوگیا،اب دوسری جگہ اس کو نکاح کرنا جائز نہیں،(۱) اور اگر کوئی علامتِ رضا مندی نہیں پائی گئی اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہیں دیا؛ یعنی شوہر نے صحبت نہیں کی،یا جبراً اور زبردستی صحبت کی اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی تھی؛ لیکن زبردستی اس کو بھیجا گیا تو شرعاً یہ نکاح لازم نہیں ہوا،اب دوسری جگہ نکاح درست ہے۔

”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح ، فإن استأذنها غير الأقرب فلا عبرة لسكوتها ، بل لا بد من القول كالثيب البالغة لا فرق بينهما إلا في السكوت ؛لأن رضا يكون بالدلالة كما ذكره بقوله:أوما هو في معناه، من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطىء ودخوله بها برضاها وقبول التهنئة والضحك سروراً ونحو ذلك كقبول المهر،والظاهر أنه مثله قبول النفقة،آه“. (الدر المختار وشامی مختصراً:۲/ ۲۶۹)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۲/۵/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ۔صحیح:عبداللطیف،مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۳/جمادی الاولی/۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۶۳)

---

(۱) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“.(الفتاویٰ العالمگيرية: ۱/ ۲۸۰،كتاب النكاح، الباب الثالث،القسم السادس : المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار:۳/ ۶۲-۶۳، كتاب النكاح،باب الولي،سعيد ==

بیوہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں:

سوال: ایک عورت بیوہ بالغہ کا نکاح بلا مرضی ہوا، بالکل رضا مند نہ تھی، جبراً اس کا نکاح کر دیا گیا۔ بیوہ نے اپنے نفس کا اختیار نہیں دیا، یہاں تک کہ جب عورت کو نکاح کی خبر پہنچی تو فوراً کہنے لگی کہ جس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے، وہ تو میرا بیٹا ہے، میں ہرگز رضا مند نہیں ہوں، اب تک انکار کر رہی ہے۔ آیا یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۸۹، عبدالغفور دہلی، ۲؍شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۶؍دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر واقعات مندرجہ بالا صحیح ہیں تو نکاح نہیں ہوا، (۱) اور عورت مذکورہ اپنی مرضی کے مطابق دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵؍۵۳)

الجواب الثانی

(از الجمعیۃ، مورخہ: ۲۲؍ستمبر ۱۹۲۵ء)

اگر بیوہ بالغہ کا نکاح اس کی رضا مندی حاصل کئے بغیر کر دیا جائے؛ مگر نکاح کی خبر پانے پر وہ رضا مندی دے دے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵؍۵۳)

بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نا جائز ہے:

سوال: بعد فوت ہونے شوہر کے بیوہ کا نکاح ثانی نے بلا رضا مندی پڑھا دیا اور خاوند کے گزرنے کے بعد دو سال تک انکاری رہی اور اس نکاح کے بعد بھی انکاری ہے؛ کیوں کہ جس کے ساتھ بیوہ بلا رضا مندی کے نکاح پڑھایا گیا ہے، وہ عمر میں پچاس سال سے بھی زیادہ ہے اور بیوہ کی عمر ۱۵؍سال ہے۔

(المستفتی: ۹۳۳، علیم الدین جے پور۔ ۷؍صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹؍مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

بیوہ بالغہ کا نکاح بلا رضا مندی بیوہ کے ناجائز ہے۔ بیوہ نے جب اس نکاح کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو نکاح باطل ہو گیا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۵؍۷۵)

== "لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب وسلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً، فإن فعل ذلك، فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل ... وكان تمكينها أياه من الدخول بها رضا، إلا إذا دخل بها وهي مكرهة، فحينئذ لا يثبت الرضا". (الفتاویٰ العالمگیریة، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۷/۱-۲۸۹، رشيديه)

(۱،۲،۳) لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على أجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۷/۱، ماجدية)

بیوہ کا نکاح ایک مولوی صاحب نے دوعورتوں کی موجودگی میں ایک مرد سے کردیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک مولوی نے ایک بیوہ بالغہ سے اذن لے کر روبرو دو گواہوں کے؛ یعنی دوعورتوں کے اس کا نکاح مرد سے کردیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟

الجواب

اگر وہ بیوہ عورت اس مجلس نکاح میں موجود تھی تو وہ مولوی صاحب نکاح خواں گواہ سمجھے جاویں گے اور دوعورتیں مل کرایک مرد اور یہ مولوی گواہ نکاح کے ہوجاویں گے اوران کا نکاح منعقد ہوجاوے گا۔

کما فی الدرالمختار: ولوزوج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد جاز،إن كانت ابنته حاضرة لأنها تجعل عاقدة وإلا لا،الأصل أن الآمر متى حضر جعل مباشراً،الخ. (الدرالمختار)(۱)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۰۵-۱۰۶)

بالغہ عورت اگر نکاح کے وقت انکار کردے تو نکاح نہیں ہوگا:

سوال: ایک شخص محمد کی لڑکی مسماۃ شرم خاتون عاقل بالغ موجود ہے، محمد غیر برادری میں لین دین کرنا چاہتا تھا۔ اس کے شریک قوم غلام حیدر نے اس کے پیر کو کہا کہ اس کو منع کردو کہ غیر برادری میں لین دین نہ کرے۔ محمد نے کہا کہ برادری میں مجھ سے لین دین کوئی نہیں کرتا۔ غلام حیدر نے کہا کہ میں کرنا چاہتا ہوں، پیر صاحب نے اجازت دے دی۔ غلام حیدر نے مجمع کرکے پانچ نکاح یکجا پڑھانے شروع کیے۔

(۱) غلام رسول کی لڑکی اللہ وسایا کا لڑکا جو ہردو بالغ تھے، والدین کے ایجاب وقبول سے نکاح ہوا۔

(۲) اللہ وسایا کی لڑکی نابالغ بہ ایجاب والد کے محمد حسین بالغ کے ساتھ ہوا۔

(۳) اللہ وسایا کی لڑکی محمد کا لڑکا ہردونابالغ با یجاب وقبول والدین نکاح ہوا۔

(۴) غلام حیدر کی لڑکی اللہ وسایا کا لڑکا ہردونابالغ با یجاب وقبول والدین نکاح ہوا۔

(۵) محمد کی لڑکی شرم خاتون غلام محمد کا لڑکا رحیم بخش ہردو بالغان کا نکاح شروع ہوا۔ رحیم بخش شادی شدہ گھر آیا تھا۔ بوقت ایجاب محمد اوراس کی عورت اورلڑکی شرم خاتون نے انکار کردیا کہ اگر غلام حیدر کے لڑکے سے نکاح ہوتو رضامند ہیں، ورنہ ہرگز نکاح منظور نہیں۔ سخت واویلا ہوگیا تو محمد کا سالہ محمد حسین نے سوٹا لے لیا، محمد کے عورت اپنی ہمشیرہ یکہان اور بھانجی شرم خاتون کو خوب مارا اور محمد کو سخت دشنام دیئے، فساد برپا ہوگیا، ملانے اس وقت یہ نکاح نہ پڑھا، پھر صبح کو اسی طرح مجمع ہوا اور ایجاب کے لیے ملا، وکیل، دو گواہ، ماموں محمد حسین ووالد محمد لڑکٹی کے پاس گئے۔

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کتاب النکاح: ۲/۳۷۷،ظفیر

محمد حسین نے لڑکی کو دھمکی دی اور ملا نے دریافت کیا کہ تو اس کے منہ سے نکلا: جی ہاں۔اس پر مشہور ہوگیا کہ نکاح ہوگیا، یہ سب نکاح ملا نے ڈر کے مارے کتاب نکاح خوانی میں کہ ہمیں رحیم بخش منظور ہے، درج نہ کیئے اور نہ کسی نکاح کا انگوٹھا نکاح ومنکوحہ ووارثان وغیرہ کا لگایا گیا۔عورت اور اس کی والد کا بیان ہے کہ بطور استفہام لفظ جی کہا ہے، نہ کہ جی ہاں۔حاضرین میں سے بعض کہتے ہیں کہ لفظ جی کہا ہے اور بعض آدمی کہتے ہیں کہ جی ہاں کہا ہے۔اب اس کی شادی ہونے میں تنازعہ ہے۔آیا نکاح شرم خاتون ورحیم بخش جائز ہے، یا نہیں؟ اور باقی نکاح بھی جائز ہیں، یا نہیں؟
(المستفتی:۱۶۶۹،عبداللہ، ملتان، ۴رجمادی الثانی ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۲راگست ۱۹۳۷ء)

الجواب

شرم خاتون اور رحیم بخش کے نکاح کے علاوہ اور نکاحوں میں تو کوئی بات ایسی مذکور نہیں، جن سے نکاح نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہو، لہٰذا وہ نکاح تو ہوگئے، والدین کے ایجاب وقبول سے، یا شوہر کے قبول سے اور والد کے ایجاب سے نکاح ہوگئے۔(۱) شرم خاتون چوں کہ بالغہ تھی؛ اس لیے اس کی اجازت ضروری تھی اور اگر اس کو خاوند کا نام اور مہر بتلایا گیا ہو اور اس نے صاف صریح منظوری دی ہو تو نکاح ہوا، ورنہ نہیں؛ کیوں کہ اسی شخص سے وہ پہلے نکاح کو نا منظور کر چکی ہے، لہٰذا اب دوبارہ صاف وصریح منظور سے نکاح ہوگا،(۲) اور اگر اس نے صرف لفظ جی کہا ہے اور رحیم بخش سے قبول کرانے کا بھی سوال میں ذکر نہیں تو اس صورت میں انعقاد نکاح کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔الجواب صحیح: ضیاء الحق غفرلہ، مدرسہ امینیہ، دہلی۔(کفایۃ المفتی:۱۰۴/۵)

عورت اجازتِ نکاح کی منکر، مرد مدعی کس کے گواہ معتبر ہیں:

سوال: مسماۃ حلیمہ جو کہ اس وقت بالغہ ہے، اس کے چچا نے بسبب ولایت بحالتِ صغر اس کی نسبت مسمیٰ زید سے کی؛ مگر بعد زید کو دینے سے انکاری ہوا، زید نے اس لڑکی کے چچا پر دعویٰ نکاح کر دیا اور دو شاہد پیش کر دیئے، چچا شور مچاتا ہوا پھرا کہ یہ نسبت تھی، نکاح نہ تھا، کسی نے نہ سنی، قاضی نے مسمیٰ زید کے نکاح کا حکم کر دیا اور یہی کہا کہ چوں کہ لڑکی نابالغہ ہے اور ولی اس کا چچا وغیرہ کو طلب کر کے بیاہ دینے کو کہا گیا، چچا وغیرہ نے شور مچایا کہ لڑکی اب تک

(۱) ولزم النكاح ... إن كان الولي ... ابا أوجداً.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي:۶٦/۳، سعيد)

(۲) لا يجوز أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها بكراً كانت أو ثيبًا فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۷/۱، ماجدية)

وفي الدرالمختار: فإن أستاذن لها غير الاقرب.... فلا عبرة لسكوتها بل لا ... القول كالثيب.(كتاب النكاح، باب الولي: ۶۲/۱، سعيد)

(۳) ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس.(الدر المختار)فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما فقام الآخر واشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب.(ردالمحتار، كتاب النكاح:۱٤/۳، سعيد)

نابالغہ ہے، ہرگز نہ دیں گے، لڑکی بھی فریاد کرتی رہی کہ مجھے یہ منظور نہیں، لڑکی کے چچا کو زیر حراست رکھا گیا اور لڑکی کا اقرار نکاح پر زبردستی انگوٹھا لگالیا گیا، حالاں کہ وہ انکار کرتی تھی۔

جب وہاں سے نجات پائی کچھ عرصہ بعد لڑکی نے بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح پر شاہد رکھے اور قاضی کے پاس جا کر فسخ نکاح کے لیے پیش ہوگئی، چناں چہ قاضی نے حکم دیا: جا تیرا نکاح فسخ ہوگیا۔ اب زید نے دعویٰ کیا کہ بوقت بلوغ مسماۃ حلیمہ اقرار کرنے اور اجازت سے منکر ہے، دونوں کے پاس شاہد موجود ہیں، بینۂ مرد ثبوت اجازت کے لیے اور بینۂ عورت مرد کے لیے۔ پس دریں صورت شرعاً کس کے بینہ اولیٰ ارجح ہوں گے؟ بینوا توا جروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ هو الملهم للصواب

صورت مذکورہ میں حلیمہ کے شاہد معتبر ہوں گے، نہ زید کے۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں خصاف اور جامع کبیر سے منقول ہے:

"**في أدب القاضي للخصاف: لو أقامم الزوج أو الأب البينة على الإجازة، والمرأة على الرد، فبينتها أولٰى، وفي بيوع الجامع الكبير في باب المرابحة: القول قولها والبينة بينتها، آه**". (خلاصة: ٤٤/٢) (١)

اس نقل سے قطع نظر کر کے تمام سرگذشت پر نظر ڈالی جائے تو منصف کے لیے ماننا پڑے گا کہ سر بسر قصہ سے مسماۃ حلیمہ کا انکار ٹھیک رہا ہے، مفتی کے لیے ایسے موقع پر کمال حزم و تدبر سے کام لینا ضروری ہے، چناں چہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"**على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع، آه**". (ردالمختار: ٨٥٣/٢) (٢)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"**المفتي في الوقاع لا بدله من ضرب اجتهاد ومعرفة بأحوال الناس**". (ردالمختار: ١٣٦/٢) (٣)

محمد فاروق، از: اوستہ، بلوچستان

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر واقعات مندرجہ سوال صحیح ہیں تو روایت خلاصہ پر مفتی کو فتویٰ دینا درست ہے، **كما أفتى به المفتي العلامة وإن كان المذهب المشهور والرواية الظاهرة خلاف ذلك.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/صفر ۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۴-۵۶۵)

---

(١) خلاصة الفتاوىٰ، كتاب النكاح، الفصل الرابع عشر في دعوى النكاح: ٤٤/٢، امجد اكادمى لاهور)

"البالغة إذا قامت البينة على رد النكاح بعد البلوغ، والزوج أقام البينة أنها سكتت بعد بلوغها، تقبل بينتها، كذافي الفصول الأسترشية". (الفتاوىٰ العالمگيرية، كاتب الدعوىٰ، الباب التاسع في دعوى الرجلين، الفصل الثاني في دعوى الملك في الأعيان: ٨٠/٤، رشيديه)

(٢) ردالمختار، باب العدة، فصل في الحدا، مطلب الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع: ٨٣٥/٣، سعيد

(٣) ردالمختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب مهم: ٣٩٨/٢، سعيد

نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے، عورت منکر تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے فلاں عورت نے اجازت دی ہے کہ تم جا کر مجھ سے نکاح کرلو اور میں نے جا کر دو گواہوں کے سامنے نکاح کرلیا۔ نیز کہتا ہے کہ اس نے مجھے اجازت کی تحریر دی ہے اور دستخط بھی کردیئے ہیں؛ مگر عورت ہر چیز سے انکار کرتی ہے کہ میں نے نہ اسے زبانی نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اور نہ ہی کوئی تحریر لکھ کر دی ہے، یہ شخص جھوٹا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر اس شخص کے پاس گواہ موجود ہیں اور وہ شرعاً مقبول الشہادۃ ہیں، جن کے سامنے عورت نے زبانی اجازت دی ہے یا تحریر لکھی ہے تب تو ان کی گواہی معتبر ہے اور نکاح صحیح ہے، اگر گواہ موجود نہیں یا وہ مقبول الشہادۃ نہیں تو عورت کا قول معتبر ہوگا؛ مگر قسم کے ساتھ، اور یہ نکاح معتبر نہیں ہوگا۔ (هكذا يفهم عما ذكره في الدر المختار: ٢/٤٦٨)

"**قال الزوج للبكر البالغة: بلغك النكاح فسكت، وقالت: رددت النكاح، ولا بينة لهما على ذلك، ولم يكن دخل بها طوعاً في الأصح، فالقول قولها بيمينها على المفتى به، وتقبل بينته على سكوتها، (قوله: فالقول قولها) لأنه يدعي لزوم العقد وملك البضع، والمرأة تدفعه فكانت منكرة، آه.**" (رد المحتار)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۲۱/۶۲ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۵-۵۶۶)

بالغ لڑکی کا، نکاح کی منظوری دینے کے بعد انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام شرع متین اس مسئلے کے بارے میں؟ فتویٰ چاہتا ہوں:

مسئلہ: اگر فرض کیا کہ ایک عاقلہ، بالغہ اور مسلمان لڑکی روبروئے پنچایت، یا عدالت وغیرہ، نکاح کے بعد یہ بیان دیتی ہے کہ اس نے نکاح اپنی بلوغت کی عمر میں اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا؛ بلکہ اپنی حقیقی ماں کا دل رکھنے کے لیے کیا تھا تو اس نکاح کی قرآن وسنت کی روشنی میں کیا حیثیت ہے؟ اور اس بیان کی کیا حیثیت ہے؟ میرے خیال کے مطابق لڑکی کا یہ بیان اس وقت قابل قبول ہونا چاہیے، جب کہ لڑکی کا نکاح نابالغی کی عمر میں ہوا ہو اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد بقائمہ ہوش وحواس خمسہ بیان مذکورہ بالا دے تو پھر قابل قبول نہیں ہونا چاہیے، فتویٰ صادر کیجئے اور یہ بھی تحریر کیجئے کہ ان حالات میں اسلامی قانون کی روشنی میں لڑکی اور اسے اُکسانے والوں کے لیے کیا سزا تجویز ہے؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٣/٦٣-٦٤، سعيد

الجواب ــ

جب لڑکی بالغ ہوا اور اس نے نکاح کی منظوری دے دی ہو تو نکاح ہوگیا، (۱) بعد میں اس کا یہ کہنا کہ میں نے والدہ کا دل رکھنے کے لیے کہا تھا، اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح قائم ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۷/۴/۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: ۳۷۳/۱۰) (فتاویٰ عثمانی: ۲۷۴/۲)

لڑکی کا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کرنے کے باوجود لڑکی نے جھوٹی قسم کھائی کہ میں نے نکاح قبول نہ کیا تو نکاح ہوجائے گا، یا نہیں؟ اور گواہ موجود ہوں تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اور اگر گواہ نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

(المستفتی: نعیم الدین، ریتی محلّہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

لڑکی قبولیت نکاح کا انکار کررہی ہے، جب کہ دوسری طرف شوہر کے پاس بینہ موجود ہے تو ایسی صورت میں شوہر کا قول قبول کیا جائے گا اور اگر گواہ موجود نہ ہوں اور دخول بھی نہ ہوا ہو تو عورت کا قول قسم کے ساتھ قبول کرلیا جائے گا۔

ولو قال الزوج: بلغك النكاح، فسكت، وقالت: رددت ولا بينة لهما، ولم يكن دخل بها، فالقول قولها أيهما أقام البينة قبلت بينته. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، كوئٹه: ۱۱۷/۳، زكريا ديوبند: ۲۰۶/۳)

قال الزوج للبكر البالغة: بلغك النكاح فسكت، وقالت: رددت النكاح، ولا بينة لهما على ذلك، ولم يكن دخل بها طوعاً في الأصح، فالقول قولها بيمينها على المفتىٰ به وتقبل بينته على سكوتها. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولي، كراتشي: ۶۳/۳-۶۴، زكريا ديوبند: ۱۶۷/۴، وهكذا في مجمع الأنهر، مصري قديم: ۳۳۵/۱، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۹۳/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶ رصفر المظفر ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۰۱۶/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۲/۱۴۲۰ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۱/۱۳)

لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار:

سوال: زید کی لڑکی زینب کا نکاح عمر سے ہوا؛ لیکن نکاح کے وقت کسی بھی ذریعہ سے زینب کی مرضی دریافت

(۱) وفي الهداية، كتاب النكاح: ۳۱۳/۲ (طبع شركة علمية): وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها.

وفي الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۲۶۹/۱ (طبع ماجدية): ومنها رضا المراة إذا كانت بالغة بكراً كانت أو ثيباً، الخ.

نہیں کی گئی؛ بلکہ زید ہی نے مجلس نکاح میں اس کی طرف سے قبول کرلیا۔ زید کا کہنا ہے کہ ایک روز قبل میں نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا تھا تو وہ عمر سے نکاح پر راضی تھی؛ لیکن زینب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے کبھی آمادگی ظاہر نہیں کی اور زینب کو جس وقت اس نکاح کی اطلاع پہنچی، اس نے فوراً ہی اعلان کردیا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں۔ اب یہ مسئلہ ایک مقامی عالم صاحب سے (جو قاضی بھی ہیں) دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا نکاح نہیں ہوا، لہذا جناب والا فتویٰ صادر فرمائیں۔ واضح رہے کہ زینب کی عمر ۱۶ سال ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی کنواری ہے اور باپ نے اس سے نکاح کے لیے کہا کہ فلاں لڑکے سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں، تجھے منظور ہے؟ اس پر لڑکی نے آمادگی ظاہر نہیں کی، جیسا کہ اس کا بیان ہے؛ مگر انکار بھی نہیں کیا؛ بلکہ خاموش رہی تو یہ بھی اس کی طرف سے اجازت ہے، اب پھر اس کا انکار کرنا بیکار ہے، (۱) یہ اجازت دو روز قبل بھی لینا کافی ہے، عین وقت پر لینا ضروری نہیں۔

ہاں! اگر اجازت لینے پر خاموش رہنے کے بعد ایجاب وقبول سے پہلے کہہ دیتی کہ میں اجازت نہیں دیتی تو باپ کو حق نہ رہتا، (۲) یا اگر باپ نے بالکل اس سے کہا ہی نہ ہو اور خود ہی نکاح پڑھوا دیا ہو تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، خبر پانے پر لڑکی نامنظور کردے تو فوراً ختم ہوجائے گا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۶-۵۶۸)

---

(۱) ”وإذاقال لها لولي: أريد أن أزوجك من فلان بألف فسكتت، ثم زوجها، فقالت: لا رأضى، أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسكتت، السكوت منها رضا في الوجهين جميعاً إذا كان المزوج هو الولي“. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه)

” (فإذا استأذنها هو) الولي (أو وكيله أورسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أوفضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارة (فهوإذن): أي توكيل في الأول “. (الدرالمختار)

”أي فيما إذا استأذنها قبل العقد حتى لوقالت بعد ذلك: لا أرضى، ولم يعلم به الولي فزوجها، صح لأن التوكيل لاينعزل حتى يعلم“. (ردالمحتار: ۳/۵۸-۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۲) ”فللمؤكل العزل متى شاء مالم يتعلق به حق الغير، بشرط علم القاضي“. (تنويرالأبصار مع الدرالمختار: ۵/۶۳۶، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، سعيد)

(۳) ” لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب وسلطان بغير إذنها بكراً كانت أوثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل “. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه

” وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها “. (ردالمحتار: ۳/۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

اِجازتِ نکاح کے بعدلڑکی کا دستخط سے انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری لڑکی کے لیے ایک جانے پہچانے شخص نے ایک لڑکے کے رشتہ کی درخواست رکھی، جو معتبر اشخاص کی فہرست میں شامل تھے، انہوں نے لڑکے کی جو خصوصیات بیان کیں، اُس میں سرفہرست یہ جملہ تھا کہ ''وہ بس تمہارے بڑے لڑکے کی کاپی ہے، رنگ روپ، ادائیں، عمر، تعلیم ومشاغل میں تم کوئی فرق نہیں پاؤگے''۔ مماثلت میں یہ بات ہوتے وقت میری لڑکی نماز میں مشغول تھی، اسی حالت میں یہ جملے اس کے ذہن نشیں ہوگئے۔ اس بارے میں ہمارا جواب جانے تک ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہماری لڑکی کو عذر نہیں ہے اور ہماری کوئی بات اس موضوع پر لڑکی سے ہوئی بھی نہیں؛ یعنی بالمشافہ گفتگو نہیں ہوئی۔ مندرجہ بالا خصوصیات کی اصل حقیقت سے ہم واقف نہ تھے اور اِسی بنا پر ہمیں زیادہ تردد بھی نہیں ہوا کہ پیغام لانے والے صاحب معتبر اشخاص میں شامل تھے، پھر بعد میں ایسے کئی مواقع آئے کہ ہم اس لڑکے کو دیکھنا اور ملنا چاہتے تھے؛ مگر وہ کسی نہ کسی مصروفیت کے سبب مواقع پر موجود نہ پایا گیا اور دیگر ہمارے اعزہ واحباب اس لڑکے کے دوسرے بھائی کو اس کی جگہ سمجھتے ہوئے غلط فہمی میں رہے اور اخیر وقت تک ہم سے یہ نہ کہہ سکے کہ یہ وہ لڑکا نہیں ہے، یہاں تک کہ طے شدہ وقت سے بہت پہلے ایک فرمائش کے نتیجہ میں خطبۂ نکاح پڑھ دیا گیا اور اس وقت وکیل گواہان اور دیگر تمام رشتہ دار اور اَحباب نے لڑکے کو دیکھا اور سمجھنے کی کوشش کی اور خود میں نے بھی یہ محسوس کیا کہ بھاری غلطی ہونے جارہی ہے، اِس دوران نکاح میں شرکت کے لیے جانے والے اشخاص سے لڑکی کو سن گن مل گئی کہ لڑکا اِن خصوصیات سے بالکل مختلف ہے، جو ایجاب وقبول سے پہلے اُسے گوش گزار کی گئیں، لہٰذا اس نے رجسٹر نکاح کی رسید پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ اَب کیفیت یہ ہے کہ خاندانی رتبہ حسب ونسب کے اور دینی اعتبار سے تو ٹھیک؛ مگر صورت، شانِ عمر، تعلیم، قدوقامت، پیشہ وارانہ صلاحیت میں وہ بے جوڑ ہے، جب کہ شریعت کا مشورہ ہے کہ جوڑ دیکھو، دوئم تمام کے مشورہ کے خلاف ہے، جب کہ شریعت سے مشورہ میں خیر بتائی جاتی ہے، سوئم غلطی کو نبھائے جانے کے برخلاف غلطی کو سدھارنے کے لیے صلحاء حضرات فرماتے ہیں اور ہمیں واضح طور پر محسوس ہونے لگا ہے۔ صحیح طور پر ہم نے تحقیقات نہ کرنے اور محض اگلے کے بیان پر بھروسہ کرتے ہوئے اتنا آگے تک بڑھ گئے تو اب ہم مزید قدم اٹھانے پر اور زیادہ گنہگار ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ نکاح کسی طرح فسخ ہوجائے، فسخ نکاح کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ کیا لڑکے کا تحریر کرنا کافی ہے، یا مجلس میں طلاق کہنا ضروری ہے؟ ابھی لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے اور کیا نکاح نامہ پر لڑکی کے دستخط نہ کرنا خود نکاح کو فاسد میں شمار کرنا ہے۔

نوٹ: لڑکی نے زبانی اجازت دے دی تھی، البتہ نکاح ہونے کے بعد رجسٹر پر دستخط کرتے وقت دستخط کرنے سے انکار کردیا۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں اگر چہ فریقین کی طرف سے دانستہ، یا نادانستہ یہ کوتاہی ہوئی کہ نکاح سے قبل لڑکے کو صورت سے پہچانا نہیں گیا، ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا؛ لیکن نکاح کے وقت جب نام ونسب کے ساتھ لڑکی والے نکاح پر راضی ہو گئے اورلڑکی نے زبانی اجازت بھی دے دی؛ اس لیے یہ نکاح شرعاً منعقد ہو چکا ہے۔ اب لڑکے سے طلاق، یا شرعی تفریق کے بغیر اس لڑکی کا کسی دوسرے لڑکے سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۴۸/۸، امداد المفتیین ۵۲۴)

وينعقد بايجاب وقبول من الأخر. (الدر المختار: ۳۸/٤، زكريا)

ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/٤، رقم: ٥٣٦١، زكريا، البحر الرائق: ١٤٤/٣، زكريا)

أما منكوحة الغير لم يقل أحد بجوازه ولم ينعقد أصلاً. (الفتاویٰ الهندية: ٢٨٠/١، بدائع الصنائع: ٥٤٨/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۶/۱۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۶۵/۸)

لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا:

سوال: ایک لڑکی جس کی شادی ہو چکی ہے، اس کی عمر ۲۲/ سال ہے، وہ اپنے ماں باپ کے یہاں تھی، جب کہ اس کا شوہر انتقال کر گیا۔ اس اطلاع کے ملنے پر وہ سسرال آئی، جہاں پر اس نے اپنے شوہر کی مہر بخشی اور عدت کے دن پورے کئے۔ عدت پوری ہونے کے بعد اس لڑکی کو اس کے ایک دیور سے (جس کی عمر ۱۶/ سال ہے اور وہ شادی شدہ ہے) نکاح کرنے پر مجبور کیا؛ لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ مجبور کرنے والے لڑکی کے سسرال والے ہی تھے۔

لڑکی کا منشا شوہر کے چچا زاد بھائی سے نکاح کرنے کا تھا؛ لیکن ان آدمیوں نے لڑکی کی کوئی بات نہیں سنی اور امام صاحب سے کہا کہ رجسٹر لا کر زبردستی لڑکی کا انگوٹھا لگوا لو اور اسی دن رات کے نو بجے انہوں نے ان سب آدمیوں کو جمع کیا، جن کو ہمارے نکاح میں جمع ہونا ہے۔ ایک وکیل دو گواہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لیے آئے، جو کہ اس لڑکی کے جیٹھ وغیرہ گئے تھے، انہوں نے لڑکی سے اجازت مانگی، لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ وکیل اور گواہوں نے یہی بات آ کر تمام آدمیوں میں بتلائی کہ وہ صاف انکار کرتی ہے۔ اس پر لڑکی کے سسر نے کہا کہ دوسرے آدمی کو بھیجو، یہ آدمی جھوٹ بولتے ہیں۔ تین آدمی اور بھیجے گئے، لیکن لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ واپسی پر ان آدمیوں نے وہی سب کے سامنے بتلا دیا۔

اس کے بعد پرانے بزرگ ۸۰، ۹۰/ سال کی عمر کے بھیجے گئے، ان کے سامنے لڑکی شرم کی وجہ سے بول نہ سکی اور کوئی جواب نہیں دیا؛ بلکہ رونے لگی۔ یہی بات انہوں نے آ کر سب کے سامنے بتلائی کہ لڑکی رو رہی ہے، کچھ بول نہیں رہی ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ چپ رہنے اور رونے پر نکاح جائز ہے۔

آپ یہ مسئلہ بتائیں کہ لڑکی جن آدمیوں سے بولتی تھی، ان سے اس نے کہا کہ خدا واسطے میرے باپ، یا بھائی کو بلوادو، جیسا وہ کہیں گے، ویسا ہی کروں گی، کسی نے بھی اس بات پر عمل نہیں کیا اور امام صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اس کے شادی شدہ دیور سے پڑھا دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا، یا ناجائز؟ امام صاحب اور لڑکے والے اور صرف ۸۰، ۹۰ سال کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز ہوا۔ امام صاحب جنھوں نے یہ نکاح پڑھایا ہے، تاش وشطرنج کھیلتے ہیں۔ یہ نکاح مسجد میں پڑھایا گیا ہے۔ یہ تمام حالات حلف سے کہتی ہوں۔ برائے کرم مطلع فرمائیں کہ یہ نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس بالغ لڑکی کی شادی ہوگئی، شوہر کے ساتھ رہ چکی، پھر بیوہ ہوگئی تو بعد عدت اس کے نکاح کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کے نکاح کا کسی کو حق حاصل نہیں۔(۱) اگر اجازت لی جائے تو اس کے جواب میں اس کا خاموش رہنا اجازت شمار نہیں ہوگا؛ یعنی اس کا ولی اس کا باپ سے پوچھے، تب بھی خاموشی کافی نہیں، اگر کوئی آدمی جو کہ نہ ولی ہے، نہ ولی کا قائم مقام پوچھے تو کسی حال میں بھی خاموشی کو اجازت قرار نہیں دیا جائے گا۔(۲)

صورت مسئولہ میں دریافت کرنے والے نہ ولی ہیں، نہ ولی کے قائم مقام ہیں؛ بلکہ محض اجنبی ہیں، ان کے دریافت کرنے میں خاموشی کو اجازت شمار کرنا بالکل غلط اور مسئلہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں تو لڑکی پہلے دومرتبہ صاف انکار کرچکی ہے، پھر بوڑھے آدمیوں کے دریافت کرنے پر رورہی ہے تو اس ک اجازت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، یہ نکاحِ فضولی ہوا؛ یعنی ایجاب وقبول کے بعد لڑکی نے رضامندی ظاہر کردی تو صحیح ہوگیا، اگرچہ پہلے انکار کرچکی تھی۔ اگر رضامندی ظاہر نہیں کی؛ بلکہ کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو جب ہی ختم ہوگیا، شرعاً اس نکاح کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی، اس لڑکی کو پورا اختیار ہے، دوسری جگہ نکاح کرلے۔(۳)

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "لا تنكح الأيم حتی تستأمر".
وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "الثيب أحق بنفسها من وليها". (مشكاة المصابيح: ۲/ ۲۷۰، كتاب النكاح، باب الولی فی النكاح واستيذان المرأة، قديمی)

(۲) "(فإن استأذنها غير الأقرب) كأجنبی أو ولی بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لا بد من القول كالثيب) البالغة". (الدر المختار: ۳/ ۶۲، كتاب النكاح، باب الولی، سعيد)

(۳) "لا يجوز نكاح أحد علی بالغة صحيحة العقل من أب وسلطان بغير إذنها بكراً كان أو ثيباً، فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۲۸۷، كتاب النكاح، الباب الرابع، رشيديه)
"(وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف) فإن أجازه المولی جاز، وإن رده بطل: وكذلک لو زوج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلاً بغير رضاه) وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولی وله مجيز، انعقد موقوفاً علی الإجازة، فإذا أجاز من له الإجازة، ثبت حكمه مستنداً إلی العقد". (فتح القدير: ۳/ ۳۰۷، كتاب النكاح، فصل فی الوكالة بالنكاح وغيرهما، مصطفی البابی الحلبی مصر)

اگر (نہ) رضامندی ظاہر کی، نہ اس کو نامنظور کیا؛ بلکہ اب تک خاموش ہے تو اب بھی نامنظور کرسکتی ہے، (۱) جو لوگ لڑکی پر ظلم کررہے ہیں، وہ سخت مجرم ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے، سخت وبال کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۸-۵۷۰)

لڑکی والدین کی عزت کی خاطر نکاح پر خاموش رہنے کے بعد سسرال جانے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۱۶/ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال: عرصہ تقریباً ایک سال کا ہوا کہ ہندہ کا نکاح اس کے والد کی رضامندی سے ہوگیا تھا، حالاں کہ شرعاً لڑکی کو اپنی رائے کا اظہار کرنے میں کوئی مانع نہیں؛ مگر چونکہ ہندوستان میں یہ دستور عام ہوگیا ہے کہ لڑکی کو اس وقت اپنے والدین کی عزت کا خیال کرتے ہوئے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے، لڑکی کی عمر اس وقت بیس سال کی ہے اور جن صاحب سے نکاح ہوا، ان کی عمر پچاس سال ہے۔ لڑکی کے والد کا انتقال ہوگیا ہے۔ ابھی محض نکاح ہی کی رسم ادا ہوئی ہے، رخصتی نہیں ہوئی۔ لڑکی سسرال جانے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوتی اور شوہر طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہے، حالاں کہ لڑکی کے رشتہ دار لڑکی کے شوہر سے کوئی مہر وغیرہ طلب نہیں کرتے؟

الجواب

اگر نکاح کے وقت لڑکی بالغہ تھی اور اس نے نکاح سے نارضامندی کا اظہار کردیا تھا اور خاوند کے یہاں گئی بھی نہ ہو اور زفاف نہ ہوا ہو تو یہ نکاح ہی نہیں ہوا؛ (۲) لیکن اگر لڑکی نے اذن دے دیا ہو اور زفاف ہوچکا ہو تو اب لڑکی کا انکار مفید نہیں۔ (۳) اب علاحدگی کی صورت طلاق، یا خلع ہے، اگر خاوند طلاق نہیں دیتا تو خلع کی صورت کرنی چاہیے؛ یعنی مہر معاف کرکے، یا اور بھی کچھ رقم دے کر طلاق لی جائے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵/۵۴)

---

(۱) ”عن خنساء بنت خذام أن أبا ها. رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما زوجھا وھی ثیب، فکرھت ذلک، فأتت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم : فرد نکاحھا“.

وعن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: إن جاریة بکراً (أی وھی بالغة)أتت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ،فذکرت أن أبا ھازوجھا وھی کارھة، فخیرھا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم“.(مشکاة المصابیح، ص: ۲۷۰-۲۷۱،کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح واستئذان المرأة،قدیمی)

(۲) بالغة زوجھا أبوھا فبلغھا الخبر، فقالت: لاأرید فلاناً فالمختار أنه یکون رداً فی الوجھین.(الفتاویٰ الھندیة،کتاب النکاح،الباب الرابع: ۱/۲۸۸، ماجدیة)

(۳) ولو کانت البکر قد دخل بھا زوجھا ثم قالت لم ارض لم تصدق علی ذٰلک وکان تمکینھا أیاہ من الدخول بھا رضا إلا إذا دخل بھا وھی مکرھة.(الفتاویٰ الھندیة،کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۹، ماجدیة)

عورت کا صرف انگوٹھا لگوانے اور بعد میں گواہ بنانے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک شخص کا بھائی تین بچے اور بیوہ چھوڑ کر مرگیا، متوفی کے بھائی نے بچوں کی ہمدردی کے لیے بیوہ بھاوج کے ساتھ نکاح کرنا چاہا، وہ رضامندہ نہ ہوئی، اس کو مجبور کر کے نشان انگوٹھا نکاح نامہ پر لگایا گیا، عورت نے باکرہ یہ عمل کیا، کوئی گواہ بوقت نکاح موجود نہ تھا، بعد ازاں متعلق تشویش ہوئی اور اس نے جواز نکاح سے انکار کردیا؛ لیکن عورت اب اس بات پر پابند رہنا چاہتی ہے، یہ امر احکام شریعت کا محتاج ہے اور سابقہ نکاح کے بارے میں جواز عدم جواز مطلوب ہے؟

الجواب

جب تک دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہونے کا صحیح نہیں ہوتا اور جبرا نشان انگوٹھا لگوالینا اجازت نکاح کی نہیں ہے۔ پس جب کہ عورت اس وقت نکاح پر راضی نہ تھی اور بوقت نکاح کوئی گواہ نہ تھا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۱) اب جب کہ عورت راضی ہے تو دوبارہ اس سے باقاعدہ دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا جاوے،(۲) اور پہلے جو فعل حرام کا ارتکاب ہوا، اس سے توبہ کی جائے اور استغفار کیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۵۷)

سکران کی طرف سے اجازتِ نکاح:

سوال: زید ایک شرابی کبابی آدمی تھا، اس کے یہاں کچھ مساکین کو کھلانے کی تقریب میں کافی چہل پہل تھی۔ اس میں زید کے بھائی عمر نے زید کو بہلا پھسلا کر الگ تھلگ لے جا کر شراب پلائی، پھر عمر کے چند ساتھی اس جگہ آئے اور ایک پڑھے لکھے شخص کو لے کر آئے، زید پی کر مست تھا تو زید سے زید کی نابالغہ لڑکی ہندہ کے نکاح کی اجازت اپنے لڑکے بکر سے مانگی، زید نے اجازت دی، یا نہیں دی؛ بلکہ یوں ہی ''ہوگیا، ہوگیا'' کہا۔ (واللہ اعلم) اس جگہ جہاں عمر کے چند ساتھی آئے تھے، نکاح پڑھا دیا گیا۔ نکاح کے بعد زید کو ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ اس کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر کے ساتھ ہوگیا، زید یہ سن کر بھونچا ہوگیا اور کہا: مجھے کچھ معلوم نہیں، میں نے کوئی اجازت دی، یا نہیں؟

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً جائز ہوا، یا نہیں؟ زید نے صاف کہا اور کہتا آرہا ہے کہ میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے، مجھے معلوم نہیں، کیا کہلوایا گیا ہے؟

مذکورہ بالا منکوحہ غیر موطوءۃ کا شوہر کافی عرصہ سے پاگل ہے، عام طور پر ننگا بند کمرہ میں رہتا ہے، تقریباً چار سال کی مدت اس طرح گزر گئی، اب طلاق دینے، یا خلع کرنے کا حق اس کے باپ کو ہے، یا نہیں؟ لڑکی اپنا رشتہ کسی اور سے

(۱) ومنها: الشهادة، قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح، هكذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۰۵، ظفير)

(۲) ولاينعقد نكاح المسلمين إلابحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين. (الهداية، كتاب النكاح: ۲/۲۸۶، ظفير)

کرسکتی ہے، یا نہیں؟ لڑکی تو پہلے ہی سے حالتِ صحت میں ناراض تھی، اب کس طرح راضی ہوسکتی ہے؟ صدر شرعی پنچایت نے کہا کہ ہم کو تنسیخ نکاح کا حق نہیں ہے۔آخر اس قسم کی منکوحہ کی زندگی کس طرح بسر ہو؟ کیا طلاق خود پڑ جائے گی؟ صاف لکھیں اور جنون کی جتنی قسمیں ہوں، سب کے احکام الگ الگ تحریر فرمائیں۔مذکورہ شوہر کا باپ لڑکی کا کوئی بھائی نہ ہونے کی وجہ سے سب جائیداد کے بدلہ خلع چاہے تو لڑکی کی شادی کس طرح ہو؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر شراب کے نشہ میں لڑکی کے باپ سے اجازت لی اور نکاح پڑھا دیا گیا تو اس سے شرعاً وہ نکاح لازم نہیں ہوا؛(۱) بلکہ اگر لڑکی بالغہ ہے تو یہ نکاح شرعاً اس کی اجازت پر موقوف ہے،معلوم ہونے پر لڑکی نے اس کو نا منظور کر دیا تو وہ جب ہی ختم ہوگیا۔(۲) اگر لڑکی نابالغہ ہے تو یہ نکاح اس کے ولی (باپ) کی اجازت پر موقوف ہے، وہ نشہ ختم ہو جانے پر جب اپنے ہوش میں آیا، اس وقت اس کو نا منظور کر دیا تو جب ہی ختم ہوگیا۔(۳) اب لڑکی کا نکاح خود اس کی اجازت ورائے سے دوسری مناسب جگہ کر دیا جائے، فسخ کرانے کی ضرورت نہیں، لہٰذا جنون کی قسمیں اور سب کی علامات اور سب کے احکام کا سوال بے محل ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۴۳-۵۴۴)

بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نوجوان لڑکی ہوں بچپن میں والدین نے ایک جگہ رشتہ کا وعدہ کیا تھا، چوں کہ اب میں بالغہ ہوں اور عقل سلیم سے سوچا کہ جہاں میرے والدین میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں، وہاں میرے لیے زندگی گزارنا مشکل ہے؛ اس لیے میں اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس طے شدہ رشتہ جہاں نکاح نہیں ہوا ہے، صرف وعدہ ہوا ہے، میں انکاری ہوں اور حالات اتنی دگرگوں ہے کہ اگر میرا رشتہ وہاں

(۱) "وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقاً، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق". (الدرالمختار، باب الولي: ٣/٦٧، سعيد)

(۲) "لا يجوز نكاح أحد بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكراً كانت أوثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوىٰ العالمگيرية، الباب الرابع في الأولياء: ١/٢٨٧، رشيديه)

"ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، الخ". (الدرالمختار) "وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها". (ردالمحتار، باب الولي: ٣/٥٨، سعيد)

(۳) "ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على أجازة الأقرب، الخ". (الفتاوىٰ العالمگيرية، الباب الرابع في الأولياء: ١/٢٨٥، رشيديه)

کیا گیا تو شاید کہ میں خودکشی پر آمادہ ہو جاؤں، جو کہ حرام موت ہے۔ اب شریعت کی رو سے اس سابقہ رشتہ سے میرا انکار جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ن، ت، ج، بکوٹ ایبٹ آباد، ۱۹۷۳/۳/۵ء)

الجواب

اگر آپ کے والد نے صرف وعدہ کیا ہو اور عقد نکاح نہ کیا ہو تو آپ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔

فی الهندية: ۳۰۵/۱: ولا يجوز نكاح أحد علىٰ بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف علىٰ إجازتها. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۰/۴)

مجبوری میں دی گئی اجازت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ صالحہ ایک عقل منداور بالغ لڑکی ہے، جس کا نکاح اس کے باپ نے زبردستی زید کے ساتھ کردیا اور رخصتی نہیں ہوئی ہے اور بوقت نکاح لڑکی نے مجبوراً اجازت دی تھی، اب جب لڑکی کو اس لڑکے کے بارے میں جان کاری ملی ہے کہ وہ لڑکا دماغی اعتبار سے درست نہیں ہے اور نہ ہی صحت کے اعتبار سے تو کیا لڑکی اپنے گھر والوں کی مرضی سے اس سے جدائی کا فیصلہ لے سکتی ہے؟ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ لڑکی گنہگار ہوگی، یا نہیں؟

(المستفتیہ: صالحہ پروین بنت محمد ظہیر، چکر کی ملک، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

نکاح کے وقت جب لڑکی نے نکاح کی اجازت دی ہے اور اجازت کے بعد زید کے ساتھ عقد نکاح ہو چکا ہے تو شرعی طور پر صالحہ کا نکاح زید کے ساتھ صحیح ہو چکا ہے اور بعد میں دماغی اعتبار سے اور صحت کے اعتبار سے زید کی کمزوری سامنے آنے کی وجہ سے لڑکی اس کے پاس جانے پر راضی نہیں ہے تو ایسی صورت میں صرف لڑکی کے راضی نہ ہونے کی وجہ سے نکاح ختم نہیں ہوگا؛ بلکہ نکاح بدستور باقی رہے گا اور جب تک زید اس کو طلاق نہ دے گا، اس وقت تک لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۱۷۱/۱۱، فتاوی رحیمیہ زکریا: ۲۲۳/۸)

النكاح موقوف على إجازتها، فإن اجازته جاز وإن ردته بطل. (الفتاوىٰ الهندية، زكريا: ۲۸۷/۱، زكريا جديد: ۳۵۳/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳/ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۹۷۳/۴۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۴/۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۸/۱۳)

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الاولياء

مریضہ کو اجازت دینا یاد ہے تو کیا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ۲۱/فروری ۲۰۱۴ء بروز بدھ کو میری شادی ہوئی تھی، چھ فروری کو گھر میں معمولی بات پر کہا سنی ہوئی، جس کی وجہ سے میری طبیعت خراب ہوگئی؛ یعنی الجھن، درد، بے چینی ہوگئی اور گھر والوں کو بولنا شروع کر دیا، نیند غائب ہوگئی۔

شادی سے دو دن قبل حالت زیادہ خراب ہوئی، نہ چاہتے ہوئے بھی بول رہی تھی گھر والوں پر غصہ کر رہی تھی، ڈاکٹر کو دکھایا گیا، اس نے کہا: بس تھوڑی سی پریشانی ہوگئی ہے، پاگل نہیں ہے، ٹھیک ہو جائے گی؛ لیکن دوا سے آرام نہیں ملا، میں نے اپنی زبان سے بھی کہنا شروع کیا کہ فلاں فلاں نے جادو کیا، عین ۲۱/تاریخ کی صبح میں ایک عامل کے پاس لے جایا گیا، عامل نے زبردست اثر بتایا، عمل کے علاج کے مطابق نہلایا گیا، نہلانے کے فوراً بعد میں گہری نیند میں سو گئی، نکاح کے وقت اٹھایا گیا۔

یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے چچا کہہ رہے تھے کہ بیٹا تمہارا نکاح ہوا ہے، میں نے کہا: ہاں میں راضی ہوں، عربی زبان میں بھی ''قبلت رضیت'' جیسے الفاظ ادا کئے، میرے چچا نے کہا: دستخط کرو، میں نے کہا: دستخط کی کیا ضرورت ہے؟ بس ہاں کہہ دینا کافی ہے؛ لیکن میرے چچا نے میرے ہاتھ میں قلم تھما دیا، نیند کا غلبہ اور کمزوری کے باعث ٹھیک طرح دستخط نہیں کر پائی، پھر میں سو گئی، ایک گھنٹے کے بعد اٹھایا گیا، اب میں بالکل خاموش تھی، خیر اسی حالت میں رخصتی کر دی گئی؛ لیکن دوران سفر پھر میں نے بولنا شروع کیا سسرال پہونچتے ہی میں نے سامان پھینکا، وہاں بھی کچھ دیر خاموش رہی، کبھی قرآن کی آیت تلاوت کرتی، کبھی عمدہ اشعار پڑھتی، اپنی خوبیوں اور برائیوں کا ذکر کیا، میری حالت پہلے سے مختلف ہوگئی۔

بہر حال شادی سے دو دن قبل طبیعت زیادہ ناساز گار ہوئی، جو بول رہی تھی غصہ میں صحیح صحیح بول بول رہی تھی، جائز ناجائز کی تمیز تھی، سب کو پہچان رہی تھی اور کبھی کبھی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاتی، گھر والوں کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں ہوش وحواس کے ساتھ بول رہی ہوں، میری ہر خواہش پوری کی جا رہی تھی اور میں یہ بھی کہہ رہی تھی کہ میں وہاں خاموش رہوں گی، بس مجھے اس گھر سے نکال دو؛ لیکن طبیعت ٹھیک ہو جانے کے بعد میں نے غور کیا تو کچھ باتیں یاد نہیں ہیں اور کچھ یاد ہیں (ایسا لگتا ہے کہ کبھی کبھی میرا دماغ ٹھیک طرح سے کام کرنے لگتا)۔

اب موجودہ صورت حال میں نکاح درست ہے، یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تسلی بخش جواب دیں۔

نوٹ: قبل نکاح رضامندی تھی، وقت نکاح زبان سے جو الفاظ ادا کئے، وہ یاد ہیں۔

☆ حالت صحت میں بھی رضامند تھی۔

☆ نکاح سے ایک دن قبل ڈاکٹر کو دکھایا گیا، ڈاکٹر نے پاگل نہیں بتایا۔

☆ حالت بیماری میں کبھی بے ہوش نہیں ہوئی۔

☆ زندگی میں اس طرح کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

☆ 10,11,12,13 ؍تاریخ کی بہت سی باتیں ابھی بھی یاد ہیں۔

سوال: کیا لڑکی سے اذن لیتے وقت لڑکے والوں کی طرف سے گواہ کا ہونا ضروری ہے؟

(المستفتیہ: زینت خاتون بنت مولانا غریب اللہ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ سے واضح ہوتا کہ نکاح کی اجازت لیتے وقت لڑکی کے ہوش وحواس درست تھے، وہ خود لکھ رہی ہے کہ اجازت دینا مجھے خود یاد ہے اور زبانی اجازت دے دی ہے اور دستخط بھی جیسے تیسے کی ہوں، وہ یاد ہے، نکاح منعقد ہونے کے لیے اتنا ہوش وحواس کافی ہے؛ اس لیے مذکورہ واقعہ میں لڑکی کی طرف سے اجازت صحیح ہوگئی اور نکاح بھی درست ہوگیا اور میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق بھی جائز اور حلال طریقہ سے قائم ہوا ہے۔

وینعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، وقوله: ووجه الجواز أنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة مميزة. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الاولياء والاكفاء، أشرفي بكڈپو ديوبند: ۳۱۳/۲-۳۱٤)

(۲) لڑکی سے اجازت لیتے وقت گواہوں کا وہاں موجود ہونا لازم نہیں ہے اور لڑکے والوں کی طرف سے گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ غیر محرموں کا گواہ بن کر جانا شرعی طور پر بے حیائی اور بے پردگی کی وجہ سے ناجائز ہے، ہاں البتہ نکاح کی مجلس میں ایجاب وقبول کے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہووتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ جدید ۱۴۷/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۲۸۰۱/۴۱) (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۳/۱۳)

☆ ☆ ☆

ایجاب وقبول کے احکام

نکاح کے فرائض، واجبات، مستحبات:

سوال: نکاح میں کتنے فرض، کتنی سنت، کتنے مستحب ہیں اور کیا کیا ہیں؟ اور کتنی باتوں اور کاموں سے نکاح درست ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایجاب وقبول فرض ہے، بغیر اس کے نکاح ہی نہیں ہوتا،(۱) دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے،(۲) نکاح کا اعلان اور اس سے پہلے خطبہ اور اس کا مسجد میں ہونا اور جمعہ کا دن ہونا مندوب ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۷۴-۴۷۵)

---

(۱) ”وأما ركنه، فالايجاب والقبول“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۱/۲۶۷،رشيديه)

صِفَةُ الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ فَهِيَ: أَنْ لَا يَكُونَ أَحَدُهُمَا لَازِمًا قَبْلَ وُجُودِ الْآخَرِ،حَتَّى لَوْ وُجِدَ الْإِيجَابُ مِنْ أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ كَانَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ قَبْلَ قَبُولِ الْآخَرِ، كَمَا فِي الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُمَا جَمِيعًا رُكْنٌ وَاحِدٌ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا بَعْضَ الرُّكْنِ، وَالْمُرَكَّبُ مِنْ شَيْئَيْنِ لَا وُجُودَ لَهُ بِأَحَدِهِمَا.(بدائع الصنائع،فصل فى ركن النكاح:۲/۲۳۲،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) ”ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين،الخ“.(الهداية،كتاب النكاح: ۲/۳۰۶، شركة علمية ملتان)

عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ، وَلَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ.(السنن الكبرى للبيهقى،باب لا نكاح إلا بولى،رقم الحديث:۱۳۶۴۵،انيس)

(۳) ”ويندب اعلانه، وتقديم خطبة، وكونه فى مسجد يوم جمعة“.(الدر المختار، كتاب النكاح:۳/۸،سعيد)

عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:اعلنوا النكاح واضربوا عليه بالغربال(أى الدف).(سنن ابن ماجة،باب إعلان النكاح:۳/۹۰،رقم الحديث:۱۸۹۵،انيس)/مسند البزار عن عامر بن عبدالله بن الزبير عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وسلم،رقم الحديث:۲۲۱٤،انيس)

عن عائشة قالت:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إعلنوا هٰذه النكاح وجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدف،الخ.(سنن الترمذى،باب ماجاء فى إعلان النكاح:۳/۳۹۰،رقم الحديث:۱۰۸۹،انيس)

يندب تقديم خطبة قبل عقد النكاح.(النهر الفائق،كتاب النكاح:۲/۱۷۶،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

نکاح کا شرعی طریقہ:

سوال(۱) نکاح کے کیا معنی ہیں؟

(۲) ایجاب وقبول جب دو گواہوں کے سامنے ہوگیا تو پھر کلمہ پڑھانا ضروری ہے؟ نیز اگر خطبہ نہ پڑھے تو عورت مرد پر حلال ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

(۱) نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے، جس کے ذریعہ سے عورت مرد کے لیے حلال ہوجاتی ہے۔(۱)

(۲) عقد نکاح میں ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے،(۲) اس کے بعد ایجاب وقبول کرایا جائے۔ کلمے پڑھانا نکاح میں نہ واجب ہے، نہ مسنون۔ اگر بغیر خطبہ کے ایجاب وقبول کرایا جائے، جب بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے،(۳) صرف سنت خطبہ ادا نہ ہوگی۔ (کفایۃ المفتی: ۱۵۱/۵)

ایجاب وقبول کے الفاظ:

سوال: ان لفظوں سے نکاح ہوتا ہے کہ نہیں کہ کسی نے گواہوں کے روبرو کہا: ''میں نے اپنی فلاں لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا''۔ آیا نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ان الفاظ سے نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۶/۱۰)

نکاح میں ایجاب وقبول کا طریقہ:

سوال(۱) یہاں نکاح کی ایک مجلس میں نکاح پڑھانے والے مولانا صاحب نے وکیل، منکوحہ، وشاہدین اور ناکح

---

(۱) حل استمتاع كل منهما بالآخر على وجه المأذون فيه شرعًا. (فتح القدير، كتاب النكاح: ۱۸۹/۳، مصر)

(۲) ويندب إعلانه وتقديم خطبة. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۸/۳، سعيد)

(۳) حدثنا محمد بن بشار ... عن رجل من بني سليم قال: خطبت إلى النبي صلى الله عليه وسلم أمامة بنت عبد المطلب فانكحن من غير أن يشهد. (سنن أبي داؤد، باب خطبة النكاح: ۲۸۹/۱، سعيد)

وقال محشيه: فدل على جواز النكاح بغير خطبة وفي الترمذي: وقد قال بعض أهل العلم: إن النكاح جائز بغير خطبة وهو قول سفيان الثوري وغيره من أهل العلم. (جامع الترمذي، باب ما جاء في خطبة النكاح: ۲۱۰/۱، سعيد)

(۴) ''وينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي؛ لأن الماضي أدل على التحقيق، كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلتي منك، ويقول الآخر: تزوجت، الخ''. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳-۱۰، سعيد)

ومنکوحہ کے رشتہ دار وغیرہ اہل مجلس کے حاضر ہوجانے کے بعد اور نکاح کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے وکیل سے پوچھا: ''کیا میں نکاح پڑھادوں۔''؟ اس کے جواب میں وکیل نے کہا جی ہاں پھر نکاح پڑھانے والے مولانا صاحب مے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد وکیل سے کہا: ''کیا آپ نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلاں کی ذات کو فلاں شخص کے نکاح میں دی''، یا ''آپ نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلاں کو فلاں شخص کے نکاح میں دی''، یہ پوچھنا بھول گئے اور وکیل سے ایجاب کے الفاظ کہلائے بغیر نوشہ سے خطاب کر کے یہ فرمایا: فلاں وکیل نے اس کی مؤکلہ مسماۃ فلاں کی ذات کو آپ کے نکاح میں دی، (حالاں کہ وکیل سے پوچھنا بھول گئے تھے اور وکیل نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے میری مؤکلہ کا نکاح کرادیا) آپ نے قبول کی؟ نوشہ نے کہا: میں نے قبول کیا۔ صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا، یا نہیں؟

(۲)　اہل مجلس کے حاضر ہوجانے کے بعد اور نکاح کا خطبہ پڑھنے سے پہلے مولانا صاحب کا وکیل سے پوچھنا کہ میں نکاح پڑھادوں؟ اور اس کے جواب میں وکیل کا کہنا: جی ہاں! کیا یہ ایجاب کے الفاظ ہوسکتے ہیں؟

(۳)　وکیل کے یہ کہے بغیر کہ ''میں نے اپنی مؤکلہ فلاں شخص کے نکاح میں دی''، مولانا صاحب کا یہ کہنا: ''فلاں وکیل نے اپنی مؤکلہ آپ کے نکاح میں دی''، کیا یہ الفاظ ایجاب ہوسکتے ہیں؟

(۴)　وکیل کے یہ کہے بغیر کہ ''میں نے میری مؤکلہ فلاں کے نکاح میں دی''۔ مولانا صاحب کے خلاف واقعہ یہ کہنے سے کہ فلاں وکیل نے اس کی مؤکلہ آپ کے نکاح میں دی اور نوشہ کے یہ کہنے سے کہ میں نے قبول کی نکاح فضولی ہوجائے گا؟ نکاح فضولی کی صورت تو یہ ہے کہ نکاح پڑھانے والا یہ کہے کہ میں نے فلانی عورت کو آپ کے نکاح میں دی اور ناکح کہے کہ میں نے قبول کی)؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱)　اصل مسئلہ یہ ہے کہ وکیل بالنکاح خود نکاح پڑھائے، بلا اجازت مؤکلہ دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دینے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

''**لا یؤکل الوکیل باذن او تعمیم تفویض**''. (الأشباہ والنظائر، کتاب الوکالۃ، ص: ٤٦٣)

اگر وکیل بالنکاح نے بلا اجازت مؤکلہ دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے دی اور اس نے نکاح پڑھادیا تو بعض کے نزدیک یہ نکاح فضولی ہوگا اور دلہن کی قولی، یا فعلی اجازت پر موقوف ومنعقد ہوگا اور بعض فقہاء رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں کہ وکیل اول مجلس نکاح میں موجود ہو تو نکاح نافذ ولازم ہوجائے گا اور یہی مختار ومعمول بہا ہے۔

''**الوکیل بالتزوج لیس لہ أن یؤکل غیرہ، فإن فعل فزوجہ الثانی بحضرۃ الأول جاز**''. (فتاویٰ قاضی خاں، فصل فی التوکیل بالنکاح والطلاق والعتاق: ٥٨٠/٣، الفتاوی الهندیة: ٢٠/٢)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح خواں نے وکیل سے پوچھا کہ نکاح پڑھادوں؟ اور وکیل نے کہا: جی ہاں! (پڑھادو) تو یہ توکیل ہے، مجلس نکاح اور عرف عام اس کا قرینہ ہے اور دلہن بھی جانتی ہے کہ نکاح دوسرا شخص پڑھائے

گا تو اسے دلہن کی اجازت پر محمول کیا جاسکتا ہے؛ **لأن المعروف کالمشروط**''.(۱) اس کے بعد نکاح خواہ کا نوشہ سے خطاب کرکے یہ کہنا کہ فلاں وکیل نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلانی کی ذات کو آپ کے نکاح میں دی، آپ نے قبول کی؟ یہ ایجاب ہے۔ جواب میں نوشہ کا یہ کہنا کہ میں نے قبول کی، یہ قبول ہے۔

''**الأصل أن الآمر متیٰ حضر جعل مباشراً**.(الدر المختار)

(**وقوله جعل مباشراً**) **لأنه' إذا کان فی المجلس تنتقل العبادة إلیه، کما قدمناه.** (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۷۷/۲)

مزید تشفی اور معلومات کے لیے دو فتوے نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) **سوال**: دختر کے والد نے نکاح خواں سے کہا کہ ہماری لڑکی کا نکاح کردو۔ نکاح خواں نے اس طرح کردیا: تم نے اے عمر زید کی لڑکی بعوض سو (۱۰۰) روپے مہر کے قبول کی؟ اس نے کہا: ہاں میں نے قبول کی۔ اس سے نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ نکاح خواں باپ کا وکیل ہے، یا عورت کا؟

الجواب: اس صورت میں ایجاب وقبول مذکور ہے ساتھ جب کہ دوروبرو شاہدین کے ہوا، نکاح صحیح ہوگیا۔ نکاح خواں عورت کے باپ کا وکیل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن: ۶۵/۷)

(۲) **سوال**: ایک شخص نے میانجی کو کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی ہے، پھر میانجی نے مرد کو کہا کہ فلانی عورت تم نے قبول کی؟ اس نے کہا: ''میں نے قبول کی۔'' اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، یا نہیں؟ یہاں ایجاب وقبول میں سے صرف ایک جزو موجود ہے۔

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا؛ کیوں کہ میانجی وکیل ہے ولی دختر کی طرف سے، پس میانجی نے جو کلام شوہر سے کیا کہ ''فلانی عورت کو تم نے قبول کیا''؟ یہ ایجاب ہے اور جب شوہر نے کہا: ''میں نے قبول کیا'' تو یہ قبول ہوا، پس یہ دونوں رکن؛ یعنی ایجاب وقبول پائے گئے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۹/۷)

اگر نکاح خواں نے وکیل سے اجازت لیے بغیر ایجاب وقبول کرادیا اور وکیل مجلس نکاح میں موجود ہے اور اس نے بعد نکاح قول سے اجازت دے دی، یا فعل اور حال سے رضامندی ظاہر کی تو نکاح کے نفاذ ولازم ہونے کے لیے کافی ہوگیا۔

الوکیل إذا وکل بغیر إذن أو تعمیم وأجاز ما فعله وکیله نفذ إلا الطلاق والعتاق.(الأشباہ)

(**قوله: وأجاز مافعله وکیله**): **أقول وکذا لو عقد أجنبی فأجا زا لأول لأن مقصود المؤکل حضور رأیه وقد حصل**.(حموی شرح الأشباہ والنظائر، ص: ۳٦۸، کتاب الوکالة)(۲)

(۲) یہ ایجاب نہیں ہے توکیل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) مبسوط السرخسی، کتاب الهبة: ۵٤/۱۲، درالمعرفة بیروت، انیس

(۲) غمز عیون البصائر، کتاب الوکالة، الوکیل بالإنفاق: ۲۳/۳، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۳) وکیل اول کی حاضری میں یہ الفاظ ایجاب کے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۴) وکیل اول کی عدم موجودگی میں نکاح فضولی ہوگا اور دلہن کے قولی، یا فعلی اجازت پر موقوف ومنعقد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۶/۸-۱۴۷)

ایجاب وقبول میں مطابقت ضروری ہے:

سوال: اگر ایجاب وقبول میں بظاہر مطابقت نہ ہوتو کیا اس سے نکاح منعقد ہوجائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ہر معاملہ میں ایجاب وقبول کے اندر مطابقت ضروری ہے، اگر دونوں میں مطابقت نہ ہوتو معاملہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر نکاح کے ایجاب وقبول میں بھی مطابقت نہ ہوتو نکاح درست نہ ہوگا۔

كما قال العلامة الحصكفي: وينعقد النكاح بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي لأن الماضي أدل على التحقيق كزوجتك نفسي أو بنتي أوموكلتي منك ويقول الآخر: تزوجتُ،الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۲۶۳/۲، كتاب النكاح)

وفي الهندية: ومنها أن لايخالف القبول الإيجاب، فإذا قال الآخر: زوجتك ابنتي علىٰ ألف درهم، فقال الزوج: قبلت النكاح ولا أقبل المهر، كان باطلاً. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۶۹/۱، كتاب النكاح، الباب الأوّل) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۵/۴)

نوشہ کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والے کا مجلس سے اُٹھ جانا، یا اعراض کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک شخص نے نکاح کا ایجاب کیا اور دوسرے فریق کے قبول کرنے سے پہلے خود ایجاب کرنے والا مجلس سے اٹھ گیا، یا اس نے ایسا کام کیا جس سے اعراض ظاہر ہوتا ہوتو ایجاب باقی رہے گا، یا ختم ہوجائے گا؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

نکاح فی الجملہ ان عقود میں سے ہے، جن کی تکمیل اِیجاب وقبول کے ذریعہ ہوتی ہے؛ لہٰذا جو حکم دیگر عقود میں ایجاب وقبول کا ہے، وہی حکم نکاح میں بھی ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اگر قبول کرنے سے پہلے اِیجاب کرنے والا شخص مجلس عقد سے اٹھ جائے، یا اعراض کرے تو اِیجاب باطل ہوجاتا ہے۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لوحاضرين، وإن طال كمخيرة،الخ. (الدرالمختار)

(قوله: اتحاد المجلس) قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أواشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب،الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، مطلب: التزوج

بإرسال کتاب: ٧٦/٤،زکریا/٣/١٤، کراچی، کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ١٤٨/٣،زکریا، الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الأول: ٢٦٩/١،زکریا)

وأیهما قام عن المجلس قبل القبول بطل الإیجاب؛ لأن القیام دلیل الإعراض والرجوع.(الهدایة:٢٠/٣)

فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر بطل الإیجاب؛ لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعًا تیسیرًا.(البحرالرائق، کتاب النکاح:١٤٨/٣،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۶/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۸/)

نکاح کا طریقہ، ایجاب وقبول کون کرائے:

سوال: شادی میں نکاح پڑھانے کے وقت امام صاحب نکاح قبول نہیں کراتے؛ بلکہ وکیل ہی قبول کراتے ہیں، یہ حق وکیل کا ہے، یا امام صاحب کا؟ نکاح میں ایجاب وقبول کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

لڑکی کی طرف سے اس کا وکیل ولی، امام، قاضی کوئی بھی گواہوں کے سامنے کہے کہ ''میں نے فلاں کی بیٹی اتنے مہر پر تمہارے نکاح میں دی''، لڑکا کہے کہ ''میں نے اس کو قبول کیا''، لڑکی خود بھی گواہوں کی موجودگی میں اپنے متعلق یہ کہہ دے اور لڑکا قبول کرلے، تب بھی درست ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷/۱۰)

نوشہ سے قبول کرانے کے لیے کیا کہنا چاہیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجلسِ نکاح میں خطبہ کے بعد نوشہ سے قبول کرانے کے لیے کیا کہنا چاہیے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

خطبہ کے بعد نوشہ سے کہا جائے کہ مثلاً فلانہ بنت فلاں کا نکاح بعوض اتنے مہر تم سے کردیا گیا، تمہیں قبول ہے؟ اس کے جواب میں اگر وہ قبول کرلے تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور قبول کرانے کے لیے کوئی الفاظ متعین نہیں ہے، جن لفظوں سے بھی پورا مضمون ادا ہوجائے، اُنہیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱) ''وینعقد متلبسا (بایجاب) من أحدهما (قبول) من الآخر (وضعا للمضی)... (کزوجت) نفسی أو بنتی أو موکلتی منک (و) یقول الآخر: (تزوجت)''.(الدرالمختار، کتاب النکاح: ٩/٣،سعید)

قال القدوری رحمه اللّٰه فی کتابه: عقد النکاح ینعقد بلفظین یعبر بهما عن الماضی نحو أن تقول المرأة: زوجت، ویقول الرجل: قبلت، قال: وینعقد أیضاً بلفظین أیضاً، یعبر بأحدهما عن المستقبل نحو أن یقول الرجل: زوجت.(المحیط البرهانی، الفصل الأول فی الألفاظ التی ینعقد بها النکاح: ٥/٣، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

فإذا قال لآخر: زوجتک ابنتی علی ألف درهم، فقال الزوج: قبلت النکاح وسکت عن المهر ینعقد النکاح بینهما. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۲۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/ ۶/ ۱۴۲۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

ایجابِ نکاح کے جواب میں صرف ’’جی قبول کیا‘‘ کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح پڑھانے والا نکاح کے خطبہ سے فارغ ہوکر جب لڑکے سے پوچھتا ہے کہ اتنے مہر کے عوض فلاں بنت فلاں کو آپ کی زوجیت میں دیا جارہا ہے، آپ نے قبول کیا تو اس کے جواب میں بجائے یہ کہنے کے کہ ’’میں نے قبول کیا‘‘ میں نے چھوڑ کر صرف یہ کہہ دیا کہ ’’جی قبول کیا‘‘ تو اتنا کہہ دینے سے نکاح منعقد ہوگیا، یا نہیں؟ نکاح کی صحت پر کوئی اثر تو نہیں پڑا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اِیجابِ نکاح کے جواب میں ’’جی قبول کیا‘‘ کہنے سے بھی بلاشبہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، کسی شک وشبہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وینعقد متلبسا بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر، وضعاً للمضی. (شامی: ۴/ ۹، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۴/ ۱/ ۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

نکاح کے وقت ’’قبول کی میں نے ان شاء اللہ‘‘ کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کے وقت قبول کرتے ہوئے یوں کہنا: ’’قبول کی میں نے ان شاء اللہ‘‘ کیا قبولیت کے بعد فوراً ان شاء اللہ کہنے سے قبولیت اور نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟ جیسے طلاق میں فوراً ان شاء اللہ کہنے سے طلاق نہیں ہوتی؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول میں ان شاء اللہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۷/ ۶۲)

کل مایختص باللسان یبطله الإستثناء. (شامی: ۴/ ۶۳۲، زکریا)

لیکن یہ حکم اُسی وقت ہے جب کہ کہنے والا ان شاء اللہ کا مطلب بھی سمجھتا ہو اور اگر اس کا منشا ان شاء اللہ کہنے سے اپنی بات مؤکد کرنے کا ہو، جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگوں کا معمول ہے کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ ان شاء اللہ لگاتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: ان شاء اللہ ضرور آؤں گا تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/ ۱/ ۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

نکاح میں صرف آمین کہہ کر قبول کرنا درست ہے:

سوال: نکاح پڑھتے وقت مولوی ساحب کے اس قول کے جواب میں کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلانہ کو اتنے حق مہر کے عوض آپ کے نکاح میں دے دی تو لڑکے نے جواب میں ''قبول ہے'' کے بجائے تین بار ''آمین'' کہا تو کیا اس سے نکاح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ___________

آمین کا لفظ قبول کا فائدہ دیتا ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں لڑکے کا ایجاب کے مقابلے میں آمین کہنے سے نکاح درست ہے اور مہر لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدين: عبارة الفتح لما علمنا أن الملاحظة من جهة الشرع ثبوت الانعقاد ولزوم حكمهٖ جانب الرضا فعدينا حكمه إلٰى كلّ لفظ يفيد ذٰلک، الخ. (ردالمحتار: ۲۸۷/۲، کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال کتاب، الخ)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۷/۴)

لڑکے کا اِیجاب کے جواب میں ''أقبلُ'' کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید بالغ اور بااختیار شخص ہے، اب زید کے باپ کو لڑکی والے کے یہاں لے کر گئے اور نکاح کی مجلس جمی، جس میں تقریباً پچاس آدمی شریک ہوئے، خطبہ پڑھانے والے نے جب کہا کہ میں فلاں کی لڑکی فلاں کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں تو زید نے کہا ''اَقْبَــلُ''، پھر زید ایک سال کے بعد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو کیا نکاح معتبر مانا جائے گا؟ اگر نکاح معتبر نہیں مانا جائے گا تو پھر گواہوں کا اعتبار کیا جائے گا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالٰى، الجواب ___________ وباللّٰه التوفيق

اگر زید نے قبول کرنے کی نیت سے ''اَقْبَلُ'' کا لفظ استعمال کیا ہے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا، چاہے ''اَقْبَلُ'' کے معنی اسے معلوم ہوں، یا نہ ہوں۔ بریں بنا اس کے لیے اپنی منکوحہ سے ازدواجی تعلق قائم کرنا درست ہے۔

قال في الفتح: لو لقنت المرأة "زوجت نفسي" بالعربية ولا تعلم معناه، وقيل: والشهود يعلمون ذٰلک، أو لا يعلمون صح، ومثل هٰذا في جانب الرجل إذا لقنه ولا يعلم معناه. (شامي: ۷۸/٤، زکریا)

---

(۱) وفي الهندية: امرأةٌ قالت لرجل زوجت نفسي مِنکَ، فقال الرجل: بخداوند كارى پذيرفتم، يصح النكاح ولو لم يقل الرجل ذٰلک لكنّهٗ قال لها: شاباش، إن لم يقل بطريق الطنز يصح النكاح. (الفتاوٰى الهندية: ۲۷۲/۱، الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح ومالا ينعقد)

ومثله في خلاصة الفتاوٰى: ۳/۲، كتاب النكاح، الفصل الاول في جوازا لنكاح والإجازة

لقنت المرأة زوجت نفسي من فلان بالعربية، وهي لا تعرف أيش؟ قيل: صح النكاح بينهما، وقيل: ينقعد. (الفتاویٰ التاتارخانية: ٨/٤،رقم: ٥٣٦٥،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۷/۱۴۳۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

خطبہ اور نکاح میں ''ایجاب'' کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ بچی بکر کے نابالغ لڑکے کو ایجاب بایں الفاظ کہ ''میری نابالغہ بچی فلاں نام والی بکر کے نابالغ بچے فلاں کا ایجاب بکر کو دیا'' اور بکر نے اپنے بچہ کے لیے روبرو عام اجلاس کے قبول کیا اور یہ کام امام مسجد کی سرپرستی میں ہوا، بحیثیت قانون مجوزہ کے رجسٹرڈ نہیں کیا گیا اور امام مسجد کو عطیہ بھی پیش کیا گیا۔ دوسال بعد یہ لڑکی اغوا کی گئی اور ایک ماہ سے مفقود الخبر ہے۔ کیا شرعاً ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوسکتا ہے؟ اگر ان الفاظ سے نکاح درست ہوسکتا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۲۶/۹/۱۹۷۲ء)

الجواب

اگر آپ کی اصطلاح اور رواج میں ''ایجاب'' سے مراد خطبہ اور رضامندی ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی نہیں ہے اور اگر ایجاب سے مراد نکاح ہو تو یہ معاملہ نکاح ہے، (۱) اور اس لڑکی کے ساتھ عقد ثانی باطل اور کالعدم ہے۔

وفي الهندية: أما ركنه فالإيجاب والقبول وأما شروطه فمنها العقل والبلوغ ... ومنها الشهادة، باختصار. (٤٨٢/١) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۴/۴)

بصیغہ حال قبول کافی ہے، یا نہیں:

سوال: زید کا نکاح ہونے لگا، وکیل بالنکاح نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے اپنی فلاں لڑکی کے نکاح کا وکیل بنا کر بھیجا ہے اور اس کے یہ دو گواہ ہیں، میں نے اس لڑکی کو بعوض ایک سکہ رائج الوقت آپ کی زوجیت میں دیا۔ زید بجائے اس کے کہ قبول کیا کہے، قبول ہے کہہ دیا تو نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ بظاہر فقہاء کی عبارت: ''**النكاح ينعقد بالإيجاب ولفظهماماض أو مستقبل وماض**'' مقتضی ہے کہ نکاح انعقاد نہ ہو؛ کیوں کہ قبول ہے، نہ ماضی ہے اور نہ مستقبل؟

---

(۱) قال القاضي القضاة محمد بن الحسيني: ولو قال بزني داری فبعض مشائخ بلخ جعلوه استفهاماً وبعضهم أمراً، قال عمر النسفي: ومعنى الأمر راجح في العرف، قلت: فهٰذا يدل على أن بالاستفهام لا ينعقد وفي (شط) قال له هل أعطيتها؟ فقال أعطيت فإن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان لعقد النكاح فنكاح، في أوائل نكاح الزاهدي شرح القدوري. (الفتاویٰ الأنقروية: ٣٣/١، كتاب النكاح)

(۲) الفتاویٰ الهندية: ٢٦٧/١، كتاب النكاح، الباب الأول

الجواب

صیغہ حال بھی قبول میں کافی ہے۔(صرح به فی الدر: ۲/ ۴۳)(۱)(امداد الاحکام:۳/ ۲۳۰)

مرد عورت دو گواہوں کے سامنے آپس میں ایجاب قبول کرلیں تو نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص ہے، جو عمر میں قریباً ۵۵/ سالہ ہے اور صاحب اولاد ہے اور اس کی اہلیہ جو نہایت شریف تابعدار عورت ہے؛ مگر اس عورت اور اولاد کی موجودگی میں اپنی چچازاد ہمشیرہ جو قریباً عمر میں چالیس سالہ ہے اور وہ بھی صاحب اولاد ہے اور خدا کے احکام کو اچھی طرح سمجھنے والی ہے، اس سے اپنی محبت کا اظہار کر چکا ہے؛ مگر لڑکی پہلے تو بالکل رضامند نہ تھی؛ مگر اب راضی ہوگئی ہے اور ہر دو نے پہلے تو تنہائی میں قرآن پاک کو ہاتھ میں لے کر اور خدا کو گواہ بنا کر اس مرد نے عورت کو اپنی زوجہ قبول کرلیا اور عورت اس کو اپنا شوہر مان لیا، یہ دونوں اس نکاح کو اپنی اولاد اور دیگر اقربا سے خفیہ رکھنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ خدا بھی ہم سے ناراض نہ ہو، اس کے اقربا یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نکاح کا اقرار کرو؛ مگر وہ ہر دو اس بات کا جواب ہاں اور ناں میں نہیں دیتے؛ بلکہ خاموش ہو جاتا ہیں، ان کی آپس میں محبت بے حد ہے؛ اس لیے وہ مفارقت کو برداشت نہیں کر سکتے۔عورت اور مرد نے دو معزز اور صالح علم دار اشخاص کی موجودگی میں شوہریت اور زوجیت کا اقرار کرلیا ہے۔کیا ان حالات میں یہ نکاح نکاح ہوسکتا ہے؟ اور ایسی صورت میں اگر وہ مباشرت کریں تو ان کو خدائی گرفت تو نہیں ہوگی؟

(المستفتی: ۲۳۹۸، گل محمد خاں صاحب لدھیانہ، ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲۰/ اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب

اگر ان مرد وعورت نے صالح شخصوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا ہے تو ان کا آپس میں عقد ہوگیا اور یہ باہم مباشرت کر سکتے ہیں،(۲) شرط یہ ہے کہ عورت منکوحہ ومعتدہ نہ ہو۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۵/ ۱۰۷)

---

(۱) (وينعقد)متلبسا(بإيجاب)من أحدهما(وقبول)من الآخر(وضعا للمضى)لأن الماضى أدل على التحقيق (كزوجت) نفسي أو بنتي أو موكلتي منك (و) يقول الآخر (تزوجت و) ينعقد أيضا (بما) أى بلفظين (وضع أحدهما له) للمضى (والآخر للاستقبال) أو للحال، فالأول الأمر (كزوجني) أوزوجيني نفسك، أو كوني امرأتي، فإنه ليس بإيجاب، بل هو توكيل ضمني (فإذا قال) في المجلس (زوجت) أو قبلت أو بالسمع والطاعة،بزازية،قام مقام الطرفين، وقيل هو إيجاب، ورجحه في البحر: والثاني المضارع المبدوء بهمزة أو نون أو تاء كتزوجيني نفسك إذا لم ينو الاستقبال، وكذا أنا متزوجك، أو جئتك خاطبا لعدم جريان المساومة في النكاح.(الدرالمختار،كتاب النكاح: ۱/ ۱۷۷، دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... وشرط حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين سامعين قولهما معًا.(الدرالمختار،كتاب النكاح:۳/ ۲۱، سعيد)

(۳) لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۱/ ۲۸۰، ماجدية)

عورت نے شرعی گواہوں کی موجودگی میں کسی کو اختیار دیا اور اس نے قبول کرلیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے کسی مرد سے دو مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں کہا کہ میں تم سے نکاح کروں گی، میں نے تم کو اپنے نفس کا اختیار دیا، مرد نے کہا: میں نے قبول کرلیا تو کیا یہ نکاح درست ہوا اور مرد کا اس عورت سے وصل جائز ہے، یا نہیں؟ اور دونوں کے درمیان مہر کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا، صرف حویلی کا تذکرہ ہوا، عورت نے ایجاب میں حویلی لینے کا تذکرہ کیا، مرد نے حویلی دیتے ہوئے کہا: قبول کیا۔ (المستفتی: حکیم محبوب احمد، اغوان پور، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہو چکا ہے، دونوں کا میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنا جائز ہے، جس حویلی کے لین دین کا تذکرہ ہوا ہے، وہی مہر قرار پائے گا۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۷/۵۵، ایضاً: ۸/۲۶۲)

ينعقد بلفظ النكاح والتزويج كان على وجه الخبر على الماضي نحو أن تقول المرأة: زوجت نفسي منك بكذا بمحضر من الشهود، فيقول الرجل: قبلت، أو يكون على وجه الاستقبال بأن يقول الرجل للمرأة: أتزوجك على كذا، فتقول المرأة: قبلت. (الفتاوى الخانية على الهندية، كتاب النكاح، الفصل الأول في الألفاظ التي ينعقد بها النكاح، زكريا: ۱/۳۲۱، زكريا جديد: ۱/۱۹٦)

(وتجب) العشرة (إن سماها أو دونها) ويجب (الأكثر منها إن سمى) الأكثر. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، زكريا ديوبند: ٤/۲۳۳، كراتشي: ۳/۱۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۵۲۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۷/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/)

نکاح کے لیے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے:

سوال: نکاح کے گواہوں میں ایک گواہ وکیل (قاضی) کے ساتھ ایجاب سنے اور دوسرا گواہ لڑکی سے اجازت لے اور قبول کے وقت دونوں گواہ ایک ساتھ وکیل کے ایجابی جملہ کے ساتھ قبول بھی سنیں تو نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اس طرح بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۹۱)

---

(۱) "وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه، فعقد بحضرة شاهدين، جاز". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيره: ۲/۳۲۲، شركت علميه ملتان)

==

''فلاں بیٹی فلاں کے لیے کہا ہے'' خطبہ ہے، نکاح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی ایک لڑکے کو بخشش کے طور پر دی، نکاح نہیں پڑھا گیا؛ بلکہ یہ کہا ''دا فلان کئی لور می فلانی ته وئیلے ده'' یعنی میں نے فلاں بیٹی فلاں کے لیے کہا ہے، اب نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۲۷/دسمبر ۱۹۸۳ء)

الجواب

بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح شرعی نہیں ہے، **لعدم وجود الركن وهو الإيجاب والقبول ولعدم وجود الشرط وهي الشهادة.** (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۲/۴)

وکیل نکاح کا کہنا کہ ''میں نے قبول کیا'' صحیح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجلس نکاح میں اپنا وکیل مقرر کیا، مولوی صاحب نے وکیل کو کہا کہ فلانہ بنت فلاں کو آپ نے زید کیے لیے قبول کیا؟ وکیل نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے قبول ہے، تین بار یہ کہا، مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا کہو کہ میں نے اس شخص کیے لیے قبول کیا ہے، وکیل نے پھر وہ الفاظ بولیں، کیا پہلے الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی سید محمد کوئٹہ بلوچستان)

الجواب

وکیل کا یہ جواب صحیح ہے؛ (۲) **لأن الوكيل لم يقل لنفسي بل أراد النكاح للمؤكل ولو سلم أنه أراد**

== ''ثم اذا تولى طرفيه قال المصنف: فقوله: زوجت فلانة من نفسي، يتضمن الشطرين، فلا يحتاج الى القبول بعده، وكذا ولي الصغيرين القاضي وغيره والوكيل من الجانبين يقول: زوجت فلانة من فلان''. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۳۰۷/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) وفي الهندية: وأما ركن النكاح فالإيجاب والقبول، كذا في الكافي ... وأما شروطه فمنها الشهادة، قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح، هكذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية: ۲۶۷/۱، كتاب النكاح، الباب الأول)

(۲) قال العلامة الحصكفي: وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضى كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلي منك وبقول الآخر: تزوجت.

قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله كزوجت نفسي) إشارة إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً أو وليا أو وكيلا ... ويقول الآخر: تزوجت أي قبلت لنفسي أولموكلي أو ابني أو مؤكلتي. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲۸۵/۲)

النكاح لنفسه فكلامه إيجاب ولم يتحقق القبول فانعدم ركن النكاح فى حقه، نعم وجد الإيجاب للموكل وتحقق القبول له وكالة فى ذلک المجلس فوجد الركن فى حق الموكل والأمر واضح. (۱)**وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۴/۲۵۱)

لڑکے کی طرف سے ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کا اعراض کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لی گئی، لڑکے نے لڑکی کے وکیل سے ایجاب کیا؛ مگر وکیل نے ایسا عمل کیا جو اس کے اعراض کو ظاہر کرتا ہو، اس طرح ایجاب باطل ہوگیا تو کیا لڑکی کی اجازت وتوکیل باقی رہے گی؟ اور دوبارہ لڑکا ایجاب کرے تو لڑکی کے وکیل کا قبول کرنا معتبر ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

نکاح میں چوں کہ حقوقِ عقد آمر کی طرف لوٹتے ہیں؛ اس لیے اِس خاص صورت میں محض لڑکی کے وکیل کے اعراض کرنے سے توکیل میں کچھ فرق نہیں پڑے گا اور دوبارہ ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کے قبول کرنے سے نکاح درست ہوجائے گا۔

وكل عقد يضيفه إلى موكله كالنكاح والخلع والصلح عن دم العمد، فإن حقوقه يتعلق بالموكل دون الوكيل (إلى قوله) **لأن الوكيل فيها سفير محض ألا ترى! أنه لا يستغنى عن إضافة العقد إلى الموكل.** (الهداية: ۳/ ۱۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۱/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب وقبول اور خطبہ کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور سلمان قریبی رشتہ دار ہیں، ان میں کچھ تنازعہ چلا آرہا تھا اور ناراضگی نے شدت اختیار کی، زید نے سلمان کے خاندان والوں سے کہا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ بھی، چناں چہ زید ایک جرگہ حیات نور کی سربراہی میں لے گیا، زید نے اپنی لڑکی مسماۃ گل مکئی جو کہ نابالغہ تھی، اس کا وکیل ومختار حیات نور مقرر کیا، حیات نور نے کہا کہ اگر مجھے مختار بناتے ہو تو میں یہ رشتہ سلمان کے بھائی لقمان کے لیے لوں گا؛ کیوں کہ وہ آپ سے زیادہ ناراض ہے، زید نے کہا کہ میری طرف سے تجھے مکمل اختیار ہے، چناں چہ زید نے تین

---

(۱) **وفى الهندية: وأما إذا قال الوكيل هب ابنتک من فلان فقال الاب وهبت لا ينعقد النكاح مالم يقل الوكيل قبلت، فإذا قال: قبلت لفلان أو قال قبلت مطلقا ففى الوجهين ينعقد العقد للموكل، هكذا فى المحيط. (الفتاوىٰ الهنية: ۱/ ۲۹۸، الباب السادس فى الوكالة بالنكاح)**

دفعہ اختیار دے دیا؛ یعنی یہ ایجاب وقبول تین دفعہ ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تین دفعہ ایجاب وقبول سے اس لڑکی کا نکاح لقمان کے ساتھ ہوا ہے، یا نہیں؟ اور اگر کسی دوسری جگہ یہ رشتہ دیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی عبدالحئی بٹل ہزارہ، ۱۲/اپریل ۱۹۷۵ء)

الجواب

یہ تین دفعہ ایجاب وقبول توکیل کے لیے ہوا ہے، اس سے حیات نور کا وکیل ہونا ثابت ہوتا ہے اور جس ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے، اس کا کوئی تذکرہ مسطور نہیں ہے، لہٰذا یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح نہیں ہے، پس دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح باوجود کراہیت کے نافذ ہوگا۔

کما فی المرقاۃ (۲۱۱/۶): لکن إن تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر إذن الأول صح.

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۴/۱۴۱۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

ایجاب وقبول ضروری ہے، شش کلمہ وغیرہ ضروری نہیں:

سوال: عندالنکاح اگر ہر دو صفت ایمان اور شش کلمہ نہ پڑھائے جائیں اور محض ایجاب وقبول ہی فرض سمجھ کر چھوڑ دیئے جائیں تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب

نکاح میں ایجاب وقبول ضروری ہے، بدون ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہ ہوگا، (۱) اور صفت ایمان اور کلموں کا پڑھانا اس وقت انعقاد نکاح کے لیے شرط نہیں ہے، بدون پڑھائے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور سنت طریقہ نکاح کا یہ ہے کہ اول خطبہ مسنونہ پڑھا جاوے اور پھر ایجاب وقبول مجلس نکاح میں کرایا جاوے اور کم ازکم دو گواہ سننے والے ایجاب وقبول کے موجود ہوں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۴/۷)

نکاح میں دولہا سے کلمہ پڑھائے بغیر اگر ایجاب وقبول کیا گیا تو نکاح صحیح ہے:

سوال: اگر نکاح کے وقت قاری النکاح نے بلند آواز سے خطبہ پڑھا، پھر وکیل نے دو گواہوں اور حاضرین مجلس کے روبرو دولہا سے ایجاب وقبول کرایا، اس کے بعد برکت اور میاں بیوی کے درمیان الفت کے لیے دعا پڑھی گئی تو کیا یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اس مجلس میں چند دیہاتی ناخواندہ لوگ حاضر تھے، وہ کہنے لگے کہ دولہا سے ایمان مجمل ومفصل اور پنج کلمے تو پڑھائے نہیں گئے؛ اس لیے انہوں نے کلمہ پڑھوا کر دوبارہ نکاح پڑھایا۔ اس باب میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) وینعقد أی النکاح أی یثبت ویحصل انعقادہ بالإیجاب والقبول. (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر)

(۲) ویستحب أن یکون النکاح ظاھراً ویکون قبلہ خطبۃ وأن یکون عقدہ فی یوم الجمعۃ وأن یتولی عقدہ ولی رشید وأن یکون بشھود عدول. (البحرالرائق، کتاب النکاح: ۸۷/۳، ظفیر)

الجواب

هو الموفق للصواب: نکاح صحیح ہے؛لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ دیہاتی ناخواندہ لوگ؛ بلکہ شہری خواندہ لوگ بھی اکثر کلمات کفر کہہ دیتے ہیں، چوں کہ مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم سے جائز نہیں؛ اس لیے تجربہ کاروں نے احتیاطاً نکاح کے وقت کلمہ شہادت واستغفار دولہا سے پڑھوا کر ایجاب وقبول کرانے کا دستور جاری کیا ہے۔اس کو علمانے بھی پسند کی ہے، چناں چہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں اس کو اچھا کام فرمایا ہے اور اچھا کیوں نہ ہو کہ مسلمان کو ہمیشہ کلمہ واستغفار پڑھنا ہی چاہیے، چناں چہ ہر نماز میں کلمہ شہادت پڑھنا وارد ہے اور خود جناب سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ہر روز ستر بار پڑھتا ہوں۔فقط

ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔(فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۷۸-۱۷۹)

عورت نے کہا خود کو تمہارے نکاح میں دیتی ہوں، مرد نے کہا: قبول کیا تو نکاح ہوگیا:

سوال: زید اور ہندہ نے اپنا نکاح دو گواہوں کے سامنے اس طرح پر کرلیا کہ ہندہ نے زید سے کہا کہ میں خود کو تمہارے نکاح میں دیتی ہوں، زید نے کہا: میں نے قبول کیا۔یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر دو گواہوں کے سامنے زید وہندہ نے بطریق مذکور ایجاب وقبول کیا تو نکاح منعقد ہوگیا۔(هكذا في الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۵۵-۵۶)

---

(۱) وينعقد أي النكاح بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر،الخ،كزوجت نفسي،الخ، منك ويقول الآخر:تزوجت.(الدر المختار على هامش رد المحتار،كتاب النكاح:۲/۳۶۱،ظفير)

(النِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ فَافْتَقَرَ إلَى الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ كَعَقْدِ الْبَيْعِ لِأَنَّ الْبُضْعَ عَلَى مِلْكِ الْمَرْأَةِ وَالْمَالُ يَثْبُتُ فِي مُقَابَلَتِهِ فَلَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْ إيجَابٍ مِنْ الْمَرْأَةِ أَوْ مِمَّنْ يَلِي عَلَيْهَا وَقَبُولٍ مِنْ الزَّوْجِ ... (وَلَا يَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْمُسْلِمِينَ إلَّا بِحُضُورِ شَاهِدَيْنِ حُرَّيْنِ مُسْلِمَيْنِ بَالِغَيْنِ عَاقِلَيْنِ) وَيُشْتَرَطُ حُضُورُهُمَا عِنْدَ الْعَقْدِ لَا عِنْدَ الْإِجَازَةِ، الخ.(الجوهرة النيرة،كتاب النكاح:۲/۲،المطبعة الخيرية،انيس)

عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ، وَلَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ.(السنن الكبرى للبيهقي،باب لا نكاح إلا بولي،رقم الحديث:۱۳۶۴۵،انيس)

حَدِيث لَا نِكَاح إِلَّا بشُهُود، لم أره بِهَذَا اللَّفْظ وَرَوَى التِّرْمِذِيّ من طَرِيق جَابر بن زيد رَفعه عَن ابْن عَبَّاس أَن النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ البغايا اللَّاتِي ينكحن أنفسهنَّ بِغَيْر بَيِّنَة وَرجح التِّرْمِذِيّ وَقفه وَرَوَى ابْن حبَان من رِوَايَة سُلَيْمَان بن مُوسَى عَن ابْن شهَاب عَن عُرْوَة عَن عَائِشَة مَرْفُوعا لَا نِكَاح إِلَّا بولِي وشاهدى عدل الحَدِيث وَقَالَ وَلم يقل فِيهِ وشاهدى عدل إِلَّا حَفْص بن غياث عَن ابْن جريج عَنهُ،وَتَابعه الحجى عَن خَالِد بن الْحَارِث وَعبد الرَّحْمَن بن يُونُس الرقى عَن عِيسَى بن يُونُس كِلَاهُمَا عَن ابْن جريج.(الدراية في تخريج أحاديث الهداية،كتاب النكاح:۲/۵۵، دار المعرفة بيروت،انيس)

نکاح کے لیے ایجاب وقبول کی ایک صورت:

سوال(۱) زید کہتا ہے کہ سوال نمبر(۱،۲) میں روبرو گواہان دے کر؛ یعنی دختر بکر کو و نیز اس کی کفالت کو تین مرتبہ قبول کیا ہے اور دختر بکر نے بھی ہر دو سوال کے اندر زید کی زوجیت روبرو گواہان قبول کی ہے، روبرو بکر کے زید کہتا ہے کہ میں نے دختر بکر کے نفس کو جیسا کہ نکاح کے اندر قبول کرتے ہیں، تین مرتبہ ہر دو سوال میں روبرو گواہان قبول کیا ہے اور دختر بکر نے بھی روبرو گواہان سوال نمبر(۱و۲) میں زید کی زوجیت میں جانا قبول کیا ہے اور زوجیت میں رہنا قبول کیا ہے۔

(۲) ہر دو سوال کی شکل میں نکاح منعقد ہوا تھا، زید و دختر بکر و گواہان کو معلوم تھا کہ نکاح ہے۔

(۳) ہر دو سوالات کے اندر گواہان موافق شریعت تھے۔

(۴) زید کا اور دختر بکر کا ایجاب وقبول جیسا کہ نکاح کے اندر ہوتا ہے، ہر دو جانب سے ویسا ہی ہوا ہے، ہر دو نکاح کو قبل کیا ہے۔

(۵) ایک ہی مجلس میں ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول ہوا ہے روبرو گواہان۔

(۶) بکر و زید ایک ہی برادری سے ہیں، نیز دختر بالغہ عاقلہ ہے۔

(۷) دختر بکر کے نکاح کے اندر ایک مرد عاقل وعورت چودہ سالہ لڑکی بالغہ مسلمان شہادت میں ہیں علاوہ بکر کے۔ کیا ان سوالات سے روبروئے شرع نکاح ہو گیا ہے؟

(شیخ غلام محمد)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ایک مسلمان مرد اور دو عورت کے سامنے اگر نکاح کا ایجاب وقبول کیا جائے تو شرعاً نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور ان کی گواہی معتبر ہوتی ہے۔ چودہ سالہ لڑکی اگر بالغہ ہو تو اس کی گواہی بھی شرعاً نکاح میں معتبر ہے۔(۱) لڑکی جب بالغہ ہے تو اس کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا اور ولی کو بغیر اس کی مرضی کے جبراً نکاح کر دینے کا حق نہیں؛ بلکہ وہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے، اپنی مرضی سے اپنی برادری میں مہر مثل پر بغیر ولی کی اجازت کے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔(۲) پس اگر بکر نے اپنی مرضی کے موافق کم از کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے زید سے یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے

---

(۱) ”ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین، عدولا كانوا أو غير عدول“. (الهداية، كتاب النكاح: ۳۰۶/۲، شركة علميه ملتان)

(۲) ”وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولى، بكراً كانت أو ثيبة عند أبى حنيفة، الخ“. (الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۲، رشيديه)

اپنی فلاں دختر کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا، یا اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دے دی‘‘ اور زید نے اس کے جواب میں کہا کہ ’’میں نے اس نکاح کو قبول کیا، تمہاری لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کیا‘‘ تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہو گیا۔

یا زید نے اور دختر بکر نے کم از کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے اس طرح ایجاب وقبول کیا کہ مثلاً دختر بکر نے کہا کہ ’’میں نے اپنے آپ کو تمہارے نکاح میں دے دیا، تمہاری زوجیت دے دیا‘‘۔ اس کے جواب میں زید نے کہا ’میں نے اس کو قبول کر لیا‘‘، یا زید نے کہا کہ ’’میں نے تم سے نکاح کر لیا‘‘ اس کے جواب میں دختر بکر نے کہا کہ ’’میں نے اس نکاح کو، یا تمہیاری زوجہ بننے کو قبول کیا‘‘ تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہو گیا۔(۱) اب یہ بلا وجہ شرعی نہیں ٹوٹ سکتا، بکر کو اس کے فسخ کرانے کا حق نہیں۔ اس سے پہلے سوال میں بکر کا مقولہ تو نقل کیا تھا؛ لیکن اس کے جواب میں زید کی طرف سے نکاح کے قبول کرنے کا کوئی ذکر نہ تھا؛ اس لیے اس کا حکم اس وقت لکھ دیا گیا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۹۵-۴۹۷)

الفاظ نکاح کتنی بار کہے جائیں:

سوال (۱) نکاح منعقد ہونے کے لیے کتنے الفاظ کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر نکاح جائز نہ ہو؟

(۲) ناکح ایجاب وقبول کے الفاظ کو صرف ایک بار کہے، یا تین بار کہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) دو لفظ: ایک ایجاب، دوسرا قبول ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے۔(۲)

(۲) ایک بار کہنا کافی ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۶۶-۲۶۷)

---

(۱) ’’وينعقد أى النكاح بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر... كزوجت نفسى أو بنتى أو مؤكلتى منك، ويقول الآخر: تزوجت‘‘. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۲) ’’ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا أوغير عدول، الخ‘‘. (الهداية، كتاب النكاح: ۳۰۶/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۳) ’’وينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضى كزوجت، ويقول الآخر: تزوجت، الخ‘‘. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

’’وينعقد بالايجاب والقبول وضعا للمضى، أو وضع أحدهما للمضى والآخر لغيره مستقبلا ... فإذا قال لها: أتزوجك بكذا، فقالت: قد قبلت يتم النكاح‘‘. (الفتاوى الهندية، الباب الثانى فيما ينعقد به النكاح وما لا ينعقد به: ۲۷۰/۱، رشيديه)

☆ اِیجاب وقبول کتنی بار کرانا چاہیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایجاب وقبول کتنی بار کرانا چاہیے؟ ==

عدم استحباب ایجاب وقبول بسہ مرتبہ:

سوال: نکاح میں ایجاب وقبول جو تین مرتبہ کہلایا جاتا ہے۔ آیا واجب ہے، یا سنت موکدہ، یا مستحب؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

کچھ بھی نہیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۳۶) ☆

== باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــ وبالله التوفيق

ایک بار ایجاب وقبول کرانا کافی ہے، دو یا تین بار کرانے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۰۶، ڈابھیل)

وينعقد بالإيجاب والقبول، فإذا قال لها: أتزوجك بكذا، فقالت: قبلت، يتم النكاح. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۷۰، كذا في الهداية: ۲/۳۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۱۱/۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

☆ ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہرانا ضروری نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خواں حضرات ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہراتے ہیں، کیا کسی کتاب میں اس کا استحباب، یا سنت ہونا مذکور ہے؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: مولوی اعظم خان جنوبی وزیرستان)

الجواب ــــــــــــــــــــ

ان الفاظ کی تکرار (تین بار دہرانا) نہ ضروری ہے اور نہ مستحب ہے، بل موهم لكون النكاح قبل المرة الثالثة ضعيفاً ذا وهن كالطلاق. (وفي المنهاج: وأئمة المساجد يؤخرون (الخطبة) عن العقد ويخالفون الحديث والفقه، وكذا يكررون الايجاب والقبول من عند أنفسهم وهذا موهم لكون النكاح قبل المرة الثالثة ضعيفا ذا وهن كالطلاق وكذا يعبرون عن الماضي المطلق بلفظ الماض البعيد والماض القريب، ويعبرون عن اللفظ الواحد بالمعنيين وهذا احتياط بارد. (منهاج السنن شرح سنن الترمذي: ۲۶۳/٤، باب ماجاء في الخطبة)) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۵۲)

نکاح میں ایجاب وقبول کا تین بار دہرانا ضروری نہیں

سوال: ہمارے علاقے کے نکاح خوان حضرات نکاح باندھنے وقت ایجاب وقبول کے الفاظ تین مرتبہ دہراتے ہیں۔ کیا یہ امر مستحب ہے، یا ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نکاح کا انعقاد نفس ایجاب وقبول کے صرف ایک مرتبہ کرنے سے ہو جاتا ہے، تین مرتبہ دہرانا ضروری نہیں اور نہ یہ امر مستحب ہے۔

قال المرغيناني: وينعقد بلفظين يعبر باحدهما عن الماضي وبالآخر عن المستقبل أن يقول زوّجني فيقول زوجتك، الخ (الهداية: ۲/۲۵۸، كتاب النكاح)

قال العلامة ابن نجيم: وينعقد بايجاب وقبول وضعاً للمضى اواحد هما، الخ. (كنز الدقائق علىٰ هامش البحر الرائق: ۳/۸۱، كتاب النكاح)

ومثله في الهندية: ۱/۲۷۰، كتاب النكاح. الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح، الخ. (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۰۶)

تین دفعہ ایجاب وقبول:

سوال: ایجاب وقبول تین دفعہ کرانا اور گواہوں کا نام تین مرتبہ لینا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

تین دفعہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں، ایک دفعہ ہی کافی ہے،(۱) گواہوں کا نام لینا ضروری نہیں، البتہ گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۹۷-۵۹۸)

صرف ایک مرتبہ ایجاب وقبول ہی سے نکاح درست ہو جاتا ہے:

سوال: ایک مرتبہ ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور عورت کو اختیار فسخ نکاح رہتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح ہو جاتا ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۷/۶۷-۶۸)

ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، دستخط کی ضرورت نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر ۱۱/سال ہے، جس کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ ہوا، جس کی عمر ۱۳،۱۴/سال ہے، نکاح درست و جائز ہو گیا، یا نہیں؟ کیوں کہ وقت نکاح لڑکی کے ولی اور نہ لڑکے کے ولی کے نکاح میں دستخط نہیں ہیں، سوائے لڑکی ولڑکے کے دستخطوں کے۔

(المستفتی: ۱۸۸۱، اکرام حسین پوسٹ مین، تاج گنج (آگرہ) ۵/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۱/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اگر ایجاب وقبول دونوں نابالغوں کے ولی نے کیا تو نکاح صحیح ہو گیا، دستخط ہوں، یا نہ ہوں۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۱۰۵)

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(۲) "وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۲۲-۲۳، سعيد)

(۳) ينعقد (أى النكاح) بإيجاب من أحدهماوقبول من الآخر، الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳۶۱، ظفير)

(۴) وينعقد بإيجاب وقبول ... كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلتي. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

نکاح کے وقت ایجاب وقبول کے بعد زوجین کے دستخط لیے جائیں، یا پہلے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے شہر میں ایک نکاح کی تقریب میں مفتی صاحب نے نکاح پڑھایا، نکاح کے خطبہ سے پہلے مفتی صاحب نے نکاح نامہ کا اندراج شروع کر دیا اور تمام کالم بھرنے کے بعد دولہا اور دلہن وکیل وگواہ سے دستخط کرائے، اس کے بعد دولہے سے اِیجاب وقبول کرایا گیا، اور وکیل وگواہان سے اقرار لیا گیا؛ یعنی پہلے رجسٹر ونکاح نامہ کی تکمیل کی گئی، بعدہٗ نکاح پڑھایا گیا، جب کہ عموماً پہلے ایجاب وقبول ہوتا ہے، بعد میں نکاح نامہ بھر کر دستخط کرائے جاتے ہیں۔ اَب یہ بتائیں کہ کون سا طریقہ صحیح ہے؟ اور یہ کہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بہتر یہی ہے کہ اِیجاب وقبول کے بعد ہی دولہا کے دستخط نکاح کے رجسٹر پر کرائے جائیں؛ لیکن اگر پہلے دستخط کرالیے، بعد میں اِیجاب وقبول ہوا، تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۶/۹۹، فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۵۰۴، ڈابھیل)

النكاح ينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (ردالمحتار: ۹/۳، ۲۱، ۲۲ کراتشی، البحر الرائق: ۲/۱٤٤)

وأما ركنه فالإيجاب والقبول. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲٦۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۶/۲/۱۴۳۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

لڑکی اپنا ایجاب وقبول خود کرنا:

سوال (۱) ایک بالغہ عاقلہ نے برضا ورغبت حسبِ منشا باپ کے گھر سے ہم کفو پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ آکر ایک مولوی صاحب اور اس کی بیوی اور صاحب کا ایک بالغ لڑکا اور ناکح والدین اور ایک بالغ بھائی اور منکوحہ کی دادی کے سامنے مہر متعینہ پر ایجاب وقبول کر لیا۔

اب دریافت امر یہ ہے کہ ایسے ہی ایجاب وقبول سے دونوں کا نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا؟

(۲) بلا اجازت ولی ایجاب وقبول ہو جانے میں ولی چاہتا تھا کہ حدیث: "**أيما امرأة يتزوج بغير إذن ولي، فنكاحها باطل باطل باطل**"(۱) پر عمل کر کے نکاح فسخ وباطل کر سکتا ہے؟

---

(۱) حدیث میں مذکور بعینہ ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی، البتہ کتب حدیث میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

"عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "أيما امرأة نكحت بغير اذن وليها، فنكاحها باطل فنكاحها باطل، فإن دخل بها فلها المهر استحل من فرجها، فان اشتجروا فالسلطان ولي من لا ولي له". (جامع الترمذي، أبوب النكاح، باب ما جاء لا نكاح الا بولي: ۱/۲۰۸، سعيد)

(۳) اگر موافقِ مذہب حنفیہ دونوں کا نکاح منعقد ہو گیا تو: ''وعند محمد ینعقد النکاح موقوفا (أی علی جازة الولی)'' (۱) جب کہ نکاح ہو جانا اجازتِ ولی پر موقوف رہتا ہے تو ولی جازت نہ دے کر اس بالغہ عاقلہ لڑکی کا نکاح دوسرے کسی کے ساتھ کر دینا شرعاً جائز ہے؟ حالاں کہ صاحب ہدایہ نے: ''ویروی رجوع محمد إلٰی قولهما''، لکھا ہے؛ یعنی ''إلٰی قول أبی حنیفة وأبی یوسف رحمهما اللّٰه تعالٰی''. (۲)

(۴) اگر امام ابو یوسف کے مذہب کے موافق کوئی گنجائش نہیں ہے تو امام شافعی وامام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق نکاح فسخ وباطل کرنے کی کوئی صورت بن سکتی ہے؟

(۵) خود منکوحہ اور ولیٔ منکوحہ مذہب حنفیہ کے مقلد ہیں اور منکوحہ بروقتِ نکاح مذہب حنفیہ کے مقلد رہے، اب ولی اپنی ضد کو برقرار رکھنے کی غرض سے صرف اس مسئلہ کے بارے میں امام شافعی کا مقلد بن کر؛ یعنی تبدیلیٔ مذہب کر کے اس عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کر دینا جائز ہے؟

(۶) تبدیلیٔ مذہب کسی خاص غرض سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) یہ نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا؛ لیکن جس لڑکی کے سر پر باپ موجود ہو، اس کو ایسا اقدام کرنا مناسب نہیں۔

''نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی''. (الدر المختار) (۳)

''یستحب للمرأة تفویض أمرها إلٰی ولیها کی لا تنسب إلی الوقاحة''. (۴)

(۲) جب کہ یہ نکاح کفو میں مہر مثل پر ہوا ہے تو ولی کو اس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔ (۵) غیر کفو میں ہوتا تو حکم کچھ اور ہوتا۔

(۳) ''أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحکام من طلاق وتوارث وغیرها، لا اللزوم؛ إذ هو أخص منها؛ لأنه ما لا یمکن نقصه، وهذا یمکن رجعه إذا کان من غیر کفوء، وأما حدیث: ''أیما امرأة نکحت نفسها بغیر اذن ولیها، فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل''. وحسنه الترمذی، وحدیث: ''لا نکاح الا بولی'' رواه أبو داؤد وغیره، فمعارض بقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: ''الأیم أحق بنفسها من ولیها''، رواه مسلم وأبو داؤد والترمذی والنسائی ومالک

---

(۱) الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکتفاء: ۳۱٤/۲، شرکت علمیه ملتان

(۲) الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳۱٤/۳، شرکت علمیه ملتان

(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۵/۳، سعید

(۴) رد المحتار: ۵۵/۳، سعید

(۵) ''فإذا تزوجت المرأة رجلا خیرا منها، فلیس للولی أن یفرق بینهما''. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس فی الأکفاء فی النکاح: ۲۹۰/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

فی المؤطا، والأيم من لازوج لها بكرا أولا، فإنه ليس للولي إلا مباشرة العقد إذا رضيت، وقد جعلها أحق منه به ويتزوج هذا بقوة السند والاتفاق على صحته بخلاف الحديثي الأولين، فإنهما ضعيفان أو حسنان أو يجمع بالتخصيص أوبأن النفي للكمال،الخ". (شامی: ۲۹۶)(۱)

(۳) ولی کو اختیار نہیں کہ اس نکاح کی اجازت نہ دے کر دوسری جگہ اس کا نکاح کر دے، یہ نکاح اجازت پر موقوف نہیں رہا۔(۲)

(۴) ان کا مسلکِ مختار مجھ کو معلوم نہیں، حنفی کو اس مسئلہ میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔

(۵) اس کا جواب: ۳،۴، میں آ گیا۔

(۶) جس مجتہد کے مذہب کو حق تصور کر کے اختیار کیا ہے، اس کے مذہب کو بلا مجبوری چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرنا درست نہیں۔

"وفي الفتح: قالوا: المنتقل من مذهب إلٰى مذهب باجتهاد وبرهان أثم يستوحب التعزيز، فبلا اجتهاد وبرهان أولى،انتهٰى". (حموی،ص: ۲۰۶)(۳)

"ليس للعامي أن يتحول من مذهب إلٰى مذهب، ويستوى فيه الحنفي والشافعي وقيل: لمن انتقل إلٰى مذهب الشافعي ليزوج له، أخاف أن يموت مسلوب الايمان لاهانته بالدين لجيفة قذر". (قنية،ص: ۱۵۵)

"الرجوع عن التقليد بعدالعمل باطل إتفاقا، وهو المختار في المذهب". (الدر المختار: ۵۱/۱)(۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۸/۱۰-۵۰۱)

مذکورہ صورت میں نکاح درست نہیں:

سوال: الٰہی بخش نے مسماۃ چندو کو منی آرڈر بھیجا اور اس میں لکھا کہ چندو اگر تم منی آرڈر لیا تو تم میرے نکاح میں آ جاؤ گی اور گواہ نکاح کے وہ لوگ ہوں گے، جن کے سامنے منی آرڈر وصول کرو گی۔ اس طرح نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح نکاح منعقد نہیں ہوتا۔(۵) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵۶/۷)

---

(۱) رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۵/۳-۵۶، سعيد

(۲) الهداية، كتاب النكاح، باب في الاولياء والأكفاء: ۳۱۴/۲، شركت علمية ملتان

(۳) الحموي شرح الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الحدود: ۷۱/۲، إدارة القرآن كراتشي

(۴) مقدمة الدر المختار، مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه: ۷۵/۱، سعيد

(۵) بنیادی بات یہ ہے کہ نہ ایجاب وقبول پایا گیا اور نہ شرعی گواہ، جو ارکان وشرائط ہیں۔ وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر،الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۱/۲، ظفير)

ایجاب وقبول کے بغیر صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا:

(الجمعیۃ، مورخہ:۲۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

سوال: ایک لڑکی نابالغہ بہ عمر گیارہ ماہ اور لڑکا بعمر پانچ سال کا نکاح شربت پڑھ کر کیا گیا تھا اور ان کو پلایا گیا تھا۔ اب اس نکاح کو عرصہ دس سال کا ہو چکا ہے اور لڑکا نہایت بدچلن اور خدا اور رسول سے بالکل ناواقف ہے، یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر ان دونوں نابالغ بچوں کے باپوں نے ان کا نکاح کیا تھا اور باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا تھا تو نکاح صحیح لازم ہوگیا؛(۱) لیکن اگر دونوں مس ے سے کسی ایک فریق، یا دونوں فریق کے باپ نے نکاح نہیں کیا؛ بلکہ کسی اور جائز ولی نے نکاح کیا تھا تو نکاح صحیح تو ہوگیا؛ مگر جس فریق کے باپ نے نکاح نہیں کیا ہے، اس کو خیار بلوغ حاصل ہے؛ یعنی وہ بالغ ہوتے ہی اگر انکار کردے تو نکاح بحکم قاضی فسخ ہوسکتا ہے۔(۲)

واضح رہے کہ دادا کا کیا ہوا نکاح باپ کے کئے ہوئے نکاح کی طرح فسخ نہیں ہوسکتا، دوسرے اولیا مثلاً بھائی، چچا وغیرہ کے کئے ہوئے نکاح فسخ ہوسکتے ہیں اور اگر نکاح مذکور میں باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا؛ بلکہ صرف شربت پر کلمہ وغیرہ پڑھ کر دم کردیا اور زوجین کو پلا دیا تھا اور اسی فعل کو عقد نکاح سمجھ لیا گیا تھا تو درحقیقت یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی:۹۵/۵)

صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک لڑکی نابالغ بعمر گیارہ ماہ اور لڑکا بعمر ۵/سال کا نکاح شربت پڑھ کر کیا گیا تھا اور ان کو پلایا گیا تھا۔ اب لڑکا بدچلن نکلا، اس نکاح کو دس سال ہو چکے ہیں۔

الجواب

اگر ان دونوں نابالغ بچوں کے باپوں نے ان کا نکاح کیا تھا اور باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا تھا تو نکاح صحیح ولازم

---

(۱) وللولی انکاح الصغیر والصغیرة... ولزم النکاح ولو بغبن فاحش .... إن کان الولی المزوج بنفسه أباً او جداً.(الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی:٦٦/٣، سعید)

(۲) فإن زوجهما الأب والجد فلا خیار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء اقام علی النکاح وإن شاء فسخ ... ویشترط فیه القضاء.(الفتاویٰ الهندیة: کتاب النکاح، الباب الرابع ٢٨٥/١، ماجدیة)

(۳) إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح.(ردا لمحتار، کتاب النکاح:١١/٣، سعید)

ہوگیا،(۱)اوراگرنکاح مذکور میں باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا؛ بلکہ شربت پر کلمہ وغیرہ پڑھ کردم کردیا اور زوجین کو پلادیا تھا اوراسی کو عقد نکاح سمجھ لیا گیا تھا تو درحقیقت یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۱۰۷/۵)

بلا ایجاب وقبول نکاح نہیں ہوتا:

سوال: زید اپنے نابالغ لڑکے کی برأت بکر کی دختر نابالغہ سے لے گیا، جب ملا صاحب واسطے نکاح کے بیٹھے، شاہدان کے لیے جوکلمات برائے شناخت گواہاں کہلوائے جاتے ہیں، اس نے نہ کہا اور نہ قبولیت کے الفاظ اپنی زبان سے کہہ سکا، نہ زید نے قبول کیا۔اب زوجین بالغ ہوگئی ہیں اور بکر کہتا ہے کہ اس وقت نکاح منعقد نہیں ہوا تھا، لہذا ہم رخصت نہیں کرسکتے؛ بلکہ دوسری جگہ شادی کا سامان کرر ہا ہے۔آیا نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ اور دوسری جگہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدون ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔پس صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

درمختار میں ہے:

وينعقد متلبساً بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضى،الخ.

وفيه أيضاً:وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح، الخ،ملخصاً. (۳)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۶/۷)

---

(۱) ولزم النكاح ولو بغبن فاحش إن كان الولى ... أبا أو جداً.(الدرالمختار،كتاب النكاح،باب الولى:۶۶/۳،سعيد)

(۲) سئل فيما إذا خطب زيد لابنه الصغير بنت عمرو الصغيرة وقراء الفاتحة ولم يجر بينهما عقد شرعى فهل لا يكون مجرد القراء نكاحًا؟ الجواب: نعم.(العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية، المسائل المنشورة من أبواب النكاح: ۲۹/۱، قندهار، افغانستان)

☆ **شربت پر پھونک مار کر ایک گھونٹ پینے سے نکاح:**

سوال: چھوٹے چھوٹے بچوں کوکلمہ پڑھ کرشربت پر پھونک مار کر پلادینے سے نکاح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

صرف اتنی بات سے نکاح نہیں ہوجاتا۔(نکاح نام ہے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کا، بغیر ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔"النكاح ينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح:۹/۳،سعيد)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۴/۴/۱۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۶۹/۱۰)

(۳) دیکھئے:الدرالمختار على هامش ردالمحتار كتاب النكاح:۳۶۱/۳-۳۷۳،ظفير

با قاعدہ ایجاب وقبول اور شہادت نہ ہوتو یہ نکاح نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے نابالغہ پوتی کے نکاح کا پروگرام ایک شخص سے بنایا، اس آدمی کو سامنے بٹھایا اور ایک عورت مجلس میں موجود تھی، دادا نے نابالغہ کی جانب سے ایجاب کیا؛ مگر اس آدمی نے قبول نہیں کیا، اب دادا مر گیا ہے اور لڑکی بھی بالغہ ہوگئی ہے اور دادا کے نکاح پر راضی نہیں ہے اور قبول کرنے والے نے بھی قبول نہیں کیا تھا۔ اب شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی عبدالحق برہان کیمل پور)

الجواب

بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ نکاح نہیں ہے، اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح سے دینا درست ہے؛ **لأن ركن النكاح هو الايجاب والقبول والشرط هي الشهادة.** (۱) **وفي الصورة المسئولة لا يوجد القبول ولا الشرط ولأن عقد الأبعد يتوقف علٰى إجازة الأقرب ولم توجد.** (ماخوذاز: الفتاویٰ الهندية: ۲۸۲/۱/ والدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار: ۲۳٤/۲، فليراجع) (۲) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۷/۴-۲۴۸)

نکاح با قاعدہ ایجاب وقبول کا نام ہے، نہ کہ شہرت کا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ساتھ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو، صرف نکاح کی شہرت گاؤں میں ہوگئی ہو۔ کیا اس سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید رسول محکمہ زراعت کوہاٹ، ۱۱/۷/۱۹۷۴ء)

---

(۱) قال الشيخ عبد الغني الغنيمي الميداني: وهوينعقد بالايجاب من أحد المتعاقدين والقبول من الآخر... ولا ينعقد نكاح المسلمين بصيغة المثنى إلا بحضور شاهدين حرين بالغين الخ. (اللباب في شرح الكتاب: ۱٤۰/۳، كتاب النكاح)

(۲) وفي الهندية: ولو زوجها الا بعد حال قيام الاقرب حتى توقف علٰى إجازة الاقرب. (الفتاوٰی الهندية: ۲۸٥/۱، الباب الرابع في الاولياء))

قال العلامة الحصكفي: فلوزوج إلا بعد حال قيام الاقرب توقف علٰى اجازته، قال ابن عابدين: أى حضوره وهو من أهل الولاية الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳٤۱/۲، باب الولي)

☆ **بلا ایجاب وقبول نکاح درست نہیں:**

سوال: اگر عورت بالغ اور بوقت نکاح ایجاب وقبول نہ ہوتو نکاح جائز ہوگا، یا نہ؟

الجواب

بدون ایجاب وقبول کے نکاح نہ ہوگا۔ (وينعقد متلبساً بايجاب من أحدهما و قبول من الآخر. (الدرالمختار) ينعقد أى النكاح أى يثبت ويحصل انعقاده بالإيجاب والقبول. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦۱/۲، ظفير) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۹/۷)

الجواب

جب گواہوں کے روبرو با قاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہوتو نکاح شرعی موجود نہیں ہوگا، اگر چہ شہرت ہوئی ہو، **لعدم الركن والشرط.** (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۴۸/۴)

جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب وقبول نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جوان لڑکی کے والدین نے لڑکی کے روبرو گواہوں کے سامنے جہیز وغیرہ کا معاملہ طے کیا؛ مگر دو مہینے بعد والدین اس لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہتے ہیں، کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ہمیش گل توڈھیر صوابی، ۱۹۸۵/۳/۳۱ء)

الجواب

اگر اس لڑکی کے اذن واجازت سے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول تسلیم شدہ، یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو، (۲) تو یہ معاملہ نکاح ہے، ورنہ نکاح نہیں ہے۔ (قواعد فقہ) (۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۵۰/۴-۲۵۱)

غائب سے نکاح کیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے ہندہ کا نکاح اپنے بیٹے بکر عاقل بالغ غائب سے کر دیا، جو کہ کہیں دور دراز ملازم ہے، دوتین ماہ سے خط وتنخواہ بھی نہیں آئی تو کیا نکاح موقوف مذکور قبل رد وقبول قولاً، یا فعلاً ہندہ رجوع کرسکتی ہے؟ اگر دوسری جگہ نکاح کرے تو کیا نکاح بات نکاح موقوف کو باطل کردے گا؟

والملک البات إذا ورد على الموقوف أبطله. (۴)

---

(۱) قال الدكتور وهبة الزحيلي: وركن الزواج عند الحنفية الايجاب والقبول فقط... وأما الشهود فشرط أيضاً، الخ. (الفقه الإسلامي وأدلته: ٦٥٢١/٩، المبحث الثاني: أركان الزواج)

(۲) قال الفقيه عبيد الله بن تاج الشريعة: النكاح ينعقد بإيجاب وقبول لفظهما ماض... عند الشهود، الخ. (شرح الوقاية: ٦/٢-٩، كتاب النكاح)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (فلا ينعقد بقبول بالفعل كقبض مهر ولا بتعاط) قال في البحر: وهل يكون القبول بالفعل كالقبول باللفظ كما في البيع، قال في البزازية: أجاب صاحب البداية في امرأة زوجت نفسها بألف من رجل عند الشهود فلم يقل الزوج شيئاً لكن أعطاها المهر في المجلس أنه يكون قبولا وأنكر صاحب المحيط وقال الإمام مالم يقل بلسانه قبلت بخلاف البيع؛ لأنه ينعقد بالتعاطي والنكاح لخطره لاينعقد حتى يتوقف على الشهود. (رد المحتار هامش الدرالمختار: ٢٨٧/٢، قبيل مطلب التزوج بارسال كتاب)

(۴) شامي، مطلب في بيع المرهون المستأجر: ١٤٦/٤

نیز عند العقد زندگی وموت بکر مشکوک تھی، نکاح کے بعد بھی ایک ماہ گزر گیا، کوئی خبر نہیں تو ایسی صورت میں بکر عند العقد مجیز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ اپنے ایجاب سے قبل قبول آخر تک بکر کے قبول ورد کا علم نہ ہو، رجوع نہیں کرسکتی اور نہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

قال علیه الصلاۃ والسلام: ثلث جدهن جدوهزلهن جد. (الحدیث)(۱)

ولعدم جریان المساومة فی النکاح بخلاف البیع. (۲)

اور بکر کی موت جب تک محقق نہ ہو، یا حسب قاعدہ مفقود حکم اس کی موت کا نہ کیا جاوے، اس وقت تک وہ مجیز ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۵/۷)

عورت کا کہنا کہ میں تیری منکوحہ ہوں، صرف اس سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ہندہ نے عمر سے کہا کہ میں تیری منکوحہ ہوں اور عمر ان الفاظ کے بعد ساکت رہا تو نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

ان الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ اس صورت میں ایجاب پایا گیا اور قبول نہیں پایا گیا اور گواہوں کا وجود بھی بوقت عقد نہیں ہے، جو کہ شرط نکاح کی ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۰/۷)

---

(۱) مشکاة، باب الطلاق، ص: ۲۸۴ (سنن أبی داؤد، باب فی الطلاق علی الهزل، رقم الحدیث: ۲۱۹۴/سنن الترمذی، باب ماجاء فی الجد والهزل فی الطلاق، رقم الحدیث: ۱۱۸۴، انیس)

(۲) الدر المختار، کتاب النکاح: ۱۲/۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) وینعقد، الخ، بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضی، الخ، وحضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معاً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر)

عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ، وَلَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ. (السنن الکبری للبیهقی، باب لا نکاح إلا بولی، رقم الحدیث: ۱۳۶۴۵، انیس)

الْحَدِيثُ الْأَوَّلُ: قَالَ علیه السلام: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ، قُلْت: غَرِيبٌ بِهَذَا اللَّفْظِ، وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ: مِنْهَا مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيِّ ثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نِكَاحَ إلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ فَهُوَ بَاطِلٌ، فَإِنْ تَشَاجَرُوا، فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ، انْتَهَى، أَخْرَجَهُ فِي النَّوْعِ الثَّامِنِ وَالتِّسْعِينَ، مِنْ الْقِسْمِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: لَمْ يَقُلْ فِيهِ: وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ إلَّا ثَلَاثَةُ أَنْفُسٍ: سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بن عبد الوهاب الحجبی عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ الرَّقِّيُّ عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، وَلَا يَصِحُّ فِي ذِكْرِ الشَّاهِدَيْنِ غَيْرُ هَذَا الْخَبَرِ، انْتَهَى كَلَامُهُ. (نصب الرأیة، کتاب النکاح: ۱۶۷/۳، مؤسسة الریان، بیروت، انیس)

جب تک ایجاب وقبول باضابطہ نہیں ہوتا، نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: بمقام ہائلی ایک نکاح خوانی کا جلسہ منعقد ہوا، جیسا کہ یہاں کا دستور ہے کہ پہلے سے دفتر میں ناکح منکوحہ وکیل، یا ولی اور شاہدین کے نام درج کر لیتے ہیں اور بعد ایجاب وقبول کی ہر فریق اپنے اپنے دستخط ثبت کر دیتا ہے، لہٰذا چوں کہ دو قاضی موجود تھے، پہلے نے دفتر میں نام وغیرہ لکھنا چاہا تو وکیل نے جو کہ ہندہ کا چچا تھا، کہا کہ اس قاضی کے لکھنے پر مجھے اعتراض ہے، البتہ یہ دوسرا قاضی نکاح پڑھائے تو میں اجازت دوں گا، ورنہ نہیں۔ اس پر ہندہ کے والد نے کہا کہ لکھنے دو، نکاح دوسرا ہی پڑھائے گا، قاضی اول نے دفتر میں لکھنے کے بعد سوال کیا کہ آیا نکاح پڑھانے کی اجازت ہے، اس پر وکیل نے کہا: تمہیں ہرگز اجازت نہیں، پھر اہل مجلس میں کچھ گفت وشنید کے بعد نوشہ (زید) کے ماموں نے سہرا توڑ ڈالا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا، زید بھی کھڑا ہو گیا اور زید کے بھائی نے چھوہارے وغیرہ کے طشت کو لات ماردی اور اٹھ کر کھڑے ہوئے، پھر معاملہ ختم ہو گیا۔ اس صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــ

اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایجاب وقبول نہیں ہوا، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔

كما في الدر المختار: وينعقد بايجاب وقبول، الخ، وشرط حضور شاهدين، الخ، سامعين قولهما معاً. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۲/۷-۶۳)

ایجاب نامے میں پر دستخط کر دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: اگر کوئی شخص کسی عورت سے دھوکہ سے اسٹامپ دستخط کروالے جس میں ایجاب وقبول درج ہو، کیا نفس تحریر سے نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں، جب کہ عورت نے زبان سے قبول نہ کیا ہو؟

الجواب ــ

شریعت اسلامی میں نکاح دو گواہوں کے سامنے زبانی ایجاب وقبول کا نام ہے، نفس تحریر سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

قال العلامة الحصكفي: فلو كتب تزوجتك، فكتبت قبلت، لم ينعقد، بحر. (رد المحتار: ۲۸۸/۲، كتاب النكاح)

قال العلامة ابن نجيم: أفاد المصنف أن انعقاد النكاح بكتاب أحدهما يشترط فيه سماع الشاهدين قراءة الكتاب مع قبول الآخر. (البحر الرائق: ۸۹/۳، كتاب النكاح) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۵/۴)

بغیر زبان سے کچھ بولے صرف دستخط کر دینے سے نکاح کا حکم:

سوال: اگر نکاح خواں نے لڑکی اور لڑکے کے سامنے عربی میں کچھ عبارت پڑھی اور لڑکی، لڑکے سے صرف دستخط

---

(۱) دیکھئے: الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳۶۱/۲، ظفير

کرائے ہوں، زبان سے کچھ نہ کہلوایا ہو تو نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ واضح رہے کہ دلی طور پر لڑکا، لڑکی نکاح کرنے پر راضی بھی ہیں۔ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح میں ایجاب وقبول رکن ہے اور گواہوں کا عقد نکاح کرنے والوں کے کلام کو سننا شرط ہے، اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اگر ایک گواہ عقد کرنے والوں میں سے ایک کے ایجاب کو سن لے اور دوسرا گواہ دوسرے عاقد کے قبول کو سن لے تو بھی نکاح درست نہیں ہوتا، اسی طرح عاقدین کے لیے بھی ایک دوسرے کے کلام کو سننا شرط ہے، چناں چہ ایجاب وقبول دونوں کتابت کے ذریعے ہوں تو نکاح درست نہیں ہوگا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر نکاح خواں نے لڑکے اور لڑکی سے صرف دستخط کرائے ہیں اور زبان سے کچھ نہیں کہلوایا ہے؛ (تو اگر چہ یہ دونوں دل میں راضی ہیں) لیکن شرط اور رکن کے فوت ہونے کے بنا پر مذکورہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔

لمافي الهندية (۲۷۰/۱): ولا ينعقد بالكتابة من الحاضرين فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد، هكذا في النهر الفائق.

وفي الدرالمختار (۱۲/۳):(فلا ينعقد) بقبول بالفعل كقبض مهر ولابتعاط ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط إعلام الشهود بما في الكتاب.

وفي الشامية تحت مطلب التزوج بإرسال كتاب: (قوله:ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك، فكتبت قبلت، لم ينعقد، بحر، والأظهر أن يقول: فقالت قبلت،الخ، إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة، تامل.

وفي الفقه الإسلامي وأدلته (۶۵۳۱/۹): إن كان العاقدان حاضرين معاً في مجلس العقد وكانا قادرين على النطق فلا يصح بالاتفاق الزواج بينهما بالكتابة أو الإشارة. (نجم الفتاویٰ:۴/۰)

لڑکی کا نکاح میں ایجاب وقبول کے بجائے دستخط کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید سے بوقت نکاح قاضی صاحب نے ایجاب وقبول کرالیا؛ لیکن ہندہ سے جس سے زید کا نکاح ہو رہا تھا قبول زبانی نہیں کرایا گیا؛ بلکہ ہندہ نے نکاح کی رسید پر اپنی رضامندی سے دستخط کر دیئے، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں نکاح ہی نہیں ہوا، زبان سے قبول کرانا ضروری تھا، وہی نہیں ہوا ہے؟

(المستفتی: محمد شریف نئی آبادی، جامع مسجد مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا اور جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ نکاح نہیں ہوا، صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ جب قاضی

نے وکیل کی اجازت سے وکیل کی موجودگی میں ایجاب کیا اور شوہر نے قبول کرلیا اور عورت نے منع بھی نہیں کیا؛ بلکہ رضامندی سے دستخط کردئے تو ایجاب وقبول پائے جانے کی بناپر نکاح صحیح ہوگیا۔

عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الثیب أحق بنفسها من ولیها، والبکر تستأمر، وإذنها سکوتها. (صحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، النسخة الهندیة: ۱/۴۵۵، بیت الافکار، رقم: ۱۴۲۱)

فإن استاذنها هو أی الولی، أو وکیله، أو رسوله، أو زوجها ولیها وأخبرها رسوله، أو فضولی عدل فسکتت عن رده مختارة ...فهو إذن. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب النکاح، باب الولی، زکریا دیوبند: ۴/۱۵۹-۱۶۱، کراتشی: ۳/۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۵۴۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۷/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/)

اشارہ سر، یا لفظ ''منظور'' سے قبولِ نکاح:

سوال: ہندہ باکرہ ہے اور وہ جب گواہوں کے سامنے آئی تو استحیاءً اس نے ایجاب کا جواب لفظ ''قبلت'' یا کسی اور سے نہیں دیا؛ بلکہ خاموش رہی، یا سر سے منظوری کا اشارہ کیا، یا بجائے، ''قبلت'' کے ''منظور ہے'' کا لفظ کہنے سے نکاح بلاتردد منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(امیر علی، صاحب معرفت حامد میاں مدرسہ شاہی مرادآباد)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خاموش رہنے اور سر ہلانے سے منعقد نہیں ہوگا اور لفظ ''منظور ہے'' کہنے سے منعقد ہوجائے گا۔

''وینعقد بإیجاب ... وقبول...وضعا للمضی ... وبما ...وضع أحدهما له ...والآخر للاستقبال ... کزوجنی ... فإذا قال:... زوجت أو قبلت أو بالسمع والطاعة، بزازیة،آہ، نص عبارتها: قال: زوجی نفسکِ منی فقالت: بالسمع والطاعة، صح، آہ، ونقل هذا الفرع فی البحر عن النوازل ونقله فی موضع آخر عن الخلاصة، فافهم''. (در و شامی مختصراً)(۱)

''الإشارة إنما تعتبر إذا صارت معهودة، وذلک فی الأخرس دون المعتقل، ولأن الضرورة فی الأصل لازمة وفی العارضی علی شرف الزوال،آہ''. (مجمع الأنهر: ۲/۷۳۳) (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۵۶-۶۵۷)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیرا ما یتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة: ۳/۱۰، سعید

(۲) مجمع الأنهر، مسائل شتی: ۲/۷۳۳، دار احیاء التراث العربی بیروت

ایجاب وقبول میں مہر کا ذکر آئے تو نکاح ہوگا، یا نہیں:

سوال: نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہیں آیا تو نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

نکاح ہوگیا اور مہر مثل لازم ہوگیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۳/۷)

طریق مذکور سے نکاح ہوگیا:

سوال: ایک خطیب نکاح نے اس طرح ایجاب وقبول کرایا کہ بعد خطبہ کے اول وکیل منکوحہ کی جانب مخاطب ہوکر اس کا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ سے ملا کر کہا کہ آپ نے اپنی وکالت اور فلاں فلاں دوصاحبوں کی شہادت سے بحضور مجلس مسماۃ فلاں عاقلہ بالغہ کو بعوض ایک سوساڑھے ستائیس روپے کے مسمی فلاں ابن فلاں کے نکاح میں دیا، زن کرکے دیا، حق حلال کرکے دیا، تینوں مرتبہ وکیل منکوحہ نے کہا کہ دیا، اس طرح ناکح سے قبول کرایا اور ناکح نے کہا کہ قبول کیا۔ آیا اس طرح ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ ایجاب کے اندر لفظ 'دیا' اور قبول کے اندر لفظ 'کیا' کہنے سے نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ لفظ 'دی' اور 'کی' کہنے سے نکاح صحیح ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایجاب وقبول بطریق مذکور سے نکاح صحیح ہوگیا۔

كذافى عامة كتب الفقه من أن النكاح ينعقد بإيجاب وقبول بشرط حضور الشاهدين.(۲)

---

(۱) يصح النكاح وإن لم يسم فيه مهرا، الخ، وإن تزوجها ولم يسم لهامهراً، فلها مهر مثلها.(الجوهرة النيرة شرح مختصر القدورى:۲/۶۰-۷۰،ظفير)

(وإن لم يسمه) تسمية صحيحة أو سكتت عنه (أو نفاه فلها مهر مثلها إن وطء) ولو حكماً (أو مات عنها) أو ماتت، لما رواه أبو داود أن ابن مسعود قال: (فى رجل تزوج امرأة فمات عنها ولم يدخل بها ولم يفرض:لها الصداق كاملاً وعليها العدة ولها الميراث، فقال معقل بن سنان: أشهد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فى بروع بنت واشق بمثله) هذا لفظ أبو داود وله روايتان بألفاظ أخر، قال البيهقى: جميع روايات هذا الحديث وأسانيدها صحاح.(النهر الفائق،باب المهر:۲/۲۳۱-۲۳۲،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، فِي رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَمَاتَ عَنْهَا، وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا الصَّدَاقَ، فَقَالَ: لَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الْمِيرَاثُ، فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَضَى بِهِ فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ.(سنن أبى داؤد،باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات،رقم الحديث: ۲۱۱۴/ سنن ابن ماجة،رقم الحديث:۱۸۹۱/شرح مشكل الآثار،رقم الحديث:۵۳۱۸،انيس)

(۲) النكاح ينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبرهماعن الماضى،الخ،ولاينعقد نكاح المسلمين إلابحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين رجلين أورجل وامرأتين.(الهداية،كتاب النكاح:۲/۲۸۶،ظفير)

اور لفظ 'دیا' اور 'دی' اور 'کیا' اور 'کی' میں باعتبار معنی کے کچھ فرق نہیں ہے، یہ محاورات کا فرق ہے، اس سے مسئلہ میں کچھ فرق نہیں آتا اور معنی ایجاب وقبول کے حاصل ہو گئے، لفظ 'قبلت' کا ترجمہ اگر یہ کیا جاوے کہ 'میں نے کیا'، یا 'میں نے قبول کی' ہر دو صحیح ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۴/۷-۶۵)

ایجاب میں ''دی جاتی ہے'' کہنے سے نکاح منعقد ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک شخص وکیل بالنکاح مقرر ہو کر مع دو گواہ کے آیا اور اس نے ان الفاظ میں اپنی وکالت کا اظہار فرمایا کہ مجھ کو عبداللہ نے اپنی لڑکی صابرہ کا وکیل بالنکاح مقرر کیا ہے، جس کے یہ دونوں گواہ ہیں، (گواہان کی طرف اشارہ کر کے بتلایا) اور گواہان نزدیک ہی موجود تھے۔ وکیل بالنکاح نے ان الفاظ میں ایجاب وقبول کرایا۔ (مسماۃ صابرہ دختر عبداللہ کی بعوض پانچ سو روپے کے آپ کی زوجیت میں دی جاتی ہے، قبول کیا؟)

اس کے جواب میں نوشہ نے کہا (قبول کیا)، اس طرح سے تین بار مذکور الصدر عبارت میں ایجاب وقبول ہوا۔ اب مولوی عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ مضارع مجہول کے صیغہ سے ایجاب کرایا گیا؛ کیوں کہ (دی جاتی ہے) مضارع مجہول ہے اور مضارع مجہول سے ایجاب درست نہیں، لہٰذا تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ودرست ہو گیا، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے (دی جاتی ہے، قبول کیا) مضارع اور ماضی دونوں معنوں کا مجموعہ ہے؛ بلکہ آخر کا فعل فعل ماضی ہی ہے (دی جاتی ہے، قبول کیا) اور قبول کا فعل بھی ماضی ہی ہے (قبول کیا)، لہٰذا بطریق احسن ایجاب وقبول ہوا اور نکاح کی درستی میں تو کوئی کلام وشک وشبہ ہی نہیں ہے۔ بہر کیف دونوں حضرات میں کون صاحب صائب ہیں اور کون صاحب مخطی۔ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۳۱۴، منظور احمد ضلع پٹنہ ۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۱۴/ جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

صحیح عبارت ایجاب کی یہ تھی کہ مسماۃ صابرہ دختر عبداللہ کو بعوض پانچ سو روپے (صما) مہر کے میں نے تمہاری زوجیت میں دیا، دی جاتی ہے، بے شک مضارع مجہول اور قبول کیا ایجاب میں شامل نہیں، وہ تو استفہام ہے؛ یعنی کیا تم نے قبول کیا اور استفہام ایجاب نہیں، اگرچہ یہ نکاح منعقد ہو گیا؛(۱) کیوں کہ صیغہ حال جب کہ اس سے انشاء کے معنی مراد ہوں قائم مقام ماضی کے ہو جاتا ہے اور دینے والا ذکر وکالت سے متعین ہو جاتا ہے؛ تاہم احتیاطاً تجدید ایجاب وقبول کر لینا بہتر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۱۰۶/۵)

---

(۱) لو قال بالمضارع ذی الهمزة: أتزوجک زوجت نفسی انعقد. (رد المحتار، کتاب النکاح: ۱۱/۳، سعید)

''لڑکی خدا کے واسطے دے دی'' کہنے سے نکاح کا حکم:

سوال: زید نے اپنی دختر ہندہ جس کی عمر تقریبا چار پانچ سال کی ہے۔زید نے اپنے ہوش وعقل کے ساتھ یہ الفاظ کہے کہ ''میں نے اپنی دختر مساۃ ہندہ خالد کے پسر کو اللہ واسطے دے دی ہے''۔خالد نے اسی مجلس میں اپنے پسر کے لیے قبول کیا۔آیا عندالشرع صورت مسئولہ میں نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ الفاظ کہ ''میں نے اپنی دختر ہندہ کو خالد کے سپر کو اللہ واسطے دیدی ہے'' کنایاتِ نکاح میں سے ہیں، اگر بہ نیتِ نکاح یہ الفاظ کہے ہیں، یا کوئی دوسرا قرینہ وغیرہ نکاح پر موجود ہے اور اس مجلسِ عقد نکاح سمجھا گیا ہو اور گواہوں نے بھی یہی سمجھا ہو کہ ان الفاظ سے مقصود نکاح ہے تو شرعا نکاح منعقد ہوگیا، ورنہ نہیں۔

''وانـمـا يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريحان، وما عداهما كناية، وهو كل لفظ وضع لتـمـليـك عيـن كـامـلة، فلا يصح بالشركة فى الحال، خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتـمـليـك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستيجار وصلع وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة وفهم الشهود الموقصود''. (الدرالمختار: ۴۱۳/۲)(۱)**فقط**

''والحاصل أن كناياته على ثلاثة أنواع، ما ينعقد به اجماعا، آه''. (زيلعى)

قال الشلبى: ''وذلک كالتمليک والهبة والصدقة ونحوها''. (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۲/۲۰ھ۔الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۷/۱۰)

لفظ ''اجرت'' سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مساۃ ہندہ نے جو کہ عاقلہ بالغہ ثیبہ بیوہ ہے اور عمر اس کی بیس سال سے متجاوز ہے، زید نے ایک مختصر سا کام کیا، زید نے بعد انجام دہی ہندہ سے مذاقاً کہا کہ ''مجھ کو اس کی اجرت چاہیے، جو خاص خصوصیت رکھتی ہو''، اس وقت ہندہ نے بہت خوش ہو کر کہا کہ ''اس صلہ میں مجھ کو لے لیجئے، میں نے اپنے ہی کو آپ کے حوالہ کیا''۔

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۶/۳-۱۷، سعيد

(۲) تبيين الحقائق مع حاشية العلامة الشلبى، كتاب النكاح: ۴۵۲/۲، دار الكتب العلميه بيروت

''وما ينعقد به النكاح، فهو نوعان: صريح وكناية، فالصريح لفظ النكاح والتزويج وما عداهما وهو ما يفيد ملک العين فى الحال كناية، كذا فى االنهر الفائق نا قلا عن المبسوط، الخ''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثانى فيما ينعقد به النكاح وما لا ينعقد به: ۲۷۰/۱، رشيديه)

تب زید نے کہا کہ خوب مضبوط ہوکر کہو پھر ہندہ نے اور بھی مستعدی اور مضبوطی سے پُر زور الفاظ میں کہا اور زید نے اس قول کو ہندہ سے بار بار کہہ کر تین چار دفعہ کہلوایا اور ہندہ نے ہر بار اقرار کیا اور زید قبول کرتا رہا اور یہ واقعہ تین چار عورتوں اور ایک مرد کے مواجہہ میں ہوا، پھر دوسرے دن بھی زید نے اس معاملہ کو دوبارہ تجدید وتصدیق ہندہ سے کی، چناں چہ اسی طرح ہندہ اپنی ذات کو زید کے سپرد کرتی رہی اور زید قبول کرتا رہا، پھر زید نے کہا کہ اس قول سے پھر تو نہ پلٹوگی؟

ہندہ نے کہا کہ نہیں اور ہندہ نے محبت واخلاص سے اور محبت وصداقت سے کہی، اس میں کوئی بناوٹ، یا مذاق کا پہلو نہ تھا، اور حقیقتہ ہندہ نے محبت واخلاص سے واقعی طور پر کہا تھا، تب پھر زید نے کہا کہ دیکھو! اب تو رجسٹری ہوگئی، ہندہ نے اسے بھی تسلیم کرلیا۔ پس ایسی حالت میں زید اور ہندہ کا باہم عقد ومناکحت شرعا منعقد ہوگیا، یا نہیں؟ بحوالۂ کتب فقہ جواب سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

اور صورت عقد مناکحت ہوجانے کے مہر کیا قرار پائے گا، شوہر کے خاندان کا لیا جاوے گا، (زید) یا زوجہ یعنی مسماۃ ہندہ کے خاندان کا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد خلیل مقیم درگاہ شریف، کچھوچھہ، ضلع فیض آباد، یوپی)

تنقیحات:

باسمہ تعالیٰ

(۱) وہ مختصر سا کام کیا تھا، (اس پر اجرت لینا شرعا جائز ہے، یا نہیں؟)

(۲) جس وقت ہندہ نے زید سے اس کام کے لیے کہا تھا، اس وقت اجرت کا کوئی تذکرہ آیا، یا نہیں؟ اگر آیا تو کیا اجرت قرار پائی؟ اگر نہیں تو کیا دونوں کے ذہن میں لینے دینے کا ارادہ تھا، یا نہیں؟ یا محض تبرعاً واستحساناً کام کیا؟ اور دل میں کوئی اجرت کی نیت نہ تھی؟ مہر میں اجرت کا ذکر آیا۔

(۳) ہندہ نے بعینہ یہی الفاظ کہے، یا کچھ اور؟ اس کے جواب میں زید نے کن الفاظ سے قبول کیا؟

(۴) ہندہ نے یہ الفاظ بنیتِ نکاح کہے، یا کچھ اَور؟ اس کو زید نے بنیتِ نکاح قبول کیا، یا کسی اور نیت سے؟

(۵) حاضرین مرد اور عورتوں نے بھی اس کلام کو نکاح سمجھا، یا کچھ اور؟

اولا جواب لکھا تھا؛ لیکن تشقیقات کے باعث محلِ اشکال وتأمل تھا؛ اس لیے بعد میں مناسب معلوم ہوا کہ تشقیقات واغلاقات کو سائل سے حاصل کرلیا جائے؛ تاکہ جواب صاف اور بے تردد ہو، لہٰذا امور مذکورہ بالا کو حل کردیجئے، پھر ان شاءاللہ جواب واضح تحریر کردیا جائے گا۔

(از: دارالافتاء، مدرسہ مظاہر علوم)

جوابات تنقیح:

(۱) وہ کام یہ تھا کہ ہندہ نے زید کو دوسیر کی مٹھائی دی اور کہا کہ اس کو فلاں بزرگ کے نام فاتحہ پڑھ دو، اس

نے پڑھ دیا تھا، پس واقعتاً اجرت لینا مقصود بھی نہ تھا۔

(۲) اس کام کی نہ کوئی اجرت ہوسکتی ہے، نہ کوئی تذکرہ تھا، نہ ضرورت ہی تھی، نہ لینا مقصود تھا، دونوں کے ذہن میں اجرت لینے دینے کا بالکل خیال نہ تھا، یہ کام تو تبرعا واحسانا کیا، بعد میں محض مذاقا اجرت کو کہا تھا، نہ اجرت ٹھہری تھی، نہ ذکر آیا تھا، نہ موقع ہی تھا۔ صورت یہ تھی کہ ۸/رجب کو مُلّا نے فاتحہ دیتے ہیں، پیسہ روپیہ چراغی کے نام سے لیتے ہیں، اسی بنا پر زید نے کہا کہ ہماری چراغی ملنی چاہیے، ورنہ اجرت کیسی؟ اور چراغی بھی مقصود نہ تھا، نہ زید کا یہ پیشہ ہے۔

(۳) ہندہ نے بعینہ وہی الفاظ کہے تھے (اور اس کا اصل منشا یہی ہے کہ میں من کل الوجوہ اپنے اوپر زید کو کلی اختیار دیتی ہوں، اس کا لب ولہجہ اور عنوانِ محبت واخلاص وہی تھا، جولکھا ہے۔ زید نے کہا کہ ''میں بسر وچشم قبول کرتا ہوں؛ مگر مضبوط رہنا''، اس نے کہا کہ ''ہاں ہاں میں مضبوط ہوں'' اور پھر دوسرے دن رجسٹری والا مضمون پیش آیا اور ہندہ نے بھی تسلیم کیا۔

(۴) ہندہ نے بنیتِ نکاح یہ الفاظ نہیں کہے؛ مگر زید نے بنیتِ نکاح ہی قبول کیا اور خیال کیا کہ علما سے دریافت کر کے جیسا ہوگا، ویسا ہی کیا جائے گا۔

(۵) حاضرین میں چند عورتیں تھیں، ایک مرد بھی تھا، اس کلام کو نکاح نہیں سمجھا؛ مگر مذاقاً یہ طنز لگایا؛ مگر نکاح نہ سمجھا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جن الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، وہ دو قسم پر ہیں: اول صریح، دوم کنایہ۔

''اس صلہ واجرت میں آپ مجھ کو لے لیجئے'' کنایاتِ نکاح میں سے ہے، صریح نہیں اور کسی کام کی اجرت میں نکاح کردینا؛ یعنی عورت کو اجرت قرار دینا شرعا درست ہوتا ہے، گو اس کی صحت کے لیے چند شرطیں ہیں:

اول: ادائے الفاظ کے وقت نکاح کی نیت ہو (ہندہ نے بہ نیتِ نکاح الفاظ نہیں کہے)۔

دوم: حاضرین اور گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو (یہاں ایسا نہیں ہوا)۔

سوم: کوئی قرینہ بھی ارادۂ نکاح پر ہو (اس صورت میں یہ بھی نہیں)۔

چہارم: باقاعدہ اجارہ کیا گیا ہو اور عورت کو ایسے کام کی اجرت قرار دیا گیا ہو، اس پر اجرت لینا شرعا جائز ہو (صورت مسئولہ میں یہ بھی مفقود ہے)۔ پس یہ نکاح شرعی نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ لغو اور بیکار ہے، اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہ ہوگا۔

"وانما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، وهو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة فلا يصح بالشركة في الحال، خرج الوصية، غير المقيدة بالحال، كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستيجار وصلع وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة وفهم الشهود المقصود". (الدرالمختار) (۱)

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح: ۱۶/۳-۱۸، سعيد

"(قوله: وسلم واستيجار) وهذا اذا جعلت المرأة رأس مال السلم أو جعلت أجرة، فينعقد اجماعا، وقال تحت(قوله:بشرط نية أو قرينة) بعد بسط الكلام وملخصه:أنه لابد فی کنايات النكاح من النية مع قرينة أو تصديق القابل للموجب وفهم الشهود والمراد أواعلامهم به". (الدر المختار: ۲/۴۱۵-۴۱۶)(۱)

شرط کا معدوم ہونا جواب تنقیح سے واضح ہوا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۸/۱۳۵۷ھ۔

اس سوال کی تنقیح مع جواب تنقیح نقل کی گئی ہے۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ شعبان ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۵۸-۶۶۱)

لفظ "جان بخشی" سے نکاح، غیر عادل لوگوں کی گواہی نکاح میں:

سوال: احمد ابراہیم ایک لڑکی مسلمہ باکرہ مسماۃ حافظہ بی بی کو بہکا کر کسی گاؤں میں لے گیا اور اس گاؤں کے امام مسجد سے کہا کہ ہم دونوں کا نکاح پڑھا دیجئے، امام موصوف نے انکار کیا کہ میں ایسے جھگڑے کے نکاح نہیں پڑھاتا ہوں، چناں چہ امام صاحب کے اس انکار کی وجہ سے مذکورہ لڑکی نے دو مرد اور دو عورت کے سامنے احمد ابراہیم صوفی کو اپنے جاں بخشی کردی؛ مگر مہر کا ذکر اور تسمیہ اس مجلس میں نہیں ہوا، من جملہ ان دو مردوں کے ایک ان میں سے نکاح احمد ابراہیم کا پھوپھی زاد بھائی ہے اور دوسرا رشتہ سے سالا، یا بہنوئی ہے اور مذکورہ دو عورتیں ان میں سے ایک ناکح کی پھوپھی ہوتی ہے، نیز یہ بھی فرض کر لیجیے کہ شہودِ مذکورہ غیر عدول یعنی فاسق ہی ہیں۔

اب عقد مذکورہ کی جب کہ لڑکی کے والدین کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنی لڑکی کو گاؤں سے واپس لے آئے اور بھری مجلس میں مثلاً زید سے لڑکی مذکورہ نکاح پڑھا دیا، چناں چہ احمد ابراہیم صوفی نے مسماۃ حافظہ بی بی اور زید ناکحِ ثانی کے خلاف عدالت میں نالش دائر کردی ہے، (''نالش: دعویٰ، حاکم کے سامنے چارہ جوئی''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۴۵، فیروز سنز، لاہور) تو لڑکی نے اپنے تحریری بیان میں یہ بیان دیا کہ ''نہ تو مجھے احمد ابراہیم نے کسی گاؤں میں مجھے بہکایا اور نہ ہی میں نے ذات بخشی کی''، یعنی یہ واقع ہی سراسر جھوٹ ہے اور من گھڑت ہے، (چوں کہ لڑکی اس وقت والدین اور زید ناکح ثانی کے قبضہ میں ہے، اس وجہ سے لڑکی سے یہ بیان تحریری دلوایا) چناں چہ اب گزارش ہے کہ:

(الف) حافظہ بی بی مذکورہ کے انکار اور جحود کی بنا پر، نیز قطع نظر اس سے قضائے قاضی کے لیے اس مدعی احمد ابراہیم کے ذمہ مذکورہ شہود نکاح پر شہادتِ عدولی کی بینہ عدول کی مزید ضرورت ہو، یا نہ ہو، ذات بخشی کہ وقت مہر کے

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۳/۷-۱۸، سعيد)

"(قوله: وسلم) أطلقه، وفيه تفصيل: إن جعلت المرأة رأس مال السلم، فإنه ينعقد إجماعا ...(قوله: واستيجار) ... فان جعلت المرأة أجرة، صح، الخ".(حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب النكاح: ۲/۱۹، دار المعرفة بيروت)

عدمِ ذکر اور عدمِ تسمیہ کے باوجود، نیز شہود مذکور کے غیر عدول ہونے کے باوجود نفسِ عقدِ اول؛ یعنی ذات بخشی والا عقد کنائی صحیح اور عقدِ ثانی؛ یعنی زید کا عقد غیر صحیح ہوگا، یا نہیں؟

(ب) نیز احمد ابراہیم صوفی کہ ذمہ آیا ضروری ہے کہ اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے علاوہ شہودِ نکاح کے جنہیں غیر عدول فرض کیا گیا ہے، کسی اَور بینہ عدول کو پیش کرے، یا یہی شہود نکاح غیر عدول رشتہ مذکورہ کے ثبوتِ دعویٰ اور قضائے قاضی کے لیے کافی ہیں؟

(ج) نیز پھوپھی زاد بھائی اور حقیقی پھوپھی کا بھی رشتہ کسی ادائے شہادت میں خواہ وہ شہادتِ نکاح ہو، یا غیر نکاح ہو مدعی کے خلاف اثر انداز ہوسکتا ہے؟ نیز ادائے شہادت میں کسی قسم کا رشتہ اور قرابت قابلِ قبول نہیں؟

(د) اگر مدعی احمد ابراہیم صوفہ کے ذمہ دعویٰ مذکورہ کے ثبوت کے لیے علاوہ شہودِ نکاح کے جو کہ غیر عدول ہیں، کسی اور شہود نکاح کے جو کہ غیر عدول ہیں، کسی اور شہود عدول کی مزید ضرورت ہو اور وہ میسر نہ آئیں تو مذکورہ عقد اول اور ثانی دیانۃً اور قضاءً کس قسم کے ہوں گے؟ صحیح، یا غیر صحیح؟

(ہ) اگر شہودِ نکاح میں سے ایک مرد عادل، یا مستور الحال ہو تو مدعی کے ثبوتِ دعوی اور قضائے قاضی کے لیے اس ایک مرد عادل، یا مستور الحال کی شہادت کافی ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نوٹ: واضح ہو کہ یہ دونوں عقد کفو میں ہوتے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(الف) کسی لڑکی کو بھگانا بڑی بے غیرتی اور کمینہ پن ہے۔ سوال میں عقدِ نکاح کے متعلق محض ''جان بخشی'' کا تذکرہ ہے، اگر محض لڑکی نے اپنی جان بخش دی اور احمد ابراہیم نے جواب میں کچھ نہیں کہا؛ بلکہ سکوت اختیار کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوا، اگر باقاعدہ طرفین سے ایجاب وقبول ہوا ہے، اگر چہ بجائے لفظ نکاح کے ''جان بخشی'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہو تو نکاح منعقد اور صحیح ہوگا۔(۱) مہر کا ذکر صحتِ نکاح کے لیے ضروری نہیں، بغیر ذکر وتسمیۂ مہر بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے،(۲) اور انعقاد نکاح کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں،(۳) البتہ اگر

(۱) ''وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية. هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، فلا يصح بالشركة في الحال، خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستجار وصلح وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة، وفهم الشهود المقصود، الخ''.(الدر المختار، كتاب النكاح: ۱۶/۳-۱۸، سعيد)

(۲) ''وان تزوجها ولم يسم لها مهرا، أو تزوجها على أن لا مهر لها، فلها مهر مثلها، الخ''.(الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني: ۳۰۴/۱، رشيديه)

(۳) ''ويصح بشهادة الفاسقين والأعمين، كذا في فتاوى قاضي خان''.(الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۲۶۷/۱، رشيديه)

مقدمہ عدالت میں پہنچے گا تو قاضی غیر عدول کی شہادت کو رد کردے گا، اس صورت میں عقد کے صریح اور کنائی ہونے میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا صریح کو کنائی پر کوئی فوقیت نہیں ہوگی۔(۱)

(ب) عدالت میں دعویٰ پیش کرنے کے لیے شہود کا عدل ہونا ضروری ہے، غیر عدول کی شہادت کو قاضی قبول نہیں کرے گا، الا یہ کہ صحتِ واقعہ مشہود لہا کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے۔(۲)

(ج) یہ رشتہ مانع قبول شہادت نہیں۔(۳)

(د) اگر عدالتِ قاضی میں ثبوت نہ ہو اور قاضی کو صحتِ واقعہ کا شہادت سے غلبۂ ظن حاصل نہ ہو تو وہ عقد کو غیر معتبر مانے گا، ایسی صورت میں قاضی کو چاہیے کہ ناکح کو کہے کہ تم طلاق دے دو، احتیاط کا تقاضہ یہی ہے، اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی خود نکاح کو فسخ کردے۔(۴)

(ہ): صرف ایک مرد عادل یا مستور الحال کی شہادت پر قضاء جائز نہیں۔(۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷؍شوال ۱۳۶۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۶۲-۶۶۵)

---

(۱) ”وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، فلا يصح بالشركة في الحال، خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستجار وصلع وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة، وفهم الشهود المقصود“. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۱۶/۳-۱۸، سعيد)

(۲) ”ومنها: العدالة لقبول الشهادة على الاطلاق، فانها لا تقبل على الاطلاق بدونها لقوله تعالىٰ: ﴿ممن ترضون من الشهداء﴾ والشاهد المرضى هو الشاهد العدل، الخ“. (بدائع الصنائع، كتاب الشهادة، فصل في شرائط الركن: ۱۵/۹، دار الكتب العلمية بيروت)

”فلو قضى بشهادة فاسق نفذ وأثم، فتح، إلا أن يمنع منه: أي من القضاء بشهادة الفاسق الإمام، فلا ينفذ، الخ“. (الدرالمختار) ”(قوله: بشهادة فاسق نفذ) قال في جامع الفتاوى: وأما شهادة الفاسق فان تحرى القاضي الصدق في شهادته، تقبل، وإلا فلا، فقال: وهي الفتاوى القاعدية: هذا اذا غلب على ظنه صدقه، وهو مما يحفظ، درر، أول كتاب القضاء، وظاهر قوله: وهو مما يحفظ اعتماده، آه“. (ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۴۶۶/۵، سعيد)

(۳) ”وأما عدا هؤلاء من الأقراب، فتقبل شهادة أحدهم للآخر، فتقبل شهادة الربيب، وشهادة الأخ لأخيه، وأخته، وأولادهما، وكذا الأعمام وأولاده، والأخوال والخالات، والعمات، وتقبل شهادة الرجل لأم امرأته وأبيها ولزوج ابنته ولامرأة أبيه ولأت امرأته“. (شرح المجلة، الفصل الثالث في شروط الشهادة الأساسية، (رقم المادة: ۱۷۰۰) ص: ۱۰۳۱، دارالكتب العلميه بيروت)

(۴) جیسا کہ گزشتہ حاشیہ سے معلوم ہوا کہ اگر قاضی کو ظن غالب سے اس کی صداقت پر یقین ہو شہادت کو قبول کرے گا، ورنہ نہیں اور شہادت قبول نہ کرنے کی صورت میں قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا: ”وهو الذى فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود ... بل يجب على القاضي التفريق بينهما، الخ“. (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۱/۳-۱۳۳، سعيد)

(۵) ”وما سوى ذلك من الحقوق، يقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالا أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية ونحو ذلك، الخ“. (الهداية، كتاب الشهادة: ۱۵۳/۳-۱۵۴، مكتبه امدايه ملتان)

عورت کا یہ قول کہ ’’میں فلاں شخص کے ساتھ رہوں گی‘‘ نکاح نہیں:

سوال: اگر کوئی عورت صرف دو مردوں کے سامنے کہہ دے کہ میں ہمیشہ فلاں مرد کے ساتھ رہوں گی، اگر وہ مرد موجود نہ ہوتو اس طرح نکاح ہوا یا نہیں جب کہ دونوں ایک دوسرے سے نکاح کرنے پر راضی ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ایسا کہنے سے خواہشِ نکاح کا اظہار ہوا؛ لیکن نکاح منعقد نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۶۶۶)

لفظ ’’نکاح‘‘ کے بجائے ’’بیع‘‘ کا لفظ کہنے سے نکاح کا حکم:

سوال: اگر نکاح کے وقت لفظ کے بجائے بیچنے وغیرہ کے لفظ کہہ دیا جائے تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

خرید وفروخت اور بیچنے وغیرہ کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے استعمال کئے جائیں تو نکاح بلا اختلاف صحیح ہے۔

قال ابن نجيم: فينعقد النكاح بلفظ الهبة والعطية والصدقة والملك والتمليك والجعل والبيع والشراء على الاصح. (البحر الرائق: ۳/۸۵، کتاب النکاح)(۲) (فتاویٰ حقانیہ:۴/۲۹۳)

لفظ کنایہ سے ایجاب وقبول کیا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: زید اپنے مکان میں چند اشخاص کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اس اثنا میں ہندہ آئی اور کہا کہ میں نے اپنے نفس کو زید کے لیے بخش دیا، زید کے گواہ نے دریافت کیا کہ مہر کیا ہے؟ ہندہ نے کہا: ایک سو ساڑھے ستائیس روپے، زید نے قبول کرلیا، بعد ازاں ہندہ نے اپنا عقد عمر سے کرلیا۔ یہ عقد ثانی صحیح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) ’’وأما ركن النكاح فهو الايجاب والقبول، وذلك بألفاظ مخصوصة، الخ‘‘. (بدائع الصنائع، فصل فی ركن النكاح: ۳/ ۱۳۷، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) قال ابن عابدين: تحت (قوله: وكل ما تملك به الرقاب) كالجعل والبيع والشراء فَإِنَّهُ ينعقد بها ... ثم قال هٰذا حاصل مافي الفتح وملخصه أنه لابد في كنايات النكاح من النّية مع قرنية اوتصديق القابل للموجب وفهم الشهود المراد اعلامهم به. (ردالمحتار: ۳/۱۸، كتاب النكاح)

ومثله في الهندية: ۱/۱۷۲، الباب الثانی فیماینعقدبه النكاح وما لاينعقدبه.

الجواب

یہ لفظ کہ میں نے اپنے نفس کو زید کے لیے بخش دیا، کنایات نکاح میں سے ہے، اس میں نیت نکاح، یا قرینہ کی ضرورت ہے اور صرف ذکر مہر قرینہ نہیں ہے، (کما حقه الكمال، شامی) (۱) اور یہ کہ گواہان کو معلوم ہو کہ یہ نکاح ہے۔ پس اگر یہ امور پائے گئے تو نکاح منعقد ہوگیا، اس صورت میں دوبارہ نکاح ہندہ کا عمر کے ساتھ نہیں ہوا اور اگر بہ نیت نکاح یہ لفظ نہیں تھا اور قرینہ بھی کوئی علاوہ ذکر مہر کے موجود نہیں ہے تو زید سے اس کا نکاح نہیں ہوا، اس صورت میں عمر کے ساتھ نکاح صحیح ہوگیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۸۸-۸۹)

لفظ ہبہ کے ساتھ بالغہ نے جو نکاح کیا، وہ ہوگیا:

سوال: زید نے مثلاً پانچ چھ آدمی مسلمان عاقلین وبالغین کی روبرو وعقد نکاح مثلاً ہندہ عاقلہ بالغہ سے بلفظ ہبہ کرلیا، مثلاً زوجہ ہندہ نے زید کی روبرو بالمشافہ کہا کہ میں نے اپنی ذات تجھ کو بخش دی، زید نے کہا: میں نے تجھ کو قبول کی، بعدہ ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح ہندہ کے باپ نے زبردستی جبراً دوسرے شخص مثلاً بکر سے کرادیا، صورت مذکورہ میں نکاح اول جو زید سے ہوا، وہ ثابت ہوگا، یا نکاح ثانی بکر کا ثابت ہوگا؟

الجواب

لفظ ہبہ کنایات نکاح میں سے ہے، اگر بہ نیت نکاح یہ لفظ روبرو شاہدین، عاقلین، بالغین کے عورت نے کہا اور مرد نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا، (۲) اور جب کہ یہ نکاح کفو سے ہوا، باپ کو اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنا صحیح نہیں ہے، پس باپ نے جو جبراً نکاح اس بالغہ کا دوسرے شخص سے کردیا، وہ صحیح نہیں ہوا، نکاح اول صحیح ونافذ ہے۔

درمختار میں ہے:

وهو أى الولى شرط صحة نكاح صبى ومجنون، الخ، لا مكلف، الخ، فنفذ نكاح حرة بالغة بلا رضا ولى، انتهٰى ملخصاً. (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۸۶)

---

(۱) وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح لأنهما صريح وماعدا هما كناية وهو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، الخ، كهبة وتمليك وصدقة وعطية، الخ، وكل ماتملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة وفهم الشهود المقصود. (الدر المختار)

هذا ماحققه الفتح رداً على ما قدمناه عن الزيلعي حيث لم يجعل النية شرطاً عند ذكر المهر، الخ. حاصل الرد: أن المحتار أنه لابد من فهم الشهود المراد. (ردالمحتار كتاب النكاح: ۲/۳۶۹-۳۷۵، ظفير)

(۲) فينعقد النكاح بلفظ الهبة والعطية. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۹۱، ظفير)

(۳) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ۲/٤۰۷، ظفير

لفظ ''ہبہ'' سے نکاح کے لیے نیت شرط ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کتاب ''احسن المسائل'' میں لکھا ہے کہ نکاح لفظِ ہبہ سے اور لفظ ''تزویج'' سے بھی ہوجاتا ہے، اس تحریر کو پڑھ کر زید نے دو آدمیوں کے سامنے ہندہ کو کہا: **هب لي نفسك** (تم اپنے کو مجھے ہبہ کردو) اس پر ہندہ نے کہا: **وهبت لك نفسي** (میں نے اپنے کو آپ کو ہبہ کیا)؛ مگر اس مکالمے میں زید نے نکاح کی نیت کی اور ہندہ نے نکاح کی نیت نہیں کی اور اب تک زید کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی کرتی ہے تو اس صورت میں نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ ہندہ ایک جوان غیر شادی شدہ عورت ہے اور زید نے ہندہ کو دوسو روپیہ دین مہر کی نیت سے دیا اور دین مہر کہہ کر نہیں دیا اور ہندہ نے اسے لے لیا۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

لفظ ''ہبہ'' نکاح کے کنائی الفاظ میں ہے؛ یعنی اگر ان الفاظ کی ادائیگی کے وقت نکاح کی نیت کی ہے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔ صورتِ مسئولہ میں چوں کہ ہندہ نے ''**وهبت لك نفسي**'' کہتے وقت نکاح کی نیت نہیں کی ہے، لہٰذا قبول صحیح نہیں ہوا اور نکاح منعقد نہیں ہوا، لہٰذا زید و ہندہ پر از سر نو نکاح کرنا لازم ہے۔

وإنما يصح بلفظ "تزويج ونكاح"؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، كهبة أي إذا كانت على وجه النكاح، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة، وفهم الشهود المقصود. (الدر المختار مع الشامي: ۱۷/۳، كراتشي: ۷۹/۴، زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۹۰۸/۲، دار المعرفة بيروت، النهر الفائق: ۱۷۲/۲، إمدادية، بحوالہ تعلیقات: فتاویٰ محمودیہ ۲۶۴/۱۰ ڈابھیل)

اور چوں کہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، لہٰذا زید نے جو دوسو روپیہ مہر کے نام پر دیا ہے، وہ اسے واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۵/۸/۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

اس ایجاب وقبول سے نکاح ہوگیا:

سوال: دختر کے والد نے نکاح خواں سے کہا ہماری لڑکی کا نکاح کردو۔ نکاح خواں نے اس طرح کردیا: تم نے اے عمر زید کی لڑکی بعوض سو روپے مہر کے قبول کی۔ اس نے کہا: ہاں میں نے قبول کی۔ اس سے نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ اور نکاح خواں باپ کی وکیل ہے، یا عورت کا؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس صورت میں ایجاب وقبول مذکور کے ساتھ جب کہ دوروبرو شاہدین کے ہوا، نکاح صحیح ہوگیا، نکاح خواں عورت کے باپ کا وکیل ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۵/۷)

---

(۱) أمر الأب رجلان أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل وامرأتين والحاصل أن الأب حاضر صح. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳۷۷/۲، ظفير)

صورت ذیل میں نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مسماۃ کریماً کے والد زید نے یہ بہ نیت منگنی مسماۃ کریماً نابالغہ ایک مجلس منعقد کی، جس میں عمر نابالغ کا باپ بکر موجود ہے، اس مجلس میں زید وبکر نے اپنی لڑکی ولڑکے کی بابت ایجاب وقبول بہ نیت منگنی خواہ خود، یا بذریعہ وکیل کیا۔ وہ ایجاب وقبول نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر بالفاظ نکاح ایجاب وقبول کیا، مثلاً لڑکی کے باپ نے کہا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے کیا اور بکر نے اپنے پسر عمر کی طرف سے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگیا اور اگر بلفظ ہبہ وعطا وغیرہ بہ نیت منگنی ایجاب وقبول کیا، مثلاً زید نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی تیرے پسر عمر کو دی اور بکر نے قبول کیا تو وہ منگنی ہوئی، نکاح نہیں ہوا۔ (کذا فی الدر المختار)(۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۹/۷)

منگنی کے وقت ایجاب وقبول کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے مجلس عام منگنی میں روبرو گواہان کے کہا کہ میں نے اپنے لڑکی عمرو کے لڑکے کو دی اور عمرو نے اوسی وقت ایک ہی مجلس میں کہا کہ میں نے قبول کی اور زید کی لڑکی اور عمرو کا لڑکا دونوں صغیر ہیں۔ اب فرمایئے کہ اس صورت میں زید کی لڑکی کا عمرو کے لڑکے کے ساتھ نکاح منعقد ہوجاوے گا، جیسا کہ مولانا مولوی عبدالحیؒ کے فتاوی میں تصریح ہے کہ اصح روایت پر صورت مذکور میں نکاح ہوجاتا ہے، جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

استفتاء:

چہ فرمانید علماء دین کثرہم اللہ تعالی درصورت مسئولہ کہ یک شخص جماعت خود را دعوت خطبہ داد ومردمان جماعت بدعوت خطبہ جمع شدند ودر مجلس خطبہ درمیان ولی دختر صغیرہ وولی پسر صغیر ایجاب وقبول بالفاظ دادم وپذیرفتم جاری شد پس بایں ایجاب وقبول کہ بالفاظ مذکورہ در مجلس خطبہ جاری شدہ است دختر منکوحہ پسر شد، یانہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ھو المصوب: درانعقاد نکاح بلفظ دادم وپذیرفتم اختلاف مشائخ حنفیہ ست بعض حکم بانعقاد سازند وبعض نہ ودر کتب معتبرہ قول اول را اصح گفتہ اند ودر یہ دادم وپزیرفتم مجلس نکاح میں استعمال کیا جائے، یا ایسی مجلس میں استعمال کیا

(۱) (وهل أعطيتنها؟ أن المجلس للنكاح وإن للوعدفوعد. (الدر المختار)(قوله:أن المجلس للنكاح) أي لانشاء عقده لأنه يفهم منه التحقيق في الحال، فإذا قال الآخر:أعطيتكها، لوفعلت لزم، وليس للأول أن لا يقبل. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ٣٦٤/٢،ظفير)

جائے، جو نہ مجلس خطبہ ہے، نہ مجلس نکاح ہے۔ باقی اگر مجلس خطبہ میں ان کو استعمال کیا گیا تو حسب تصریح درمختار محض وعدہ پر محمول کیا جائے گا۔ (۲) واللہ اعلم

۱۸/رمضان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۲۰۶/۳)

ایجاب وقبول سے نکاح:

سوال: رحمت بیوہ برضائے خود روبرو دو گواہوں کے اپنا تن محمود کے ملک کر دیتی ہے، وہ قبول کر لیتا ہے؛ لیکن عام طور پر شہرت مانند نکاح معروف شہرت نہیں ہوئی۔ یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور بعد اس نکاح کے اگر وہ عورت دوسرا نکاح حسب عرف مع شہرت کرالیوے تو وہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ زوج اول کا دعویٰ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ ایجاب وقبول روبرو دو گواہوں کے ہو گیا، نکاح منعقد ہو گیا، اگر چہ شہرت نہ ہو، پس اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح باطل اور حرام ہے۔

درمختار میں ہے:

وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح،الخ، وماوضع لتمليك عين،الخ،فى الحال،الخ، كهبة فقليك،الخ، بشرط نية وقرينة وهم الشهود المقصود. (۲)

پس معلوم ہوا کہ تملیک بہ نیت نکاح وفہم شہود وتقرر مہر سے بعد قبول شوہر بموجودگی شاہدین سامعین قولہما (۳) نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۶۹-۷۰)

جب عورت مجلس نکاح میں موجود ہو تو شاہوں کو نام وغیرہ بتلانا ضروری نہیں ہے:

سوال: ایک عورت برقعہ پوش تنہا دو مرد گواہوں کے سامنے کھڑی ہے اور گواہوں کو اس کا مطلق علم نہیں ہے کہ یہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے، صرف اتنا معلوم ہے کہ کوئی عورت ہے اس صورت میں۔ مرد ثالث جو عورت مذکورہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، یہ کہے کہ کیا مجھ سے تجھے نکاح منظور ہے، عورت جواب دیتی ہے، مجھے قبول ہے، یا قبول کیا تو کیا از روئے شرع نکاح ہوگا؟

(۲) صورت سابقہ میں اگر مرد گواہوں سے عورت مذکور کا پتہ بالکل نہ دے تو کس طرح ہے؟

---

(۱) قال فى شرح الطحطاوى: لوقال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/ ۱۱-۱۲، سعيد)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/ ۳٦۸، ظفير

(۳) وشرط حضور شاهدين حرين او حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً على الاصح فاهمين انه نكاح على المذهب،الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۷۳/۲)

(۳) اگر مرد عورت مذکورہ کا پتہ اس طرح جھوٹ بتلائے، مثلاً گواہوں سے کہہ دے کہ یہ عورت اجمیر رہتی ہے اور اجمیر سے آئی ہے اور میں اس سے نکاح کرتا ہوں، حالاں کہ دراصل وہ عورت جودھ پور ہی کی ہے، اس کا جواب بھی لکھیں؟

الجواب

جب عورت سامنے موجود ہے تو شاہدوں کو اس کا نام وغیرہ بتلانا ضروری نہیں، پس ہر سہ صورت میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے؛ **كما في العالمگيرية** (۲/۲): **وإن كانت حاضرة متنقبة ولايعرفها الشهود جاز النكاح وهوالصحيح.** (۱)

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۰/رمضان شریف ۱۳۴۵ھ (۲) (امدادالاحکام: ۲۳۸/۳)

مذاق میں ایجاب وقبول سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید مع چندکس بروز عید عمر کے گھر مدعو ہوکر دعوت کھانے گیا، زید نے عمر سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم اپنی فلانی لڑکی کو میرے فلاں لڑکے سے نکاح کردو۔ عمر نے کہا: میں نے اپنی فلاں لڑکی تیرے فلاں لڑکے سے نکاح کردی۔ زید نے بطور ولایت لڑکے مذکور کے واسطے قبول کرلی، گواہ موجود تھے۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بعد از چند سال لڑکی بالغ ہوئی تو عمر نے دوسری جگہ نکاح کردیا اور کہتا ہے کہ میں نے بطور مسخری زید سے ایجاب وقبول کیا تھا اور مسخری سے نکاح نہیں ہوتا، قاضی نے حکم دیا کہ نکاح اول منعقد ہے مگر پھر بھی عمر نے فیصلہ شرعی کو نہ مانا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں پہلا نکاح شرعاً منعقد ہوگیا، (۳) دوسرے شخص سے نکاح اس لڑی منکوحہ سابقہ کا صحیح نہ ہوگا، (۴) اور عذر عمر کا شرعاً قابل سماعت نہیں ہے۔

---

(۱) وَإِنْ كَانَتْ حَاضِرَةً مُتَنَقِّبَةً وَلَا يَعْرِفُهَا الشُّهُودُ؛ جَازَ النِّكَاحُ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَإِنْ أَرَادَ الِاحْتِيَاطَ يَكْشِفُ وَجْهَهَا حَتَّى يَرَاهَا الشُّهُودُ أَوْ يَذْكُرَ اسْمَهَا وَاسْمَ أَبِيهَا وَجَدِّهَا وَلَوْ كَانَ الشُّهُودُ يَعْرِفُونَهَا وَهِيَ غَائِبَةٌ فَذَكَرَ الزَّوْجُ اسْمَهَا لَا غَيْرُ وَعَرَفَ الشُّهُودُ أَنَّهُ أَرَادَ بِهِ الْمَرْأَةَ الَّتِي يَعْرِفُونَهَا جَازَ النِّكَاحُ، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ. (الفتاویٰ الهندية، الباب الأول في تفسير النكاح شرعاً صفته: ۲٦٨/۱، دارالفكربيروت، انيس)

(۲) یہاں تک کے کل جوابات حضرت مولانا صاحب مدظلہم نے بھی التزاماً ملاحظہ فرمائے ہیں، اس آگے حضرت والا نے فرصت نہ ہونے کے باعث التزام ترک فرمادیا، صرف استاذی المکرّم جناب مولوی ظفر احمد صاحب التزاماً ملاحظہ کرنے لگے۔ منہ

البتہ کوئی جواب مولانا مدظلہ کی تحقیق کے خلاف نہیں لکھا جاتا؛ بلکہ جو نیا سوال ہو، اس کو زبانی دریافت کرکے لکھا جاتا ہے اور کہیں ملاحظہ کی نوبت آتی ہے تو وہاں تصریحاً اس کو ظاہر کردیا جاتا ہے؛ یعنی حضرت والا دستخط ثبت فرمادیتے ہیں۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۶/رمضان ۱۳۴۸ھ

نوٹ: مذکورہ حاشیہ کا تعلق مذکورہ مسئلہ سے نہیں ہے؛ بلکہ امدادالاحکام کے فتاویٰ سے متعلق نوٹ ہے۔ انیس

(۳) وينعقد بإيجاب من أحدهماوقبول من الآخر، الخ، كزوجت نفسي أوبنتي أومؤكلتي، الخ، يقول الآخر: تزوجت أوقبلت لنفسي أولموكلي أولابني أومؤكلتي۔ (دیکھئے: ردالمحتار كتاب النكاح: ٣٦١/٢، ظفير)

(۴) أمانكاح منكوحة الغيرفلم يقل أحد بجوازه أصلاً. (ردالمحتار، باب المحرمات: ٤٨٢/٢، ظفير)

لقوله عليه الصلاة والسلام: ثلث جدهن جد وهزلهن جد وعد صلى الله عليه وسلم منها النكاح.(۱)
پس دوسرا نکاح کرنے والا اوراس کو جائز سمجھنے والا فاسق ہے اور فیصلہ شرعیہ سے انحراف کرنا بھی فسق اور معصیت ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۷-۷۲)

مذاق میں نکاح کا ایجاب وقبول:

سوال: کوئی شخص کسی عورت سے کہہ دے کہ ''میں نے تجھ سے نکاح کیا'' اورعورت بھی مذاق میں کہہ دے کہ ''میں نے قبول کیا'' اورایسے ہی خرید وفروخت میں بھی اگر کوئی شخص کسی کوئی چیز مذاق کے طور پر فروخت کردے اور دوسرا بھی مذاق سے قبول کرلے تو کیا یہ بیع منعقد ہوجائے گی، یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر کردیں کہ کون سی چیز مذاق سے واقع ہوجاتی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

نکاح کا ایجاب وقبول اگر مذاق میں گواہوں کے سامنے کیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا، (۳) اگر بیع کا ایجاب وقبول مذاق میں کیا ہے، حقیقۃ بیع کرنا مقصود نہیں تھا اور بائع ومشتری دونوں کو اس کا اعتراف ہے تو اس سے بیع منعقد نہیں ہوگی، (۴) آپ کو جس جس چیز کے متعلق دریافت کرنا مقصود ہو تو اس کو متعین کرکے دریافت کرلیں، تفصیل مطلوب ہو تو ''نورالأنوار'' دیکھ لیں۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۹۱-۴۹۳)

---

(۱) مشكاة المصابيح،باب الخلع والطلاق،ص: ۲۸٤،ظفير

(۲) ''ولايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره''.(الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۲۸۰،كتاب النكاح،الباب السادس،القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير،دارالفكربيروت،انيس)

(۳) ''ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة. (النكاح) فمن زوج ابنته هازلا، انعقد النكاح وإن لم يقصده''.(فيض القدير:۲۷۸۰/٦ (رقم الحديث: ۳٤٥۱)، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۴) ''ولـم ينعقد (أى البيع) مع الهزل، لعدم الرضاء بحكمه معه''. (الدرالمختار)''والهازل يتكمل بصيغه العقد مثلا بـاختيـاره ورضـاه، لـكـن لايختار ثبوته الحكم ولا يرضاه''.(ردالمحتار،كتاب البيوع،مطلب فى حكم البيع مع الهزل: ٥۰۷/٤، سعيد)

(۵) ''والهـزل: وهـو أن يـراد بـالشىء ما لم يوضع له، ولا ما صلح له اللفظ استعارة، وهو ضد الجد ... وأنه ينافى اختيـار الـحـكـم والـرضـاء به ولا ينافى الرضاء بالمباشرة... فصا الهزل بمعنى خيار الشرط أبدا فى البيع، لعدم الرضـاء بـحـكـم البيع، لا بـعـدم الرضاء بنفس البيع، ولكن بينهما فرق من حيث أن الهزل يفسد البيع وخيار الشرط لا يفسده. وشـرطـه: أى شـرط الهـزل أن يكون صريحا مشروطا باللسان بأن يذكر العاقدان قبل العقد أنهما يهز؛ لأن فى العقد ولا يثبـت ذلـک بـدلالة الـحال فقط، الا أنه لم يشترط ذكه فى العقد بخلاف خيار الشرط... فان تواضعا على الهزل بأصل البيع ...ثم جائم او اتفقا على البناء ... يفسد البيع ولايوجب الملک وإن اتصل به القبض... كالبيع بشرط الخيار==

== أبـدا... وان اتـفقا. على الاعراض... فالبيع صحيح والهزل بـاطـل وإن اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء عـنـد البيـع ... أو اختـلفا في البناء والاعراض، فالعقد صحيح عند أبي حنيفة رحمه الله خلافا لهما، فجعل أبو حنيفة رحـمـه الـلّه صحة الايجاب أولى ... وهما اعتبرا المواضعة المتقدزه ... وان كان ذلک في القدر ... فان اتفقا على الاعـراض كـان الثـمـن ألـفيـن ... وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، أو اختلفا فالهزل باطهل والتسمية صحيخة عـنهـد، وعـنـدهما العمل بالمواضعة واجب والالف الذى هزلا باطل ... وان اتفقا على البناء على المواضعة، فالثمن ألفان عنده وان كان ذلک في الجنس ... فالبيع جائز على كل حال من الأحوال الأربعة ... وإن كان في الذى لا مال فـي كـالـطـلاق والعتاق واليمين، فذلک صحيح والهزل باطل بالحديث، وهو قوله عليه السلام: ”ثلث جدهن جدو هـزلهـن جـدا: الـنكاح والطلاق واليمين“ وفي بعض الروايات: ”النكاح والعتاق واليمين ... وان كان المال فيه تبعا كـالنكاح ... فان هزلا بأصله فالعقد لازم والهزل باطل ... وان هزلا في القدر ... فان اتفقا على الاعراض فالمهر ألفا بـالاتـفـاق ... وان اتـفـقـا عـلـى الـبـنـاء فا المهر ألف بالاتفاق ... وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، أو اختلاف، فالنكاح جائز بألف في رواية محمد عن أبي حنفية، وقيل: بألفين في رواية أبي يوسف عنه ...وان كان في الجنس ... فـان اتفقا على الاعراض فالمهر ما سميا وان اتفقا على اكلبناء، واتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، أو اختلاف، يجب مهـر الـمثـل فـي الـصـور الثـلث ... وان كان المال فيه مقصودا كالخلع والعتاق على مال والصح عن دم العمد، فان الـمـال مـقـصـود فـي كجل واحد من هذه الأمور ... فان هزلا بأصله ... واتفقا على البناء على المواضعة بعد العقد، فالطلاق واقع والمال لازم عندهما ... لأن الهزل لا يؤثر في الخلع عندهما، ولا يختلف الحال بالبناء أو بالاعراض أو بـالاختـلاف ... وعـنـده لا يـقـع الـطـلاق بل يتوقف على اختيار المال، سواء هزلا بأصله أو بقدره أو لجنسه ... وان أعـرضا: أي الزوجان عن المواضعة ... وقع الطلاق، ووجب المال اجماعا ... وان اختلفا فالقول لمدعي الاعراض، وان سـكتـا فهـو لازم اجـمـاعا ... وان كان ذلک في القدر ... فان اتفقا على البناء ... فعندهما الطلاق واقع والمال لازم كـلـه، لـمـا مـرأن الهـزل لا يـؤثـر فـي الـخلع عندهما وان كان مؤثر في المال ... وعنده يجب أن يتعلق الطلاق بـاختيـارهـا ... وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء وقع الطلاق، ووجب المال اتفاقا ... وان كان في الجنس يجب الـمسـى عـندهما بكل حال ... وعنده: ان اتفقا على الاعراض، وجب المسمى، لبطلان الهزل بالاعراض. وان اتفقا عـلـى الـبـنـاء، تـوقف الـطـلاق على قبولها المسمى؛ لأنه هو الشرط في العقد. وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، وجب المسمى ووقع الطلاق، لرجحان جانب الجحد. وان أختلفا، فالقول لمدعي الاعراض، لكونه هو الأصل وهذا كـلـه فـي الانشـاء ات، وان كان ذلک: أي الهزل في الاقرار بما يحتمل الفسخ كالبيع ... وبنما لا يحتمله كالنكاح والـطـلاق ... فالهزل يبطله ... والهزل في الردة كفرٌ، آه“.(نورالأنور: ١/ ٣٠٢، ٣٠٨، فـصل في بيان الأهلية،بحث تعريف الهزل والجد، سعيد)

☆ مذاق میں ایجاب وقبول:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد زید نے دو گواہوں کی موجودگی میں آسیہ خانم سے کہا کہ میں محمد زید بن عقیل احمد نے آسیہ خانم ولد ریاضت علی مرحوم خانم کو اپنے نکاح میں قبول کیا، اس پر آسیہ خانم نے کہا: میں نے قبول کیا، میں نے قبول کیا، میں نے قبول کیا؛ زید آسیہ اور دونوں گواہ سب بالغ ہیں اور ایک مجلس میں ہی ایجاب وقبول ہوا ہے؛ ==

مذاق میں لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ’’میں شادی کرنا چاہتا ہوں‘‘:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بالغ لڑکی ایک لڑکا (جس کی عمر پندرہ سال ہے) اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی ہے کہ میں اس کے ساتھ شادی کروں گی، ایک تیسرا شخص لڑکی سے معلوم کرتا ہے کہ کیا تو واقعی اس سے شادی کرنا چاہتی ہے؟ وہ کہتی ہے کہ ’’اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں‘‘، دوسری طرف جب لڑکے سے معلوم کیا جاتا ہے کہ کیا تجھ کو یہ لڑکی قبول ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہاں! میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور مجھ کو یہ لڑکی قبول ہے۔ ان دونوں کے اس بیان کو ایجاب وقبول مان کر تیسرا شخص یہ کہتا ہے کہ تمہارا نکاح ہو گیا، تو کیا واقعی یہ نکاح ہو گیا؟ جب کہ اس وقت ایک بالغ مرد اور دو بالغ عورتیں موجود تھیں اور لڑکے سے بار بار قبول کرنے کی تکرار ہوئی، بعد کو لڑکی یہ کہتی ہے کہ یہ سب مزاق میں کہہ رہی تھی؟

== مگر لڑکی کہتی ہے کہ وہ میں نے مذاق میں کہا تھا تو کیا نکاح منعقد ہو گیا؟ اور اب طلاق دیئے بغیر لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی؟ لڑکی پٹھان برادری کی ہے اور لڑکا شیخ عثمانی برادری کا ہے۔

(المستفتی: محمد زید چندوسی، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسئولہ صورت میں محمد زید (شیخ عثمانی) نے دو بالغ مسلمان گواہوں کی موجودگی میں آسیہ خانم بنت ریاضت علی مرحوم (پٹھان) کے ساتھ مذاق میں ایجاب وقبول کیا ہے اور دونوں ہم کفو بھی ہیں تو ایسی صورت میں مذاق میں کیا ہوا نکاح صحیح اور درست ہو گیا، لہٰذا طلاق دیئے بغیر لڑکی دوسری جگہ اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ میرٹھ: ۷۵/۱۶)

عن أبی هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم، قال ثلث جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة. (سنن الترمذی، كتاب الطلاق، باب ما جاء فی الجد والهزل فی الطلاق: ۲۲۵/۱، رقم: ۱۱۸٤)

قال أبو حنيفة: فی نكاح اللعب والهزل أنه جائز كما يجوز نكاح الجد. (إعلاء السنن، مطبع عباس احمد الباز، مكة المكرمة: ۱۵۲/۱۱، كوئٹه: ۱۳۳/۱۱)

حقيقة الرضا غير مشروطة فی النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (شامی، زكريا: ۸٦/٤، كراتشی: ۲۱/۳)

وفی الظهيرية: الأصل أن النكاح يصح مع الهزل. (الفتاوی التاتارخانية، زكريا ديوبند: ۱۵۸/٤، رقم: ۵۹۱۵، الأشباه والنظائر، القاعده الأولی، قديم: ٤۲، الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۸۰/٤۲)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفء لها بكراً كانت أو ثيباً نفذ النكاح فی ظاهر رواية أبی حنيفة، إلا أن الزوج إذا لم يكن كفء فللأولياء حق الاعتراض. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۰۰/٤، رقم: ۵٦٤٤)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولی ... والاعتراض فی غير الكفء أی فی تزويجها نفسها من غير كفء. (الدرالمختار مع الشامی، زكريا: ۱۵٤/٤-۱۵۵، كراتشی: ۵۵/۳-۵٦) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۵٦/۳۹) (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۵/۱۳)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفیق

صورتِ مسئولہ میں لڑکی کا یہ کہنا کہ:''میں شادی کرنا چاہتی ہوں، یا شادی کروں گی'' ایجاب نہیں ہے؛ بلکہ محض رضامندی کا اظہار ہے، اسی طرح لڑکے کا یہ کہنا کہ ''میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، یا مجھ کو یہ لڑکی قبول ہے''، یہ محض وعدہ اور تمنا کا اظہار ہے، اسے قبول نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ یہ مجلس بظاہر عقد نکاح کے لیے منعقد نہیں کی گئی ہے اور الفاظ بھی فی الحال انعقاد پر دال نہیں ہیں۔

وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛لأنهما صريح،وما عداهما كناية،وهو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة فى الحال. (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب النكاح: ٤/٧٨-٧٩، زكريا، كذا فى الفتاوىٰ الهندية: ١/٢٧٠)

وكذا:أنا متزوجك أوجئتك خاطباً،لعدم جريان المساومة فى النكاح،أوهل أعطيتنيها؟أن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (كذا فى الدرالمختار مع الشامى: ٤/٧٢-٧٣،زكريا،٣/١٢،كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲/۱۱/۱۴۱۵ھ۔الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۸/)

نشہ میں انعقادِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حالتِ نشہ میں انعقاد نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفیق

شراب پی کر اگر نشہ آیا ہے تو اس حالت میں نکاح کا انعقاد صحیح ہے، البتہ اگر دوا وغیرہ پینے سے نشہ آ گیا تو اس حالت میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔

قال فى التاتارخانية: نكاح المكره والسكران صحيح. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣/١٠)

إن كان سكره بطريق محرم لا يبطل تكليفه،فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفء. (شامى: ٣/٢٣٩،كراتشى)

أوبمباح كما إذا سكر من ورق الرمان؛فإنه لا يقع طلاقه ولا عتاقه. (ردالمحتار: ٣/٢٤٠،كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۵/۴/۱۴۱۴ھ۔الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۸/)

خود نکاح کیا؛ مگر کہتا ہے کہ نشہ میں تھا تو کیا حکم ہے:

سوال: بکر نے ہندہ سے اپنی رضامندی سے نکاح کیا، بکر کی عمر ۲۰ سال اور ہندہ ۱۲/سال کی ہے، تین روز بعد

بہن بہنوئی کے بہکانے سے نکاح کا یکدم انکار کر کے کہتا ہے کہ ہم نشہ میں تھے، لوگوں نے ہم کو بہکا کر نشہ میں اقرار کرالیا ہوگا جس کی ہمیں خبر نہیں، حالاں کہ یہ غلط ہے۔ اب نہ وہ ہندہ کو گھر لے جاتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، نہ نفقہ دیتا ہے، لہٰذا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

نابالغہ کے ولی کی وساطت سے اگر بحالت صحت وعقل وہوش شوہر دو گواہوں کے سامنے جنہوں نے ایجاب وقبول کو سنا ہو، نکاح ہوا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا، (۱) انکار شوہر کا معتبر نہیں ہے اور بدون طلاق، یا وفات شوہر کے اور کوئی صورت علیحدہ گی کی نہیں ہے، نفقہ عورت کا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۶/۷-۹۷)

نیم بے ہوشی کی حالت میں کیا ہوا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) میں نے اپنی بیٹی زینب بی بی کا نکاح غلام محمد ابن یعقوب خاں عرف کالوخاں کے ساتھ بتاریخ ۷/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ کو شرعی وکیل وگواہوں اور ہمارے گھر والے اور دولہا کے گھر سے بہنوئی اور ان کے بھانجے بالغ اور دیگر حاضرینِ مجلس مردوں اور عورتوں کے سامنے بخیریت مکمل کر دیا تھا، جس میں دولہا نے کہا: ''میں نے اپنے نکاح میں قبول کیا''، بعد ازاں لڑکی کو دولہا کے ساتھ اس کے گھر بھیج دیا تھا، اس کے بعد دولہا کے بہنوئی سلیم خاں اور دولہا کے ساتھ شاید کسی لین دین میں، یا کسی دیگر گھریلو مسئلہ میں تنازعہ پیش آیا، لہٰذا سلیم خاں نے کہا'' آپ کا نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ غلام محمد نشہ میں تھا'' غلام محمد سے پوچھنے پر معلوم ہوا میں ہوش میں تھا اور میں نے ہوش میں نکاح قبول کیا ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر زوج نشہ کی حالت میں بھی ہو اور وہ کہے کہ میں نے نکاح قبول کیا ہے تو یہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

(۲) اگر نشہ کی حالت کو سلیم نے اِرادۃً چھپایا ہو اور لڑکی والوں کو آگاہ نہ کیا ہو اور چشم پوشی کی ہو تو نشہ کی حالت میں ہوش مکمل سلامت ہو تو کیا یہ نکاح درست ہوگا، یا دوبارہ نکاح کی رسم ادا کرنی ہوگی؟

(۳) اس سالے بہنوئی میں آپسی لین دین کے معاملہ میں بہت زیادہ فون پر تو تو میں میں ہوتی تھی اور بیرونی ملک سے واپس آنے پر دونوں میں تنازعہ بھڑک اٹھا۔

(۴) غلام محمد اور زینت دونوں ایک ماہ ساتھ بھی رہے ہیں، فی الحال سمندری جہاز پر نوکری ہونے کی وجہ سے دو ماہ بعد آنے کا اندیشہ ہے۔ آپ حضرات اس بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

(۱) مسئولہ صورت میں جب کہ غلام محمد خود اس بات کا دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے بحالتِ ہوش وحواس نکاح

---

(۱) ولاینعقدنکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین، الخ. (الهداية، كتاب النكاح: ۲۸٦/۲، ظفير)

قبول کیا ہے اور قاضی کے ایجاب پر اُس کا صحیح طرح قبول کرنا اُس کے لیے مؤید بھی ہے، لہٰذا یہ نکاح یقیناً منعقد ہو گیا، کسی دوسرے شخص کی طرف سے اسے بلا دلیل مدہوش قرار دینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اور ایسا معمولی نشہ جس سے آدمی کے ہوش وحواس مختل نہ ہوں، وہ نکاح کے لیے مانع نہیں ہیں، لہٰذا دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

(۳) سالے بہنوئی کو اس معاملہ میں بلا وجہ تنازع نہ کرنا چاہیے۔

(۴) مسئولہ صورت میں غلام محمد اور زینب کا ایک ساتھ رہنا بلا شبہ درست ہے۔

وینعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامي: ٤/٦٨-٦٩، زكريا، الفتاویٰ الهندية: ١/٢٦٧، مجمع الأنهر: ١/٣١٧)

امرأة، قالت لرجل: زوجت نفسي منک، فقال الرجل: بخداوند گارے پزیر فتم، يصح النكاح. (الفتاویٰ التاتارخانية: ٢/٢٨٥، كراتشي)

والسكران من لا يفرق بين الرجل والمرأة والسماء والأرض، وقالا: من يختلط كلامه غالباً فلو نصفه مستقيما، فليس بسكران. (الدر المختار مع الشامي: ٦/٧٤ زكريا، الفتاویٰ الهندية: ٢/١٥٩)

قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الأنفال: ٤٦)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتحاسدوا ولاتباغضوا ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح البخاري: ٢/٨٩٦، مشكاة المصابيح ٤٢٧)

وأما أحكامه: فحل استمتاع كل منهما بالآخر على الوجه الماذون فيه شرعاً، كذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية: ١/٢٧٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۷/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے زید کی بیٹی زید سے نکاح پر مانگی، زید نے اسے کہا کہ میں نے اسے بکر کے بھائی کو دی ہے، بلکہ ایک دفعہ کہا تھا کہ میں نے بکر کے بھائی کو دی ہے، پھر ایک دفعہ زید نے ہمیں کہا کہ میں نے بیٹی بکر کے بھائی کو نہیں دی ہے؛ بلکہ دراصل میں آپ سے چھپاتا تھا؛ اس لیے اب اگر آپ مانگتے ہیں تو میں دینے کو تیار ہوں۔ کیا اس اقرار کے بعد یہ لڑکی ہمارے لڑکے کے لیے جائز ہوگی کہ پہلے بکر کے بھائی کو دی ہو؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبداللہ مسلم دوست شموزی مردان، ۱۲/رمضان ۱۴۱۵ھ)

الجواب

اس صورت میں زید کے یہ الفاظ ایجاب نہیں ہیں؛ بلکہ جھوٹ ہے، آپ کے لڑکے کے لیے جائز ہوگی۔(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۵۹/۴)

لڑکی سے کہا کہ تم نے فلاں کی زوجیت اتنے مہر میں قبول کی، پھر یہی لڑکے سے کہا اور دونوں نے قبول کرلیا:

سوال: زید بالغ وہندہ بالغہ کا عقد ہورہا ہے، بایں صورت کہ ہندہ مکان خالص میں بیٹھی ہوئی تھی اور زید دہلیز میں، عمرو مکان خاص میں جاکر ہندہ کو کہا کہ تم نے پچاس روپے مہر میں زید کی زوجیت کو قبول کیا، ہندہ نے کہا: قبول کیا، اس وقت مکان خاص میں ہندہ کے پاس علاوہ عمرو کے اور بھی صرف دو عورتیں بالغہ تھیں، پھر عمر دہلیز پر آکر زید کو کہا کہ تم نے ۵۰ روپے مہر میں ہندہ کو قبول کیا، زید نے کہا قبول کیا، اس وقت بہت لوگ زید کے پاس قابل شہادت فی النکاح ماحضر تھے۔ اب اس صورت میں جواز نکاح کی کیا صورت ہے؟ اگر نکاح صحیح ہوگیا تو یہ اقرار بالنکاح کی صورت ہوگی، یا توکیل فی النکاح کی، یا غیر ازیں؟ اور اگر اقرار بالنکاح کی صورت ہے تو عمر مع ان دو اجنبی عورتوں کے جو مکان خاص میں تھیں، ہندہ کے اقرار بالنکاح کے شاہدین بن سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔ فقط

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا؛ کیوں کہ عمرو کا ہندہ سے یہ کہنا کہ تم نے پچاس روپے، الخ، توکیل پر محمول ہے؛ یعنی میں نے عمر کو اپنے نکاح کا وکیل بنادیا اور اجازت زید سے نکاح کرنے کی دے دی، پھر جس وقت عمر نے زید سے ایجاب وقبول نکاح کیا بحضور شہود، اس وقت نکاح منعقد ہوگیا، پس عمر کا یہ قول زید سے کہ تم نے ۵۰/روپے میں ہندہ کو قبول کیا، ایجاب ہے اور زید کا یہ کہنا کہ میں نے قبول کیا قبول ہے، لہٰذا اگر ہندہ معروفہ ہے، مجہولہ نہیں ہے، یا اس کے باپ کا نام لیا گیا ہے تو نکاح منعقد ہوگیا۔

درمختار میں ہے: ''**وینعقد ملتبساً بایجاب من احدھما وقبول من الآخر**''. (۲)

اور ظاہر ہے کہ وکیل زوجہ کا احدہما میں داخل ہے اور قائم مقام ہے زوجہ کا اس کا نکاح کرنے میں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۰/۷-۸۱)

---

(۱) یدل علیہ ما قال الشیخ طاہر بن عبد الرشید: رجل خطب بنتا صغیرۃ لرجل منہ لأجل ابنہ الصغیر، وقال أبو البنت: زوجتھا من فلان قبل ھٰذا، قال الملا علی قاری: (قولہ فاظفر بذات الدین) أی فز بنکاحھا قال القاضی رحمہ اللّٰہ من عادۃ الناس أن یرغبوا فی النساء ویختاروھا لاحدی أربع خصال عدھا (المال، والحسب، والجمال، والدین) واللائق بذوی المروات وأرباب الدیانات أن یکون الدین من مطمح نظرھم فیما یأتون ویذرون لا سیما فیما یدوم أمرہ ویعظم خطرہ. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکاۃ: ۱۸۸/۶، کتاب النکاح الفصل الاول)

(۲) الدر المختار علی ھامش ردالمحتار، کتا ب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر

اس ایجاب وقبول سے نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ایجاب وقبول میں صراحۃً لفظ نکاح نہیں کیا؛ بلکہ کنایہ بایں طور کہ عورت نے کہا: میں نے جان، عزت اور حرمت تیرے سپرد کیا، مرد نے کہا: میں نے قبول کیا، اس وقت صرف عورت کا باپ اور اس کا بالغ لڑکا موجود تھا اور کوئی نہ تھا۔ نکاح ہوا، یا نہیں؟ یہ زنا تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر یہ الفاظ نکاح کے ارادہ سے کہے گئے تو نکاح منعقد ہو گیا۔

قال فی الدر المختار: (وما) عدا هما كناية، وهو كل لفظ (وضع لتمليك العين)، الخ، كهبة وتمليك وصدقة وعطية، الخ، بشرط نية أو قرينة، الخ.

وفيه أيضاً: وشرط حضور شاهدين، الخ، ولو فاسقين، الخ، أو ابنى الزوجين.

وفى الشامي: وليس هذا خاصا بالإبنين. (۱)

نکاح مذکور اگرچہ قاضی کے یہاں ثابت نہیں ہوتا ہے؛ لیکن عنداللہ نکاح صحیح ہے اور مقاربت اور مجامعت درست ہے اور یہ زنا کے حکم میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۳/۷)

مندرجہ ایجاب وقبول سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: نکاح خواں نے ہندہ کا نکاح اس کی اجازت سے بولایت اس کے ماموں کے عمر کے ساتھ بایں طور پڑھا: اے عمر! تم نے مسماۃ باگھری دختر فلاں کو بعوض سو روپے مہر کے قبول کیا۔ عمر نے کہا: ہاں! قبول کیا۔ ایسے ایجاب وقبول سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایجاب وقبول بطریق مذکور سے نکاح ہو جاتا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ لڑکی کے باپ کا نام لیا جائے، یا یہ کہ گواہوں کو اس کا حال معلوم ہو اور وہ اس لڑکی کو جانتے ہوں کہ فلاں شخص کی بیٹی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۶/۷-۸۷)

ایجاب ہوا، قبول نہ پایا گیا تو نکاح نہ ہوا:

سوال: طائفہ اہل اسلام کی ایک مجلس بغرض نکاح منعقدہ ہوئی، مجلس حاضرہ میں لڑکی کے والدہ نے نکاح خواں

---

(۱) دیکھئے: ردالمختار، کتاب النکاح: ۳۶۸/۲، ظفیر صدیقی

(۲) **(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر (وضعا للمضى) لأن الماضى أدل على التحقيق (كزوجت) نفسى أوبنتى أومؤكلتى منك (و)يقول الآخر: (تزوجت). (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۳۶۱/۲)**

لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فإن عرفها الشهود وعلموا أنها أرادها كفى ذكر اسمها وإلا لابد من ذكر الأب و الجد أيضاً. (ردالمحتار: ۳۶۷/۲، ظفير)

کے اشارہ پر ایجاب کیا، پھر لڑکے کو جو عاقل بالغ اور مجلس میں موجود تھا، قبول کے لیے کہا گیا تو اس نے اور اس کے والد نے قبول سے سکوت کیا تو منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

"وينعقد متلبساً بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر، الخ، فلا ينعقد بقبول بالفعل كقبض مهرا، الخ، (قوله: فلا ينعقد) تفريع على ما تقدم من انعقاد بلفظين". (۱)

پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۷/۷)

ایجاب کے وقت ذہن موقع پر حاضر نہ ہو اور قبول کے وقت حاضر ہو تو کیا نکاح درست ہوگا:

سوال: ایک طالب علم دین کا نکاح بطریق مسنون ایجاب وقبول دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا، نکاح ہو جانے کے دو تین روز بعد اس طالب علم نے یہ کہا کہ جب میرا نکاح خطبۂ مسنونہ کے ساتھ شروع ہوا تو فوراً میرے پورے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی، جس کی وجہ سے میرا ذہن موقع پر حاضر نہ رہا اور جب وکیل نے لڑکی اور اس کا اور اس کے باپ کا نام لیا تو مجھے کچھ پتہ نہیں۔ ہاں! جب وکیل نے کہا کہ قبول کیا تو میں نے حضورِ ذہن کے ساتھ کہا کہ میں نے قبول کیا تو کیا اس صورت میں (جب کہ لڑکی اور اس کے باپ کا نام پہلے معہود فی الذہن ہے) نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

خطبۂ نکاح کے وقت اگر حواس درست نہ رہیں اور پہلے سے تمام باتیں طے ہیں اور قبول کرتے وقت بھی حواس درست ہوگئے اور سمجھ کر قبول کی نوبت آئی ہے، خود قبول کیا ہو یا وکیل نے کیا ہو تو نکاح درست ہوگیا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۹/۶/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۴/۱۰)

---

(۱) دیکھئے: ردالمحتار كتاب النكاح: ۳٦١/٢. ظفير

(۲) اگر اس وقت اس کی حالت اس طرح تھی کہ نکاح کو سمجھ رہا تھا تو نکاح صحیح ہوا اور اگر نکاح کو سمجھ نہیں آ رہا تھا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے:

"وأما الذي يجن ويفيق فحكمه كمميز، نهاية ... ومن عقد عقدا يدور بين نفع وضرر كما سيجيء في المأذن منهم من هؤلاء المحجورين وهو يعقله ... أجاز وليه أو رد، وان لم يعقله، فباطل". (الدرالمختار)

"أقول: والذي يحل عقدة الاشكال ما قدمناه عن ابن المكال، فانه ان أريد بالمغلوب من غلب على عقله: أي الذي لا يعقل أصلا، فيراد بالذي يجن ويفيق ناقص العقل وهو المعتوه ... والمعتوه في تصرفاته كمميز ... وان أريد به من لا يفيق من جنونه الكامل أو الناقص، فيحترز به عمن يفيق أحيانا: أي يزل عنه ما به بالكلية، وهذا كالعاقل البالغ في تلك الحالة". (ردالمحتار، كتاب الحجر: ١٤٤/٦ـ١٤٦، سعيد)

"وأما ركن النكاح فهو الايجاب والقبول، وذلك بألفاظ مخصوصة، الخ". (بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ٣١٧/٣، دار الكتب العلميه بيروت)

لڑکی کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا اور باپ کا نام نہیں لیا گیا تو کیا حکم ہے:

سوال: دولہا ودلہن کی طرف سے لوگوں نے حاضر ہوکر دلہن سے کہا کہ بعوض دوسو روپے مہر زید کو قبول کیا، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، حالاں کہ وکیل نے دولہا کے باپ کا نام نہیں لیا۔ اس صورت میں نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

دولہا اگر حاضر مجلس نکاح ہے اور اس نے خود قبول کیا ہے تو اس کے باپ کا نام معلوم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، (۱) اور اگر مجلس نکاح میں موجود نہ ہو؛ لیکن گواہ وغیرہ اور دلہن اس کو جانتی ہو، تب بھی نکاح صحیح ہوگیا۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۱۰-۱۱۱)

صورت مسئولہ میں نکاح باپ سے ہوا، یا بیٹے سے:

سوال: زید کا نکاح بعمر ساڑھے تین سال مسماۃ ہندہ سے جس کی عمر گیارہ سال کی تھی ہوا، جس کو تخمیناً عرصہ آٹھ سال کا ہوا، چوں کہ زید بچہ تھا، جب نکاح کے وقت جلسہ میں لایا گیا تو وہ رونے لگا، قاضی صاحب نے اس کے باپ بکر سے کہا کہ تم الفاظ ایجاب وقبول اپنی زبان سے ادا کردو، یہ تو صرف ضابطہ پُری ہے، جب یہ دونوں زید و ہندہ بالغ ہوں گے تو ان کا نکاح اس وقت ہوگا۔ پس قاضی صاحب نے حسب قاعدہ خطبہ پڑھنے کے بعد بکر سے کہا کہ مسماۃ فلاں بیٹی فلاں کو اس قدر زر مہر پر میں نے تیرے عقد نکاح میں دیا تو نے اس کو قبول کیا؟ بکر نے اس کے جواب میں صرف یہ لفظ کہ میں نے قبول کیا، تین بار ادا کئے، اس صورت میں مسماۃ ہندہ کا نکاح کس کے ساتھ ہوا؟

الجواب

اس صورت میں حسب تصریحات فقہاء نکاح ہندہ کے بکر کے ساتھ منعقد ہوگیا، زید کے ساتھ منعقد نہیں ہوا، قاضی نکاح خواں اگر یہ کہتا کہ میں نے ولی ہندہ کی طرف سے وکیل ہوکر ہندہ کا نکاح تیرے بیٹے زید سے کیا، اس پر بکر یہ کہتا کہ میں نے اپنے بیٹے زید کے لیے قبول کیا تو نکاح زید سے ہوجاتا، برخلاف اس صورت کے جو واقع ہے، اس میں نکاح ہندہ کا بکر کے ساتھ ہوگیا۔

قال في الشامي: ونظير هذا مافي البحر عن الظهيرية لو قال أبو الصغيرة لأبي الصغير: زوجت ابنتي ولم يزع عليه شيئاً، فقال أبو الصغير: قبلت، يقع النكاح للأب هو الصحيح، ويجب أن

(۱) ينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، الخ، كزوجت نفسي، الخ، ويقول الآخر: تزوجت. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦۱، ظفير)

(۲) إن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد وكيلها فإن كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳۷٤، ظفير)

يحتاط فيه فيقول:قبلت لابنی،آه،وقال فی الفتح بعد أن ذكر المسئلة بالفارسية: يجوزالنكاح على الأب وإن جرى بينهمامقدمات النكاح للابن هو المختار،لأن الأب إضافه إلى نفسه. (۱)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۱۴-۱۱۵)

باپ نے بیٹے کی بجائے اپنے لیے قبول کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: بکر نے اپنے بیٹے زید کا نکاح بعمر ساڑھے تین سال مسماۃ ہندہ کے ساتھ جس کی عمر گیارہ سال کی تھی کیا،جس کو عرصہ تخمیناً آٹھ سال کا ہوتا ہے،چوں کہ زید بچہ تھا جب نکاح کے وقت جلسہ میں لایا گیا تو رونے لگا۔قاضی صاحب نے بکر سے کہا کہ تم اس کی طرف سے ایجاب وقبول کردو،پس قاضی صاحب نے بعد پڑھنے خطبے کے بکر سے کہا کہ مسماۃ فلاں بیٹی فلاں کو اس قدر زرمہر کے عوض میں نے تیرے عقد نکاح میں دیا۔بکر نے اس کے جواب میں صرف یہ الفاظ''میں نے قبول کیا'' کہے۔تین مرتبہ ایسے ہی قاضی صاحب نے کہا اور بکر نے یہی جواب دیا۔پس اس صورت میں مسماۃ ہندہ کا نکاح زید سے جائز ہوا یا نہیں،اور جائز ہوا تو کس کے ساتھ؟ نیز یہ کہ عمر اب دس سال کی ہے؛لیکن پستہ قد اور منحنی ہونے کی وجہ سے چھ سال کا معلوم ہوتا ہے،ہندہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہے،چوں کہ زمانہ نازک ہے؛اس لیے گو اس کی نگرانی کافی طور پر کی جاتی ہے؛لیکن اندیشہ ہے،لہٰذا اس کا دوسرا نکاح ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے؛اس لیے گزارش ہے کہ بمقابلہ شخص غیر زید کے والد بکر سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے،یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح زید کے ساتھ اس وجہ سے منعقد ہوا کہ ایجاب وقبول میں اس کا نام ہی نہیں لیا گیا اور اس کی طرف نسبت نہیں کی گئی،الفاظ کا مقتضی یہ ہے کہ زید کے باپ بکر کے ساتھ یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛(۲)لیکن سوال میں یہ تصریح نہیں کہ قاضی صاحب نے ایجاب کے جو الفاظ کہے ہیں،ان کی اجازت ہندہ کے کسی ولی جائز سے حاصل کی تھی،یا نہیں؟ اگر اس کے ولی جائز کی اجازت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو بکر کے ساتھ یہ نکاح ہندہ کا منعقد ہوگیا،(۳)اور بلا اجازت استعمال کئے ہیں تو یہ نکاح فضولی ہوا،جو ولی کی اجازت پر موقوف تھا،اگر ولی نے اجازت دی ہو تو جائز،ورنہ باطل ہے،(۴)ہاں از سر نو بکر کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہوسکتا ہے؛(۵) کیوں کہ اس کے بیٹے زید کے ساتھ بہر حال نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔(۶)واللہ اعلم (کفایۃ المفتی: ۵/۱۰۲)

---

(۱) ردالمحتار للشامی، کتاب النكاح: ۲/۳۷۸،تحت قوله ولو له بنتان،ظفير

(۲) **لو قال أبو الصغير لأبی الصغير:زوجت ابنتی ولم يزد شيئًا فقال أبوالصغير:قبلت،يقع النكاح للأب هو الصحيح ويجب أن يحتاط فيه فيقول:قبلت لابنی، وقال فی الفتح :... يجوز النكاح على الأب وان حدى بينهما مقدمات النكاح للابن هوالمختار لأن الاب اضاف الى نفسه ... قلت وبه يعلم بالاولیٰ حكم ما يكثر وقوعه حيث يقول: زوج ابنتک لابنی فيقول له: زوجتک، فيقول الأول قبلت فيقع العقد للأب.(ردالمحتار،کتاب النكاح: ۳/۲٦، سعيد)** ==

قاضی نے باپ کی موجودگی میں نابالغ سے ایجاب وقبول کرایا تو نکاح ہو گیا:

سوال: زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ سے ہوا تھا، مجلس نکاح میں زید کا باپ موجود تھا؛ مگر قاضی نے زید ہی سے ایجاب وقبول کرایا، اس کے باپ سے نہیں کروایا تھا تو یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۰۲، حکیم نظام الدین ضلع ہزاری باغ، ۵/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۰/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر ایجاب وقبول نابالغ لڑکے نے باپ کی موجودگی میں باپ کی رضامندی سے کیا تو معتبر ہے اور نکاح منعقد ہو گیا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۵/۵)

قاضی نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ایجاب وقبول کرالے اور ولی حاضر نہ ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں:

سوال: اگر ولی صریحاً نہ اجازت دے نہ وقت نکاح کے حاضر رہے، خصوصاً لڑکی کا ولی؛ مگر اور سامان دونوں طرف کے ولی سب کریں، مثلاً نسبت ٹھیک کرنا، فروش، چھوہارہ وغیرہ، لوگوں کا بلانا اور اسی قیاس کے تمام کام کریں؛ لیکن قاضی صرف نابالغ لڑکی ولڑکے سے ایجاب وقبول کراوے تو ایسی صورت میں نکاح ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

اگر نکاح قاضی کو لڑکی کے یا لڑکے کے ولی نے بلایا ہے کہ تم آ کر میری لڑکی، یا لڑکے کا نکاح کردو، تب تو اس کی طرف سے قاضی وکیل صرف دوسرے ولی کی طرف سے اجازت کی ضرورت رہی، اگر دوسرے ولی نے عقد کے بعد اجازت صراحۃ دے دی، یا کوئی فعل ایسا کیا، جو اجازت پر دلالت کرے، مثلاً لڑکی کے ولی نے جہیز وغیرہ دیا اور لڑکے کے ولی نے جہیز پر قبضہ کیا تو اب دوسرے کی طرف سے بھی اجازت پائی گئی اور نکاح صحیح ہو گیا اور جو افعال سوال میں مذکور ہیں، وہ اجازت کے لیے کافی نہیں؛ کیوں کہ وہ عقد کے پہلے کے افعال ہیں، نہ بعد کے اور اگر قاضی کو لڑکی اور لڑکے کے ولی مین سے کسی نے نہیں بلایا؛ بلکہ وہ خود ہی خبر نکاح سن کر آ گیا، یا کسی اور شخص کے بلانے پر آ گیا اور بدون

==(۳) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ٦٥/٣، سعيد)

(۴) ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف على الاجازة كنكاح الفضولي توقف عقوده كلها ان لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ٩٧/٣، سعيد)

(۵) ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(سورة النساء: ٩٧، سعيد)

(۶) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ٦٥/٣، سعيد)

حاشية صفحه هذا:

(۱) وهو أي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ٥٥/٣، سعيد)

اجازت احد الولیین کے اس نے نکاح پڑھا تو یہ نکاح موقوف رہا، جو بعد اجازت اولیاء طرفین کے نافذ ہوگا اور اگر ان اولیا میں سے کسی نے اس نکاح کو صراحۃً، یا دلالۃً نافذ نہ کیا تو یہ نکاح موقوف ہی رہے گا، جس کو یہ صغیرین بعد بلوغ کے نافذ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ نکاح کے وقت دونوں عاقل تمیز دار ہوں کہ نکاح کے معنی کو سمجھتے ہوں اور اگر وہ نکاح کو سمجھتے بھی نہ وں تو نکاح باطل ہے۔

قال في الدر: (وقبضه) أي الولي... (المهر ونحوه) مما يدل على الرضا (رضاً) دلالة، آه.

قال الشامي: كقبض النفقة أو المخاصمة في أحدهما وإن لم يقبض وكالتجهيز ونحوه، آه. (٤٨٨/٢)(۱)

وفيه أيضاً: صَغِيرَةٌ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا وَلَا وَلِيَّ وَلَا حَاكِمَ ثَمَّةَ تَوَقُّفٌ، وَنَفَذَ بِإِجَازَتِهَا بَعْدَ بُلُوغِهَا لِأَنَّ لَهُ مُجِيزًا وَهُوَ السُّلْطَانُ، آه

قَالَ الشَّامِي: (قَوْلُهُ صَغِيرَةٌ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا) أَيْ مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ، وَإِلَّا لَمْ يَتَوَقَّفْ لِأَنَّ الْحَاكِمَ لَا يَمْلِكُ الْعَقْدَ عَلَيْهَا بِذَلِكَ فَلَا يَمْلِكُ إجَازَتَهُ فَكَانَ عَقْدًا بِلَا مُجِيزٍ، نَعَمْ لَوْ كَانَ لَهَا أَبٌ أَوْ جَدٌّ وَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا كَذَلِكَ تَوَقَّفَ لِأَنَّ لَهُ مُجِيزًا وَقْتَ الْعَقْدِ لِأَنَّ الْأَبَ وَالْجَدَّ يَمْلِكَانِ الْعَقْدَ بِذَلِكَ وَالصَّغِيرُ كَالصَّغِيرَةِ لِمَا فِي الْخَانِيَّةِ مِنْ أَنَّ الصَّغِيرَ لَوْ تَزَوَّجَ بَالِغَةً ثُمَّ غَابَ فَتَزَوَّجَتْ آخَرَ وَكَانَ الصَّبِيُّ أَجَازَ بَعْدَ بُلُوغِهِ الْعَقْدَ الَّذِي بَاشَرَهُ فِي صِغَرِهِ فَإِنْ كَانَتْ الْإِجَازَةُ بَعْدَ الْعَقْدِ الثَّانِي جَازَ الثَّانِي لِأَنَّهَا تَمْلِكُ الْفَسْخَ قَبْلَ إجَازَتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ قَبْلَهُ فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ بِمَهْرِ الْمِثْلِ أَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ وَلِلصَّغِيرِ أَبٌ أَوْ جَدٌّ نَفَذَ بِإِجَازَةِ الصَّبِيِّ بَعْدَ بُلُوغِهِ وَإِلَّا فَيَجُوزُ الثَّانِي. (٥١٥/٢)(۲)

وفي الخلاصة عن الاجناس: كل عقد له مجيز حال وقوعه يقف على الإجازه ومالا مجيز له حال وقوعه لايتوفق، آه. (١٧/٢)(۳)

۸/محرم ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۳۰۸/۳)

نابالغ اور نابالغہ کے ایجاب وقبول کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغہ لڑکی اور نابالغ لڑکا جب والد کی اجازت دلالۃً موجود ہو، نکاح کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: عمران اللہ چارسدہ، ۱۹/رجب ۱۳۹۷ھ)

---

(۱) ردالمحتار، باب الولي: ٥٨/٣، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، فروع ليس للقاضي تزويج الصغيرة من نفسه: ٨٠/٣، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) وَقَالَ فِي مِنَحِ الْغَفَّارِ فِي شَرْحِ قَوْلِهِ كُلُّ تَصَرُّفٍ صَدَرَ مِنْهُ، وَلَهُ مُجِيزٌ حَالَ وُقُوعِهِ انْعَقَدَ مَوْقُوفًا مِنْ بَيْعٍ أَوْ نِكَاحٍ أَوْ طَلَاقٍ أَوْ هِبَةٍ، وَكَذَا كُلُّ مَا صَحَّ بِهِ التَّوْكِيلُ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْكَمَالُ فِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ حَيْثُ قَالَ تَصَرُّفَاتُ الْفُضُولِيِّ تَتَوَقَّفُ عِنْدَنَا إذَا صَدَرَتْ، وَلِلتَّصَرُّفِ مُجِيزٌ أَيْ مَنْ يَقْدِرُ عَلَى الْإِجَازَةِ سَوَاءٌ كَانَ تَمْلِيكًا كَالْبَيْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْهِبَةِ وَالتَّزْوِيجِ وَالتَّزَوُّجِ أَوْ إسْقَاطًا حَتَّى لَوْ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَةَ غَيْرِهِ أَوْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ فَأَجَازَهُ طَلُقَتْ، وَعَتَقَ، آه، فَتَأَمَّلْ. (البحر الرائق، فصل في بيع الفضولي: ١٦٤/٦، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

الجواب

نابالغ اور نابالغہ کا بذات خود ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے، جب کہ اذن سابق، یا اجازت لاحقہ سے مصحوب ہو۔

كما في تنقيح الفتاوىٰ (١٦٦/٢):أن الصبي المحجور لوتصرف تصرفاً يجوزعليه لو فعله وليه في صغره كبيع وشراء وتزوج وتزويج أمته وكتابة قنه ونحوه فإذا فعله الصبي بنفسه يتوقف علىٰ إجازة وليه مادام صبياً. (۱)

وفي الهداية (٣٧١/٣):وإذا أذن ولي الصبي للصبي في التجارة فهو في البيع والشراء (وكذا كل ما هو دائر بين النفع والضرر كالتنزوج) كالعبد الماذون. (۲) **وبمعناه في ردالمحتار.** (۳)

وفي الهداية (٢٧٣/٣): ويصير (الصبي) ماذوناً بالسكوت كما في العبد. (۴) **وبمعناه في ردالمحتار: ١٢٥/٥** (۵) **وشرح المجلة،ص:٥٤٣** (٦) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۹/۴)

نابالغ کا ایجاب وقبول معتبر نہیں:

سوال: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا رشتہ بدیں شرط بکر کے نابالغ لڑکے کو دیا کہ وہ مجھے فلاں عورت کی طلاق دلوادے اور قبول نکاح نابالغ لڑکے نے کیا۔ کیا لڑکے کا قبول کرنا موجب عقد ہوگا؟ اگر نکاح منعقد ہوگیا تو کیا لڑکا حالت سفر میں طلاق دے سکتا ہے؟ اور شرط مذکورہ کا عقد پر کوئی اثر ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغ لڑکے کا قبول معتبر نہیں؛ اس لیے وہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور اس میں طلاق کی ضرورت نہیں، شرط کا نکاح پر کوئی اثر نہ ہوگا؛ مگر نکاح بوجہ قبول صحیح نہ ہونے کے نہیں ہوا۔ (۷)

محمد کفایت اللہ کان اللہ له، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۸/۵)

---

(۱) تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ١٦٦/٢، كتاب الوديعة ومطالبه

(۲) الهداية، ٣٧١/٣، كتاب الماذون فصل وإذا أذن ولي، الخ

(۳) قال العلامة ابن عابدين:(قوله يدور بين نفع وضر)أما النفع المحض فيصح كقبوله الهبة والصدقة وكذا إذا آجر نفسه ومضى علىٰ ذلك العمل وجبت الاجرة استحسانا ويصح قبول بدل الخلع من العبد المحجور بغير إذن المولىٰ لانه نفع محض وتصح عبارة الصبي في مال غيره وطلاقه وعتاقه إذا كان وكيلا.(ردالمحتار هامش الدرالمختار:١٠١/٥، كتاب الحجر)

(۴) الهداية:٣٧٢/٣، قبيل كتاب الغصب

(۵) قال العلامة الحصكفي:ولو اشترىٰ العبد وباع ساكتا عن إذنه وحجره كان مأذونا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ١٢١/٥، كتاب الماذون)

(٦) قال العلامة محمد خالد الآتاسي: فإن أذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد مأذون في كل أحكامه فيصير مأذوناً بالسكوت. (شرح المجلة للآتاسي: ٥٣٠/٣. الماده: ٩٧٢)

(۷) یہ ناسمجھ بچے کے بارے میں ہے اور سمجھ دار بچہ (صبی ممیز) کا ایجاب وقبول معتبر ہے، البتہ نکاح کے انعقاد کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے۔ ==

ولی کے ایجاب وقبول سے نابالغ کا نکاح منعقد ہوجاتا ہے:

سوال: ایک شخص اپنی بالغ لڑکی کا نکاح لڑکی کی رضامندی سے ایک تین سال کی عمر کے لڑکے سے کردیتا ہے، چند روز بعد فریقین علماء سے دریافت کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں یہ لڑکا آیا طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے، یا نہیں؟ اس قسم کے فتوے طلب کردینے کے بعد بالآخر لڑکے کے نکاح کو کالعدم تصور کرکے لڑکے سے بلا طلاق حاصل کئے لڑکی کا نکاح ایک دوسری جگہ کردیتے ہیں اور عذر گناہ یہ تراشتے ہیں کہ چوں کہ لڑکا وقت نکاح بالکل بچہ تھا؛ اس لیے شرعاً لڑکے کا نکاح ہی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا۔

اب قابل استفتاء یہ امر ہے:

(۱) کیا حدیث، یا فقہ، یا اقوال صحابہ میں کہیں کوئی اس قسم کی جزئیہ مل سکتی ہے، جس سے یہ مترشح ہو کہ بوقت نکاح اگر لڑکا بالکل شیرخوار ہو تو اس کا نکاح کالعدم ہوگا۔

(۲) مذکورہ بالا صورت میں نکاح اول معتبر ہوگا، یا کہ ثانی؟ صورت مذکورہ میں نکاح خوان اور حاضرین مجلس کے اپنے نکاح باقی رہیں گے، یا ان کو تجدید نکاح ضروری ہے۔

(۳) اگر ان پر تجدید نکاح اور توبہ از بس کہ ضروری ہو اور وہ ایسا نہ کریں تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور دیگر مجلسی وخانگی تعلقات کرنے شرعاً کیسے ہیں؟

(المستفتی: ۲۰۹۵، ایم حافظ عبدالستار صاحب (ملتان) ۴/شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۸/دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

لڑکے کی طرف سے قبول کرنے والا اگر کوئی ولی، یا فضولی موجود تھا اور اس نے ایجاب قبول کیا تھا تو نکاح درست ہوگیا اور اگر لڑکے نے خود قبول کیا؛ یعنی اس کی زبان سے کہلوادیا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۱) پہلی صورت تھی تو نکاح قائم ہے اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۲) دوسرا نکاح پڑھانے والوں کا بیان لیا جائے کہ انہوں نے کس بنا پر دوسرا نکاح پڑھایا تھا تو پھر کوئی حکم دیا جاسکتا ہے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۵/۵-۱۰۶)

== کما فی الهندية: وأما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحرية فی العاقد إلا أن الأول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبی الذی لا يعقل والأخيران شرط النفاذ فإن نكاح الصبی العاقل يتوقف نفاذه علی وليه.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۲۶۷/۱، ماجدية)

(۱) فلا ينعقد نكاح المجنون والصبی الذی لايعقل.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول فی تفسيره شرعاً وصفته وركنه،الخ: ۲۸۷/۱، ماجدية)

(۲) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلک المعتدة، كذا فی السراج الوهاج.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح،القسم السادس المحرمات التی تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، ماجدية

نابالغ کا ایجاب وقبول ولی کرسکتا ہے:

سوال: آٹھ سال کا بچہ اگر ایجاب وقبول کرے تو نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ کیا اس کے ولی شرعی کو بھی ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے؟

الجواب

نابالغ بچہ سے ایجاب وقبول کرانا فضول ہے، اس کے ولی سے کرانا ضروری ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۱۰۷/۵)

والدہ کی اجازت سے نابالغہ ممیّز لڑکے کا ایجاب وقبول درست ہے اور مہر کی تفصیل:

سوال: ایک شخص زید نے اپنے نابالغ لڑکے خالد کا نکاح بکر کی نابالغہ لڑکی ہندہ سے عدم موجودگی بکر کے کرایا؛ مگر ایجاب وقبول کے وقت زید قاضی کے پاس موجود نہیں تھا؛ اس لیے ایجاب وقبول خالد نابالغ ہی سے کرایا، زید سے نہیں کرایا اور نہ قاضی صاحب کے رجسٹر پر زید کے دستخط کرائے گئے، تقریباً چار سال کے بعد خالد کا انتقال بحالت سن بلوغت ہوا، زید نے اپنے لڑکے مرحوم کی حالت تندرستی ونیز ایام بیماری میں اس کی زوجہ کو بھیجنے کے لیے متعدد مرتبہ زبانی وتحریری اس کے والد سے کہا؛ مگر بکر نے نہیں بھیجی یہاں تک کہ زوج اپنی زوجہ کے نہ ملنے کی حسرت اپنے دل ہی میں لے کر چل بسا، خالد کے انتقال ہونے کے پندرہ یوم بعد بکر اپنی دختر کو اپنی اصلی سکونت وطن سے ہٹا کر بلا پوری ہونے ایام عدت یعنی چار ماہ دس کے اپنے ساتھ جائے ملازمت پر لے گیا، زید کی طرف سے آدمی لینے کے لیے گئے تو اس وقت بھی زید کے یہاں ایام عدت گزارنے کے لیے ہندہ کو نہیں بھیجا۔

(۱) صورت مسئولہ میں خالد کا نکاح ہندہ سے ہوگیا تھا، یانہیں؟

(۲) اگر نکاح ہوگیا تھا تو نزاع اس امر کا ہے کہ زید خالد کے والد کو زرمہر چھبیس رواجی مقررہ برادری بتلاتا ہے اور بکر ہندہ کا والد ایک ہزار روپیہ کہتا ہے، البتہ رجسٹر قاضی میں مبلغ پانچ سو روپیہ درج ہیں اور کوئی تحریر باضابطہ نہیں تو اس صورت میں زرمہر کے ادا کرنے کا کون ذمہ دار ہے؟ اور کس قدر زرمہر ادا کرنا چاہیے؟ شرح بحوالہ کتب ارقام فرما کر عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب

خالد نابالغ بوقت ایجاب وقبول اتنی سمجھ رکھتا تھا کہ نکاح اور ایجاب وقبول کو سمجھ لے، جس کو عرف شرع میں صبی ممیّز

---

(۱) وهو أى الولى شرط صحة نكاح صغير ومجنون.(الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولى:۵۵/۳، سعيد)

وفى الرد: والصبى كالعبد ... لو باع الصبى ماله أو اشترى أو تزوج ... توقف على إجازة الولى.(رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولى:۶۶/۳، سعيد)

کہتے ہیں، تب تو نکاح درست ہوگیا، بشرطیکہ باپ؛ یعنی زید نے اس کو ایجاب وقبول کی اجازت دی ہو۔

قال فی الاشباہ والنظائر من أحکام الصبیان: وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ إذَا كَانَ يَعْقِدُ الْعَقْدَ وَيَقْصِدُهُ وَلَوْ مَحْجُورًا، وَلَا تَرْجِعُ الْحُقُوقَ إلَيْهِ فِي نَحْوِ بَيْعٍ بَلْ لِمُوَكِّلِهِ،انتھیٰ.

قال الحموی فی شرح توکیله: قَوْلُهُ: وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ مِنْ إضَافَةِ الْمَصْدَرِ إلَى مَفْعُولِهِ. (۴۸۲/۲)(۱)

(۲) یہ دیکھا جاوے کہ اس لڑکی ہندہ کا مہر مثل کیا ہے؛ یعنی اس کی بہنوں، یا پھوپھیوں، یا چچازاد بہنوں کا کیا مہر ہے، ہوتا ہے، سواگر والد ہندہ کا قول مہر مثل کے اندر ہے، مثلا پانچ سو روپیہ ہے اور والد ہندہ پانچ سو روپیہ سے کم کا مدعی ہے تو والد ہندہ کا وقول مہر مثل کے اندر اندر ہے، مثلاً پانچ سو روپیہ ہے اور والد پانچ سو روپیہ سے کم کا مدعی ہے تو والد ہندہ سے حلف لے کر اس قول کی تصدیق کی جائے گی اور اگر والد ہندہ مہر مثل سے زائد کا مدعی ہے اور والد خالد مہر مثل کا، یا اس سے زائد کا مدعی ہے تو والد خالد کا قول حلف لے کر قبول کیا جائے گا۔

قال فی الدرالمختار: (وَ) إنْ اخْتَلَفَا (وَفِي قَدْرِهِ حَالَ قِيَامِ النِّكَاحِ فَالْقَوْلُ لِمَنْ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ).

قال الشامی: أَيْ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهَا إنْ كَانَ مَهْرُ مِثْلِهَا كَمَا قَالَتْ أَوْ أَكْثَرَ، وَلَهُ إنْ كَانَ كَمَا قَالَ أَوْ أَقَلَّ،انتھیٰ. (الدرالمختار معردالمحتار: ۴۹۷/۲)(۲)

وقال فی الهدایة: ولو کان الاختلاف بعد موت احدهما فالجواب فیه کالجواب فی حیاتهما،آه. (۳)

والد خالد سے اس مہر کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا، جو خالد کے ذمہ اس کی بی بی کا واجب ہے، البتہ اگر والد خالد نے مہر اپنے ذمہ لے لیا ہو تو اس سے وصول کیا جاسکتا ہے۔ نیز اگر خالد مرحوم کی کوئی جائیداد، یا مال وغیرہ زید کے پاس موجود ہو تو اس سے بھی یہ مہر وصول کیا جاسکتا ہے۔

قال فی الدرالمختار: (ولا یطالب الأب بمهر ابنه الصغیر الفقیر) أما الغنی فیطالب أبوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه (إذا زوجه امرأةً إلا إذا ضمنه) علی المعتمد. (۴) **واللّٰہ سبحانه وتعالٰی أعلم (اضافه)** (امداد المفتیین: ۴۵۷/۲)

ولی کی اجازت سے نابالغ خود ایجاب وقبول کرے تو معتبر ہے:

سوال: ایک لڑکے کی عمر آٹھ سال اور لڑکی کی عمر سات سال کی ہے، اس وقت ان دونوں کا نکاح کیا جاوے اور ایجاب وقبول لڑکا کرے اور واثین نے لڑکی کی طرف سے قبول نہ کیا ہو تو اس صورت میں ان کا نکاح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) غمز عیون البصائر،أحکام الصبیان: ۳۱۷/۲،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،مطلب: مسائل الإختلاف فی المهر: ۱۴۸/۳،دارالفکر بیروت،انیس

(۳) الهدایة: ۱۰۷/۱،دارإحیاء التراث العربی بیروت،انیس

(۴) الدرالمختار،مطلب فی ضمان الولی المهر: ۱۴۱/۳،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) لڑکا جب بالغ ہوگیا تو اس نے دوسری جگہ اپنا نکاح کرلیا اور سات سالہ لڑکی سے جو نکاح کیا تھا، اس کی رخصتی بھی نہیں ہوئی، اب لڑکی بالغ ہوکر منع کرتی ہے کہ میں اس شوہر کے یہاں نہیں جاتی ہوں۔ آیا اس کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر نابالغ لڑکے نے ایجاب اپنے ولی کی اجازت سے کیا اور لڑکی نے خود باجازت اولیاء قبول کرلیا تھا تو اگرچہ لڑکی کے اولیا نے خود قبول نہ کیا، تب بھی نکاح صحیح ہوگیا، سات سالہ لڑکی عمر تمیز کو پہنچ جاتی ہے اور بچہ کے معاملات اور تمام عقود کا یہی حکم ہے کہ اگر وہ صبی ممیّز ہے تو منعقد ہوکر اجازت ولی پر موقوف رہتے ہیں اور اگر ممیّز نہیں تو اول ہی سے منعقد نہیں ہوتے۔ (کذا فی الاشباہ والشامی)(۱)

اور درصورت صحت نکاح بھی لڑکی کو شرعاً اختیار ہے کہ وہ بالغ ہوتے ہی اپنے نکاح کو فسخ کرالے، بشرطیکہ آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی اس نکاح سے انکار کردے اور چند لوگوں کو اس انکار کا گواہ بنا کر مسلمان حاکم سے نکاح فسخ کرائے۔ (کذا فی الدر المختار والهداية وغيرها) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۵۸/۲)

گونگا بہرا اور صغیر ایجاب وقبول کس طرح کرے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک لڑکا تو گونگا اور بہرا، دوسرا لڑکا صغیر سِنّ بعمر آٹھ سال کے ہے اور ان پر دونوں کا نکاح ہونے والا ہے، ایجاب وقبول ان کی طرف سے، ان کے ولی باپ، یا دیگر رشتہ دار کی طرف سے جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو ولی اس کا کس طور پر ایجاب وقبول کرے؟

الجواب

گونگا بہرا جو بالغ ہووے تو اشارہ سے قبول کرلیوے اور اشارہ ہی سے ایجاب کرایا جائے اور صغیر کی طرف سے اس کا ولی قبول کرے، اس طرح کہ اس منکوحہ کو اپنے فلاں صغیر سے قبول کرتا ہوں۔ فقط

اور بہرے گونگے کی طرف سے اس کا ولی قبول کرلیوے، درست ہے، پھر جب وہ اس کے پاس بہ رضا جاوے گا، اجازت وتمامی نکاح کی ہوجاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعۂ کلاں ص ۲۳۱-۲۳۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۴۷)

(۱) وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ إِذَا كَانَ يَعْقِدُ الْعَقْدَ وَيَقْصِدُهُ وَلَوْ مَحْجُورًا، وَلَا تَرْجِعُ الْحُقُوقَ إِلَيْهِ فِي نَحْوِ بَيْعٍ بَلْ لِمُوَكِّلِهِ وَكَذَا فِي دَفْعِ الزَّكَاةِ وَالِاعْتِبَارُ لِنِيَّةِ الْمُوَكِّلِ. (الأشباه والنظائر)

قال الحموی فی شرح توكيله: قَوْلُهُ: وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ مِنْ إِضَافَةِ الْمَصْدَرِ إِلَى مَفْعُولِهِ. (غمز عيون البصائر، أحكام الصبيان: ۳۱۷/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

مجنون ایجاب وقبول کا اہل نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا دماغی توازن خراب ہے، ادھر ادھر پھرتا ہے اور فحش وغیرہ بکتا رہتا ہے، یہاں تک کہتا ہے کہ میں خدا ہوں اور زمین وآسمان میں نے پیدا کئے ہیں، اسی حالت میں زید نے چند لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی لڑکی جو کہ نابالغ تھی کا نکاح کر دیا، اب زید صحت مند ہے اور اپنی لڑکی کے نکاح پر نادم ہے، کیا ذہنی توازن اور پاگل پن کی وجہ سے اس کا یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد ظاہر شاہ دارالعلوم قاسمیہ شبہ پشاور)

الجواب

اگر عقد نکاح کے وقت اس والد کا دماغی توازن خراب ہونا مسلم، یا مبرہن ہو تو یہ نکاح کالعدم اور باطل شمار ہوگا، (۱) **کما فی التنویر بشرط حریة وتکلیف وإسلام. (۲) وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۹/۴-۲۵۰)

مندرجہ ذیل ایجاب وقبول سے نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک عورت مسماۃ شریفاً بیوہ، عمر تخمیناً ۱۲-۱۳/سال جس کی بابت دوعورتوں نے شہادت دی کہ ایک حیض ہمارے سامنے آچکا ہے، شریفن مذکورہ کے مکان پر عبدالرحیم بمعہ عبدالرحمٰن اور دو مرد اور دو عورت کے پہنچا اور دریافت کیا کہ شریفن تیرے نکاح کے لیے کئی شخص خواہشمند ہیں تو کہاں رضا مند ہے؟ جواب دیا کہ میں اپنے سابق بہنوئی عبدالرحمٰن سے رضا مند ہوں اور مہر سو روپے کے باندھا، تب عبدالرحمٰن سے دریافت کیا کہ کیا تجھ کو نکاح منظور ہے اور مہر یک صد روپیہ کا منظور ہے، جواب دیا کہ مجھ کو نکاح بھی منظور ہے اور مہر بھی خطبہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھا گیا، اس کے بعد عبدالرحیم نے شہرت کر دی کہ نکاح ہو گیا۔ آیا شرعاً یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ شریفن کے تایا وغیرہ بھی موجود ہیں، ان سے اجازت نہیں لی تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

حسب تصریح فقہاء اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا اور چوں کہ شریفن بالغہ ہو چکی ہے تو خود اس کی رضا واجازت کافی ہے، تایا وغیرہ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۴/۷-۱۳۵)

---

(۱) قال العلامة ابن نجيم: (قوله ولا ولاية لعبد وصغير ومجنون) لانه لا ولاية لهم علٰى أنفسهم فاؤلٰى أن لا يثبت علٰى غيرهم ولأن هٰذه ولاية نظرية ولا نظر في التفويض إلٰى هؤلاء ... وأراد بالمجنون المطبق وهو شهر وعليه الفتوىٰ وفي فتح القدير لا يحتاج الى تقييده به لانه لا يزوج حال جنونه مطبقا او غير مطبق ويزوج حالة افاقته عن جنون مطبق أو غير مطبق لكن المعنى أنه إذا كان مطبقا تسلب ولايته فتزوج ولا ينتظر افاقته وغير المطبق الولاية ثابتة له فلا تزوج وتنتظر افاقته كالنائم، الخ. (البحر الرائق: ۱۲۳/۳، باب الاولياء والاكفاء)

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۳۳۸/۲، باب الولي

(۳) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدر المختار) أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحكام من طلاق وتوارث وغيرهما. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير)

پہلا نکاح صحیح ہے، یا دوسرا:

سوال: دعویٰ مدعی کا یہ ہے کہ میرے دادا نے میرا ناطہ کرمان کی دختر مسماۃ فضل نور کے ساتھ کیا، میری عمر اس وقت ۱۲ر یا ۱۳ر سال کی تھی اور میری منکوحہ کی عمر ۱۰-۱۱ر سال کی تھی، اس کے والد نے اپنی دختر کا حق نکاح روبرو اہل جرگہ میرے ساتھ کیا اور میرے دادا نے میرے واسطے قبول کا اس ایجاب وقبول کے بعد میں پانچ سال اپنی سسرال میں رہا، پھر میں نوکری پر چلا گیا، چھ سال کے بعد آیا تو معلوم ہوا کہ میری منکوحہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا۔ آیا پہلا نکاح جو میرے ساتھ ہوا تھا، وہ صحیح ہے، یا دوسرا نکاح صحیح ہوا؟

الجواب

پہلے اگر محض وعدہ نکاح کا تھا اور ایجاب وقبول بطریق نکاح مجلس نکاح میں روبرو شاہدین کے نہ ہوا تھا تو دوسری جگہ اس کا نکاح صحیح ہوگیا، (۱) اور اگر پہلے باقاعدہ نکاح ہوا تھا اور ایجاب وقبول بطریق نکاح شاہدین کے سامنے مجلس نکاح منعقد کر کے ہوا تھا تو دوسرا نکاح بدون طلاق دینے شوہر اول کے صحیح نہیں ہوا، عورت مذکورہ بدستور شوہر اول کی منکوحہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۳۵)

ایجاب وقبول کے بعد عورت انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے روبرو دو گواہ کے ثیبہ عورت سے کہا کہ میرے لڑکے سے نکاح کر اور اس کو منظور کر، اس کے جواب میں عورت نے کہا کہ تیرا لڑکا مجھے قبول ومنظور ہے؛ مگر اب عورت اس سے انکار کرتی ہے کہ میں نے یوں نہیں کہا اور گواہ گواہی دیتے ہیں کہ عورت نے الفاظ مذکورہ کہے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر دو گواہ عادل الفاظ مذکورہ کی گواہی دیتے ہیں تو صورت مذکورہ میں نکاح منعقد ہوگیا، عورت کا انکار موجودگی گواہان عادل کے معتبر نہیں ہے۔

درمختار میں ہے:

''کزوجنی، الخ، فإذا قال في المجلس: زوجت أو قبلت، الخ، قام مقام الطرفين ويصح النكاح، الخ''. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۵۷)

---

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ أن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۲/۲٦٤، ظفير)

(۲) أما نكاح منكوحة الغير، الخ، فلم يقل أحد بجوازه أصلا. (رد المحتار، باب المحرمات: ۲/٤٨٢، ظفير)

(۳) الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۲/٣٦٢، ظفير

بیوہ کا ایجاب وقبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ اور صاحب اولاد عورت ہے، زید نے ہندہ کے بھائی خالد سے کہا کہ اپنی بہن مجھے دے دو، خالد نے ہندہ سے دریافت کیا ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر زید کے ساتھ شادی کروں گی کہ میری چھوٹی بچیوں کو میرے شوہر کے بھائی میرے ساتھ زید کے پاس چھوڑ دے، زید نے کہا کہ یہ اجازت میں اس سے لے چکا ہوں۔ اب خالد اور زید کے درمیان ایجاب وقبول ہوا، زید نے ایک جوڑہ کپڑے ہندہ کو دیئے اور ہندہ نے اس کو پہن لیے، چند ہفتوں کے بعد شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں کہ اچانک شوہر کا بھائی آکر ہندہ سے ان کی بچیوں کو لے کر چلا گیا اور کہا کہ نہ میں اپنے بھائی کی یتیم بچیوں کو زید کے پاس چھوڑوں گا اور نہ میں نے زید کو ایسی اجازت دی ہے۔ ہندہ نے جب یہ حالت دیکھی تو زید کے کپڑوں کو اتار کر کہنے لگی کہ اب میں زید کے ساتھ شادی نہیں کروں گی؛ کیوں کہ شرط پوری نہیں ہوئی۔ اب زید کہتا ہے کہ ہندہ میرے نکاح میں ہے، ایجاب وقبول ہوا ہے، حالاں کہ خود زید اور خالد کی اپنی عرف ورواج میں اس قسم کے ایجاب وقبول کو نکاح نہیں سمجھا جاتا۔ اب اگر خدانخواستہ اسی رسمی ایجاب وقبول کے بعد خاطب مخطوبہ پر بری نیت سے ہاتھ ڈالے تو معاملہ قتل ومقاتلہ تک پہنچتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ہندہ آزاد ہے، یا زید کی منکوحہ؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: احمد میمن دارالتوحید شہداد پور سانگھڑ، ۱۰؍ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

الجواب

اگر یہ ایجاب وقبول دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے روبرو ہوا ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی ہے، خطبہ نہیں ہے۔

فی الدرالمختار: وینعقد متلبسا بایجاب من أحدهما وقبول، الخ. (۱)

وفیه أیضاً: وما یصح ولایبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالیة ... القرض والهبة والصدقة والنکاح، إلخ. (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۶/۴-۲۶۷)

لفظ قبول کے بجائے الحمدللہ کہنے سے نکاح نہ ہوگا:

سوال: زید نے لفظ قبول کی جگہ الحمدللہ کہا۔ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟

الجواب

فی الدر المختار: وینعقد بایجاب وقبول وضعا للمضی وبما وضع أحدهما له أی للمضی والآخر للا ستقبال أوللحال فالأول الأمر، الخ.

---

(۱) الدرالمختار، کتاب النکاح: ۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار، کتاب الدعوی: ۲۴۹/۵، دارالفکر بیروت، انیس

وفی ردالمحتار تحت قول الدرالمختار: لوقال لها: یا عرسی، فقالت: لبیک، الخ، ما نصه): صوابه لم ینعقد فقد صرح فی البحر عن الصیرفیة بأن الانعقاد خلاف ظاهر الروایة ومثله فی النهر وکذا فی شرح المقدسی عن فوائد تاج الشریعة. (۲/۴۳۳، مصری)(۱)

اس نظیر سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمدللہ کہنا موجب انعقاد نکاح نہیں؛ لیکن کوئی جزیہ نہیں ملا، بہتر یہ ہے کہ کسی اور جگہ بھی تحقیق کرلیا جاوے۔ فقط (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/۲۳۲)

دولہانے وقت نکاح قبول کیا کے بجائے اگر الحمدللہ کہا تو کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں اگر نکاح خوانی کے وقت دولہا سے نکاح خواں نے یوں کہا: مثلاً مریم بنت زید کو دوسو روپیہ مہرانہ کے عوض تمہارے عقد میں دیا، وہ صرف الحمدللہ کہا۔ اب نکاح ہوا، یا نہیں؟ سوال صرف یہ ہے کہ قبول کیا، میں نے اس جگہ میں اگر صرف الحمدللہ کہہ دیا تو نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

تنقیح:

اس موقعہ پر الحمدللہ کہنے سے شہود اور حاضرین کیا سمجھتے ہیں بتلایا جائے؛ کیوں کہ الحمدللہ ہمارے عرف میں صیغہ قبول کا نہیں ہے، بنگالہ کی کوئی خاص اصطلاح ہے۔

قال فی الخلاصة: وفی مجموع النوازل: قال زوجنی نفسک منی فقالت: بالسمع والطاعة، صح النکاح ولوقالت: سپاس دادم، لا ینعقد، آه. (۲/۳)(۲)(امدادالاحکام ۳/۲۰۱)

☆ ☆ ☆

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۱۲، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) سُئِلَ نَجْمُ الدِّینِ عَمَّنْ قَالَ لِامْرَأَةٍ خویشتن رابهز اردرم کابین بِمِنْ بزنی دَادِی فَقَالَتْ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ قَالَ یَنْعَقِدُ النِّکَاحُ وَلَوْ قَالَتْ سپاس دارم لَا یَنْعَقِدُ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ إجَابَةٌ وَالثَّانِیَ وَعْدٌ، کَذَا فِی الْمُحِیطِ. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا: ۱/۲۷۱-۲۷۲، دارالفکر بیروت، انیس)

اردو کتب فتاویٰ

نمبرشمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، وما لکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد/مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحئی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشرواشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشرواشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲

(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریاگنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳، لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبدالحیٔ نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحیٔ نگر، کفلیۃ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشر واشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینہ راندیر، سورت، گجرات

مصادر ومراجع

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
	{قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)}		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تاویل القرآن	ابوجعفر الطبری،محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ،محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی،فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوارالتنزیل واسرارالتأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی رجلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۹)	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی،عبدالرحمن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناءاللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
	{متون واطراف واجزاء حدیث}		
(۱۳)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۴)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۱۵)	موطأ امام مالک	امام دارالہجرہ،مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۱۶)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابویوسف القاضی،یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۱۷)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۱۸)	کتاب الآثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۹)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۰)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۱)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۲۲)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبدمناف الشافعی القرشی المکی	

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۴)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۲۵)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۲۶)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف باابن دکین	۲۱۹ھ
(۲۷)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی	۲۳۰ھ
(۲۸)	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خوستی	۲۳۵ھ
(۲۹)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راھویہ	۲۳۸ھ
(۳۰)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۱)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۲)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۳۳)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۴)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۵)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۳۶)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۳۷)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۳۸)	سنن ابوداؤد/مراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۳۹)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۰)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۱)	الورع	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس البغدادی الأموی القرشی	۲۸۱ھ
(۴۲)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف باابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۳)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۵)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۶)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۴۷)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۴۸)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۴۹)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۵۰)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۱)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۲)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۳)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشا پوری	۳۰۷ھ
(۵۴)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۵)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۵۶)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۵۷)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۵۸)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۹)	مسند السراج رحدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۰)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۱)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۲)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۳)	مکارم الأخلاق رمساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۴)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۵)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۶۶)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۶۷)	المعجم الأوسط رالمعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۶۸)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۶۹)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۰)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۱)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۲)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۳)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۴)	ال رابانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	۳۸۷ھ
(۷۵)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۷۶)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۷)	الإيمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیٰ بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۷۸)	شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة	ابوالقاسم هبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۷۹)	حلية الأولياء وطبقات الأصفياء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۰)	المسند المستخرج على صحيح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۱)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مهران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۲)	مسند الشہاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۸۳)	السنن الكبرىٰ/السنن الصغير	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۴)	شعب الإيمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۵)	معرفة السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۶)	الدعوات الكبير	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۸)	جامع بيان العلم وفضله	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۸۹)	تفسير غريب ما في الصحيحين	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۰)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الہمدانی	۵۰۹ھ
(۹۱)	شرح السنة	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۲)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۳)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن هبة اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۹۴)	كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۹۷۵ھ
(۹۵)	جامع الأصول في أحاديث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۹۶)	مشكٰوة المصابيح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۹۷)	منهاج السنة	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۹۸)	الجوهر النقي	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفی الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۹۹)	جامع المسانيد والسنن الهادي لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۰)	نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۱)	البدر المنير / مختصر تلخيص الذهبي	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۲)	تخريج أحاديث إحياء علوم الدين	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوہاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۰۳)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۴)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۵)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۶)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۷)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۰۸)	الجامع الصغیر/الفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۰۹)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۰)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۱)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۲)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

{شروح وعلل حدیث}

(۱۱۳)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۴)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۱۵)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۶)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۷)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۱۸)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۱۹)	الکواکب الدراری علی شرح البخاری	شمس الدین الکرمانی، محمد بن یوسف بن علی بن سعید	۷۸۶ھ
(۱۲۰)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۱)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۲)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۳)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۴)	شرح المصابیح	محمد بن عز الدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی، بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۵)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۶)	شرح سنن أبی داؤد	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۷)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۸)	الآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۹)	مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجة	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۰)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۱)	مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۲)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۳)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۴)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۵)	اشعة اللمعات شرح مشکوٰة المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۶)	لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۷)	حاشیة السندی علی سنن ابن ماجة	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۸)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۹)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالهادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۰)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۱)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۲)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۳)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۴)	التعلیق الممجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۵)	حاشیة السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۶)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۷)	عون الباری لحل أدلة البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۴۸)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۴۹)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۰)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۱)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۲)	المنهل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۳)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامة محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۴)	فیض الباری شرح البخاری	علامة محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۵۵)	تحفۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۵۶)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۷)	التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۵۸)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۵۹)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۰)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۱)	سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۲)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۳)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
		{سیرت وشمائل}	
(۱۶۴)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۶۵)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۶۶)	لمواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۶۷)	شرح المواہب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
		{کتب فقہ احناف}	
(۱۶۸)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۹)	کتاب الاصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۰)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۱)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۲)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۳)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۷۴)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۷۵)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۷۶)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۷۷)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۷۸)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۹)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۰)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۱)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۲)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۳)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۸۴)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۵)	المجتبیٰ شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۶)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۸۷)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ہاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۸۸)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبد اللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۸۹)	الاختیار لتعلیل المختار	عبد اللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۰)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۱)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۲)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۳)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰، ۷۰۱ھ
(۱۹۴)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۹۵)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۹۶)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۹۷)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۱۹۸)	النھایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۱۹۹)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۰)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۱)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۲)	السراج الوھاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۳)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۴)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبد اللطیف بن عبد العزیز	۸۰۱ھ
(۲۰۵)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شھاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۰۶)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۰۷)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۰۸)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۰۹)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۱۰)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۱)	دررالحکام شرح غررالأحکام	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۲)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۱۳)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۱۴)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۵)	الصغیری/الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۶)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۱۷)	البحرالرائق فی شرح کنزالدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۱۸)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۱۹)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۰)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۱)	تنویرالأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۲)	النہر الفائق شرح کنزالدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۲۳)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۴)	رمزالحقائق شرح کنزالدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۵)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۲۶)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصرالدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۲۷)	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۲۸)	امدادالفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۲۹)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۰)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۱)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۳۲)	الدرالمختار شرح تنویرالأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳۳)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سید اسعد بن ابوبکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۳۴)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۳۵)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۳۶)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۳۷)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدوسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۳۸)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۳۹)	ردالمحتار حاشیۃ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۰)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۱)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۲)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۳)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری رمترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۴۴)	التحریر المختار حاشیۃ ردالمحتار	عبد القادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۴۵)	جواہر الإخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۴۶)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبد الغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۴۷)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۸)	السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۹)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۰)	حاشیہ علی الہدایہ	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۱)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۲)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۳)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۴)	تحفۃ الاخیار	ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۵)	علم الفقہ	عبد الشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۵۶)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفی بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۵۷)	رسائل الارکان	عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۵۸)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۵۹)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبد اللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۶۰)	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۲)	جواہرالفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
		{فقہ مقارن}	
(۲۶۳)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۶۴)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۶۵)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--
		{اصول فقہ}	
(۲۶۶)	اصول البزدوی	فخرالاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۶۷)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۶۸)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۶۹)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۲۷۰)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۷۱)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۲۷۲)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۲۷۳)	غمزعیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۲۷۴)	نورالانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۲۷۵)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۷۶)	عمدۃ الفقہ	سیدزوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ
		{تزکیہ واحسان}	
(۲۷۷)	ادب الدنیاوالدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۲۷۸)	احیاءعلوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی	۵۰۵ھ
(۲۷۹)	غنیۃ الطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۲۸۰)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۲۸۱)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۲۸۲)	الزواجرعن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجرالہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
		{لغات،معاجم،ادب وتاریخ،طبقات وتراجم}	
(۲۸۳)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۲۸۴)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۲۸۵)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۲۸۶)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۲۸۷)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۲۸۸)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۲۸۹)	تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف	محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی الحنفی	۱۳۸۷ھ
(۲۹۰)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۲۹۱)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۲۹۲)	فیروزاللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	--
		{متفرقات}	
(۲۹۳)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۲۹۴)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۲۹۵)	شرح سفرالسعادت	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۲۹۶)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۲۹۷)	صراط مستقیم فارسی	حضرت سیداحمد بریلوی	۱۲۴۶ھ
(۲۹۸)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ

★★★

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند،جلد-۲۳'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمن قاسمی)